آج کی حدیث

(صحیح بخاری ومسلم کی ۳۶۰ احادیث کا حسین گلدستہ مختصر فوائد کے ساتھ)

[حديث اليوم ٣٦٠ حديثاً من صحيح البخارى ومسلم مع بعض فوائدهما]

جمع واعداد:

فضیلۃ الشیخ / ابو الفضل ڈاکٹر عبد اللہ بن محمد نہاری -حفظہ اللہ-

(خطیب مسجد الراجحی، منطقۂ بیشہ، جیزان، سعودی عرب)

اردو ترجمہ: شفیق الرحمن ضیاء اللہ مدنی

مراجعہ: جمشید عالم عبد السلام سلفی

ناشر: ''الضیاء'' اسلامی ثقافتی سنٹر

سمرا لگرہا، بلرامپور، یوپی۔انڈیا۔۲۷۱۲۰۵

[مركز" الضياء" الثقافي الإسلامي، بغلرها، بلرامفور، يوبي، الهند-٢٧١٢٠٥]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مُترجم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ ومن والاہ وبعد :

محترم قارئین! دینی دروس وبیانات، خطبات ومواعظ اور علمی حلقات ومجالس کے اہتمام اوران میں شرکت وحاضری کرنے کی کافی اہمیت وفضیلت ہے، انھی کے ذریعہ لوگوں کی دینی اصلاح اور صحیح اسلامی خطوط پر ان کی تربیت ہوتی ہے، فقہی مسائل سے انھیں بصیرت وآگاہی حاصل ہوتی ہے، لوگ اچھے اخلاق اور بہترین اقدار کو سیکھتے ہیں، معاشرے میں پھیلے شرکیہ اعمال وتوہمات، بدعی امور، باطل افکارو نظریات اور سماج میں پھیلنے والے فاسد وفحش اخلاق وکردار سے واقف ہوتے ہیں اور کتاب وسنت کی تعلیمات سے مستفید ومستنیر ہو کر ان سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دینی دروس وبیانات کے سلسلے میں مساجد کافی اہم رول ادا کرتے ہیں، بالخصوص پنج وقتہ نمازوں میں مسلمان مساجد تشریف لے جاتے ہیں، جہاں ان کو فہمِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مطابق کتاب وسنت کی باتیں سیکھنے کا سنہری موقع ملتا ہے۔

اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ”جو شخص مسجد میں صرف دین کی بات سیکھنے یا سکھانے کی نیت سے آئے تو اسے پورے ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔“ [۱]

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے: ”جو لوگ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر[۲] میں جمع ہو کر کتاب اللہ کو پڑھتے اور سیکھتے ہیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، رحمت انھیں ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے انھیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا ذکر اپنے پاس (موجود فرشتوں میں) کرتا ہے۔“ [۳]

---

[۱] صحیح الترغیب والترہیب (رقم:۸۶) میں علامہ البانیؒ نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔

[۲] محدّث مدینہ ومدرس حرم نبوی شریف استاذ محترم علامہ عبد المحسن العباد حفظہ اللہ فرماتے ہیں: بیوت اللہ (اللہ کے گھروں) سے مراد مساجد ہیں، اور یہ بھی کہا گیا کہ: اس میں وہ تمام علمی جگہیں شامل ہیں جو علم اور نشرِ علم کے لیے مختص ہوں۔ (ملاحظہ فرمائیں: شرح سنن ابی داود، باب ثواب قراءۃ القرآن: شرح حدیث ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ)

[۳] صحیح مسلم:۲۶۹۹

اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے: ”جو لوگ کسی جگہ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر[1] کرتے ہیں تو آسمان سے ایک پکارنے والا کہتا ہے: ” تم لوگ کھڑے ہو جاؤ، تمھیں بخش دیا گیا ہے اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا گیا ہے۔“ [2]

ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے ذکر الٰہی کی مجلسوں کو جنت کا باغ قرار دیا ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے: ”جب تم جنت کی کیاریوں سے گزرو تو (ان میں سے) خوب کھایا کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: (اے اللہ کے رسول!) جنت کی کیاریاں کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ذِکر الٰہی کے حلقہ جات[3]۔“

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مساجد میں عبادت کے ساتھ ساتھ، علم دین کی مجالس کا خصوصی اہتمام کرتے تھے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ ایسا بھی تھا جو ہر وقت مسجد میں مقیم رہتا تھا اور بارگاہِ رسالت کے علمی فیضان سے فیضیاب ہوتا رہتا تھا۔ اُنھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اصحاب صفّہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”مجھے یہ بات بہت پسند ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے اپنے دین کو سمجھنے کے لیے بیٹھوں بجائے اس کے کہ میں پوری رات صبح ہونے تک (نفلی) عبادت کروں۔“ [4]

موجودہ دور میں دینی انحراف اور اسلامی تعلیمات سے بے زاری عام ہے، لوگوں پر دنیا داری، مفاد پرستی اور مادیات کا شدید غلبہ ہے، انٹرنیٹ سائٹس اور سوشل میڈیا (سماجی رابطے) کے مختلف ذرائع نے انھیں مشغول کر رکھا ہے اور ہر چہار جانب سے فتنوں نے انھیں گھیر رکھا ہے، جس کے نتیجے میں ان کے دل سخت ہو گئے ہیں اور خواہشات و شہوات میں طغیانی پیدا ہو گئی ہے، ان کے بیش ترقیمتی اوقات لہو ولعب کی نذر ہو کر ضائع ہو رہے

---

[1] واضح رہے کہ مجلسِ ذکر خاص وہی مجلس نہیں ہے، جہاں اوراد و وظائف سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر وغیرہ کیے جائیں بلکہ ہر وہ مجلس، ذکر کی مجلس کہلائے گی جس میں کتاب و سنت کی بات کی جائے اور اللہ و رسول کے فرامین کو پڑھا پڑھایا جائے۔ واللہ اعلم

[2] السلسلہ الصحیحۃ (رقم: ۲۲۱۰) میں علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔

(3) جامع الترمذی (حدیث: ۳۵۱۰) امام ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔

[4] جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البر (ج۱، ص۶۰)

ہیں۔[1] بلکہ دنیوی لذات اور عصری علوم کی چکا چوند میں گرفتار ہو کر ان میں سے بہتیروں نے کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کی درس و تدریس سے کنارہ کشی اختیار کر لیا ہے۔

چناں چہ انھیں ضرورتوں کو محسوس کرتے ہوئے، سعودی عرب کے نامور عالم دین فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد اللہ بن محمد نہاری حفظہ اللہ نے پورے سال کے حساب سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے منتخب کر کے، مختلف و متنوع موضوعات (مثلاً عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق وآداب وغیرہ) پر مشتمل تین سو ساٹھ صحیح احادیث کا حسین گلدستہ، مختصر فوائد اور انتہائی مفید و جامع شرح کے ساتھ (حدیث الیوم) ”آج کی حدیث“ کے نام سے ترتیب دیا ہے۔ جو عوام الناس، عورتوں، بچوں، عام پڑھے لکھے لوگوں اور طالبانِ علومِ حدیث کے لیے انتہائی نفع بخش ہے۔ فاضل مولف حفظہ اللہ نے لوگوں کے مزاج و دینی ضروریات اوران کی دنیاوی مصروفیات ومشغولیات کا لحاظ رکھتے ہوئے معتبر شارحینِ حدیث اور دیگر اہلِ علم کے اقوال و تشریحات کی روشنی میں ہر حدیث کی نہایت مختصر، جامع اور عام فہم و آسان تشریح کی ہے، جسے پانچ منٹ سے کم وقفہ میں پڑھا پڑھایا جاسکتا ہے اور اہلِ علم سے سنا جا سکتا ہے۔ لہٰذا فرض نماز کے بعد تمام مساجد نیز دینی جامعات و مدارس، تربیتی

---

[1] رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے : (نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس: الصحة والفراغ)[صحیح بخاری، حدیث:٦٤١٢)] ”یعنی دو نعمتیں ایسی ہیں، جن میں اکثر لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں (یعنی انھیں ضایع کر رہے ہیں) : صحت و تندرستی اور فرصت کے اوقات۔“ لہٰذا فرصت کے اوقات کو فضول وبے کار کاموں میں برباد کرنے سے بچنا ضروری ہے، کیوں کہ عمر کے بارے میں روزِ قیامت سوال ہونا ہے۔ فرمان رسول ﷺ ہے :(لاتزولا قدما عبد یوم القیامة حتی یسأل عن أربع : عن عمره فیم أفناه....) [جامع ترمذی، حدیث(٢٤١٦)، علامہ البانی نے اس حدیث کو شواہد کی بنا پر صحیح کہا ہے، دیکھیں: تخریج المشکاۃ:(حدیث:٥١٩٧)] ”یعنی عمر (زندگی کے لمحات کو) کہاں گذارا۔“ نیز آپ ﷺ نے مشغولیت سے پہلے فرصت کے لمحات اور بیماری سے پہلے صحت کو مفید اور دینی کام میں گذارنے کی وصیت کی ہے۔ فرمایا: (اغتنم خمسا قبل خمس:..... وفراغک قبل شغلک وصحتک قبل مرضک) [مستدرک للحاکم،(حدیث:٧٨٤٦) والبیهقي في شعب الإیمان، حدیث:٩٧٦٧) ”یعنی پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے غنیمت سمجھو: ۔۔۔ فراغت کو مشغولیت سے پہلے اور صحت کو بیماری سے پہلے۔“ اس لیے لایعنی کاموں میں وقت کو برباد کرنے سے بچیں اور اپنے قیمتی اوقات کو اللہ و رسول کے بتائے ہوئے طریقوں میں گزاریں۔

مراکز، گھروں اور دیگر دینی مجالس میں ان احادیث میں سے روزانہ ایک حدیث کادرس دینانہایت مفید ثابت ہوگا۔ اسی طرح خطباوواعظین اوردعاۃ و مبلغین کے لیے، خطبۂ جمعہ اور مختلف طرح کے دروس ومواعظ کی تیاری میں ان احادیث سے استفادہ کرنانہایت آسان ہوگا۔

کتاب کی مذکورہ بالا خصوصیات، اوراس سلسلے میں اردوزبان میں ناچیز کے ناقص علم کے مطابق دینی دروس کے سلسلے میں، مختصر و مفید اور قارئین و سامعین کی سہولت و مزاج اور دینی ضروریات کے مطابق کوئی مستقل کتاب متوفر نہ ہونے، نیز لوگوں کے اندر حدیث رسول ﷺ سے محبت و شغف پیدا کرنے اور حقوقِ مصطفیٰ ﷺ کے حق میں سے ایک بنیادی حق، آپ ﷺ کی روشن و تابناک سنت اور پاکیزہ تعلیمات کو نشر کرنے اوراس سلسلہ میں وارد نبوی بشارت (اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ اورشاداب رکھے، جس نے میری بات سنی، اسے یادرکھا اور پھر جس طرح مجھ سے سنا تھا، اسی طرح اسے [دوسروں تک] پہنچادیا، کیوں کہ بہت سے لوگ جنھیں بات [حدیث] پہنچائی جاتی ہے وہ پہنچانے والے سے کہیں زیادہ بات کو توجہ سے سننے اور محفوظ رکھنے والے ہوتے ہیں[1]) کی حصولیابی کی خاطر ناچیز نے اسے اردو قالب میں ڈھالنا مناسب سمجھا، تاکہ پیارے رسول ﷺ کی ان پاکیزہ تعلیمات سے عوام وخواص سارے لوگ مستفید ہوں اوراسے اپنی زندگی میں داخل کرنے کی کوشش کریں اوردنیا وآخرت کی سعادت سے ہمکنار ہوسکیں۔

کتاب کے ترجمہ میں آسان، عام فہم اوررواں وشُستہ اسلوب کو اپنایا گیاہے تاکہ قارئین اور بالخصوص کم پڑھے لوگ اور چھوٹے بچوں کو اسے سمجھنے میں کوئی دشواری نہ پیش آئے۔ اسی طرح کتاب کے ترجمہ میں حتی المقدور مؤلف کے مقصود اور عبارت کی رعایت کی گئی ہے اور اسے عام فہم انداز اور آسان اسلوب میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، مگر اس کے باوجود بھی کمی وخطا کا امکان ہے، کیوں کہ کمال صرف اللہ عزوجل کا

[1] جامع ترمذی (حدیث: ۲۶۵۷)، امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

خاصہ ہے۔ میں اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوں اس کا فیصلہ قارئین اور اہلِ علم ہی فرمائیں گے۔ لہٰذا قارئینِ کرام بالخصوص اہلِ علم سے بصد احترام گزارش ہے کہ اگر ترجمہ میں کہیں کوئی کمی، لغزش اور سقم نظر آئے تو براہ کرم خاکسار کو مطلع فرماکر عند اللہ ماجور ہوں تاکہ اس کمی کو دور کیا جاسکے۔ ان شاء اللہ شکریہ کے ساتھ ہر مفید رائے اور نفع بخش تنقید و اصلاح کو قبول کیا جائے گا۔

میں اس ترجمہ کی تکمیل پر اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتا ہوں اور اس کی تحمید وثنا بیان کرتا ہوں کہ اسی کی توفیق سے ترجمے کا یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ نیز حدیثِ نبوی ﷺ : ''جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر نہیں کرتا۔'' [1] کے مطابق اپنے ان تمام احباب واخوان اور معاونین کا شکر گزار ہوں کہ جنھوں نے اس کتاب کی تیاری اور اس کی اصلاح و درستی میں اپنا تعاون فرمایا اور اپنے گراں قدر قیمتی مشوروں سے نوازا، بالخصوص مولانا جمشید عالم عبد السلام سلفی حفظہ اللہ کا شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے ترجمہ کو نہایت عرق ریزی سے، جستہ جستہ، از اول تا آخر پڑھا اور اس کی نوک پلک کو سنوارا۔

رب کریم سے میری دعا ہے کہ وہ اس کتاب کے نفع کو عام کرے اور اسے فاضل مؤلف، مترجم، مراجعین، والدین، جملہ اساتذۂ کرام اور اس کی نشر و اشاعت میں تعاون کرنے والے تمام احباب کے حق میں صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین!

وصلی اللہ علی نبیّنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم.

طالبِ دُعا: ابو فیصل ضیاء اللہ مدنی
(abufaisalzia@yaoo.com)
۳۰/ربیع الاوّل ۱۴۴۲ھ

[1] صحیح سنن ابی داود (رقم: ۴۸۱۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۂ مؤلف

تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے، جس نے جنھیں چاہا اچھے اخلاق کی توفیق دی اور انھیں اس چیز کی طرف رہنمائی کی جس میں ان کے لیے ملاقات (قیامت) کے دن فلاح و کامیابی ہے۔

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہی بادشاہ اور خوب پیدا کرنے والا ہے۔ اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور وہ تمام مخلوق میں سب سے افضل ہیں، رحمت و سلامتی اور برکت نازل ہو آپ پر، آپ کے خاندان پر، آپ کے صحابۂ کرام پر اور بدلہ (قیامت) کے دن تک ان کی بہتر پیروی کرنے والوں پر۔

حمد و صلاۃ کے بعد:

یہ ایک سرسبز کیاری اور خوب صورت باغ ہے، جو عام مسلمانوں کی مجلسوں اور نمازیوں کی مسجدوں میں (پڑھنے) کے لیے تیار کی گئی ہے۔ میں نے اس کے اندر پورے سال کے دنوں کی تعداد کے مطابق صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی تین سو ساٹھ (۳۶۰) صحیح احادیث کو اہلِ علم کے استنباط کردہ فوائد کے ساتھ جمع کیا ہے۔ اور میں نے اس کتاب میں متعین موضوع کی پابندی نہیں کی ہے اور نہ اسے ابواب کے اعتبار سے تقسیم کیا ہے، بلکہ آپ اس میں روزانہ ایک نئی حدیث مختصر فوائد کے ساتھ مطالعہ کر سکیں گے۔ اور حدیث کا متن فوائد سمیت ایک صفحہ سے تجاوز نہیں کرے گا، گویا کہ یہ جلد حاصل ہونے والی روحانی خوراک ہے، جسے عام طور سے تین منٹ کی بیٹھک میں پڑھ لیں گے۔ (یہ طریقہ اس لیے اپنایا گیا ہے) کیوں کہ ہمارے اس دور میں زیادہ تر لوگ شرح اور تفصیل کو بوجھ سمجھتے ہیں اور ان کے اکثر و بیشتر معاملات و تصرّفات جلد بازی پر مشتمل ہوتے ہیں۔

محترم قارئین! میں نے اس مجموعہ کا نام ''آج کی حدیث'' رکھا ہے تاکہ آپ اس میں سے روزانہ ایک حدیث اپنے لیے یا اپنے خاندان کے لیے یا اپنی مسجد میں جماعت سے حاضر ہونے والوں کے لیے یا اپنے ساتھیوں اور طلبا کے لیے سلسلہ وار متعین کر لیں۔ اس لیے کہ ہم میں سے زیادہ تر لوگ اپنے روزانہ کے اوقات

کو بلا فائدہ گذار دیتے ہیں۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ ان اوقات میں سے دو یا تین منٹ رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور اس پر اہلِ علم کے بیان کردہ فوائد کا مطالعہ کرنے میں صَرف کریں اور پھر اس کے ذریعہ یومیہ کوئی تربیتی فائدہ یا کوئی فقہی مسئلہ سیکھیں یا کسی اہم اخلاقی قدر سے مستفید ہوں۔ اور ان سب کے حصول سے پہلے ہم سنتِ نبوی اور شرعی آداب کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط کرلیں، کیوں کہ موجودہ نسل پر مفاد پرستی اور مادیت کا غلبہ ہے اور انھیں مختلف انٹرنٹ سائٹس اور سوشل میڈیا (سماجی رابطے) کے ذرائع نے مشغول کر رکھا ہے اور ہر چہار جانب سے فتنوں نے گھیر رکھا ہے، جس کے نتیجے میں ان کے دل سخت ہوگئے ہیں، شہوات میں طغیانی پیدا ہوگئی ہے اور قیمتی اوقات ضائع ہوگئے ہیں اور ان میں سے بہتیروں نے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کی درس وتدریس سے کنارہ کشی اختیار کرلیا ہے۔

مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس مجموعہ کو مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان عام کرے گا، شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ ضلالت کے بعد ہدایت دیدے، گمرہی کے بعد اصلاح فرمادے، جہالت کے بعد علم سے نواز دے، غفلت کے بعد یاد دلا دے۔ اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی جمع وتدوین کرنے والے اور اس کی نشرو اشاعت کرنے والے کو، خیر کی طرف رہنمائی کرنے پر اجر سے نوازے۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ: (من دل على خير؛ فله مثل أجر فاعله) ”جو شخص کسی خیر کی طرف رہنمائی کرے گا، تو اس کو بھی اس پر عمل کرنے والے کے مثل ثواب حاصل ہوگا۔“ [اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔] اور امید ہے کہ اس کے مرتب وناشر کو ہدایت کی طرف بلانے والے کا ثواب ملے، جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: (مَنْ دَعَا إِلَى هُدىً كانَ لهُ مِنَ الأجْر مِثْلُ أُجورِ منْ تَبعهُ لاَ ينْقُصُ ذلكَ مِنْ أُجُورِهِم شَيْئًا) ”جو شخص ہدایت کی طرف بلائے گا تو اس کے لیے ان لوگوں جیسا اجر ہوگا جو اس کی اتباع کریں گے اور ان کے اجر میں سے کچھ بھی کم نہیں کیا جائے گا۔“ [مسلم] اسی طرح امید ہے کہ مذکورہ تمام لوگوں کو خیر کی تعلیم دینے والے کا اجر حاصل ہو، جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: (إنَّ اللهَ وملائكَته وأهلَ السماواتِ والأرضِ حتى

النملةَ في جُحرها، وحتى الحوتَ ليصلُّون على مُعلِّمِ الناسِ الخيرَ) ''بے شک اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور آسمان وزمین والے، یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنی سوراخ میں اور مچھلیاں، لوگوں کو خیر و بھلائی کی تعلیم دینے والے کے لیے رحمت کی دعا کرتی ہیں۔'' [اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔] ہم اپنی بات اس قول پر ختم کرنا چاہتے ہیں کہ جس کے ذریعہ صاحبِ ''ملحۃ الاِعراب'' امام حریری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کو ختم کیا ہے:

وإنْ تَجِـــدْ عَيبًـــا فَسُـــدَّ الخَلَـــلا فَجَـــلَّ مَـــنْ لا فيـــهِ عَيـــبٌ وَعَـــلا

والحمـــدُ لله علـــى مـــا أوْلَـــى فَـــنِعمَ مَـــا أوْلَـــى وَنِعـــمَ المَـــولَى

ثُـــمَّ الصَّـــلاةُ بعـــدَ حَمـــدِ الصَّـــمَدِ علـــى الـــنَّبيِّ المُصـــطفَى مُحمَّـــدِ

ثُـــمَّ علـــى أصـــحَابِهِ وعِترَتِـــهْ وتَـــابِعِي مَقَالِـــهِ وسُـــنَّتِهْ

وَءالِـــهِ الأفَاضِـــلِ الأخيَـــارِ مَـــا انسَـــلَخَ الليـــلُ مِـــنَ النَّهَـــارِ

اگر تم کسی عیب کو پاؤ تو اسے دور کر دو، کیوں کہ نہایت بزرگ وبرتر ذات (اللہ) ہے، جس میں کوئی عیب نہیں ہے۔

اور تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے، جس نے احسان کیا، پس کیا ہی خوب احسان ہے اور کیا ہی خوب احسان والا ہے!

اللہ بے نیاز کی تعریف کے بعد درود وسلام نازل ہو، چنندہ نبی محمد (ﷺ) پر۔

اور پھر ان کے ساتھیوں اور کُنبہ والوں پر اور ان کے اقوال وسنن کی پیروی کرنے والوں پر۔

اور ان کے بہترین وپسندیدہ آل واولاد پر رحمتیں نازل ہوں جب تک رات ودن کی آمد رہے۔

ابو الفضل

anahary111@gmail.com

آج کی حدیث

١- عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: (إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل امرئ ما نوى، فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله، فهجرته إلى الله ورسوله، ومن كانت هجرته لدنيا يصيبها أو امرأة يتزوجها، فهجرته إلى ما هاجر إليه) رواه البخاري ومسلم

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بے شک اعمال کا دارومدار نیّتوں پر ہے۔ اور ہر شخص کے لیے وہی ہے، جس کی اس نے نیّت کی ہے، پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہو گی۔ اور جس کی ہجرت کسی دنیاوی مقصد کے حصول کے لیے ہو، یا کسی عورت سے شادی کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اسی چیز کے لیے ہو گی، جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہو گی۔'' (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- نیّت کسی چیز کے کرنے کے سلسلے میں دل کے عزم کا نام ہے۔
- نیّت کے دو فائدے ہیں: **پہلا فائدہ:** عبادات میں سے بعض کو بعض سے الگ کرنا۔ جیسے صدقہ کو قرض کی ادائیگی سے الگ کرنا، نفلی روزے کو فرض روزے سے الگ کرنا۔ **دوسرا فائدہ:** عبادات کو عادات سے الگ کرنا۔ جیسے: بعض دفعہ انسان غسل کرتا ہے اور اس سے جنابت (ناپاکی) سے دوری کا ارادہ ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں یہ غسل عبادت شمار کیا جائے گا، جس پر بندہ ثواب دیا جاتا ہے۔ اور جب غسل کرے اور اس سے اس کا ارادہ گرمی سے ٹھنڈک حاصل کرنا ہو تو یہ غسل عادت ہو گا اور اس پر ثواب نہیں پائے گا۔ اسی لیے علمائے کرام نے اس حدیث سے ایک اہم شرعی قاعدہ اخذ کیا

ہے اور وہ ہے: "الأمور بمقاصدها" یعنی "تمام امور میں ان کے مقاصد ونیّتوں کا اعتبار ہوتا ہے۔" اور یہ قاعدہ فقہ کے تمام ابواب میں داخل ہے۔[۱]

- تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کا پایا جانا ضروری ہے، اگر انسان اپنے عمل کے اندر اللہ اور یوم آخرت کی نیت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے عمل کا ثواب لکھے گا اور اس کے لیے خیر و برکت عطا فرمائے گا۔ اور اگر اس عمل سے دکھاوا اور شہرت مقصود ہے تو اس کا عمل برباد ہو جائے گا اور اس کے خلاف گناہ لکھا جائے گا۔
- آپ ﷺ کے فرمان (أو امرأة ينكحها) "یا کسی عورت سے شادی کا ارادہ ہو" میں دنیاوی سامان کے درمیان عورت کو خصوصی طور سے ذکر کیا گیا ہے باوجودیکہ وہ دنیاوی عموم میں داخل ہے، یہ عورتوں کے فتنہ سے ڈرانے کے لیے ہے، کیوں کہ ان کے فتنہ میں پڑنا سخت ہوتا ہے۔[۲]

---

[۱] یہ حدیث مدار دین میں سے ہے، امام بخاریؒ نے اسی حدیث سے اپنی کتاب "الجامع الصحیح" کا آغاز کیا ہے۔ امام عبد الرحمن بن مہدی کہتے ہیں: "جو شخص کوئی کتاب تصنیف کرے اسے چاہیے کہ اسی حدیث سے اس کا آغاز کرے۔"

[۲] تنبیہ: اس حدیث کی شان ورود کے بارے میں ایک قصہ مشہور ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص مدینہ نبویہ کی ایک عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن اس عورت نے ہجرت کے بغیر شادی کرنے سے انکار کر دیا، چناں چہ اس نے شادی کی خاطر ہجرت کی، اسی بنا پر وہ مہاجر ام قیس کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ اس قصہ کے بارے میں حافظ ابن رجبؒ فرماتے ہیں: "یہ بات مشہور ہے کہ مہاجر ام قیس کا قصہ نبی ﷺ کے فرمان (من كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو امرأة ينكحها) "جس کی ہجرت کسی دنیاوی مقصد کے حصول کے لیے ہو، یا کسی عورت سے شادی کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اسی چیز کے لیے ہو گی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہو گی۔" کا شان ورود ہے، اسے بہتیرے متاخرین علما نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، لیکن صحیح سند سے ہمیں اس کی کوئی دلیل نہیں ملی، واللہ اعلم۔" اھ (جامع العلوم والحکم: ۱/ ۷۴-۷۵) نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "۔۔ لیکن اس میں [یعنی مہاجر ام قیس کے قصے میں] اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ (حدیث الأعمال) اس قصہ کا سبب ہے، مجھے طرق (حدیث) میں سے کسی میں اس کی وضاحت نہیں ملی۔" (فتح الباري: ۱/ ۱۶) اسی طرح علامہ بکر بن عبد اللہ ابو زید رحمہ اللہ اپنی کتاب "التأصیل" (۱/ ۷۳) میں فرماتے ہیں: اور دیگر اضافی فوائد میں سے یہ ہے کہ: حدیث کے علاوہ کچھ ایسی روایات پائی جاتی ہیں، جنھیں علما کسی نکیر کے بغیر تسلیم کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں، گویا یہ ان کے نزدیک مضبوط پہاڑ کی مانند ثابت ہیں، لیکن تخریج کے وقت وہ راکھ کا ڈھیر ثابت ہوتی ہیں، انہی میں سے: مہاجر ام قیس کا واقعہ ہے جو سنن سعید بن منصور اور معجم الطبرانی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جو عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث (إنما

آج کی حدیث

٢- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (من صلى علي صلاة واحدة صلى الله عليه عشراً) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اپنے نبی پر صلاۃ بھیجنے کا مطلب آپ کی تعریف وتعظیم کرنا۔ نیز فرشتوں اور دیگر لوگوں کا نبی ﷺ پر صلاۃ بھیجنے کا مطلب اللہ تعالیٰ سے نبی ﷺ کے لیے زیادہ سے زیادہ ثناو تعظیم کا سوال کرنا ہے۔
- شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ” نبی ﷺ کا فرمان: ”جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے“ یعنی جب تم کہتے ہو کہ: اے اللہ! تو محمد ﷺ پر صلاۃ نازل فرما، تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ تم پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، پس اللہ تعالیٰ ملأِ اعلیٰ یعنی فرشتوں کے درمیان تمہاری دس بار تعریف کرتا ہے“۔
- نبی ﷺ کی امتیوں پر ان کے حقوق میں سے ہے کہ وہ آپ پر کثرت سے درود بھیجیں۔
- نبی ﷺ پر درود بھیجنا گناہوں کی بخشش اور حاجتیں پوری ہونے کا سبب ہے۔

الأعمال بالنیّات) کا شان ورود ہے۔اس غلطی میں ابن دقیق العید جیسے بڑے لوگ واقع ہوئے ہیں، جیسا کہ کتاب ”إحکام الأحکام“ میں ہے اور محدثین میں سے اس قصہ کا حافظ ابن رجب اورابن حجر رحمہا اللہ نے انکار کیا ہے۔“ ا۔ھ۔(مترجم)

- دوران کتابت نبی ﷺ پر درود بھیجتے وقت ایک یا دو حرف کا رمز لکھنا مکروہ ہے، جیسے (صلعم) یا (ص) کا لکھنا، بلکہ اسے پورا (ﷺ) لکھنا چاہیے تا کہ اس تحریر کے باقی رہنے کی مدت تک (لکھنے والا) اپنے نفس کو اس پر جاری ہونے والے ثواب سے محروم نہ کرے۔ [1]

[1] واضح رہے کہ موجودہ زمانے میں برصغیر پاک وہند میں خودساختہ شرکیہ وبدعی درود وسلام جیسے درود تنجینا، درود لکھی، درود تاج، درود کاشف اوردرود نوری وغیرہ جو کثرت سے رائج ہیں اوران کی خاص فضائل وضع کی گئیں ہیں ان سے سختی سے بچنا ضروری ہے۔اور درود وسلام کے انہی صیغوں پر اکتفا کرنا چاہیے جو شرعا ثابت ہیں۔ جیسے درود ابراہیمی وغیرہ یا بطور اختصار ﷺ پر اکتفا کرنا چاہیے۔اسی طرح ہر اذان سے پہلے الصلواۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنے سے بھی بچنا ضروری ہے کیوں کہ یہ بعد کے ادوار کی ایجاد ہے اور کتاب و سنت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے۔وَكُلُ خَيرٍ في اتّباعِ مَنْ سَلَف: وَكُلُّ شرٍّ في ابتداع مَنْ خَلَف (مترجم)

آج کی حدیث

٣- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (من كذب علي متعمداً فليتبوّأ مقعده من النار) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے جان بوجھ کر مجھ پر کوئی جھوٹ بولا، تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کے فرمان (فليتبوأ) کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے لیے جہنم میں گھر بنالے۔
- رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا حرام ہے اور یہ بڑے گناہوں میں سے ہے اور جہنم میں داخل ہونے کا ایک سبب ہے۔
- رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا دیگر مخلوقات پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے، بلکہ یہ عظیم ترین جرم ہے اور انتہائی خطرناک ہے، کیوں کہ نبی ﷺ پر جھوٹ بولنے والا شریعت کی طرف ایسی بات کو منسوب کرنے والا ہوتا ہے، جو اس میں سے نہیں ہے اور دینِ الٰہی میں بدعت ایجاد کرنے والا ہوتا ہے اور بندوں کو ایسی بات اور عمل کا پابند بنانے والا ہوتا ہے، جس کی ذمہ داری سے وہ بری ہیں۔
- جھوٹ بولنا مطلقا حرام ہے، خواہ وعظ ونصیحت اور لوگوں کو فائدہ کے لیے جھوٹ بولا جائے، لہذا جو شخص جان بوجھ کر قصداً جھوٹ بولے اور من گھڑت حدیث بیان کرے، یا جھوٹی احادیث بیان کرنے میں سستی برتے، یا جان بوجھ کر سماجی روابط کے ذرائع مثلاً فیس بوک، واٹساپ اور ٹوئٹر وغیرہ پر نشر کرے تو یہ ساری صورتیں اس سخت وعید میں داخل ہیں۔ [١]

---

[١] دوستوں سے مذاق ودل لگی کے طور پر جھوٹ بولنا حرام ہے، ارشاد رسول ﷺ ہے: ”اس شخص کے لیے ویل (ہلاکت وتباہی) ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولے، اس کے لیے ویل ہے، اس کے لیے ویل ہے۔“ (سنن ابی داود، رقم: ۴۹۹۰، اوراس کی سند حسن ہے) البتہ مذاق میں توریہ [یعنی ایسے جملے کا استعمال کرنا جن کا ایک ظاہری معنیٰ ہو اور دوسرا غیر ظاہر ہو، لیکن مخاطب کو یہ تاثر دیا جائے کہ اس نے ظاہری معنیٰ مراد لیا

آج کی حدیث

ہے حالاں کہ اس کی مراد دوسرے معنیٰ سے ہو] پر مشتمل الفاظ جس میں کسی کی دل آزاری اور عیب جوئی وغیرہ نہ ہو، اور واضح جھوٹ پر مبنی نہ ہو تو فقہائے کرام نے اس میں گنجائش رکھی ہے۔ اور نبی ﷺ کا ایک بوڑھیا سے مذاق کرنا کہ بوڑھی عورتین جنت میں نہیں جائیں گی، اور اس کے رونے کے بعد فرمانا کہ جنت میں سب جوان ہو کر داخل ہوں گے۔ اسی قبیل سے ہے۔

اسی طرح بچوں سے کسی چیز کے دینے کا وعدہ کرنا اور اسے نہ دینا بھی جھوٹ میں شامل ہے: چناں چہ عبد اللہ ابن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: ایک دفعہ میری والدہ نے مجھے بلایا کہ یہاں آؤ میں تمہیں کچھ دُوں گی، رسول ﷺ ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے اُنہوں نے (میری والدہ کی یہ بات سُن کر) فرمایا: (وَمَا أردتِ أن تَعطِيهِ؟) "تُم اُسے کیا دینے کا اِرادہ رکھتی ہو؟" اُم عبد اللہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اُسے کھجور دینا چاہتی ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: (أمَّا إنَّكِ لَو لَم تُعطِيهِ كطُتِبَت عَليكِ كِذبَة) "اگر تُم نے اُسے کھجور نہ دی تو تُم پر ایک جھوٹ لکھ دیا جائے گا۔" (سُنن ابی داود، رقم: ۴۹۹۱، اور اس کی سند صحیح ہے)

اسی طرح اپریل فول ڈے یعنی یکم اپریل کو لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے جھوٹ بولنا بھی حرام ہے، اور یہ نہایت ہی قبیح فعل ہے جسے بہتیرے مسلمان غیروں کی نقالی میں اپناتے ہیں، اس لیے کہ بسا اوقات یہ اپریل فول بہت سارے حادثات کا سبب بن جاتا ہے۔ لہذا اس حرکت سے بچنا ضروری ہے۔

نوٹ: واضح رہے کہ جھوٹ بولنا نہایت سنگین گناہ ہے، اس کے لیے توبہ شرط ہے۔ البتہ کچھ مقامات ہیں جہاں شریعت نے جھوٹ بولنے کو جائز قرار دیا ہے: دو متحارب فریقوں یا دو لوگوں کے درمیان مصالحت کرانے کے لیے جھوٹ بولنا، میاں بیوی کے درمیان (کسی دوسرے کی حق کے اسقاط یا غصب کیے بغیر) صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا، اسی طرح فرمان رسول ﷺ (الحرب خدعۃ) "یعنی جنگ دھوکہ کا نام ہے" کے تحت جنگ میں جھوٹ بولنا جائز ہے۔ ارشاد رسول ﷺ ہے: "جو شخص لوگوں کے مابین صلح کرانے کے لیے خیر کی بات کہے اور اچھی بات نقل کرے وہ جھوٹا نہیں ہے۔" (صحیح مسلم، رقم: ۲۰۶۵) اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں رسول ﷺ نے فرمایا: "صرف تین مواقع ایسے ہیں جہاں جھوٹ بولنے کی اجازت دی گئی ہے، ایک شوہر و بیوی میں اختلاف کو دور کرنے کے لئے، دوسرے مسلمانوں میں باہمی تعلقات کی اصلاح کے لئے اور تیسرے میدان جنگ میں"۔ (سنن ترمذی، رقم: ۱۹۳۹) سنن ابی داود، رقم: ۴۹۲۱) علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح ترمذی میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اسی طرح خاوند کا اپنی بیوی اور بیوی کا اپنے خاوند سے بات چیت کرنا جس میں محبت و الفت اور مودت پیدا ہوتی ہو مصلحت میں سے ہے، مثلاً وہ بیوی سے کہے: تم میرے لیے بہت قیمتی ہو، اور تم سب عورتوں سے زیادہ میرے لیے محبوب ہو، چاہے وہ اس میں جھوٹا بھی ہو لیکن محبت و مودت اور دائمی الفت و پیار پیدا کرنے کے لیے اور پھر مصلحت بھی اس کی متقاضی ہے۔" انتہی۔ (دیکھیں: شرح ریاض الصالحین (۱ / ۱۷۹۰) اسی طرح مجبوری کی حالت میں اگر انسان کے جان جانے کا خدشہ ہو تو ایسی صورت میں جھوٹ بول کر جان بچانے کی رخصت ہے، اور وہ اس صورت میں گنہگار نہیں ہو گا، واللہ اعلم (مترجم)

٤- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (كل أمتي يدخلون الجنة إلا من أبى) قالوا: يا رسول الله: ومن يأبى؟ قال: (من أطاعني دخل الجنة، ومن عصاني فقد أبى) رواه البخاري

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری امّت کے سبھی لوگ جنت میں داخل ہوں گے سوائے اس کے جو انکار کرے۔" لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! انکار کرنے والا کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے انکار کیا۔" (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کے فرمان (فقد أبى) سے مراد: جس نے رسول اللہ ﷺ کی باتوں کو قبول کرنے سے منع کیا اور آپ کے اوامر کی بجا آوری نہ کی تو وہ جنت میں نہیں داخل ہو گا۔
- جنت میں عدمِ داخلہ یا تو ابدی طور پر ہو گا، یعنی ہمیشہ کے لیے اس میں داخل نہ ہو گا، یا تو وقتی طور پر اس میں داخل ہونے سے روک دیا جائے گا، کیوں کہ بعد میں وہ اس میں داخل ہو گا، اور یہ اس کے انکار کے مطابق ہو گا، پس اگر اس کا انکار کرنا رسول ﷺ کو اللہ عزوجل کی طرف سے بھیجے گئے رسول و نبی نہ تسلیم کر کے ہو گا تو ایسا شخص کافر ہو گا۔ والعیاذ باللہ۔ اور وہ جنت میں نہیں جائے گا اور جنت سے ہمیشہ ہمیش کے لیے محروم ہو گا۔ اور اگر اس کا منع کرنا اور نافرمانی کرنا بعض امور میں ہو، اور وہ مسلم ہو اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والا ہو، تو ہو سکتا ہے کہ وہ جنت میں پہلے داخل ہونے والوں کے ساتھ نہ جائے، بلکہ جہنم میں ڈال دیا جائے اور پھر اس سے نکالا جائے گا اور جنت میں داخل ہو گا۔
- تمام اعمال واقوال اور احوال میں رسول ﷺ کی اطاعت کرنا اور آپ کی سنت کے مطابق چلنا ضروری ہے اور یہ جنت میں دخول کا سبب ہے۔
- رسول ﷺ کی نافرمانی کرنا اور آپ کی سنت کی جان بوجھ کر مخالفت کرنا یا اس سے اعراض کرنا حرام ہے، اور یہ جنت میں داخلے سے محرومی کا سبب ہے۔

آج کی حدیث

٥- عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن نفرًا من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم سألوا أزواج النبي صلى الله عليه وسلم عن عمله في السر فقال بعضهم: لا أتزوج النساء. وقال بعضهم: لا آكل اللحم , وقال بعضهم: لا أنام على فراش. فبلغ ذلك النبي صلى الله عليه وسلم فحمد الله وأثنى عليه، وقال: (ما بال أقوام قالوا كذا؟ لكني أصلي وأنام وأصوم وأفطر، وأتزوج النساء؛ فمن رغب عن سنتي فليس مني.) رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ”نبی ﷺ کے صحابہ میں سے چند لوگوں نے آپ ﷺ کی بیویوں سے آپ کے پوشیدہ اعمال کے بارے میں دریافت کیا، چناں چہ ان میں سے بعض نے کہا: میں شادی نہیں کروں گا۔ اور بعض نے کہا: میں گوشت نہیں کھاؤں گا۔ اور بعض نے کہا: میں بستر پر نہیں سوؤں گا۔ پھر یہ بات نبی ﷺ تک پہنچی، آپ ﷺ نے اللہ کی حمد اور اس کی ثنا بیان کی اور فرمایا: ”لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو ایسا کہتے ہیں؟ لیکن میں نماز پڑھتا ہوں اور سوتا ہوں اور افطار کرتا ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں ،لہذا جو میری سنت (طریقے) سے اعراض کرے تو وہ مجھ سے نہیں ہے یعنی میرے طریقے پر نہیں ہے۔ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بھلائی کو پسند کرنا اور اس کی رغبت رکھنا اور اپنے نبی ﷺ کی اقتدا کرنا۔
- اس شریعت کا آسان ونرم ہونا، نبی ﷺ کے عمل وطریقے سے اخذ کرتے ہوئے۔
- نفس کو سختی، مشقت، اور محرومی میں ڈالنا دین سے اس کا کچھ بھی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ بدعتیوں، سختی اور بے جا تعنت کرنے والوں، نبی ﷺ کی سنت کی مخالفت کرنے والوں کا طریقہ ہے۔

- جائز اور مباح دنیوی لذتوں کا زہد وعبادت کے طور پر ترک کرنا، دراصل سنت مطہرہ سے نکلنا اور غیر مومنوں کے راستہ کو اپنانا ہے۔
- اسلام رہبانیت و محرومیت کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ ایسا دین ہے، جو دین و دنیا کی اصلاح کے لیے آیا ہے اور اس نے ہر حق والے کو اس کا حق دیا ہے۔
- سنت سے یہاں طریقہ مراد ہے، اور اس معنی کے اعتبار سے سنت سے بے رغبتی کرنے سے ملت سے نکلنا لازم نہیں آتا، لہذا جو شخص کسی تاویل کی وجہ سے سنت سے بے رغبتی کرتا ہے تو وہ اس میں معذور سمجھا جائے گا۔
- اس حدیث میں نکاح کی ترغیب ہے اور اسے نفلی عبادات کے لیے فارغ البالی اختیار کرنے پر ترجیح حاصل ہے۔

آج کی حدیث

٦- عن أنس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: (لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين) رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- حدیث میں رسول ﷺ سے محبت کرنے کا مطلب آپ ﷺ کی رضا کو نفسانی خواہشات پر مقدّم کرنا ہے۔
- جو شخص ایمان کی تکمیل چاہتا ہو، اسے یہ بات جان لینی چاہیے کہ نبی ﷺ کی محبت اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں کے حق سے زیادہ ضروری ہے، اور ایسا اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذریعہ ہمیں جہنم سے نجات دلائی اور آپ کے ذریعہ ہمیں گمراہی سے ہدایت کی طرف رہنمائی فرمائی۔
- آپ ﷺ کی محبت کا تقاضا ہے کہ آپ کی سنت کی مدد کی جائے، آپ کی شریعت کا دفاع کیا جائے اور آپ ﷺ کی زندگی کے حاضر ہونے کی تمنا کی جائے تاکہ اپنی جان ومال کو آپ ﷺ پر نچھاور و قربان کر سکیں۔
- ایمان نہیں درست ہو گا مگر اپنے دل میں آپ ﷺ کے مقام کی برتری کو ہر اس چیز پر ثابت کرو جو تمہارے نزدیک دنیا کی سب سے محبوب چیز ہے اور جو سارے لوگوں میں تمہاری پسندیدہ ہے۔

آج کی حدیث

٧- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (قال الله تعالى: أنا أغنى الشركاء عن الشرك من عمل عملاً أشرك فيه معي غيري تركته وشركه) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں تمام شرکاء میں شرک سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں، جو شخص کوئی کام کرے اور اس میں میرے ساتھ کسی کو شریک بنائے، تو میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اس بات سے خوف دلایا گیا ہے کہ انسان اپنی عبادت میں غیر اللہ کا ارادہ کرے، اور عبادت میں غیر اللہ کا قصد و ارادہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔
- اس حدیث اور اس کے علاوہ میں بندہ کے دین میں ریاکاری کی خطرناکی کا ذکر ہے اور روزِ قیامت ریاکاروں کے انجام کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو قبول نہیں کرے گا۔
- ریاء سے مراد: ”بندہ اس عبادت کو جس کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے اس طور پر انجام دے کہ اس سے صرف اللہ عزوجل کا وجہ مقصود نہ ہو، بلکہ اس سے دنیاوی فائدے میں سے کوئی فائدہ مقصود ہو۔“
- بعض علمانے ریا کی طرف دعوت دینے والی امور کو تین چیزوں میں محصور کیا ہے: ”تعریف پسندی، مذمت کا خوف، اور لوگوں کی ہاتھوں میں موجود چیز (دولت) کی چاہت۔“
- جب مسلمان شخص خالص اللہ کے لیے کام کرے اور پھر اللہ تعالیٰ مومنوں کے دلوں میں اس کے لیے اچھی تعریف ڈال دے اور وہ اس پر خوشی و مسرت محسوس کرے، تو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے کوئی تکلیف نہیں دے گا

آج کی حدیث

٨- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (المؤمن القوي خير وأحب إلى الله من المؤمن الضعيف، وفي كل خير، احرص على ما ينفعك، واستعن بالله ولا تعجز، وإن أصابك شيء فلا تقل: لو أني فعلت كان كذا وكذا، ولكن قل: قدَر الله وما شاء فعل، فإن لو تفتح عمل الشيطان) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''طاقت ور مومن، کمزور مومن سے بہتر اور اللہ کے نزدیک محبوب ہے۔ اور ہر ایک میں بھلائی ہے، تم نفع بخش چیز کے حریص بنو، اور اللہ سے مدد طلب کرو اور عاجز نہ بنو، اور اگر تمہیں کوئی (ناپسندیدہ) چیز پہنچے تو یہ نہ کہو: اگر میں ایسا کرتا تو ایسا اور ایسا ہوتا، البتہ یہ کہو: اللہ نے جو مقدر کیا اور جو چاہا وہی ہوا۔ کیوں کہ ''اگر'' کہنا شیطان کے عمل کو کھول دیتا ہے[1]۔'' (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اللہ سبحانہ محبت سے متصف ہے اور وہ حقیقی طور پر محبت کرتا ہے۔

[1] کلمہ 'لو (اگر) یہ دو طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ پہلی وجہ: گذری ہوئی چیز پر بطور غم وحسرت یا پھر ایسا معاملہ جس پر قدرت تھی وہ گذر گیا اور اسے بندہ انجام نہ دے سکا تو اس پر بطور بے صبری اس لفظ کا استعمال کرنا۔ تو یہ وہ طریقہ ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے کفر کیا اور اپنے بھائیوں کے حق میں جب کہ وہ سفر میں ہوں یا جہاد میں ہوں کہا کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ ہی مرتے اور نہ قتل کیے جاتے اس کی وجہ یہ تھی کہ اس خیال کو اللہ تعالیٰ ان کی دل کا سبب بنادے۔'' اور اسی لو (اگر) کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ دوسری وجہ: کلمہ 'لو (اگر) کو نفع مند علم کو بیان کرنے کے لیے استعمال کیا جائے تو یہ جائز ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اگر آسمان وزمین میں اللہ کے علاوہ اور بھی معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے۔'' اور یا پھر خیر کی محبت اور اس کے ارادہ سے بولا جائے۔ جیسا کہ: اگر میرے پاس بھی فلاں کی طرح ہوتا تو میں بھی اسی طرح عمل کرتا جس طرح وہ کر رہا ہے۔ اور نبی ﷺ کا فرمان: ''میری تمنا ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کا معاملہ ہمارے لیے بیان فرماتا۔'' (دیکھیے: مجموع الفتاوع الکبری لابن تیمیہ۹/ ۱۰۳۳ بحوالہ: اسلام سوال وجواب سائٹ۔ معمولی تصرّف کے ساتھ۔) (مترجم)

- اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے اسماء وصفات کے مقتضیٰ اور اس کی موافقت کے مطابق محبت کرتا ہے، وہ طاقت ور ہے اور طاقت ور مومن کو پسند کرتا ہے، وہ وتر (یکتا) ہے اور وتر (یکتائی) کو پسند کرتا ہے، وہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، وہ علیم ہے اور علم کو پسند کرتا ہے، وہ صاف ستھرا ہے اور صفائی کو پسند کرتا ہے، وہ امن دینے والا ہے اور امن دینے والوں کو پسند کرتا ہے، محسن ہے اور احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، وہ صابر ہے اور صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور شاکر ہے اور شکر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔
- مومنوں سے اللہ کی محبت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے، وہ ان میں سے بعض کو بعض سے زیادہ پسند کرتا ہے۔
- عبادت کو صرف اللہ کے لیے خالص کرنا چاہیے، اسی پر بھروسہ اور اسی سے مدد طلب کرنا چاہیے اور قضاو قدر پر ایمان رکھنا چاہیے۔
- طاقت ور مومن وہ ہے جو قوت ونشاط کے ساتھ اوامر کو بجالائے، نواہی سے باز رہے، لوگوں کی مخالطت اور ان کو دعوت دینے میں صبر سے کام لے، ان کی تکلیف پر صبر کرے، کیوں کہ وہ اپنے ایمان میں مضبوط ہوتا ہے اور جسمانی اعتبار سے قوت مراد نہیں ہے، کیوں کہ جسمانی قوت کو اگر اللہ کی معصیت میں استعمال کیا جائے تو یہ انسان کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔
- طاقت ور مومن اور کمزور مومن دونوں کے اندر خیر پایا جاتا ہے۔
- مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ نفع مند چیزوں کا اہتمام کرے اس حریص شخص کے اہتمام کی طرح جو دینی اور دنیاوی امور میں بہت زیادہ احتیاط برتتا ہے اور شیطان کے لیے کوئی فرصت اور کوئی راستہ نہیں چھوڑتا کہ وہ اس پر مسلّط ہو سکے۔

آج کی حدیث

٩- عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (الإيمان بضع وستون شعبة، والحياء شعبة من الإيمان) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایمان کے ساٹھ سے زائد شاخ ہیں، اور حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔'' (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- البضع: عدد میں بضع کا اطلاق تین سے نو تک ہوتا ہے۔ اور شعبہ: کسی چیز کے ٹکڑا (حصّہ) کو کہا جاتا ہے۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایمان کے بہت سارے مختلف خصائل ہیں۔
- ایمان کے شعبے سے مراد خیر و بھلائی کے اعمال اورواجبی واستحبابی نیکیاں انجام دینا ہے، اوران میں سب سے اعلیٰ ''لا الہ الا اللہ'' کی گواہی دینا ہے اور ان میں سب سے کمتر وادنیٰ حصہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو دور کرنا ہے۔
- حیا کو خصوصی طور سے ذکر کیا گیا ہے، کیوں کہ مسلمان کی زندگی کی استقامت میں اس کی بہت اہمیت ہے۔
- حیا ایک بڑی خوبی ہے جو صاحبِ حیا کو برائیوں کے ارتکاب، عیب وشبہات کی جگھوں میں واقع ہونے سے باز رکھتی ہے اور اسے نیکی کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔
- بعض لوگوں کے یہاں حیا فطری طور پر پائی جاتی ہے اور بعض کے یہاں دوسروں سے حاصل کی ہوئی ہوتی ہے۔
- حقیقی مومن لوگوں سے حیا کرنے سے زیادہ اپنے رب سے حیا کرتا ہے۔
- اپنے رب عزوجل سے تمھارا حیا یہ ہے کہ وہ تمھیں اپنی منع کردہ چیزوں کو کرتے نہ دیکھے اور وہ تمھیں اپنی حکم کردہ چیزوں کے انجام دینے سے گم نہ پائے۔

آج کی حدیث

١٠- عن أبي مالك الحارث بن عاصم الأشعري رضي الله عنه قال : قال صلى الله عليه وسلم(الطهور شطر الايمان، والحمد لله تملا الميزان، سبحان الله والحمد لله تملآن او تملأ مابين السموات والارض، والصلاة نور،والصدقه برهان، والصبر ضياء والقران حجه لك او عليك كل الناس يغدوا فبائع نفسه فمعتقها او موبقها) رواه مسلم

سیدنا ابومالک حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پاکی نصف ایمان ہے، اورالحمدللہ میزان کو بھر دیتا ہے، سبحان اللہ، والحمدللہ دونوں کو بھر دیتے ہیں یا زمین وآسمان کے مابین کی چیزوں کو بھر دیتے ہیں، صلاۃ(نماز)نور ہے، صدقہ برھان(دلیل)ہے، صبر روشنی ہے، قرآن یاتو تمہارے حق میں حجّت ہے یا تمہارے خلاف اور ہر شخص صبح کرتا ہے اور اپنے نفس کو بیچنے والا ہوتا ہے پس یا تو وہ اسے (جہنم سے) آزاد کر دیتا ہے یا اسے ہلاک کر دیتا ہے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- یہ حدیث اسلام کے اصولوں میں سے ایک عظیم اصل وبنیاد ہے، کیوں کہ یہ دین کے اہم قواعد پر مشتمل ہے۔
- صفائی شطر ایمان ہے یعنی نصف ایمان ہے، اور یہ شرک سے خالی ہونے کی وجہ سے ہے، اس لیے کہ شرک باللہ نجاست ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: اس کا معنی یہ ہے کہ بے شک نماز کے لیے طہارت کرنا نصف ایمان ہے، اس لیے کہ نماز ایمان ہے، اور نماز بغیر طہارت کے پوری نہیں ہوتی۔

- الحمدللہ، اعمال کے ترازو کو بھر دیتا ہے، کیوں کہ اس میں مکمل تعریفوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وصف بیان کیا جاتا ہے۔

- سبحان اللہ اور الحمد للہ، جب دونوں یکجا ہو جائیں تو آسمان وزمین کے مابین کو بھر دیتے ہیں، کیوں کہ یہ دونوں بڑے معانی پر مشتمل ہیں۔
- صلاۃ (نماز) دنیا وآخرت دونوں میں نور ہے، کیوں کہ یہ فحش ومنکر باتوں سے روکتی ہے، اور اس میں راحت وسکون پائی جاتی ہے۔
- صدقہ برہان ہے: یعنی صدقہ کرنے والے کے ایمان کی صحت اوراس کے یقین کی قوت کے بارے میں دلیل ہے، ورنہ بندہ اس کے نکالنے پر راضی نہیں ہوتا۔
- صبر روشنی ہے: دنیاوی تکلیفوں کو برداشت کرنے کی مشقت کی حرارت وتپش کی وجہ سے صبر روشنی ہے۔اسی لیے اس کا اجر کسی حساب کے بغیر ہے۔
- قرآن اللہ عزوجل کے نزدیک یا تو تمھارے حق میں حجت ہے یا تمھارے خلاف حجت ہے، اگر تم اس پر عمل کروگے تو تمہارے حق میں گواہ بنے گا، اور اگر تم اس سے اعراض کروگے تو تمہارے خلاف حجت ہوگا۔
- ہر انسان اپنی ذات کے لیے کوشش کرتا ہے، چناں چہ بعض لوگ اللہ کی اطاعت کرکے اپنے آپ کو اللہ کے لیے بیچ دیتے ہیں اور پھر عذاب سے آزادی حاصل کر لیتے ہیں، اور بعض لوگ شیطان اور نفسانی خواہشات کی پیروی کرکے اپنے آپ کو ان دونوں کے لیے بیچ دیتے ہیں اور پھر وہ دونوں ان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

آج کی حدیث

١١- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (إن لله تسعة وتسعين اسما مائة إلا واحدا، من أحصاها دخل الجنة) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک اللہ کے ننانوے نام ہیں، جس شخص نے اسے شمار کیا وہ جنت میں داخل ہو گا۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اس بات کا اثبات کہ کتاب و سنت میں اللہ تعالیٰ کے لیے اچھے نام ثابت ہیں[1]۔
- اسماء وصفات توقیفی ہیں، یہ خود ساختہ نہیں ہیں کہ جسے لوگوں نے اپنی طرف سے ایجاد کر رکھا ہے، بلکہ قرآن اور سنت صحیحہ میں اللہ کے ناموں اور صفات حسنہ میں سے جو کچھ وارد ہوا ہے اسے ہم ثابت کرتے ہیں، اور جو نہیں وارد ہے ہم اسے نہیں ثابت کرتے۔ اسی لیے یہ درست نہیں ہے کہ ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے اپنی طرف سے خود ساختہ اسماء وصفات ثابت کریں۔
- اس بات کا اثبات کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے ننانوے نام ہیں، جو شخص انھیں یاد کر لے وہ جنت میں داخل ہو گا۔
- اللہ کے نام اس عدد کے ساتھ محصور نہیں ہیں، اور نہ ہی حدیث میں حصر مراد ہے، بلکہ اللہ کے بہت نام ہیں، ان میں سے بعض کو بندے جانتے ہیں، اور بعض کو نہیں جانتے۔
- آپ ﷺ کے فرمان (من أحصاها) کا مطلب یہ ہے کہ جو اسے شمار کرے اور یاد کرے اور اس پر عمل کرے، اس کے ذریعہ وسیلہ پکڑے اور اس کے واسطہ سے اللہ سے سوال کرے۔ پس جو شخص اس کو ثابت کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔

---

[1] واضح رہے کہ اللہ کی طرح نبی ﷺ کے لیے خود ساختہ ننانوے نام ثابت کرنا درست نہیں ہے، جیسا کہ قرآن کے بعض نسخوں میں سکنڈ لاسٹ کور پیج پر موجود ہوتا ہے۔ البتہ نبی ﷺ کے جو نام کتاب و سنتِ صحیحہ سے ثابت ہیں ان کو ثابت کرنا چاہیے۔ جیسے الماحی، الحاشر، العاقب وغیرہ۔ (مترجم)

آج کی حدیث

١٢- عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: قال الله عز وجل: (سبقت رحمتي غضبي) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ”میری رحمت میرے غضب پر سبقت کر گئی۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے اور وہ تمام مخلوقات کو شامل ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے رحمان اور رحیم ہے، اور وہ ارحم الراحمین (سب سے زیادہ مہربان) ہے، جس کی رحمت ہر چیز کو محیط ہے۔
- اور (صحیح حدیث میں) ثابت ہے کہ: ” اللہ کے پاس سو رحمتیں ہیں، ان میں سے ایک رحمت کو انسان، جن، چوپائے اور کیڑے مکوڑے کے درمیان نازل فرمایا ہے۔ اسی کے سبب وہ آپس میں ایک دوسرے پر نرمی کرتے ہیں اور مہربانی سے پیش آتے ہیں، اور اسی کی وجہ سے جنگلی جانور اپنے بچہ پر شفقت کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ننانوے رحمت کو موخر کر رکھا ہے، جن کے ذریعہ وہ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم کرے گا۔“
- بندوں کے ساتھ اللہ کی رحمت میں سے رسولوں کا بھیجنا، کتابوں اور شریعتوں کا نزول فرمانا ہے تاکہ ان کی زندگیاں اچھے طریقے پر قائم ہو سکیں اور تنگی و سختی اور مشقت سے دور رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ انبیاء میں فرمایا ہے: ﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا رَحۡمَةٗ لِّلۡعَٰلَمِينَ﴾ ”اور (اے رسول!) ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔“ (١٠٧)

- اللہ کی رحمت ہی ہے، جس کے ذریعہ اس کے مومن بندے روزِ قیامت جنت میں داخل ہوں گے، کوئی شخص اپنے عمل کے سبب جنت میں ہر گز داخل نہیں ہو گا۔

آج کی حدیث

١٣- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (إن الله يغار وغيرة الله أن يأتي المؤمنُ ما حرم عليه) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ مومن شخص وہ کام کرے، جسے اللہ نے اس پر حرام کیا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ غیرت کا اثبات جو اس کے شایان شان ہے، اللہ سبحانہ کی غیرت، مخلوق کی غیرت کی طرح نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں ہے۔
- جب اللہ اپنے بندوں پر چیزوں کو حرام کر دیتا ہے تو اللہ عزوجل کو اس بات پر غیرت آتی ہے کہ انسان ان حرام کردہ چیزوں اور بالخصوص فواحشات کا ارتکاب کرے۔
- مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس، اپنے اہل اور اپنے سماج سے متعلق اللہ تعالیٰ کے حقوق کے سلسلے میں غیرت مند رہے۔
- اللہ تعالیٰ کے محارم کے سلسلے میں غیرت میں سے نیکی کا حکم دینا اور لوگوں کو اس کی طرف رغبت دلانا ہے، اور منکر کا انکار کرنا اور لوگوں کو اس سے روکنا ہے۔ اور ان کی بجا آوری حکمت، اچھی نصیحت اور جائز وسائل کے ذریعہ ہونی چاہیے۔

آج کی حدیث

١٤- عن أنس بن مالك رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (لا يؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه) رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہ چیز نہ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔" (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کے فرمان (لایؤمن) میں ایمان کی جو نفی کی گئی ہے کمال اور تمام کی نفی کے لیے ہے، نہ کہ اصل ایمان کی نفی مراد ہے۔
- ایمان کی بہترین خصلتوں میں سے ہے کہ مسلمان شخص اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند کرے جو اپنے نفس کے لیے پسند کرتا ہے اور اس چیز کو ناپسند کرے جو اپنے نفس کے لیے ناپسند کرتا ہے۔ اور وہ اس کے لیے وہی چیز اختیار کرے جسے وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے، اور اس سے اس چیز کو روکے جو اپنی طرف سے تکلیف والی چیز روکے جانے کو پسند کرتا ہے، اس کی خیر خواہی کرے، اس کے حقوق کی ادائیگی کی کوشش کرے، اس کا احترام و توقیر کرے اور اس کے مصالح کے بارے میں غور کرے۔
- دوسروں کے لیے بھلائی چاہنا مخلص مومن کی ایک صفت اور جنت میں داخل ہونے کا ایک سبب ہے۔
- اس خوبی کو اپنانے کے لیے وہی شخص قادر ہو گا اور اسی شخص کو اس خصلت کو اپنانے پر قوت حاصل ہو گی جسے سینے کی سلامتی عطا کی گئی ہو اور جس کا دل خیانت و دھوکہ اور حسد سے پاک وخالی ہو۔ جو شخص ان اوصاف کا حامل ہو گا تو وہ اس بات سے خوش ہو گا جس سے اس کا بھائی خوش ہو گا اور وہ اس بات سے تکلیف محسوس کرے گا یا برا جانے گا جسے اس کا بھائی برا جانے گا۔

آج کی حدیث

١٥- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (اذا قال الرجل لأخيه يا كافر فقد باء به أحدهما). رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب آدمی اپنے بھائی سے کہے اے کافر! تو ان میں سے ایک اس کا مستحق ہو جاتا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اسلامی اخوت کے پہلو کو عظیم جاننا اور اس کے آداب و حقوق کا خیال رکھنا۔
- بغیر علم کے لوگوں کے عقائد کو برا سمجھنا حرام ہے اور بغیر دلیل کے انھیں متہم کرنا خطرناک ہے۔
- کسی مسلمان کے لیے اپنے بھائی کی تکفیر کرنا جائز نہیں ہے، اور نہ ہی یہ کہنا درست ہے کہ: اے اللہ کے دشمن!، اے فاجر!، اے بدعتی!، اے منافق!، مگر یہ کہ اس پر کوئی دلیل موجود ہو۔
- شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ نبی ﷺ کے فرمان (فقد باء به أحدهما) کا معنی بتلاتے ہوئے گویا ہیں: اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کا کہنے والا کفر اکبر کا مرتکب ہو گا، بلکہ اس کا معنیٰ اس برے کلام سے ڈرانا مقصود ہے، اور اس کا کہنے والا جب وہ اپنے بھائی کو کہے تو بہت بڑے خطرے میں ہے۔
- مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے سے زبان کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔
- بے شک بدلہ عمل کے جنس سے ہے۔ (یعنی عمل کے اعتبار سے بدلہ ملتا ہے)

آج کی حدیث

١٦- عن عثمان بن عفان رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (خيركم من تعلم القرآن وعلمه) رواه البخاري

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور اسے سکھلائے۔" (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- قرآن اللہ عزّوجلّ کا کلام ہے، اسی سے شروع ہوا اور اسی کی طرف لوٹے گا۔ اور جو شخص کتاب اللہ سے ایک حرف کو پڑھے گا تو اس کو ایک نیکی حاصل ہو گی، اور ایک نیکی دس گنا کے مثل ہے۔
- قرآن سیکھنے اور سکھلانے کی فضیلت۔
- جو قرآن سیکھے اور اسے سکھلائے وہ اس امّت کا بہتر شخص ہے۔
- امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے جہاد کرنے یا قرآن کی تعلیم دینے کے بارے میں پوچھا گیا (کہ ان میں سے کون سا افضل ہے؟) تو انھوں نے دوسرے کو ترجیح دی، یعنی لوگوں کو قرآن پڑھانے کو ترجیح دی، اور عثمان رضی اللہ عنہ کی (مذکورہ) حدیث سے دلیل پیش کی۔[1]
- شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اسی سے ہم بیشتر ممالک میں پائے جانے والے قرآنی حلقوں کی فضیلت کو جانتے ہیں، اور ساری تعریف اللہ کے لیے ہے۔۔۔ پس جو شخص ان (حلقات) میں کسی چیز کے ذریعہ شریک ہوا تو اس کے لیے ثواب ہے، اور جس نے ان میں اپنی اولاد کو داخل کیا اس کے لیے اجر ہے، جو تعاون کرے اور ان میں تعلیم دے اس کے لیے اجر ہے، اور (یہ) سب آپ ﷺ کے قول: "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور اسے سکھلائے۔" میں داخل ہیں۔"

---

[1] عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے جلیل القدر تابعی ابو عبد الرحمن السلمی نے جب اس حدیث کو بیان کیا تو انھوں نے فرمایا کہ: "اسی حدیث نے مجھ کو اس جگہ بیٹھا رکھا ہے۔" یعنی وہ دسیوں سالوں سے بیٹھ کر قرآن کو پڑھاتے رہے، اس امید سے کہ اس حدیث میں وارد فضیلت و بھلائی کو پا سکیں۔ (دیکھیں کتاب: چالیس حدیثیں برائے اطفال، ص ٣٥، تالیف از: محمد بن سلیمان المہنا، اردو ترجمہ از: شفیق الرحمن ضیاء اللہ مدنیؔ)

آج کی حدیث

١٧- عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (إن الله يرفع بهذا الكتاب أقواما، ويضع به آخرين) رواه مسلم

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ اس کتاب (قرآن) کے ذریعہ کچھ لوگوں کو بلند کرتا ہے اور بعض دوسروں کو اس کے ذریعہ پست کرتا ہے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اس حدیث کے پس منظر میں یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ نافع بن عبد الحارث رضی اللہ عنہ کی عسفان نامی جگہ پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مکہ کا عامل (گورنر) بنا رکھا تھا، عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: ”اس وادی (مکہ) پر کس کو عامل مقرر کیے؟“ انھوں کہا: ابن ابزی کو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ابن ابزی کون ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: ہمارے غلاموں میں سے ایک غلام ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان پر تو نے ایک غلام کو جانشین بنا رکھا ہے؟ انھوں نے فرمایا: بے شک وہ اللہ عز و جل کے کتاب کے قاری ہیں اور فرائض کا علم رکھتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: (ہاں) تمہارے نبی ﷺ نے (سچ) فرمایا ہے: ”بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ کچھ لوگوں کو بلند کرتا ہے اور بعض دوسروں کو اس کے ذریعہ پست کرتا ہے۔“
- اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اہلِ قرآن کی تکریم و تعظیم کرتا ہے اور یہ قرآن سے اس کے لگاؤ رکھنے، اس کی جانکاری ہونے اور اس پر عمل کرنے کے سبب ہوتا ہے۔ اور (یضع) کا معنی حقیر سمجھنا ہے۔ اور وہ (قرآن) دوسرے لوگوں کو دنیا و آخرت میں ذلیل کرتا ہے، اور یہ ان کی جانب سے قرآن کو ترک کرنے، اس سے جہالت برتنے اور اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

- رسول اللہ ﷺ اُحد کے شہدا میں سے دو لوگوں کو ایک ہی لحد (بغلی قبر) میں داخل کرتے اور پھر کہتے: ان میں سے کون قرآن کا زیادہ علم رکھنے والا ہے؟ پس جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اسے اس قبر میں پہلے بڑھاتے۔ اور یہ سنت ہے کہ صاحبِ قرآن کو ہر بہتر امر میں مقدم کیا جائے گا اگر معاملہ برابری کا ہو، اور یہ قرآن کریم کی فضیلت کی تعظیم کے طور پر ہے۔ اور جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے۔
- کتاب اللہ کا علم، غلامی میں رہنے والے بندے کو اونچا مقام عطا کرتا ہے، یہاں تک کہ اسے بادشاہوں کی مجلس میں بیٹھا دیتا ہے۔

آج کی حدیث

١٨- عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (تعاهدوا القرآن، فوالذي نفسي بيده لهو أشد تفصيًا من الإبل في عُقُلها) رواه البخاري ومسلم

سیّدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: " قرآن کی حفاظت کیا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یہ قرآن لوگوں کے سینوں سے نکل جانے (بھول جانے) میں اس اونٹ سے زیادہ تیز ہے جو رسّی میں بندھا ہوا (اور اسے توڑ کر بھاگ نکلے)۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- قرآن کے پڑھنے پڑھانے اور برابر اس کی تلاوت کرنے کو ایسے اونٹ کو باندھنے سے تشبیہ دی گئی ہے، جس کے چھڑا کر بھاگنے کا خوف ہو۔ لہذا جب تک قرآن سے ربط و تعلق پایا جائے گا اس وقت تک وہ یاد رہے گا، جس طرح اونٹ جب تک رسی سے بندھا رہے گا تو وہ محفوظ رہے گا۔ اور اونٹ کا خصوصی تذکرہ اس لیے کیا گیا ہے کیوں کہ یہ پالتو جانوروں میں سب سے زیادہ بھاگنے والا ہوتا ہے، اور اس کے (بدک کر)بھاگنے کے بعد اس کا پکڑنا بہت مشکل ہوتا ہے۔
- قرآن کی کثرت سے تلاوت کرنے، اسے یاد کرنے اور اس کی حفاظت (دیکھ بھال) کرنے کی ترغیب ہے، تاکہ انسان کا حافظہ نسیان (بھول) سے دوچار نہ ہو، کیوں کہ اس میں بڑا خطرہ ہے، ہم اس سے اللہ کی عافیت چاہتے ہیں۔
- جو بھی قرآن سیکھتا ہے اور پھر اسے بھول جاتا ہے تو یہ اس کے گناہ کے سبب ہوتا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ﴾ "تمھیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے اور وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرما دیتا ہے۔" [شوری:٣٠] اور قرآن کا بھولنا عظیم ترین مصیبتوں میں سے ہے۔
- قرآن پڑھنے کی قدرت رکھنے والے مسلمان کے لیے یہ مکروہ ہے کہ چالیس دن گذر جائے اور اس میں قرآن نہ پڑھے۔

آج کی حدیث

١٩- عن عبدالله بن عمرو رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (اقرأ القرآن في شهر) قلت: إني أجد قوة حتى قال: (فاقرأه في سبع ولا تزد على ذلك) رواه البخاري ومسلم

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (ان سے) فرمایا: "تم قرآن کو ایک ماہ میں پڑھ کر (ختم کیا کرو)" (کہتے ہیں کہ) میں نے کہا: میں اس (سے کم مدت میں ختم کرنے کی) قوت رکھتا ہوں، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اسے سات دن میں پڑھو اور اس سے کم نہ کرنا۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اسلام میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرنا عظیم عبادات میں سے ہے، اور ایسا کیوں کر نہ ہو جب کہ پڑھا جانے والا اللہ تعالیٰ کا کلام ہے ؟!
- بزرگ صحابۂ کرام، تابعین عظام اور ان کی اتباع کرنے والے اس امت کے سلف اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی کتاب پڑھنے کے کافی حریص تھے اور یومیہ اس میں سے کچھ ورد کیا کرتے تھے۔
- مشروع طریقے سے قرآن کی تلاوت سے دل میں بڑی ایمانی قوت پیدا ہوتی ہے اور اس سے یقین، اطمئنان اور شفا میں اضافہ ہوتا ہے۔
- قرآن کو تین دن سے کم پڑھنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، اور اس (نہی) سے اس پر مداومت کرنا مراد ہے۔ البتہ فضیلت والے اوقات جیسے ماہ رمضان، بالخصوص شب قدر میں، یا فضیلت والے مقامات جیسے مکہ میں، وہاں باہر سے تشریف لے جانے والے کے لیے زمان ومکان کو غنیمت جانتے ہوئے کثرت سے قرآن کی تلاوت کرنا مستحب ہے۔[1]

---

[1] جیسا کہ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ نے لطائف المعارف (ص ١٧١) میں ذکر کیا ہے اور اسے امام احمد، اسحاق بن راہویہ اور دیگر ائمہ کا قول قرار دیا ہے۔ (مترجم)

آج کی حدیث

٢٠- عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (لا حسد إلا في اثنتين: رجل آتاه الله القرآن فهو يقوم به آناء الليل وآناء النهار، ورجل آتاه الله مالاً فهو ينفقه آناء الليل وآناء النهار) رواه البخاري ومسلم

سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "حسد (رشک کرنا) صرف دو چیزوں میں جائز ہے: ایسا شخص جسے اللہ نے قرآن دیا، پس وہ اسے دن ورات کے اوقات میں تلاوت کرتا ہے، اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے مال سے نوازا اور وہ اسے رات ودن کے اوقات میں خرچ کرتا ہے۔" (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اس حدیث میں حسد سے مراد مذموم حسد نہیں ہے، بلکہ مجازی حسد مراد ہے، جسے غبطہ (رشک) کہا جاتا ہے۔ اور اس سے مراد دوسروں کو جو نعمت اور خیر حاصل ہے اسی طرح اپنے لیے تمنا کرنا ہے۔ اور حقیقی حسد یہ مذموم ہے، اور یہ دوسرے کی نعمت کے زوال کی تمنا کرنے کا نام ہے اور یہ اجماعی طور پر حرام ہے۔
- قرآن کریم کی تلاوت کی فضیلت کا بیان۔
- وقت کی حفاظت کرنی چاہیے اور رات ودن کی گھڑیوں کو غیر مفید چیزوں میں ضائع کرنے سے بچنا چاہیے۔
- رات ودن قرآن کریم کی تلاوت کرنے پر مداومت کرنا، اللہ عزوجل کے نزدیک عظیم ترین اعمال میں سے ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی راہ میں سخاوت وفیاضی اور خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان۔
- بخیلی وکنجوسی کی مذمّت کا بیان۔
- اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے میں مبالغہ کرنا اسراف اور فضول خرچی میں داخل نہیں ہے۔

- خیرات میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور مقابلہ بازی کی ترغیب دی گئی ہے۔

آج کی حدیث

٢١- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (لا تجعلوا بيوتكم مقابر، إن الشيطان ينفر من البيت الذي تقرأ فيه سورة البقرة) رواه مسلم

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، بے شک شیطان اس گھر سے راہ فرار اختیار کرتا ہے، جس میں سورہ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- یہ حدیث سورہ بقرہ کے فضائل میں سے ہے۔
- گھروں کو صلاۃ اور تلاوتِ قرآن کے ذریعہ آباد کرنے کی مشروعیت۔
- شیطان کو دور بھگانے کے لیے ہمیشہ کثرت سے سورہ بقرہ کی تلاوت کرنا مستحب ہے۔
- شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”جب تم اپنے گھر میں سورہ بقرہ پڑھتے ہو تو شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے اور گھر سے قریب نہیں آتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سورہ بقرہ میں آیۃ الکرسی ہے۔“
- آپ ﷺ کا فرمان (لا تجعلوا بيوتكم مقابر) کا مطلب ہے کہ: گھروں میں تلاوت، نفلی نماز اور ذکر کرنا نہ چھوڑو کہ وہ قبر کی طرح ہو جائے، کیوں کہ قبرستان میں نماز جائز نہیں ہے۔

آج کی حدیث

۲۲- عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: (من قرأ بالآيتين من آخر سور البقرة في ليلة كفتاه) رواه البخاري ومسلم

سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے رات میں سورہ بقرہ کی آخری دو آیتوں کو پڑھا تو وہ اس کے لیے کافی ہو جائیں گی۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- یہ حدیث سورہ بقرہ کے فضائل میں سے ہے۔
- دونوں آیتوں سے مراد: اللہ تعالی کا فرمان (آمن الرسول) سے آخری سورت (الکافرین) تک ہے۔
- (کفتاہ) کا مطلب: یعنی وہ دونوں اس کے لیے قیام لیل سے کافی ہو جائیں گی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ: اس کے لیے مطلق طور پر قرآن پڑھنے سے کافی ہو جائیں گی، خواہ وہ داخل نماز ہو یا خارج میں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: وہ دونوں اعتقاد کے اعتبار سے اس کے لیے کافی ہو جائیں گی، کیوں کہ وہ اجمالی طور پر ایمان واعمال پر مشتمل ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: وہ دونوں ہر برائی سے کافی ہو جائیں گی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: وہ دونوں شیطان کے شر سے کافی ہو جائیں گی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: وہ دونوں اس سے انسان وجن کے شر کا دفاع کریں گی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: ان دونوں کے سبب جو اس کے لیے ثواب حاصل ہوئی ہے وہ دوسرے چیز کی طلب سے کافی ہو جائیں گی۔ امام شوکانی نے ان سب اقوال کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ان تمام امور کو ماننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
- ان دونوں آیتوں کو مغرب یا عشاء کے بعد پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان دونوں کی تلاوت کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔

آج کی حدیث

۲۳- عن أبي الدرداء رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (من حفظ عشر آيات من أول سورة الكهف عُصم من الدجال) رواه مسلم

سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات کو یاد کرے گا وہ دجّال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- یہ حدیث سورہ کہف کے فضائل پر مشتمل ہے۔
- سورہ کہف کی ابتدائی دس آیتوں کی تلاوت کرنے والے کا دجال کے فتنہ سے محفوظ رہنے کا سبب اس میں عجائبات اور نشانیوں کا پایا جانا ہے۔ لہذا جو شخص ان کے بارے میں غور و فکر کرے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔
- سورہ کہف کی ابتدائی دس آیتیں حفظ کرنے والی روایت محفوظ ہے اور آخری دس آیتیں (حفظ کرنے والی) روایت شاذ ہے۔
- دجّال کا فتنہ روئے زمین پر ہونے والے والا عظیم ترین فتنہ ہے، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے انسان کے لیے قبر میں ہونے والے فتنہ کے مساوی یا اس سے سخت قرار دیا ہے۔! اور یہ اس لیے کہ دجّال کا فتنہ صریح کفر تک لے جانے والی ہے۔
- مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان اسباب سے دور رہیں، جو ان کے دین کو فتنہ میں ڈال دیں، اور اپنے رب کی کتاب اور نبی ﷺ کی سنت کو لازم پکڑیں۔

آج کی حدیث

٢٤- عن معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنهما قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: (من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين) رواه البخاري ومسلم

سیّدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”اللہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے وہ اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- فقہ: سمجھنے کو کہتے ہیں، اور دین میں تفقہ کا مطلب: اسے ایسی سمجھ، ذہانت اور معرفت عطا کرتا ہے کہ وہ دلیلوں سے احکام کے استنباط واخذ کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔
- یہ حدیث اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں:

پہلی قسم: ان لوگوں کی ہے جنھیں اللہ تعالیٰ حفظ و فقہ عطا کرتا ہے۔ اور دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جنھیں اللہ تعالیٰ فقہ و فہم عطا کرتا ہے اس طور سے کہ ان کے پاس احکام و فوائد استنباط کرنے کی قدرت ہوتی ہے۔ اور تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو ان تمام سے محروم ہوتے ہیں۔

- بندوں کے ساتھ رب کے بھلائی چاہنے کی علامت یہ ہے کہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔ لہذا جسے اسلام میں یہ سمجھ حاصل ہو جائے تو وہ ان لوگوں میں سے ہے، جس کے ساتھ اللہ نے بہت زیادہ بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔
- شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”جو شخص اللہ کا دین سیکھنے سے اعراض کرے، تو یہ اس بات کی دلیل ونشانی ہے کہ اللہ سبحانہ نے اس کے ساتھ بھلائی کا کچھ بھی ارادہ نہیں کیا ہے اور یہ اس کے تباہی وہلاکت کی پہچان ہے۔“

آج کی حدیث

۲۵- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (من سلك طريقاً يلتمس فيه علماً سهَّل الله له به طريقاً إلى الجنة) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کسی ایسے راستہ پر چلے، جس میں وہ علم کو تلاش کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- سب سے عظیم علم، علم شرعی ہے، جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے ماخوذ ہے۔
- مَنْ سَلَكَ یعنی: جو داخل ہو یا چلے، طَرِيقًا: راستہ، خواہ قریب ہو یا بعید ہو۔ يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا: جس میں علم کو تلاش کرے۔ اور عِلْمًا یہ نکرہ ہے، جو تمام دینی علوم کی قسموں کو شامل ہے خواہ کم ہو یا زیادہ، جب اس میں ثواب، نفع اٹھانے اور نفع پہنچانے کی نیت کی جائے۔ اور اس (حدیث) میں طلب علم میں رختِ سفر باندھنے کا استحباب پایا جاتا ہے۔
- علم نافع کا طالب اپنی پڑھائی اور علم کی طلب پر ثواب دیا جاتا ہے اگر اس کی نیت مسلمانوں کو نفع پہنچانے اور اپنے والدین کی اطاعت کے لیے درست ہو۔ اور بسا اوقات نفع بخش دنیوی علوم کا پڑھنا اور اس کا طلب کرنا مسلمانوں کے لیے فرض کفایہ ہوتا ہے۔ اور جو اسے فرض کفایہ کی نیت سے انجام دے (یا حاصل کرے) تو اس کا بڑا اجر ہوتا ہے۔
- لقمان حکیم کی اپنے بیٹے کو نصیحت: میرے بیٹے علما کی صحبت اختیار کرو، اور ان کے سامنے اپنے گھٹنے ٹیکے رکھو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ حکمت کی نور سے دلوں کو اسی طرح زندہ کرتا ہے، جیسے مردہ زمین کو موسلا دھار بارش سے زندہ کرتا ہے۔
- شیخ حافظ الحکمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

يا طالب العلم لا ترضى به بدلاً　　فقد ظفرتَ وربِ اللوح والقلمِ

وَاجْهَدْ بِعَزْمٍ قَوِيٍّ لَا انْثِنَاءَ لَهُ   لَوْ يَعْلَمُ الْمَرْءُ قَدْرَ العِلْمِ لَمْ يَنَمِ

العلم أشرف مطلوب وطالبه   لله أكرم من يمشـــــــي على قدمِ

العلم نورُ مبين يستضيء به   أهلُ السعادة و الجهّالُ في الظُلَـــمِ

الـــعِلْمُ واللهِ مِيراثُ النُّبُـــوَّةِ   لا ميراثَ يُشْبِهُهُ طوبَى لِمُقْتَـــسِمِ

اے علم کے طالب! اس (علم) کے عوض سے خوش نہ ہو   لوح و قلم کے رب کی قسم تم یقینا کامیاب رہو گے

تم پختہ عزم کے ساتھ محنت کرو اور پیچھے نہ مُڑ و   اگر بندہ علم کے مقام کو جان لے تو کبھی نہ سوئے

علم سب سے بہتر مقصود ہے اور اللہ کے لیے اس کا طالب   روئے زمین پر چلنے والا سب سے معزز قدم ہے

علم وہ کھلی روشنی ہے جس کے ذریعہ اہل سعادت اور جہلاء تاریکیوں میں روشنی حاصل کرتے ہیں

اللہ کی قسم! علم، نبوت کا وہ میراث ہے جس کے مشابہ کوئی میراث نہیں اس میراث کا حصہ بننے والے کے لیے خوش خبری ہے۔

آج کی حدیث

٢٦- عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (اجتنبوا السبع الموبقات قالوا: يا رسول الله وما هن؟ قال: (الشرك بالله، والسحر، وقتل النفس التي حرم الله إلا بالحق، وأكل الربا، وأكل مال اليتيم، والتولي يوم الزحف، وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو! لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، حرام کردہ نفس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا، پاک دامن اور بھولی بھالی مومنہ عورت پر تہمت لگانا۔'' (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- موبقات کا مطلب ہے مہلکات یعنی ہلاک کرنے والی، اسے مہلکات اس وجہ سے کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ اس کے مرتکب کو جہنم میں داخل کرکے ہلاک کردے گی۔ اور سب سے پہلی ہلاک کرنے والی چیز شرک باللہ ہے: اور اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بنانے کا مطلب اللہ کے ساتھ کسی غیر کو پکارنا ہے یا یہ کہ عبادت کی قسموں مثلاً ذبح، نذر، خوف اور دعا وغیرہ میں سے کسی کو غیر اللہ کے لیے بجالانا ہے۔
- دوسری ہلاک کرنے والی چیز جادو کرنا ہے: اور یہ تعویذ ومنتر (دم، جھاڑ پھونک) اور گرہیں ہیں، جو جسموں اور دلوں میں اثرانداز ہوکر اسے بیمار بنادیتی ہیں اور قتل کردیتی ہیں اور میاں بیوی کے درمیان جدائی پیدا کردیتی ہیں۔

- تیسری ہلاک کرنے والی چیز کسی حرام کردہ جان کا ناحق قتل کرنا: اور یہ کفر باللہ کے بعد سب سے بڑے کبائر میں شمار کیا جاتا ہے، کیوں کہ یہ اللہ کی صنعت وکاریگری، اور جماعت وسماج پر ایک قسم کی زیادتی اور ظلم ہے۔
- چوتھی ہلاک کردینے والی چیز سود کھانا ہے: اور یہ یا تو ربا الفضل (زیادتی کی سود) میں واقع ہوتا ہے: اور یہ سودی مال کو اسی کے جنس سے دو عوضوں میں سے ایک کی زیادتی کے ساتھ بیچنا ہے۔ اور یا تو ربا النسیئۃ (ادھار کی سود) میں واقع ہوتا ہے: اور یہ سودی مال کو دوسرے سودی مال کے ساتھ بطور ادھار بیچنا ہے، جیسے سونا کو قسطوں میں خریدنا۔
- پانچویں ہلاک کرنے والی چیز: بلاضرورت یتیم کا مال ظلم کے طور پر غیر معروف طریقہ سے کھانا ہے۔
- چھٹی ہلاک کرنے والی چیز لڑائی کے دن سے پیٹھ پھیرنا: اور یہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے اور لڑائی میں دشمن سے مڈبھیڑ کرنے سے راہ فرار اختیار کرنا ہے۔
- ساتویں ہلاک کرنے والی چیز: عورت کو زنا یا اس کے ہم معنی چیز کی تہمت لگانا، جب کہ وہ ہر طرح کی باطل تہمت سے پاک وغافل ہو۔

آج کی حدیث

٢٧ - عن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: **(كل مسكر خمر، وكل مسكر حرام)** رواه مسلم

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر نشہ والی چیز خمر (شراب) ہے، اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اسکار کہتے ہیں عقل کو لذت اور خوشی کے طور پر ڈھاک لینا، نہ کہ محض عقل کو ڈھاکنا اسکار ہے۔ مثال کے طور پر بھنگ (ایک قسم کا پودا) نشہ آور نہیں ہے اگرچہ عقل کو ڈھاک لے، جب کہ بھنگ لینے والا شخص یہ نہیں جانتا کہ اسے کیا حاصل ہوا؟ لیکن شراب سے انسان نشہ محسوس کرتا ہے، کیوں کہ اس میں لذت وطرب اور مستی پایا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ چیزوں کو حقیقت کے برعکس تصور کرنے لگتا ہے۔
- ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔ اور حرمت میں کم اور زیادہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔
- شراب پینا بڑے گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ ہے۔
- موجودہ وقت میں منشّیات کے استعمال کرنے کا حکم شراب کی طرح حرام ہے، بلکہ منشّیات میں سے بعض چیزیں شراب سے بھی زیادہ سخت ہیں، کیوں کہ بہتیرے لوگ اس کے استعمال سے پاگل ہو جاتے ہیں، اور ان کے دماغ کے خلیے ہمیشہ کے لیے خراب ہو جاتے ہیں۔

آج کی حدیث

۲۸- عن أبي بكرة رضي الله عنه قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلَاثًا الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ أَوْ قَوْلُ الزُّورِ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ تین مرتبہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا۔ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں، ضرور بتایئے اے اللہ کے رسول! تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا''۔ نبی کریم ﷺ اس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ پھر آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: ''خبردار! جھوٹی بات کہنا اور جھوٹی گواہی دینا۔'' آپ ﷺ اسے مسلسل دہراتے رہے، حتی کہ ہم اپنے جی میں کہنے لگے کہ کاش! آپ ﷺ خاموش ہو جائیں۔'' (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- گناہ دو قسم کے ہیں: چھوٹے اور بڑے۔ اور کبائر کبیرہ کی جمع ہے، اور اس سلسلے میں قاعدہ یہ ہے کہ: ہر وہ گناہ جس کے کرنے پر شارع نے کوئی حد، لعنت، غضب یا خاص وعید وغیرہ مرتب کیا ہو تو اسے کبیرہ گناہ کہا جاتا ہے۔
- (أَلا أُنَبِّئُكم) کے ذریعہ سے شرعی احکام کی تعلیم دینا مقصود ہے۔
- بے شک سب سے بڑا گناہ شرک باللہ ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے اسے کبائر کے شروع میں اور سب سے بڑا قرار دیا ہے، اور اس کی تائید سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے: ﴿إن الله لا يَغْفِرُ أن يشرَكَ به وَيَغْفِرُ مَا دونَ ذلِكَ لِمَنْ يشَاء﴾ ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو نہیں بخشتا، اور اس کے علاوہ جسے چاہے بخش دیتا ہے۔'' [النساء:۴۸]

- والدین کے حقوق کی عظمت، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق کو اپنے حق کے ساتھ ملایا ہے۔
- جھوٹی گواہی کی خطرناکی اور مسلم سماج کی زندگی پر اس کے برے اثرات، اور نبی ﷺ کا اس سے ڈرانے کے لیے بار بار دھرانا اور اس گناہ کی شناعت کی وجہ سے ٹیک لگانے کے بعد اٹھ کر بیٹھ جانا، کیوں کہ لوگوں کے درمیان اس کا وقوع بہت آسان ہے اور لوگ اس سلسلے میں بہت سستی سے کام لیتے ہیں۔
- صحابہ کرام کے اس قول (لَيْتَهُ سَكَتَ) کا مطلب یہ ہے آپ ﷺ کی گبھراہٹ دیکھ کر آپ پر شفقت کھاتے ہوئے ہم نے یہ تمنا کی کہ کاش آپ خاموش ہو جاتے!

آج کی حدیث

۲۹– عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: (من مات وهو يدعو من دون الله ندا دخل النار) رواه البخاري

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اس حال میں وفات پائے کہ وہ اللہ کے علاوہ دوسرے کو پکارتا تھا تو وہ جہنم میں داخل ہو گا۔“ (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- دعا دو طرح کی ہیں: دعاء عبادت اور دعاء مسئلہ۔ اور ندّ کا معنیٰ: شبیہ اور نظیر کے ہیں۔
- اعمال کا اعتبار اس کے خاتمے پر ہوتا ہے۔
- جو شرک پر وفات پائے گا وہ جہنم میں داخل ہو گا، اگر شرک اکبر ہو گا تو وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اگر شرک اصغر ہو گا تو یہ اللہ کی مشئیت پر منحصر ہو گا جب تک چاہے گا عذاب دے گا اور پھر وہ باہر نکلے گا۔
- شرک میں واقع ہونے سے خوف اور ڈر کرنا واجب ہے۔

آج کی حدیث

٣٠- عن جابر بن عبدالله رضي الله عنهما قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: (من مات لا يشرك بالله شيئا دخل الجنة، ومن مات يشرك بالله شيئا دخل النار) رواه مسلم

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اس حال میں وفات پائے کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا نہیں ہے تو وہ جنت میں داخل ہو گا، اور جو اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا ہو تو وہ جہنم میں داخل ہو گا۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- جو شخص اس حال میں وفات پائے کہ اللہ کے ساتھ ربوبیت، نہ الوہیت اور نہ ہی اسماء وصفات میں شرک کرنے والا تھا تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔
- جو شخص توحید پر مرے گا وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا اور اس کا انجام جنت ہو گا۔
- جو شخص شرک پر مرے گا اس کے لیے جہنم واجب ہو گی۔
- جنت اور جہنم کا اثبات۔
- اعمال کا اعتبار اس کے خاتمے پر ہوتا ہے۔

آج کی حدیث

۳۱- عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: (لعن الله من ذبح لغير الله، ولعن الله من لعن والديه، ولعن الله من آوى محدثا، ولعن الله من غيّر منار الأرض) رواه مسلم

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص غیر اللہ کے لیے ذبح کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو، جو شخص اپنے والدین پر لعنت کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو، جو شخص کسی بدعتی کو پناہ دے اس پر اللہ کی لعنت ہو اور جو شخص زمین کے نشانات کو مٹائے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا حرام ہے، اور حدیث میں اس سے ابتدا ہوئی ہے کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے اور شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔[1]

---

[1] حافظ صلاح الدین یوسف ؒسورہ بقرہ کی آیت کریمہ: [إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ ٱلْمَيْتَةَ وَٱلدَّمَ وَلَحْمَ ٱلْخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ بِهِۦ لِغَيْرِ ٱللَّهِ ۖ فَمَنِ ٱضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ][البقرہ:۱۷۳] ترجمہ ”تم پر مردہ اور (بہا ہوا) خون اور سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو حرام ہے* پھر جو مجبور ہوجائے اور وہ حد سے بڑھنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو، اس پر ان کے کھانے میں کوئی گناہ نہیں، اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا مہربان ہے“۔میں (وَمَآ أُهِلَّ بِهِۦ لِغَيْرِ ٱللَّهِ ۖ) ”اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کانام پکارا گیا ہو حرام ہے۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”وَمَا أُهِلَّ وہ جانور یا کوئی اور چیز جسے غیر اللہ کے نام پر پکارا جائے۔اس سے مراد وہ جانور ہیں جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے جائیں۔جیسے مشرکین عرب لات وعزیٰ وغیرہ کے ناموں پر ذبح کرتے تھے، یا آگ کے نام پر، جیسے مجوسی کرتے تھے۔

اور اسی میں وہ جانور بھی آجاتے ہیں جو جاہل مسلمان فوت شدہ بزرگوں کی عقیدت ومحبت، ان کی خوشنودی وتقرب حاصل کرنے کے لئے یا ان سے ڈرتے اور امید رکھتے ہوئے، قبروں اور آستانوں پر ذبح کرتے ہیں، یا مجاورین کو بزرگوں کی نیاز کے نام پر دے آتے ہیں (جیسے بہت سے بزرگوں کی قبروں پر بورڈ لگے ہوئے ہیں مثلاً داتا صاحب کی نیاز کے لئے بکرے یہاں جمع کرائے جائیں) ، ان جانوروں کو، چاہے ذبح کے وقت اللہ ہی کا نام لے کر ذبح کیا جائے، یہ حرام ہی ہوں گے۔کیوں کہ اس سے مقصود، رضائے الہیٰ نہیں، رضائے اہل قبور اور تعظیم لغیر اللہ، یا خوف یا رجاء من غیر اللہ (غیر اللہ سے مافوق الاسباب طریقے سے ڈر یا امید) ہے، جو شرک ہے۔اسی طریقے سے جانوروں کے علاوہ جو اشیا بھی غیر اللہ کے نام پر نذر نیاز اور چڑھاوے کی ہوں گی، حرام ہوں گی، جیسے قبروں پر لے جاکر یا

وہاں سے خرید کر، قبور کے ارد گرد فقرا، ومساکین پر دیگوں اور لنگروں کی، یا مٹھائی اور پیسوں وغیرہ کی تقسیم، یا وہاں صندوقچی میں نذر نیاز کے پیسے ڈالنا، یا عرس کے موقع پر وہاں دودھ پہنچانا، یہ سب کام حرام اور ناجائز ہیں، کیوں کہ یہ سب غیر اللہ کی نذرونیاز کی صورت ہیں اور نذر بھی . نماز، روزہ وغیرہ عبادات کی طرح، ایک عبادت ہے، اور عبادت کی ہر قسم صرف ایک اللہ کے لئے مخصوص ہے۔اسی لئے حدیث میں ہے : «مَلْعُونٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ» (صحيح الجامع الصغير وزيادته ألباني . ج ۲،ص۱۰۲۴) "جس نے غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیا، وہ ملعون ہے۔"

تفسیر عزیزی میں بحوالہ تفسیر نیشاپوری ہے: "أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ لَوْ أَنَّ مُسلِمًا ذَبَحَ ذَبِيحَةً، يُرِيدُ بِذَبْحِهَا التَّقَرُّبَ إِلَى غَيْرِ اللهِ، صَارَ مُرْتَدًّا وَذَبِيحَتُهُ ذَبِيحَةُ مُرْتَدٍّ۔" (تفسیر عزیزی ص ۶۱۱ بحوالہ اشرف الحواشی) "علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی جانور غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی نیت سے ذبح کیا تو وہ مرتد ہوجائے گا اور اس کا ذبیحہ ایک مرتد کا ذبیحہ ہوگا۔"(ملاحظہ فرمائیں: تفسیر احسن البیان،سورہ بقرہ:۱۷۳)

اسی حافظ صلاح الدین یوسفؒ سورہ نحل آیت نمبر ۱۱۵ میں اسی آیت کریمہ کی مزید تفسیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ ٱلْمَيْتَةَ وَٱلدَّمَ وَلَحْمَ ٱلْخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ ٱللَّهِ بِهِۦ ۖ فَمَنِ ٱضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ "تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا جائے حرام ہیں*، پھر اگر کوئی شخص بے بس کر دیا جائے نہ وہ خواہشمند ہو اور نہ حد سے گزرنے والا ہو تو یقیناً اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔" [النحل:۱۱۵]

-**یہ آیت اس سے قبل تین مرتبہ پہلے بھی گزر چکی ہے۔(البقرۃ:۱۷۳)۔(المائدہ:۳)۔(الانعام:۱۴۵) میں۔یہ چوتھا مقام ہے۔جہاں اللہ نے اسے پھر بیان فرمایا ہے۔اس میں لفظ اِنَّمَا حصر کے لئے ہے۔لیکن یہ حصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے۔یعنی مخاطبین کے عقیدے اور خیال کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔ورنہ دوسرے جانور اور درندے وغیرہ بھی حرام ہیں، البتہ ان آیات سے یہ واضح ہے کہ ان میں جن چار محرکات کا ذکر ہے، اللہ تعالٰی ان سے مسلمانوں کو نہایت تاکید کے ساتھ بچانا چاہتا ہے۔اس کی ضروری تشریح گزشتہ مقامات پر کی جاچکی ہے، تاہم اس میں وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّهِ بِهِ (جس چیز پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا جائے) جو چوتھی قسم ہے۔اس کے مفہوم میں تاویلات رکیکہ اور توجیہات بعیدہ سے کام لے کر شرک کے لئے چور دروازہ تلاش کیا جاتا ہے۔اس لیے اس کی مزید وضاحت پیش خدمت ہے۔

جو جانور غیر اللہ کے لیے نامزد کر دیا جائے اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

ایک صورت یہ ہے کہ غیر اللہ کے تقرب اور اس کی خوشنودی کے لیے اسے ذبح کیا جائے اور ذبح کرتے وقت نام بھی اسی بت یا بزرگ کا لیا جائے بزعم خویش جس کو راضی کرنا مقصود ہے۔دوسری صورت یہ ہے کہ مقصود تو غیر اللہ کا تقرب ہی ہو لیکن ذبح اللہ کے نام پر ہی کیا جائے، جس طرح کہ قبر پرستوں میں یہ سلسلہ عام ہے۔وہ جانوروں کو بزرگوں کیلیے نامزد تو کرتے ہیں۔مثلا یہ بکرا فلاں پیر کا ہے ،یہ گائے فلاں پیر کی ہے، یہ جانور گیارہویں کے لیے یعنی شیخ عبدالقادر جیلانی کے لیے ہے، وغیرہ وغیرہ۔اور ان کو وہ بسم اللہ پڑھ کر ہی ذبح کرتے ہیں۔اس لیے وہ کہتے ہیں کہ پہلی صورت تو یقیناً حرام ہے لیکن یہ دوسری صورت حرام نہیں، بلکہ جائز ہے کیونکہ یہ غیر اللہ کے نام پر ذبح نہیں کیا گیا ہے اور یوں شرک کا راستہ کھول دیا گیا ہے۔حالانکہ فقہاء نے اس دوسری صورت کو بھی حرام قرار دیا ہے۔اس لیے کہ یہ بھی وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّهِ بِهِ میں داخل ہے چنانچہ حاشیہ بیضاوی میں ہے "ہر وہ جانور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے، حرام ہے، اگرچہ ذبح کے وقت اس پر اللہ ہی کا نام لیا جائے۔اس لیے کہ علماء کا اتفاق ہے کہ کوئی مسلمان اگر غیر اللہ کا تقرب حاصل

- ذبح کرنا ایک عبادت ہے، جس کو صرف اللہ کے لیے کرنا ضروری ہے۔
- والدین پر لعنت بھیجنا یا لعنت کا سبب بننا حرام ہے۔
- مجرموں، بدعتیوں اور منحرف و گمراہ افکار والوں کی مدد کرنا، انھیں پناہ دینا، اوران سے پردہ پوشی اختیار کرنا حرام ہے۔
- دوسرے کی زمین کو غصب کرنے کے لیے زمین کے نشانات اوراس کی حدود کو مٹانا حرام ہے۔

کرنے کی غرض سے جانور ذبح کرے گا تو وہ مرتد ہو جائے گا اور اس کا ذبیح مرتد کا ذبیحہ ہو گا" اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار میں ہے کہ "کسی حاکم اور کسی طرح کسی بڑے کی آمد پر (حسن خلق یا شرع ضیافت کی نیت سے نہیں بلکہ اس کی رضامندی اور اس کی تعظیم کے طور پر) جانور ذبح کیا جائے تو وہ حرام ہوگا اس لیے کہ وہ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ میں داخل ہے اگرچہ اس پر اللہ ہی کا نام لیا گیا ہو اور علامہ شامی نے اس کی تائید کی ہے"۔(کتاب الذبائح طبع قدیم ۱۲۷۷ھ ص۲۷۷۔فتاویٰ شامی ج ۵ ، ص ۲۰۳، مطبع میمنیہ، مصر) البتہ بعض فقہاء اس دوسری صورت کو وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ کا مدلول اور اس میں داخل نہیں سمجھتے اور اشتراک علت (تقرب لغیر اللہ) کی وجہ سے اسے حرام سمجھتے ہیں۔گویا حرمت میں کوئی اختلاف نہیں صرف استدلال و احتجاج کے طریقے میں اختلاف ہے۔علاوہ ازیں یہ دوسری صورت "وَمَا ذُبِحَ عَلَى ٱلنُّصُبِ" (جو بتوں کے پاس یا تھانوں پر ذبح کیے جائیں) بھی داخل ہے، جسے سورۃ المائدہ میں محرمات میں ذکر کیا گیا ہے اور احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آستانوں درباروں اور تھانوں پر ذبح کیے گئے جانور بھی حرام ہیں،اس لیے کہ وہاں ذبح کرنے کا یا وہاں لے جا کر تقسیم کرنے کا مقصد تَقَرُّبٌ لِغَيرِ اللهِ ہی ہوتا ہے۔ایک حدیث میں ہے ایک شخص نے آکر رسول اللہ (ﷺ) سے کہا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ میں بوانہ جگہ میں اونٹ ذبح کروں گا۔آپ (ﷺ) نے پوچھا کہ کیا وہاں زمانہ جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا جس کی پرستش کی جاتی تھی؟ لوگوں نے بتلایا نہیں پھر آپ (ﷺ)نے پوچھا کہ وہاں ان کی عیدوں میں سے کوئی عید تو نہیں منائی جاتی تھی؟ لوگوں نے اس کی بھی نفی کی، تو آپ (ﷺ) نے سائل کو نذر پوری کرنے کا حکم دیا۔(ابو داود، کتاب الإیمان والنذور باب ما یؤمر بہ من وفاء النذر) اس سے معلوم ہوا کہ بتوں کے ہٹائے جانے کے بعد بھی غیر آباد آستانوں پر جا کر جانور ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔چہ جائیکہ ان آستانوں اور درباروں پر جا کر ذبح کیے جائیں جو پرستش اور نذر ونیاز کے لیے مرجع عوام ہیں۔ أَعَاذَنَا اللهُ مِنْهُ (ملاحظہ فرمائیں: تفسیر احسن البیان،سورہ نحل:۱۱۵)

لیکن افسوس کہ ان ساری وعید کے باوجود آج بہتیرے نام نہاد مسلمان پیروں ،ولیوں اوربزرگوں کے نام کا ذبیحہ قبروں،مزاروں ،درگاہوں اور آستانوں پر پیش کرتے ہیں اور ان کے در کا سجدہ و طواف کرتے ہوئے ان سے اولاد،رزق،شفا،بارش وغیرہ طلب کرتے ہیں، جو صرف رب العالمین کی خصائص میں سے ہیں۔انھیں ذرہ بھر اس عظیم گناہ کاخوف نہیں ہوتا بلکہ افسوس کی بات ہے کہ وہ لوگ اسے دین کا حصہ سمجھتے ہیں۔اللہ انھیں صحیح راہ کی ہدایت دے۔ آمین۔(مترجم)

آج کی حدیث

٣٢- عن جابر رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: (إن بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلاة) رواه مسلم

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”آدمی اور شرک وکفر کے درمیان حد فاصل نماز کا چھوڑنا ہے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- نماز کا ترک کرنا سب سے بڑے جرائم اور سب سے بڑے گناہوں میں سے ہے۔
- جو شخص نماز کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے اسے ترک کر دے، یا اس کا استہزا و تمسخر کرے، تو ایسا شخص مسلمانوں کے اجماع کے مطابق کافر ہے۔
- جو شخص نماز کے وجوب کا اعتقاد رکھتے ہوئے اسے سستی وکاہلی کے طور پر ترک کر دے، اس کا مذاق و تمسخر اڑانے والا نہ ہو، بلکہ اس کا احترام کرتا ہو، لیکن بسا اوقات سستی وکاہلی کے طور پر ترک کر دے جیسا کہ بعض لوگ فجر کی نماز میں کرتے ہیں کہ اسے نہیں پڑھتے، اور کبھی عصر کی نماز یا عشاء وغیرہ کی نماز ترک کر دیتے ہیں۔ تو اس سلسلے میں اہل علم کے یہاں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض اہل علم کا کہنا ہے: وہ کفر اکبر کا مرتکب ہو گا، اور بعض دیگر اہل علم اس بات کی طرف گئے ہیں کہ: وہ اس سے کافر نہیں ہو گا مگر یہ کہ وہ اس کا انکار کرے، یا اس کا مذاق اڑائے، بلکہ ایسا شخص گناہ گار ہو گا اور بڑے جرم کا مرتکب کرنے والا ہو گا۔
- تارکِ صلاۃ کو ترکِ صلاۃ سے روکنا ضروری ہے نیز گھر والوں کی طرف سے اور جس علاقہ میں رہتا ہے اس مسجد کے جماعتیوں کی طرف سے اسے نصیحت کرنا ضروری ہے۔

آج کی حدیث

۳۳- عن بريدة بن الحُصيب رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (من ترك صلاة العصر حَبِط عملُه) رواه البخاري

سیدنا بریدہ بن حُصیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے عصر کی نماز کو ترک کر دیا اس کا عمل برباد ہو گیا۔'' (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (حبط عمله) کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے نیک عمل کا ثواب باطل ہو گیا۔
- نماز عصر کا چھوٹ جانا دیگر نمازوں کی فوت ہونے سے زیادہ عظیم ہے، کیوں کہ یہ درمیانی نماز ہے، جس کی پابندی کا خصوصی حکم ہے اور یہ ہم سے پہلے لوگوں پر فرض تھی، لیکن انھوں نے اسے ضائع کر دیا۔
- جو شخص جان بوجھ کر صلاۃ عصر کو چھوڑ دے تو اس کا ثواب باطل ہو جائے گا، اور جان بوجھ کر چھوڑنے کی قید لگائی گئی ہے جیسا کہ ایک صحیح روایت میں (متعمّدا) وارد ہے۔
- اس حدیث سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ترک کرنا دو طرح سے ہے: ایک یہ کہ اسے کلی طور پر ترک کر دے یعنی اسے کبھی نہ ادا کرے، تو یہ اس کے تمام عمل کو برباد کر دے گا۔ اور دوسرا کسی خاص دن میں متعین طور پر ترک کرنا ہے، تو یہ اس دن کے عمل کو برباد کر دے گا۔ لہٰذا عمومی ترک کے مقابلے میں عمومی طور پر اعمال کا برباد ہونا ہے اور متعین طور پر ترک کرنے کے مقابلے میں متعین اعمال کا برباد ہونا ہے۔

آج کی حدیث

٣٤- عن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (الذي تفوته صلاة العصر كأنما وُتِر أهلَه ومالَه) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس کی نماز عصر فوت ہو جائے تو گویا اس کا اہل ومال تباہ ہو گیا۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (كأنما وُتِر أهلَه ومالَه) کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اہل ومال چھن گئے اور وہ بغیر اہل ومال کے ہو گیا۔
- عصر کی نماز ترک کرنے سے مراد بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر ترک کر دینا ہے یہاں تک کہ غروبِ آفتاب کے ذریعہ اس کا وقت نکل جائے۔
- صلاۃِ عصر کو اس لیے خاص کیا گیا ہے کیوں کہ دن کے وقت کام کاج کی وجہ سے تھکنے سے تاخیر کا امکان ہوتا ہے، یا اس لیے کہ اس کا فوت ہونا دیگر (نماز) کے فوت ہونے سے زیادہ قبیح ہے، اس لیے کہ یہ درمیانی نماز ہے، جس کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے۔
- مومن پر واجب ہے کہ وہ تمام نمازوں کی پابندی کرے اور ایسے اسباب کو اپنائے جو اس پر معاون ہوں۔ اور عصر، فجر اور عشاء کی نمازوں پر خصوصی دھیان دے، تاکہ وہ منافقوں کے مشابہ نہ ہو جائے اور پھر اس کی نمازِ عصر فوت نہ ہونے پائے، جس کے بارے میں سخت وعید آئی ہے۔

آج کی حدیث

٣٥- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (الصلوات الخمس، والجمعة إلى الجمعة، ورمضان إلى رمضان، مكفرات ما بينهن إذا اجتنبت الكبائر) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پنج وقتہ نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ اور ایک رمضان سے دوسرا رمضان، ان کے مابین ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں، بشرطیکہ کہ کبائر سے اجتناب کیا جائے۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- پنج وقتہ نمازوں کی فضیلت اور یہ چھوٹے گناہوں کو مٹادیتی ہیں اور فواحش ومنکرات سے روک دیتی ہیں۔
- جمعہ کی فضیلت اور یہ اللہ کے بہترین دنوں میں سے ہے۔ اس میں ایک ایسی گھڑی ہے، جو کسی مسلمان بندہ کو حاصل ہو جائے اور اس میں اللہ سے دنیا وآخرت کی بھلائی کا سوال کرے تو اللہ اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔
- ماہ رمضان کی فضیلت، اور یہ کہ اللہ اس کے ذریعہ چھوٹے گناہوں کو مٹادیتا ہے۔
- اس حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ گناہیں دو قسم کی ہوتی ہیں: چھوٹے اور بڑے، اور ان اعمال کے کفارہ بن جانے سے مراد صرف صغائر مراد ہیں، اور کبائر (بڑے گناہ کے مٹنے کے لیے) خصوصی توبہ کرنا ضروری ہے، یا موت کے بعد یہ اللہ کی مشئیت اور اس کی رحمت کے تابع ہوتی ہیں۔

آج کی حدیث

٣٦- عن عبدالله بن عمر بن الخطاب رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (الظلم ظلمات يوم القيامة) رواه البخاري ومسلم

سیدنا عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "ظلم قیامت کے دن کی تاریکیوں کا باعث ہو گا۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- ظلم کا معنیٰ: حد سے تجاوز کرنا اور کسی چیز کو اس کے جگہ کے علاوہ رکھنا، اور اس کی تین قسمیں ہیں:
- پہلی قسم: انسان کا اپنے رب کے ساتھ ظلم کرنا، اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے، اور یہ اللہ عزوجل کے ساتھ کفر کرنا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ "اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔" [بقرہ:۲۵۴]، اور یہ اس کی عبادت میں شرک کرنا ہے، اس طور سے کہ اپنی بعض عبادت کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ کی طرف پھیر دیا جائے، اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ "بے شک شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔" [لقمان:۱۳]
- دوسری قسم: انسان کا اپنے نفس کے ساتھ ظلم کرنا، اور یہ شہوات کی اتباع کرنے، واجبات میں کوتاہی کرنے اور اپنے نفس کو اللہ ورسول کی معاصی میں سے مختلف قسم کے گناہوں، برائیوں اور جرائم کی آلودگیوں میں ملوث کرنے سے ہوتا ہے۔ اللہ جل شانہ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّهُ وَلَـكِن كَانُواْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾ "اللہ نے ان کے ساتھ ظلم نہیں کیا، مگر وہ خود اپنے آپ ظلم کرنے والے ہیں۔" [النحل:۳۳]
- تیسری قسم: انسان کا اللہ کے بندوں اور اس کی مخلوقات کے ساتھ ظلم کرنا۔ اور یہ باطل طریقے سے لوگوں کے مالوں کو کھانا ہے، نیز لوگوں کو مارنا، گالی دینا، ان کے ساتھ زیادتی کرنا اور کمزوروں پر دست درازی کرنا بھی ظلم ہے۔ اور زیادہ تر ظلم ایسے کمزور و ناتواں شخص کے ساتھ ہوتا ہے، جو بدلہ لینے پر قادر نہیں ہوتا۔

- جب جب، جس قدر انسان کا ظلم بڑھے گا تو قیامت کے دن اس کی تاریکیوں، سختیوں اور ہولناکیوں میں اضافہ ہو گا۔

آج کی حدیث

٣٧- عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (من ظلم قِيد شبر من الأرض طُوِّقه من سبع أرَضِين) رواه البخاري ومسلم

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ایک بالشت بھر زمین لے کر ظلم کیا، تو سات زمینوں کا طوق اس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔'' (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- یہ حدیث ظلم کی قسموں میں سے ایک قسم زمین میں ظلم کرنے کو شامل ہے، اور یہ بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک ہے۔
- آپ ﷺ کا فرمان ''قيد شبر من الأرض'' ایک بالشت بھر زمین یہ تحدید کے طور پر نہیں ہے، بلکہ یہ مبالغہ کے طور پر ہے یعنی اگر اس سے کم پر بھی ظلم کرے گا تو بھی اسے طوق پہنایا جائے گا۔
- بے شک زمینیں سات ہیں، اور انسان جب ایک بالشت بھر زمین ظلم سے لے گا تو اسے روز قیامت سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا، یعنی اس کے گردن میں طوق پہنایا جائے گا، والعیاذ باللہ! اور اسے وہ دنیا کے سارے لوگوں کے سامنے اٹھائے پھرے گا اور اس کے ذریعہ وہ روزِ قیامت رسوا گا۔
- اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو شخص کسی زمین کا مالک ہے وہ ساتویں زمین کی گہرائی تک مالک ہوتا ہے۔ لہذا کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ تمہاری اجازت کے بغیر تمہاری زمین کے اندر کوئی سوراخ کرے، اور جب تم کسی زمین پر ظلماً قابض ہوگے تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت تمھیں اس زمین کو اور اس زمین کے نیچے ساتویں زمین تک اٹھانے کا مکلف و ذمہ دار بنائے گا۔

آج کی حدیث

٣٨- عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم بعث معاذا إلى اليمن فقال : (اتق دعوة المظلوم فإنها ليس بينها وبين الله حجاب) رواه البخاري ومسلم.

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا: "تم مظلوم کی بد دعا سے بچو! کیوں کہ اس کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ (رکاوٹ) نہیں۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- حدیث میں موجود (بعث معاذا) کا مطلب یہ ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن والوں کے لیے امیر و قاضی اور معلم بنا کر بھیجا۔
- ظلم کی حرمت اور ظالم کے لیے جلد سزا پانے کا بیان۔
- بے شک مظلوم کی دعوت اللہ کے سامنے پیش کی جاتی ہے اور سنی جاتی ہے اور اسے کوئی چیز روکنے والی نہیں ہے اور اس کی مدد کی جاتی ہے اگرچہ کچھ مدّت کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔
- بے شک مظلوم کی دعا ہر حال میں قبول کی جاتی ہے اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔
- شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جب مظلوم شخص دنیا میں ظالم کے خلاف دعا کرے اور اس کی دعا قبول ہو جائے، تو وہ دنیا میں ظالم سے اپنا بدلہ پالیتا ہے۔ اور اگر مظلوم خاموش رہے اور ظالم کے خلاف دعا نہ کرے اور نہ اسے معاف ہی کرے، تو روز قیامت اس کو مظلوم سے بدلہ دلایا جائے گا۔ واللہ المستعان۔"
- امام طیبی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: "یہ (مظلوم کی بد دعا سے) سے بچنے کی تعلیل و حکمت ہے، اور اس دعوت کی ایک تمثیل ہے، جو بادشاہ کے پاس مظلومیت کی حالت میں تشریف لے جائے، لہذا اسے ان کے پاس جانے سے روکا نہیں جائے گا۔"

آج کی حدیث

٣٩- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أو شيء فليتحلله منه اليوم قبل أن لا يكون دينار ولا درهم إن كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته وإن لم تكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه) رواه البخاري

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اپنے بھائی کی عزت یا کسی اور شے میں حق تلفی کر رکھی ہو، تو اسے چاہیے کہ وہ آج ہی اس سے بری الذمہ ہو جائے، اس سے پہلے کہ (وہ دن آئے) جب نہ دینار ہوں اور نہ درہم۔ اگر اس کی کچھ نیکیاں ہوں گی تو جتنی اس نے حق تلفی کی ہو گی، اس قدر اس کی نیکیاں لے لی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں نہیں ہوں گی، تو اس کے بھائی کی برائیوں کو لے کر اس کے کھاتے میں ڈال دیا جائے گا۔“ (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- قیامت کے دن انسان کی ثروت اور اصل سرمایہ اس کی نیکیاں ہوں گی، پس اگر اس پر بندوں کے مظالم ہوں گے تو وہ اپنے اوپر کیے گئے ظلم کے مطابق نیکیاں لے لیں گے۔ اور اگر اس کے پاس کوئی نیکیاں نہیں ہوں گی یا اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی، تو اس کی برائیاں لے کر اس (ظالم) کے پشت پر ڈال دی جائیں گی۔
- وہ قرض دار جو اس حال میں فوت ہو جائے کہ اس کے ذمہ لوگوں کے مالوں میں کچھ باقی رہ جائے جسے اس نے جان بوجھ کر نہ ادا کیا ہو تو (قیامت کے دن) مال والے اپنے مال کے بقدر اس کی نیکیوں میں سے اپنا حصہ لے لیں گے۔
- جب بندوں کے مابین مظالم کا تبادلہ ہو گا تو بعض کو بعض سے بدلہ دلایا جائے گا، اگر ان میں سے ہر ایک کا ظلم دوسرے کے لیے برابری کا ہو گا (تو معاملہ رفع دفع ہو جائے گا) نہ ان پر دوسرے لوگوں کا کچھ حق ہو گا اور نہ دوسروں کا پہلے والوں پر کچھ حق ہو گا۔ اور اگر ان میں سے کسی کا حق دوسروں پر باقی رہ جائے گا تو وہ اسے لے لے گا۔

- شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے بھائی کے حق سے چھٹکارا اور بری الذمہ رہنے کی کوشش کرے، اس طرح سے کہ اس کے حق کو اسے لوٹا دے، یا اس سے حلال (معاف) کروالے، اور اگر اس حق کا تعلق عزت سے ہو تو اس کے لیے حسب استطاعت اس سے معاف کرانا ضروری ہے۔ اور اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا، یا اس کے انجام سے ڈرتا ہو کہ اس کے بتلانے پر بڑا شر وفساد اور فتنہ ہو سکتا ہے تو وہ اس کے لیے بخشش طلب کرے گا اور اس کے لیے دعا کرے گا اور ان مجالس میں جہاں وہ اس کی غیبت بیان کیا کرتا تھا اس کی ان خوبیوں کو بیان کرے گا، جسے وہ ان کے بارے میں جانتا ہے تاکہ پچھلی برائیاں بعد کی نیکیوں سے دھل جائیں، ان برائیوں کے مقابلے میں جسے سابقہ ایام میں اس نے نشر کیا تھا، اور اس کے لیے استغفار اور دعائیں کرے گا۔"

آج کی حدیث

٤٠- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت حرام ہے۔'' (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- مسلمان کا خون حرام ہے، لہذا کسی مسلمان پر قتل یا زخم وغیرہ کے ذریعہ زیادتی نہ کرے۔
- مسلمان کا مال حرام ہے، لہذا اس کے مال کو غصب، چوری، خیانت، دلیل کے بغیر دعوی کر کے یا کسی اور طریقہ سے نہ لے۔ اور تمہارے لیے اپنے بھائی کے مال کو ناحق لینا حلال نہیں ہے، کیوں کہ یہ تم پر حرام ہے۔
- مسلمان کی عزت حرام ہے، لہذا اس کے محارم پر زیادتی کر کے، یا اس کے عورات (پردہ کی چیز) کو تلاش کر کے اس کی عزت کی پامالی نہ کرو، خواہ ڈائرکٹ ہو یا مواصلاتی نٹ ورکس کے ذریعہ ہو۔ اور لوگوں کے درمیان اس کی برائی نہ کرتے پھرو، خواہ تم اپنے قول میں سچے ہو یا جھوٹے۔
- قول وفعل میں سے کسی بھی طریقے سے مسلمان کو تکلیف دینا منع ہے۔
- اللہ کے نزدیک مسلمان کی حرمت عظیم ہے، بلکہ (حدیث میں) آیا ہے کہ: ''بے شک اللہ کے نزدیک دنیا کا زائل ہو جانا ناحق مسلمان کے قتل کیے جانے سے زیادہ آسان ہے۔''

آج کی حدیث

٤١- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (أتدرون ما الغيبة؟) قالوا: الله ورسوله أعلم. قال: (ذكرك أخاك بما يكره) قيل: أرأيت إن كان في أخي ما أقول؟ قال: (إن كان فيه ما تقول فقد اغتبته، وإن لم يكن فيه ما تقول فقد بهته) رواه مسلم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا تمہیں غیبت کے بارے میں معلوم ہے؟"، لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارا اپنے بھائی کا ذکر اس چیز سے کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو" کہا گیا: آپ کا کیا خیال ہے اگر میرے بھائی میں وہ چیز موجود ہو، جسے میں کہہ رہا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو تم کہہ رہے ہو اگر اس کے اندر موجود ہے تو یہی اس کی غیبت کرنا ہے، اور اگر وہ برائی اس میں موجود نہیں ہے تو یہ تو نے اس پر بہتان باندھا۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- غیبت کا معنی یہ ہے کہ انسان اپنی غیبت میں ایسی چیز کا ذکر کرے جسے ناپسند کیا جائے، خواہ اس کا تعلق کسی شخص کے جسم سے ہو، یا دین سے ہو، یا دنیا سے ہو، یا نفس سے ہو، یا عادت سے ہو، یا خلقت سے ہو، یا اس کے مال سے ہو، یا اس کی اولاد سے ہو، یا اس کی بیوی سے ہو، یا اس کی خادمہ سے ہو، یا اس کے کپڑے سے ہو، یا اس کی حرکت سے ہو، یا اس کی طلاقت (ہشاشت وبشاشت) سے ہو، یا اس کی ترش روئی سے ہو، یا اس کے علاوہ چیز سے ہو، خواہ (اس کی غیبت) زبان سے ادا کرکے ہو، یا اشارہ سے ہو، یا رمز و کنایہ کے ذریعہ ہو۔
- کتاب وسنت اور اہلِ علم کے اجماع سے غیبت حرام ہے۔
- سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: غیبت کرنا قرض سے سخت ہے، کیوں کہ قرض چکایا جاسکتا ہے، لیکن غیبت کو نہیں چکایا جاسکتا۔

- غیبت کرنا ایک عظیم برائی ہے جو اے میرے بھائی دنیا میں تیری بے عزتی کا سبب بنے گی اور موت کے بعد تجھے سخت ترین قسم کے عذاب سے دوچار کرے گی، جس سے تم اپنے چہرے اور سینے کو لوہے کی ناخن سے نوچوگے، اور غیبت کرنے والوں کو تمہاری نیکیاں دے دی جائیں گی اور ان کی برائیاں تم پر ڈال دی جائیں گی۔
- عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”جس کے پاس کسی مومن کی غیبت کی جائے، پس وہ اس کی مدد کرے (یعنی اس کا دفاع کرے)، تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا وآخرت میں بھلائی سے نوازے گا اور کوئی شخص مومن کی غیبت سے بر القمہ نہیں کھاتا۔“ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اپنے غائب بھائی کا دفاع کرنا واجب ہے۔
- حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس شخص کی تونے غیبت کی ہے اس کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کے لیے استغفار کرو۔“ اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اپنے بھائی کے گوشت کھانے (یعنی غیبت کرنے) کا کفّارہ یہ ہے کہ تم اس کی تعریف بیان کرو اور اس کے لیے دعا کرو۔“
- اور ابن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: ” غیبت کا توبہ یہی ہے کہ تم نے جس کی غیبت کی ہے اس کے لیے بخشش طلب کرو۔“[1]

---

[1] چند مواقع ہیں جہاں پر علمائے کرام نے شرعی نصوص سے استنباط کرتے ہوئے غیبت کرنا جائز قرار دیا ہے:
1 ظالم کے خلاف مظلوم کی شکایت کرنا: جیسا کہ ایک صحابی نے اپنے پڑوسی کی بدسلوکی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے ان کو اپنا سامان گھر سے باہر نکالنے کو کہا، جب لوگوں نے دیکھا تو ظالم پر لعن طعن کرنا شروع کیا۔ الحدیث (الأدب المفرد) 2 استفتاء کی غرض سے مفتی کے سامنے صورت حال ذکر کرنا جیسا کہ ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ: ابو سفیان بخیل و کنجوس آدمی ہیں، وہ مجھے میرے اور میرے بچوں کا پورا خرچہ نہیں دیتے تو کیا میں ان کی جانکاری کے بغیر ان کے مال سے اپنی ضرورت کے مطابق لے سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے انھیں اسکی اجازت دے دی۔ (بخاری و مسلم) 3 مسلمانوں کی خیر خواہی اور کسی برائی کے روکنے کے لیے ایسے شخص سے شکایت کرنا جو اس کے روکنے پر قادر ہو، اور اسی میں سے روایوں وغیرہ کے ضعف کو بیان کرنا اور ان کی جرح کرنا بھی شامل ہے۔ اور بعض دفع یہ چیز واجب ہو جاتی ہے۔ 4 مشورہ دیتے وقت: جیسا کہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو نبی ﷺ نے اسامہ بن زید سے شادی کا مشورہ دیا اور ابوجہم کے بارے میں کہا کہ وہ سخت مزاج اور معاویہ مفلس ہیں۔ 5 اعلانیہ فسق وبدعت کا ارتکاب کرنے والا: جیسے اعلانیہ شراب پینے والا، بھتہ اور ظلماً مال لینے والا۔ پس جس چیز کا وہ اعلانیہ ارتکاب کرے اس کا ذکر جائز ہے اور اس کے علاوہ عیوب کو بیان کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ علامہ نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (الأذکار) میں ذکر کیا ہے۔ 6 کوئی شخص کسی ایسے لقب سے جانا جائے جو اس کی شناخت

آج کی حدیث

٤٢- عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (أول ما يقضى بين الناس يوم القيامة في الدماء) رواه البخاري ومسلم

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اس حدیث میں قضا، حساب و جزا اور قیامت کے دن کا اثبات ہے۔
- اس حدیث اور آپ ﷺ کے فرمان: ”سب سے پہلے بندہ سے نماز کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اگر نماز قبول ہوگئی تو اس کے ساتھ بقیہ اعمال بھی قبول کر لیے جائیں گے۔“ کے مابین کوئی تعارض نہیں ہے، کیوں کہ اس کی توجیہ یہ ہے کہ: اللہ کے حقوق میں سے سب سے پہلے بندہ سے نماز کے بارے میں سوال ہو گا اور بندوں کے حقوق میں سے سب سے پہلے خون کے بارے میں سوال ہو گا۔
- اس حدیث میں خون کے معاملہ کی عظمت کا بیان ہے، کیوں کہ ابتدا سب سے اہم سے ہوتی ہے اور اس میں غلط الزامات اور سخت جتھہ بندیوں، پارٹی بازیوں اور گمراہ و منحرف افکار کی وجہ سے خون ریزی و قتل میں لاپرواہی برتنے والوں کے لیے آگاہی و تنبیہ ہے۔
- انسانی جان کی حرمت اللہ کے نزدیک، مال کی حرمت سے بڑھ کر ہے اور مسلمان کے خون کی حرمت اللہ کے محترم گھر کعبہ سے بھی بڑھ کر ہے۔

اور پہچان بن جائے، جیسے: الأعرج (لنگڑا) یہ عبد الرحمن بن ہرمز راوی حدیث کا لقب تھا، الأعمش (اندھا) سلیمان بن مہران راوی حدیث کا لقب تھا۔ تو اس نام سے پکارنا جائز ہے لیکن یہ بطور تنقیص اور توہین نہ ہو۔ ان تمام صورتوں کو اس شعر کے اندر جمع کر دیا گیا ہے:

القدح ليس بغِيبةٍ في ستّةٍ   متظلّم ومعرّف ومحذّرِ

ومجاهرفسقًا ومستفتٍ وَمَنْ   طلبَ الإعانةَ في إزالة منكرٍ (مترجم)

- عدالت و کورٹ کے لیے ضروری ہے کہ وہ خون و قتل کے معاملات کے بارے میں خصوصی توجہ دیں اور اسے دیگر ایشوز و معاملات پر ترجیح و فوقیت دیں۔

آج کی حدیث

٤٣- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (من حمل علينا السلاح فليس منا، ومن غشنا فليس منا) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو ہمارے خلاف ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے، اور جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- بے شک مسلمانوں کے خلاف ناحق اور بغیر کسی تاویل کے ہتھیار اٹھانا بڑے گناہوں میں سے ہے، کیوں کہ اس سلسلے میں نبی ﷺ کا فرمان ہے: ”وہ ہمارے طریقے پر نہیں ہے۔“ اور اگر وہ اسے حلال سمجھے یعنی یہ اعتقاد رکھے کہ مسلمانوں کا قتل کرنا حلال ہے، تو یہ کفر ہے۔
- جو شخص مسلمانوں سے جنگ کرنے والے کافروں سے، مسلمانوں کے خلاف لڑائی کرنے کے لیے انھیں اپنے ہتھیار بیچے تو وہ مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے کے مانند ہے۔
- حدیث میں وارد وعید ان لوگوں کو شامل نہیں ہے جو باغیوں سے لڑتے ہیں۔ اور بغاوت: شرعی امام کی اطاعت سے خروج اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔ لہذا جو شخص مسلمانوں کے ولی امر کی اطاعت سے خروج کرے تو وہ اس کا باغی ہوا، لہذا جب مسلمان لوگ ان سے امام کے خلاف بغاوت کرنے کی وجہ سے قتال کریں تو یہ مسلمان اس وقت ہتھیار اٹھانے کی ممانعت میں داخل نہیں ہوں گے۔
- آپ ﷺ کا فرمان: جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے طریقہ اور ڈھنگ پر نہیں ہے۔ اس سے نبی ﷺ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ: جس نے اپنے بھائی کو دھوکہ دیا اور اس کی خیر خواہی کو ترک کیا، تو گویا اس نے میری پیروی اور میری سنت کو پکڑنا ترک کر دیا۔
- دھوکہ دینے والے کی مذمت کا بیان اور یہ کہ وہ مسلمانوں کی صفات، سنت اور طریقہ پر نہیں ہے۔ اور جس میں سے: دوسروں کے ساتھ نصیحت وسچائی اختیار کرنا اور انھیں دھوکہ دینے سے باز رہنا ہے اور یہ حدیث دھوکہ دینے والے کے کفر پر دلالت نہیں کرتی ہے۔
- مومنین نصیحت پسند اور خیر خواہ ہوتے ہیں، اور منافقین دھوکہ باز ہوتے ہیں۔

آج کی حدیث

٤٤- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا، فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا فَقَالَ: (مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟) قَالَ أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: (أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ، مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گذر ایک غلہ کے ڈھیر کے پاس سے ہوا، آپ نے اس میں اپنے ہاتھ کو داخل کیا تو آپ کی انگلی گیلی ہو گئی، اس پر آپ نے کہا: اے غلہ بیچنے والے یہ کیا ماجرا ہے؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ آسمانی بارش کی وجہ سے ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے اس کو غلہ کے اوپر کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ اسے دیکھتے، جو دھوکہ دے وہ مجھ سے نہیں ہے۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (صُبْرَةِ طَعَامٍ) کا معنی: مجموعہ وڈھیر بغیر وزن وپیمانہ کے، اور (أصابته السماء) کا معنی: یعنی بارش کے سبب ہوا ہے۔ اور (فَلَيْسَ مِنِّي) کا مطلب: میرے طریقے پر نہیں ہے۔
- دھوکہ کی حقیقت باطل چیز کو حق کے لباس میں پیش کرنا ہے، یعنی ایسی بات جو شرعاً مامور بہ صدق کے منافی ہو، جبکہ خیر خواہی ہر مسلمان کے نزدیک مندوب ہے۔
- جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے کسی معاملہ کو سونپا ہے اور اس پر اسے نگہبان بنایا ہے اور اسے ان کی دین ودنیا کے فائدے کے لیے متعین کیا ہے، اسے مسلمانوں کو دھوکہ دینے سے بچنا چاہیے۔
- شریعت مطہرہ نے دھوکہ کو حرام قرار دیا ہے تاکہ سماج کے افراد میں سے ہر فرد دوسرے کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کرے جس طرح وہ اپنے لیے کرنے کو پسند کرتا ہے، پس جس طرح وہ اپنے ساتھ کوئی دھوکہ اور حیلہ کرنا نہیں پسند کرتا تو وہ دوسروں کے ساتھ اسے کرنا کیسے پسند فرمائے گا؟
- حدیث کا مفہوم صرف مالی امور میں دھوکہ کی حرمت پر دلالت نہیں کرتی، بلکہ بہت وسیع ہے۔ یہ ایک عام قاعدہ کے طور پر ہے، جو اجتماعی زندگی کی تمام اقسام کو شامل ہے۔ اور دھوکہ کی مشہور اور خطرناک قسموں میں سے طلبا کا امتحانات میں دھوکہ کرنا بھی ہے۔

آج کی حدیث

٤٥- عن ثابت بن الضحاك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (لَعْنُ المؤمن كقتله) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ثابت بن ضحّاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مومن کو لعن طعن کرنا اسے قتل کرنے کی طرح ہے۔‘‘ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- بے شک مومن کو لعن طعن کرنا بڑے گناہوں میں سے ہے۔
- لعنت ایک بُری عادت ہے، جو اہل ایمان کے اخلاق کے منافی ہے۔
- بے شک مومن کو لعنت کرنا اسے قتل کرنے کی طرح ہے اور یہ اس لیے کہ جب تم کسی مومن سے یہ کہو کہ: اللہ کی تم پر لعنت ہو تو گویا تم نے اسے قتل کر دیا، کیوں کہ لعنت کہتے ہیں: اللہ کی رحمت سے دوری اور دھتکارنے کو۔ اور جو اللہ کی رحمت سے دور کر دیا گیا وہ اس مقتول کی طرح ہو گیا جو دنیا کی زندگی کا محتاج ہو جائے، کیوں کہ وہ مطرود اور رحمتِ الٰہی سے دور کیا ہوا شخص آخرت کی زندگی سے محروم ہو جاتا ہے۔
- مسلمان شخص پر اپنے آپ کو یا دوسروں کو لعنت بھیجنا حرام ہے، اسی طرح اس کے لیے کسی حیوان یا جماد کو لعن طعن کرنا منع ہے، بلکہ وہ ان چیزوں سے اپنی زبان کو محفوظ رکھے گا۔
- جو شخص کسی انسان پر لعنت بھیجتا ہے تو وہ لعنت ملعون تک پہنچ جاتی ہے، پس اگر وہ اس کا اہل ہوتا ہے تو وہ اس کا حق دار بن جاتا ہے اور اگر وہ اس کا اہل نہیں ہوتا، تو وہ لعنت کہنے والے کی طرف واپس چلی جاتی ہے۔

آج کی حدیث

٤٦- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (إياكم والظن، فإن الظن أكذب الحديث، ولا تحسسوا، ولا تجسسوا، ولا تنافسوا، ولا تحاسدوا، ولا تباغضوا، ولا تدابروا، وكونوا عباد الله إخوانا) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم (بد) گمانی سے بچو، کیوں کہ بد گمانی سب سے بڑی جھوٹ ہے، اور نہ کسی کے ٹوہ میں پڑو، اور نہ کسی کی جاسوسی کرو، اور (باطل امور میں) ایک دوسرے سے مقابلہ بازی و تنافس نہ کرو، اور نہ کسی دوسرے سے حسد کرو، اور نہ کسی دوسرے سے بغض رکھو، اور نہ کسی دوسرے سے قطع تعلق کرو، اور اللہ کے بندے بھائی بن کر رہو۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کے فرمان: (إياكم والظن، فإن الظن أكذب الحديث) سے مراد: برے گمان سے روکنا ہے۔
- ظن کو سب سے بڑی جھوٹ اس لیے کہا گیا ہے، کیوں کہ بد گمانی کسی ایسے چیز کا سہارا نہیں لیتی جس پر اعتماد کرنا جائز ہو، اسی لیے یہ عام جھوٹ سے زیادہ سخت ہے۔
- تحسّس کسی قوم کی بات کو (چپکے سے) سننے کو کہتے ہیں، اور تجسّس پوشیدہ عیوب کی تلاش و جستجو کو کہتے ہیں، خواہ یہ ڈائرکٹ ہو یا موبائل وغیرہ آلاتِ تواصل کے ذریعہ ہو، تاکہ گھروں کے رازوں کا پتہ لگایا جاسکے اور مسلمانوں کے عیوب کو تلاش کیا جاسکے اور ان تمام چیزوں سے اسلام نے منع کیا ہے۔
- تنافس سے یہاں مراد وہ تنافس ہے جو دنیاوی طمع کے لیے ہو، اور اس کا مفہوم اپنے ساتھیوں پر دنیاوی امور میں خود نمائی طلب کرنا اور ان پر گھمنڈ کرنا اور ان کی ریاست میں ان کا مقابلہ کرنا اور ان کے خلاف زیادتی کرنا ہے۔

- آپس میں بغض نہ رکھو، یعنی: ایسا کام نہ کرو جو آپس میں بغض وکراہیت تک پہنچادے۔ اور تدابر کا معنی: دشمنی وعداوت ہے، اور کہا گیا ہے کہ: قطع تعلق ہے، کیوں کہ ہر ایک شخص اپنے ساتھی سے پیٹھ پھیر لیتا ہے، اور حسد کہتے ہیں کہ اپنے ساتھی کی نعمت کے زوال کی تمنا کرنا، اور یہ حرام ہے۔ اور (وكونوا عباد الله إخوانا) ''اور آپس میں اللہ کے بندوں بھائی بن کر رہو''، یعنی بھائی کی طرح معاملہ کرو، الفت ومحبت اور نرمی، شفقت وملاطفت اور بھلائی وغیرہ سے متعلق تعاون کرنے میں ان کی معاشرت اختیار کرو، اور دل کو صاف رکھو اور ہر حال میں نصیحت وخیر خواہی کا جذبہ رکھو۔

آج کی حدیث

٤٧- عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (إن العبد لَيَتَكَلَّمُ بالكلمة من رِضْوَانِ الله تعالى ما يُلْقِي لها بَالًا يَرْفَعُهُ الله بها درجاتٍ، وإن العبد لَيَتَكَلَّمُ بالكلمة من سَخَطِ الله تعالى لا يُلْقِي لها بَالًا يَهْوِي بها في جهنم) رواه البخاري

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "بے شک بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی بات کرتا ہے اور اسے اس کی پرواہ نہیں ہوتی، مگر اس کی وجہ سے اللہ اس کے مرتبے کو بلند کر دیتا ہے، اور ایک بندہ اللہ کی ناراضگی کی بات کرتا ہے اور اسے اس کی پرواہ نہیں ہوتی، مگر اس کی وجہ سے وہ جہنم میں گر جاتا ہے۔" (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کا فرمان (لا يُلْقِي لها بَالًا) یعنی: اپنے دل میں اس کے بارے میں غور نہیں کرتا، اور نہ اس کے نتیجہ اور انجام کے بارے میں ہی سوچتا ہے، اور نہ یہ گمان ہی کرتا کہ یہ کچھ اثر انداز ہو گا۔
- بلا سوچے سمجھے نکلنے والے کلمات کی مثالوں میں سے: لوگوں کی عزتوں کے بارے میں کلام کرنا یا لایعنی امور میں بات کرنا یا ایسی گفتگو کرنا جس سے اپنے مسلمان بھائی کو تکلیف پہنچانا لازم آئے، وغیرہ۔
- اس حدیث میں جہنم کے طبقات کا بیان ہے جو نچلی سطح تک ہو گا، جس میں عذاب دیے جانے والے لمبی مدت تک گرتے رہیں گے یہاں تک کہ اس کی گہرائی تک پہنچ جائیں گے۔ اللہ اس سے ہمیں محفوظ رکھے۔
- خیر کی باتیں کرنے پر جنت میں بلندی درجات کا وعدہ ہے اور بری باتیں کرنے پر جہنم میں گرنے کی وعید ہے۔
- گفتگو کا موضوع وہی ہونا چاہیے جو اپنے مرتب ہونے والے اثر کو طے کرے، کیوں کہ بسا اوقات مسلمان ایک کلمہ کی وجہ سے اپنے اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ ایک کلمہ کی وجہ سے اسلام کی مدد کرتا ہے۔
- اس چیز سے انتباہ جو انسان کو دین و دنیا میں نقصان پہنچائے اور اس چیز کی ترغیب جو اس کو دین و دنیا میں نفع پہنچائے۔

- بے شک جنت کے کئی درجات ہیں اور جہنم کے کئی طبقے ہیں۔

آج کی حدیث

٤٨- عن جابر رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: (إن الشيطان قد يئس أن يعبده المصلون في جزيرة العرب، ولكن في التحريش بينهم) رواه مسلم

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بے شک شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرۂ عرب میں نمازی لوگ اس کی عبادت کریں گے، لیکن وہ ان کے درمیان باہمی پھوٹ ڈالنے میں پُر امید ہے۔'' (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- یہ حدیث نبی ﷺ کے معجزات میں سے ہے، کیوں کہ اس میں آپ ﷺ نے غیب کی باتوں کی خبر دی ہے، اور وہ اسی طرح واقع ہوئیں جس طرح آپ ﷺ نے خبر دی ہے۔
- بے شک شیطان مسلمانوں کے درمیان لڑائیاں، بغض وعداوت، جھگڑے اور فتنے ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔
- شیطان مسلمانوں کے خلاف مختلف ہتھکنڈے اپناتا ہے، تاکہ ان کے درمیان جدائی پیدا کر دے اور ان کی اتحاد کو پارہ کر دے۔
- اسلام میں نماز کے فوائد میں سے ہے کہ یہ مسلمانوں کے درمیان محبت والفت کو باقی رکھتا ہے اور ان کے درمیان بھائی چارہ کے روابط کو مضبوط کرتا ہے۔
- شہادتین کے بعد نماز دین کے عظیم ترین شعائر میں سے ہے، اسی لیے مسلمانوں پر مصلین جیسے وصف کا اطلاق کیا گیا ہے۔
- اس حدیث میں جزیرۂ عرب کی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے کہ یہ اسلامی دیار کی اصل وبنیاد ہے اور اس کے باشندے مسلمانوں کے اصل وبنیاد ہیں۔

آج کی حدیث

٤٩- عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (من لا يَرحم لا يُرحم)

رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو (دوسرے پر) رحم نہیں کرتا، اس پر (بھی) رحم نہیں کیا جاتا۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اس حدیث کا قصہ یوں ہے کہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ جو بنی تمیم کے سردار تھے، نبی ﷺ کی زیارت فرمائی، اور زیارت کے دوران انھوں نے نبی ﷺ کو اپنے نواسے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا بوسے لیتے دیکھا، تو اس پر اقرع کو تعجب ہوا، اور کہا: آپ لوگ اپنے بچّوں کا بوسہ لیتے ہیں؟ بے شک میرے پاس دس بیٹے ہیں، میں نے ان میں سے کسی کا بوسہ نہیں لیا!! چناں چہ نبی ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: ”جو رحم نہیں کرتا، اُس پر رحم نہیں کیا جاتا۔“
- انسانوں بلکہ جانوروں کے ساتھ رحم کرنا شریف جذبہ اور اچھی صفت ہے اور رحمتِ الٰہی پانے کا ذریعہ ہے۔
- رحمت بچوں پر شفقت کرکے ہوتا ہے، اور اس کا مظہر بوسہ اور معانقہ ہے، جیسا کہ رسول ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا۔
- رحمت باپ دادا اور ماؤں کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کا مظہر عمدہ بات کرنا، بہتر کاردگی کرنا، سچی خدمت کرنا اور معصیت کے علاوہ باتوں میں ان کی اطاعت کرنا ہے۔
- رحمت شوہر وبیوی کے درمیان ہوتا ہے، اور اس کی علامت بھلائی کے ساتھ معاشرت اختیار کرنا اور متبادل اخلاص پایا جانا ہے۔

- رحمت رشتے داروں کے ساتھ ہوتا ہے، اوراس کی علامت نیکی اور صلہ رحمی کرنا، زیارت و محبت کرنا، ان کو فائدہ پہنچانے کے لیے کوشاں رہنا اور ان کی تکلیف کو دور کرنا ہے۔
- رحمت تمام لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے، لہذا جو تم اپنی ذات کے لیے پسند کرو، وہی ان کے لیے پسند کرو اور جو اپنی ذات کے لیے ناپسند کرو، وہی ان کے لیے بھی ناپسند کرو۔
- رحمت حیوانوں کے ساتھ ہوتا ہے، لہذا تم ان کے لیے ان کا کھانا اور پانی پیش کرو، ان کے زخم کا علاج کرو، ان کو مشکل کام کا مکلف نہ بناؤ اور نہ ان پر زیادہ بوجھ ڈالو۔

آج کی حدیث

٥٠- عن خولة الأنصارية رضي الله عنها قالت: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: (إن رجالا يتخوضون في مال الله بغير حق، فلهم النار يوم القيامة) رواه البخاري

سیدنا خولہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بے شک جو لوگ اللہ کے مال میں ناحق طریقے سے تصرّف کرتے ہیں، ان کے لیے روز قیامت جہنم ہو گی۔'' (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کا فرمان (يتخوضون في مال الله بغير حق) یعنی باطل طریقے سے مسلمانوں کے مال میں تصرّف کرتے ہیں۔
- حاکم کی اجازت کے بغیر عام مال میں ناحق تصرّف کرنا حرام ہے اور یہ گناہِ کبیرہ میں سے ہے۔
- جو شخص اپنے مال یا غیر کے مال میں غیر شرعی طریقے سے تصرّف کرتا ہے تو اس کے لیے روز قیامت جہنم ہو گی، مگر یہ کہ اس سے توبہ کر لے اور مظالم کو صاحبِ حق تک پہنچادے نیز حرام امور میں مال کو خرچ کرنے سے توبہ کر لے۔
- مال کا فتنہ سب سے خطرناک فتنوں میں سے ہے، اس سے صرف سچا اور پاک دامن مومن ہی محفوظ رہ سکتا ہے۔
- مسلمان پر حرام طریقے سے مال کمانا حرام ہے اسے صرف حلال طریقے سے کمانا چاہیے، کیوں کہ حرام طریقہ سے اس کا کمانا، باطل طریقے سے اس میں تصرّف کرنا ہے۔
- مسلمانوں کے ہاتھ میں اور ان کے حاکموں کے ہاتھ میں رہنے والا مال، اللہ کا مال ہے، اللہ نے ان کو اس کا جانشین بنایا ہے، تاکہ مشروع امور میں اسے خرچ کریں۔ لہٰذا اس میں باطل طریقہ سے تصرّف کرنا حرام اور فساد کا باعث ہے۔

آج کی حدیث

٥١- عن ابن عمر رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (ما يزال الرجل يسأل حتى يأتي يوم القيامة وليس في وجهه مزعة لحم) رواه مسلم

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آدمی برابر سوال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کا کوئی لوتھڑا نہیں ہوگا۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ بلا کسی ضروری حاجت کے زیادہ سوال کرنا (بھیک مانگنا) بری بات ہے۔
- آپ ﷺ کے فرمان (ما يزال الرجل يسأل الناس حتى يأتي يوم القيامة ليس في وجهه مزعة لحم) کا مطلب یعنی مانگنے والا آدمی کثرت سے سوال کرتا رہتا ہے اور لوگوں سے بغیر فقر و محتاجگی کے سوال کرنے میں اصرار کرتا ہے، اور وہ مال میں زیادتی کے لیے سوال کرتا ہے، اور اپنے نفس کو ذلیل کرتا ہے اور اپنی اس کرامت کو رسوا کرتا ہے، جس کی حفاظت کرنا اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر واجب کیا ہے، لہذا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے، اور وہ روز قیامت اس کو ویسے ہی ذلیل کرے گا جس طرح اس نے اپنے آپ کو دنیا میں ذلیل کیا تھا اور اسے لوگوں کے سامنے رسوا کرے گا اور اس کے پورے چہرے کا گوشت اتر جائے گا، یہاں تک کہ لوگوں کے سامنے اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر کوئی گوشت کا ٹکڑا نہیں ہوگا اور یہ اس چیز کا پورا صلہ ہوگا جو اس نے دنیا میں اپنے چہرہ کا پانی بہایا تھا۔
- اس سزا میں وہ شخص بھی شامل ہوگا جو خیراتی تنظیموں کے پاس بغیر کسی حاجت کے صدقات وصول کرنے کے لیے جاتا ہے یا ایسا مال دار شخص جو بطور حیلہ کسی اجتماعی ضمانت کو لیتا ہے، تو یہ سب اپنے نفس کو دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی سے دوچار کرنے والے ہوں گے۔

- اس حدیث میں محنت ومشقت اور زمین کے کندھوں پر چل کر جائز کمائی کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ انسان اپنے نفس کو پاک رکھ سکے اور دوسروں سے بے نیاز ہو سکے۔ اور سوال کرنے سے اپنے آپ کو دور رکھے، مگر مجبور شخص یا وہ جو کسی شخص کا بوجھ اٹھائے یا جسے کوئی مصیبت یا فاقہ کشی وغیرہ لاحق ہو۔

آج کی حدیث

٥٢- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا اؤتمن خان، وإذا وعد أخلف) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے اور جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- یہاں نفاق سے مراد نفاق عملی ہے، نہ کہ نفاق اعتقادی۔
- انھی تین علامات پر اکتفا کیا گیا ہے کیوں کہ یہ اپنے ماسوا کے بارے میں متنبہ کرنے والی ہیں، اس لیے کہ دین داری کی اصل تین چیزوں: قول، فعل اور نیّت پر منحصر ہے۔ لہذا قول کے فساد (خرابی) کو کذب کے ذریعہ اور فعل کے فساد کو خیانت کے ذریعہ اور نیت کے فساد کو وعدہ خلافی کے ذریعہ متنبہ کیا گیا ہے۔
- مسلمانوں کو چاہیے کہ منافقین کی صفات کو پہچانیں تا کہ ان سے دوری اختیار کر سکیں۔
- اس حدیث میں منافقین کے بارے میں وارد صفات یہ ہیں:
- بات کرتے وقت جھوٹ بولنا: منافق کی علامت میں سے ہے کہ وہ ہمیشہ بات کرتے وقت جھوٹ بولتا ہے، وہ سچ نہیں بولتا اور نہ سچائی کو پسند کرتا ہے اور جھوٹی افواہیں پھیلاتا پھرتا ہے، جیسا کہ ہمارے زمانے میں سوشل میڈیا (واٹسآپ، ٹوئٹر، فیس بک، گوگل وغیرہ) میں ہوتا ہے۔
- وعدہ خلافی کرنا: منافق کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے وعدہ اور مواعید (تاریخوں) کی خلاف ورزی کرتا ہے خواہ مکانی ہو یا زمانی اور وہ اسے نبھاتا نہیں۔
- امانت میں خیانت کرنا: منافق کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ امانت میں خیانت کرتا ہے اور اس کی پاسداری نہیں کرتا ہے۔ یا تو اس کی حفاظت میں کوتاہی کرتا ہے یا اس کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لیتا ہے یا تو ناجائز طور پر رشوت کے ذریعہ وظائف اور نوکریوں پر قبضہ حاصل کرتا ہے اور کمائی کرتا ہے وغیرہ۔

آج کی حدیث

۵۳- عن عبداللہ بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر) رواه البخاري ومسلم

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔'' (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ مسلمان کو ناحق گالی دینا حرام ہے اور اس کا کرنے والا فاسق یعنی گناہ گار ہے۔
- ناحق مسلمان سے قتال کرنا اور اس پر زیادتی کرنا عظیم جرم ہے، جو بڑے گناہوں میں سے ہے۔
- یہاں (حدیث میں) مذکور کفر سے مراد ''کفر دون کفر'' ہے، اس سے وہ کفرِ اکبر نہیں مراد ہے، جو ملت سے خارج کر دیتا ہے۔
- مسلمان پر ضروری ہے کہ اپنی زبان کو گالی گلوچ اور ہر قسم کی فحش باتوں سے محفوظ رکھے اور اپنے ہاتھ کو مسلمانوں سے قتال کرنے سے محفوظ رکھے۔
- اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ کافر کو گالی دینا جائز ہے، اور یہ اس صورت میں ہے جب وہ محارب وجنگ جو کافر ہو البتہ وہ لوگ جن کا ہمارے اور ان کے درمیان کوئی عہد وپیمان ہے تو شریعت کی طرف سے نصوص اسے تکلیف دینے سے روکتی ہیں خواہ گالی گلوچ کے ذریعہ ہو یا دیگر طریقہ سے۔

آج کی حدیث

٥٤- عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: (لا تسبوا أصحابي، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد، ذهبا ما بلغ مدّ أحدهم، ولا نصيفه) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”میرے صحابہ کو گالی مت دو، اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد (پہاڑ) کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ ان کے مُد تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی اس کے آدھا۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- مُد کہتے ہیں: اوسط قد والے آدمی کے ہاتھوں کی دونوں ہتھیلیوں بھر جو نہ بڑی ہوں اور نہ چھوٹی، تو اسے مد کہا جاتا ہے (یہ ایک قسم کا پیمانہ ہے)۔ اور نصیف: یعنی آدھا۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر صحابہ کے بعد آنے والا کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو یہ صحابی کے ثواب کو کبھی نہیں پہنچ سکتا۔
- عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: صحابہ اس امت کے سب سے پاکیزہ دل والے، سب سے گہری علم والے، سب سے کم تکلّف والے، سب سے بہتر طریقہ والے اور سب سے بہتر حالت والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے نبی ﷺ کی صحبت اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے چنا تھا۔
- آپ ﷺ کا قسم کھانا، حالاں کہ آپ بغیر قسم کھائے سچے تھے، لیکن بات کو پختہ کرنے کے لیے ایسا کیا، اس لیے تمہارے لیے بھی سامعین سے اپنی بات پختہ کرنے کے لیے اللہ واحد کا قسم کھانا جائز ہے۔
- صحابہ کرام کو گالی دینا منع ہے اور ان سے راضی ہونا اور ان کو ان کا مقام دینا، ان کی فضیلت اور سبقت و برتری کی معرفت رکھنا، ان کا نبی ﷺ کے ساتھ جہاد کرنا، ان کا اللہ عزوجل کے دین کی تبلیغ و پرچار کرنے کے بارے میں جانکاری رکھنا واجب ہے۔ اور اس بات پر اعتقاد و یقین رکھنا کہ وہ انبیاء کے بعد لوگوں میں سب سے افضل ہیں، ان کی طرح نہ کوئی تھا اور نہ کوئی ہوگا اور یہ کہ ان کے بعد کسی کے لیے ان کے مقام تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔

آج کی حدیث

٥٥- عن البراء بن عازب رضي الله عنهما قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: (الأنصار لا يحبهم إلا مؤمن، ولا يبغضهم إلا منافق، فمن أحبهم أحبه الله، ومن أبغضهم أبغضه الله) رواه البخاري ومسلم

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''انصار سے صرف مومن ہی محبت رکھے گا اور ان سے صرف منافق ہی بغض رکھے گا، لہٰذا جو ان سے محبت رکھے اللہ اسے پسند فرمائے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ ان سے بغض رکھے گا۔'' (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- انصار مدینہ نبویہ کے وہ لوگ ہیں جنھوں نے رسول ﷺ اور آپ کے مہاجرین صحابہ کا استقبال کیا، انھیں مدینہ میں پناہ دیا، ان کو اپنے اموال میں شریک کیا، ان پر کسی قسم کی بخالت سے کام نہیں لیا اور اپنی جانوں اور مالوں کے ذریعہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔
- انصار رضی اللہ عنہم سے محبت کی ترغیب اور ان کی فضیلت کا بیان، اس لیے کہ انھیں کے ذریعہ دین کو اعزاز حاصل ہوا اور انھوں نے جانوں اور مالوں کو خرچ کیا اور اپنی جانوں پر مہاجرین کو ترجیح دی اور ان کو پناہ دیا اور ان کی مدد وغیرہ کی۔
- جو شخص انصار کی سیرت، ان کے ایمان واخلاق اور اس دین کی نصرت کے لیے ان کی قربانیوں کے بارے میں غور کرتا ہے، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان سے محبت رکھے اگر وہ مومن ہے اور اس دین سے محبت کرتا ہے۔ اور اگر ان سے بغض رکھتا ہے تو ایسا شخص منافق ہے اور اس دین کو ناپسند کرنے والا ہے۔
- انصار میں سے فاضل صحابۂ کرام: سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، ابی بن کعب، معاذ بن جبل، اسید بن حضیر، براء بن معرور، اسعد بن زرارہ، انس بن نضر، انس بن مالک، حسان بن ثابت، عبد اللہ بن عمرو بن حرام اور ان کے بیٹے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

آج کی حدیث

٥٦- عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال: والذي فلق الحبة، وبرأ النَسَمة، إنه لعهد النبي صلى الله عليه وسلم إلي: (أن لا يحبني إلا مؤمن، ولا يبغضني إلا منافق) رواه مسلم

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو اُگایا اور مخلوق کو پیدا فرمایا، بے شک نبی ﷺ نے مجھے یہ وصیت فرمائی ہے کہ: ”مجھ سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور مجھ سے صرف منافق ہی بغض رکھے گا۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (والذي فلق الحبة) کا مطلب: علی رضی اللہ عنہ اس اللہ کی قسم کھا رہے ہیں، جس نے دانہ کو پھاڑ کر اس سے پودا نکالا۔ اور (وبرأ النسمة) کا مطلب: برأ کا معنی پیدا کرنا ہے، اور النسمة انسان کو کہتے ہیں، اور کہا گیا ہے کہ: اس سے نفس وجان مراد ہے۔
- علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا سچے ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی پہچان ہے۔
- مسلمان پر واجب ہے کہ امام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اسی طرح محبت کرے جس طرح تمام صحابہ سے محبت کرتا ہے اور ان کی قدر ومنزلت کو جانتا ہے۔
- علی رضی اللہ عنہ کے حق اور ان سے محبت کے وجوب کے سلسلے میں کثرت سے صحیح اسانید پائے جانے کا سبب، نبی ﷺ کی طرف لوٹتا ہے کیوں کہ آپ ﷺ اپنے بعد ان کے بارے میں لوگوں کی طرف سے ہونے والے افراط و تفریط، جفا اور غلو کا اندیشہ رکھتے تھے۔ واللہ اعلم [١]

[١] لیکن افسوس کہ بہت سارے لوگ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں افراط و تفریط کا شکار ہیں، بعض آپ کی شان میں مبالغہ کرتے ہوئے یا علی مدد کا نعرہ لگاتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو سب وستم کا نشانہ بناتے ہیں اور اعتدال کی راہ سے ہٹے ہوئے ہیں۔ اللہ انھیں ہدایت دے۔ (مترجم)

آج کی حدیث

٥٧- عن جُبير بن مطعم رضي الله عنه أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول: (لا يدخلُ الجنةَ قاطعُ رحِمٍ) رواه البخاري ومسلم

سیدنا جُبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں داخل ہو گا۔'' (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- رحم: ہر وہ قرابت جو تمھیں نسب کے رشتہ سے جوڑدے، خواہ ماں کی جانب سے ہو یا باپ کی طرف سے۔
- رحم (رشتہ) کی دو قسمیں ہیں: ایسا رشتہ جس کا جوڑنا واجب ہے اور اس کا کاٹنا حرام ہے۔ یہ ہر وہ رشتہ ہے جو محرم ہو، جیسے چاچیاں، خالائیں، چاچائیں، خالوئیں۔ اور ایک وہ رشتہ ہے، جس کا کاٹنا مکروہ ہے، اور اس کا جوڑنا مندوب و مستحب ہے۔ اور یہ غیر محرم رشتے ہیں، جیسے چاچاؤں کے بیٹے اور خالوؤں کے بیٹے وغیرہ۔
- قطع رحمی بڑے گناہوں میں سے ایک ہے، کیوں کہ شریعت نے اس کے توڑنے والے کو لعنت، قطع الٰہی اور جنت میں داخلے سے محروم رہنے کی دھمکی دی ہے۔
- قطع رحمی کرنے والا اللہ کی کتاب میں ملعون ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُوْلَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَى أَبْصَارَهُمْ﴾ ''اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کردو اور رشتے ناتے توڑ ڈالو یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی پھٹکار ہے اور جن کی سماعت اور آنکھوں کی روشنی چھین لی ہے۔'' [محمد: ٢٢-٢٣]

علی بن حسین رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم کسی رشتہ توڑنے والے کی صحبت نہ اختیار کرنا، کیوں کہ میں نے کتاب اللہ میں تین جگہ ایسی پایا ہے، جہاں اسے لعنت دی گئی ہے۔

- اس حدیث میں آپ ﷺ کے فرمان (لایدخل القاطع الجنۃ) کی علمانے یہ تفسیر کی ہے: بے شک قطع رحمی کرنے والا مسلمان، سابقین لوگوں کے ساتھ ابتدائی طور پر جنت میں داخلے سے محروم کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ اپنی گناہ کے بقدر عذاب چکھ لے گا، پھر اللہ تعالیٰ اسے اپنی مشیئت و رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔

آج کی حدیث

٥٨- عن حذيفة بن اليمان رضي الله عنهما قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:

(لا يدخل الجنة نمام) رواه البخاري ومسلم

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ’’چغلخور شخص جنت میں نہیں جائے گا۔‘‘ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- نمّام کہتے ہیں: جو لوگوں کی بات کو ایک دوسرے تک ان کے درمیان جھگڑا وفساد کرانے کے لیے نقل کرے، خواہ صراحت کے ساتھ ہو یا اشارہ کے ساتھ، یا ان کے علاوہ ذریعہ سے ہو۔
- نمیمہ بڑے گناہوں میں سے ایک ہے اور یہ مسلمانوں کی اجماع کے مطابق حرام ہے اور یہ ایسی راہ ہے جو جہنم تک لے جانے والی ہے۔
- آپ ﷺ کا فرمان (لا يدخل الجنة نمام) بطور دھمکی ہے۔ علما نے اس کی تفسیریوں کی ہے: بے شک چغلخور مسلمان، سابقین لوگوں کے ساتھ ابتدائی طور پر جنت میں داخلے سے محروم کر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ اپنی گناہ کے بقدر عذاب چکھ لے گا، پھر اللہ تعالیٰ اسے اپنی مشئیت ورحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔
- چغلخور سے دور رہنا اور اسے نصیحت کرنا واجب ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لے۔

آج کی حدیث

٥٩- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (لا يدخلُ الجنةَ من لا يأمنُ جارُه بوائقَه) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔“ (مسلم نے)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- بوائق کا معنی: شر ور وفساد یعنی: اس کا پڑوسی اس سے خوف زدہ رہے، یا اس سے یہ توقع رکھے کہ وہ اسے شر پہنچا سکتا ہے، لہذا وہ اس کی شر سے محفوظ نہیں رہتا، اور اس بات سے بھی ڈرتا ہے کہ کہیں وہ اس کے اہل یا مال میں جانشین نہ بن جائے، اور اس طرح کی دیگر برائیوں کی اس سے توقع ہو۔
- لوگوں میں گھر کے امن کو (بگاڑنے کی) دھمکی دینے والا سب سے قریبی شخص پڑوسی ہوتا ہے، کیوں کہ دیگر لوگوں کی بہ نسبت اس سے بچنا مشکل ہوتا ہے اور دوسروں کی بہ نسبت اس کا ضرر سخت ہوتا ہے، اس لیے کہ وہ سربستہ رازوں سے واقف ہوتا ہے، بہت ساری حقیقتوں سے پردہ اٹھانے والا ہوتا ہے، بہت ساری عیوب سے آگاہ ہوتا ہے، کمزوری کی جگہوں کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوتا ہے اور تکلیف پہنچانے پر سب سے زیادہ قادر ہوتا ہے۔
- پڑوسی کو تکلیف دینا بڑے گناہوں میں سے ہے اور اس کی بہت سی مثالیں ہیں: جیسے پڑوسی کے گھر کے سامنے پانی ڈال دینا، اس کے صحن میں مٹی و کنکڑ کا پھینکنا، اس کے راستہ کو تنگ کر دینا، اس کے محارم کی طرف دیکھنا، دیوار کو بلند کر کے اس سے ہوا کو روک لینا اور اسے گندی و تکلیف دہ ہوائیں پہنچانا وغیرہ۔
- آپ ﷺ کا برے پڑوسی کے بارے میں فرمان (لا يدخلُ الجنةَ) بطور دھمکی ہے۔ علما نے اس کی یوں تفسیر کی ہے: بے شک اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچانے والا مسلمان، سابقین لوگوں کے ساتھ ابتدائی طور پر جنت میں داخلے سے محروم کر دیا جائے گا یہاں تک کہ اپنے گناہ کے بقدر عذاب چکھ لے گا، پھر اسے اللہ تعالیٰ اپنی مشیئت و رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔

آج کی حدیث

٦٠- عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (مازال جبريل يوصيني بالجار حتى ظننت أنه سيورثه) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جبرائیل علیہ السلام مجھے برابر پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے یہ گمان کیا کہ کہیں اسے وارث نہ بنادیں۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- نیکی اور صلہ رحمی کی وصیت کی مشروعیت۔
- پڑوسی کا اپنے پڑوسی کے ساتھ وصیت کرنے کی تاکید اور اس کے معاملہ کے بارے میں مبالغہ کرنا۔
- پڑوسی کے سلسلے میں وصیت کا تکرار کرنا اس کے ساتھ عنایت وتوجہ کا اظہار کرنے کے لیے ہے۔
- ملائکہ پر ایمان لانا اور ان میں سب سے افضل جبرائیل ہیں۔
- پڑوسی تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک پڑوسی وہ ہے جس کا ایک حق ہے، دوسرا پڑوسی وہ ہے جس کا دو حق ہے اور تیسرا پڑوسی وہ ہے جس کا تین حق ہے۔
- پس وہ پڑوسی جس کا تین حق ہے: وہ مسلمان قریبی (رشتے دار) پڑوسی ہے۔ ایک تو پڑوسی کا حق ہے دوسرے اسلام کا حق اور تیسرے رشتہ داری کا حق ہے۔
- اور وہ پڑوسی جس کا دو حق ہے: وہ مسلمان پڑوسی ہے، اس کے لیے پڑوس اور اسلام کا حق ہے۔
- اور وہ پڑوسی جس کا صرف ایک حق ہے: وہ غیر مسلم پڑوسی ہے۔

آج کی حدیث

٦١- عَن أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: (مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرَاً أَو لِيَصْمُتْ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَاليومِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ، ومَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ واليَومِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ) رواه البخاري ومسلم.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔ اور جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کی تکریم کرے۔ اور جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی تکریم کرے۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- سوائے خیر کی باتوں کے علاوہ خاموش رہنا واجب ہے۔
- زبان کی حفاظت کی ترغیب۔
- پڑوسی کی تکریم کرنا واجب ہے۔ اور یہ مطلق اکرام ہے، اس میں عرفِ عام کی طرف رجوع کیا جائے گا، کبھی پڑوسی کی تکریم اس کے پاس جاکر اسے سلام کرکے اس کے پاس بیٹھنے سے ہو گا اور کبھی اسے اپنے گھر دعوت دے کر تکریم کرکے ہو گا اور کبھی اسے تحفہ تحائف دے کر ہو گا اور اس مسئلہ میں عرف عام کی طرف رجوع کیا جائے گا۔
- دین اسلام باہمی الفت و تقارب اور تعارف کا دین ہے۔
- مہمان کا اچھی طرح سے عزت افزائی کرنا واجب ہے، اس طور سے کہ اس سے ہشاشت وبشاشت اور خندہ روئی سے ملا جائے یعنی اس کا اچھی طرح سے استقبال کیا جائے اور اس سلسلے میں اس سے: تشریف لائیں، اللہ آپ کو آباد رکھے، وغیرہ جیسے کلمات کہے جائیں اور حسب استطاعت اس کی تکریم کی جائے۔

آج کی حدیث

٦٢- عن جابر بن عبدالله الأنصاري رضي الله عنهما قال: ((لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا، ومؤكله، وكاتبه، وشاهديه، وقال: (هم سواء) رواه مسلم

سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، اسے کھلانے والے، اسے لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہان پر لعنت بھیجی ہے، اور فرمایا کہ: یہ سب (گناہ) میں برابر ہیں۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- سود: اس اضافہ کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کی خرید و فروخت پر ہوتا ہے اس طرح کہ اس میں سود جاری ہوتا ہے، اسی طرح تاخیر کے بدلہ قرض میں مزید اضافہ کو سود کہتے ہیں۔

  سود کی دو قسمیں ہیں: ربا بالفضل (اضافہ کا سود) اور ربا النسیہ (قرض یعنی اُدھار کا سود) [1]

---

[1] حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ آیت کریمہ الذین یأکلون الربوا (سورہ بقرہ:۲۷۵) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: رِبَا کے لغوی معنی زیادتی اور اضافے کے ہیں۔ اور شریعت میں اس کا اطلاق "رِبَاالْفَضْلِ" اور "رِبَاالنَّسِيئَةِ" پر ہوتا ہے۔ "رِبَاالْفَضْلِ"، اس سود کو کہتے ہیں جو چھ اشیا میں کمی بیشی یا نقد و ادھار کی وجہ سے ہوتا ہے (جس کی تفصیل حدیث میں ہے، مثلاً گندم کا تبادلہ گندم سے کرنا ہے تو فرمایا گیا ہے کہ ایک تو برابر برابر ہو۔ دوسرے يَدًا بِيَدٍ (ہاتھوں ہاتھ) ہو۔ اس میں کمی بیشی ہو گی تب بھی اور ہاتھوں ہاتھ ہونے کی بجائے، ایک نقد اور دوسرا ادھار یا دونوں ہی ادھار ہوں، تب بھی سود ہے [حدیث کی تفصیل یوں ہے: سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ، سَوَاءً بِسَوَاءٍ، يَدًا بِيَدٍ، فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ، فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ، إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ). "سونے کی بیع سونے کے عوض، اور چاندی کی بیع چاندی کے عوض اور گندم کی بیع گندم کے عوض اور جو کی بیع جو کے عوض اور کھجور کی بیع کھجور کے عوض اور نمک کی بیع نمک کے عوض برابر برابر اور نقد بہ نقد ہو اور جب یہ اقسام مختلف ہو جائیں تو پھر جس طرح چاہو بیچو بشرطیکہ نقد بہ نقد ہو۔" (صحیح مسلم، رقم:۱۵۸۷)۔ اسی طرح سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

- سود بڑے گناہوں میں سے ہے اور سات ہلاک کرنے والی چیزوں میں سے۔ اس کی حرمت کے اندر صاحب معاملہ، اور جو (رجسٹرار) دو سودی لین دین کرنے والوں کی لکھاپڑھی کرے اور پھر اس پر گواہ بننے والوں کو شامل ہے۔
- جو شخص کسی معصیت پر معاون بنے گا تو اس کو بھی اس کا گناہ ملے گا، کیوں کہ دونوں گواہان اور رجسٹرار (لکھنے والے) نے سود کے سودا کے انعقاد پر تعاون کیا اس لیے وہ بھی اس لعنت کے مستحق ہوئے۔

(الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَزْنًا بِوَزْنٍ، مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَزْنًا بِوَزْنٍ، مِثْلًا بِمِثْلٍ، فَمَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبَى) ”سونے کو سونے کے بدلے میں تول کر برابر برابر فروخت کرو اور چاندی کو چاندی کے بدلے میں تول کر برابر برابر فروخت کرو، جس شخص نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو سود ہو گا۔“ (سنن نسائی، رقم:۶۱۶۱)] ”رِبَا النَّسِيئَةِ“ کا مطلب ہے کسی کو (مثلاً) ٦ مہینے کے لئے اس شرط پر سو روپے دینا، کہ واپسی ۱۲۵ روپے ہو گی۔ ۲۵ روپے ٦ مہینے کی مہلت کے لئے جائیں حضرت علی (رضي الله عنه) کی طرف منسوب قول میں اسے اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ ”كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا“ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ج۵، ص۲۸) ”قرض پر لیا گیا نفع سود ہے“، یہ قرضہ ذاتی ضرورت کے لئے لیا گیا ہو یا کاروبار کے لئے دونوں قسم کے قرضوں پر لیا گیا سود حرام ہے اور زمانۂ جاہلیت میں بھی دونوں قسم کے قرضوں کا رواج تھا۔ شریعت نے بغیر کسی قسم کی تفریق کے دونوں کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے۔ اس لئے بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ تجارتی قرضہ (جو عام طور پر بنک سے لیا جاتا ہے) اس پر اضافہ، سود نہیں ہے۔ اس لئے کہ قرض لینے والا اس سے فائدہ اٹھاتا ہے جس کا کچھ حصہ وہ بنک کو یا قرض دہندہ کو لوٹا دیتا ہے تو اس میں کیا قباحت ہے؟ اس کی قباحت ان متجددین کو نظر نہیں آتی جو اس کو جائز قرار دینا چاہتے ہیں، ورنہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں تو اس میں بڑی قباحتیں ہیں۔ مثلاً قرض لے کر کاروبار کرنے والے کا منافع تو یقینی نہیں ہے۔ بلکہ، منافع تو کجا اصل رقم کی حفاظت کی بھی ضمانت نہیں ہے۔ بعض دفعہ کاروبار میں ساری رقم ہی ڈوب جاتی ہے۔ جب کہ اس کے برعکس قرض دہندہ (چاہے وہ بنک ہو یا کوئی ساہوکار) کا منافع متعین ہے جس کی ادائیگی ہر صورت میں لازمی ہے۔ یہ ظلم کی ایک واضح صورت ہے جسے شریعت اسلامیہ کس طرح جائز قرار دے سکتی ہے؟ علاوہ ازیں شریعت تو اہل ایمان کو معاشرے کے ضرورت مندوں پر بغیر کسی دنیوی غرض ومنفعت کے خرچ کرنے کی ترغیب دیتی ہے، جس سے معاشرے میں اخوت، بھائی چارے، ہمدردی، تعاون اور شفقت و محبت کے جذبات فروغ پاتے ہیں۔ اس کے برعکس سودی نظام سے سنگ دلی اور خود غرضی کو فروغ ملتا ہے۔ ایک سرمائے دار کو اپنے سرمائے کے نفع سے غرض ہوتی ہے چاہے معاشرے میں ضرورت مند، بیماری، بھوک، افلاس سے کراہ رہے ہوں یا بے روزگار اپنی زندگی سے بیزار ہوں۔ شریعت اس شقاوت سنگ دلی کو کس طرح پسند کر سکتی ہے؟ اس کے اور بہت سے نقصانات ہیں، تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ بہر حال سود مطلقاً حرام ہے چاہے ذاتی ضرورت کے لئے لئے گئے قرضے کا سود ہو یا تجارتی قرضے پر۔ (تفسیر احسن البیان، ص۱۲۱)

- بنکی حسابات یا سودی کمپنیوں کے مراجعہ کا کام کرنا: یہ حرام سودی لین دین (عقد) پر تعاون کرنا اور اس میں شریک ہونا ہے۔ اور سودی کاروبار کا سودا، حساب و کتاب کرنے والی ٹیم کی مدد کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ پس جو شخص ان کاموں کو انجام دے گا تو وہ سودی گناہ اور اس کی لعنت کا مستحق ہو گا۔
- سعودی عرب کی مستقل فتوی کمیٹی کی طرف سے یہ بیان صادر ہوا کہ: کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی سودی کاروبار کرنے والے بنک میں نوکری کرے، اگرچہ مسلمان اس بینک میں غیر سودی کاروبار والا کام کرتا ہو، جیسے وہاں کے سودی مؤظفین کو ان کی حاجت کی چیزوں کی سپلائی کرنا، جس سے وہ سودی کاروبار میں مدد حاصل کر سکیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ "اور تم برائی اور سرکشی کے کاموں میں تعاون نہ کرو۔" [المائدہ:۲]
- سود خور شخص موت کے بعد خون کی نہر میں غوطہ لگائے گا اور اپنی قبر سے ایسی حالت میں اٹھے گا گویا کہ وہ شیطان کے مس کی وجہ سے مخبوط الحواس ہو چکا ہو۔[۱]

[۱] واضح رہے کہ سود خور کے بارے میں کافی وعید و لعنت وارد ہوئی ہیں، اور ایسا شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرنے والا ہے، (اور یہ ایسی سخت وعید ہے جو اور کسی معصیت کے ارتکاب پر نہیں دی گئی۔ اس لیے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے کہا ہے کہ اسلامی مملکت میں جو شخص سود چھوڑنے پر تیار نہ ہو، تو خلیفہ وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سے توبہ کرائے اور باز نہ آنے کی صورت میں اس کی گردن اڑادے (تفسیر ابن کثیر بحوالہ تفسیر احسن البیان، ص ۱۲۳)، تاہم سود خور کے بارے میں ماں کے ساتھ زنا والی تمام روایات بعض محققین اہل علم کے نزدیک درست نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں استاذ محترم پروفیسر شیخ علی بن عبد اللہ الصیاح حفظہ اللہ کا عربی زبان میں ایک تحقیقی رسالہ (أحادیث تعظیم الربا علی الزنا دراسہ نقدیہ) کے نام سے موجود ہے، اگرچہ بہتیرے مصنفین اور اہل علم نے سود خور کے بارے میں ماں سے زنا والی احادیث کو اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے اور اس سے حجت پکڑتے ہیں اور خطباو مقررین اپنی تقریروں میں بیان کرتے ہیں، لیکن احتیاط یہی ہے کہ ایسی روایات کو بیان کرنے سے بچا جائے، اور دیگر صحیح و ثابت شدہ روایات پر اکتفا کیا جائے۔ واللہ اعلم۔ (مترجم)

آج کی حدیث

٦٣- عن عبدالله بن عباس رضي الله عنهما قال: ((لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال)) رواه البخاري

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔" (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- کسی مرد کے لیے لباس، گفتگو اور چال ڈھال میں عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا اسی طرح عورتوں کی مخصوص زینت اپنانا درست نہیں ہے، اگرچہ ہنسی و مذاق کے طور پر ہو، اور یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔
- کسی عورت کے لیے مرد کی لباس، ان کی گفتگو اور ان کی تصرّفات میں مشابہت اختیار کرنا جائز نہیں، اگرچہ مذاق کے طور پر ہو اور یہ بڑے گناہوں میں سے ہے۔
- جب لباس اور زینت میں مشابہت حرام ہے، تو حرکات و سکنات اور اعضاء و آواز میں تصنع و بناوٹ اختیار کرنا تحریم و قبح اور برائی کے اعتبار سے زیادہ اَولیٰ ہے۔
- شریعت میں مخنث (ہجڑے) مردوں، اور عورتوں میں سے مردانہ شکل و صورت اختیار کرنے والیوں کے بارے میں لعنت آئی ہے، اور ایسے لوگوں کو شریعت نے گھروں سے باہر نکالنے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ صحیح (بخاری) میں ابن عباس رضی اللہ سے مروی حدیث ہے کہ: "نبی ﷺ نے مردوں میں سے مخنث لوگوں، اور عورتوں میں سے مردانہ شکل اختیار کرنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے، اور فرمایا: "ان کو اپنے گھروں سے نکال دو۔" راوی کہتے ہیں کہ: چناں چہ نبی ﷺ نے فلاں کو گھر سے نکال دیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے فلاں کو نکال دیا۔

آج کی حدیث

٦٤- عن عائشة وعبد الله بن عباس رضي الله عنهما قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (لعنة الله على اليهود والنصارى، اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد) رواه البخاري ومسلم

سیدہ عائشہ اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنالیا۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- قبروں کو مساجد بنانے کا مطلب: یعنی نماز وعبادت کی جگہ بنانا۔
- اس حدیث میں تاکیدی طور پر قبروں کو مسجدیں بنانے یا مسجد کے اندر کسی بھی شخص کو دفنانے کی ممانعت شامل ہے، اور اس سلسلے میں کافی سختی کرنے کی ہدایت ہے۔
- قبروں کے پاس نماز ادا کرنا شرک کے راستہ کو بند کرنے کے لیے ہے۔
- اس حدیث میں ان بدعتیوں کی تردید ہے، جو قبروں کو مسجدیں بنانے کی بدعت یا قبروں کے اندر مسجدیں قائم کرنے کی دلیل اس بات سے پکڑتے ہیں کہ آپ ﷺ کی قبر آپ کی مسجد میں ہے۔ حالانکہ آپ کی قبر آپ کے گھر میں تھی، پھر آپ کے گھر کو تابعین کے زمانہ میں مسجد کے احاطہ میں داخل کردیا گیا تاکہ آپ کی قبر کھودنے اور اکھاڑ پھینکنے سے محفوظ رہے۔
- یہود و نصاریٰ کی مشابہت حرام ہے۔

آج کی حدیث

٦٥- عن عمر رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: (لا تطروني، كما أطرت النصارى ابن مريم، فإنما أنا عبده، فقولوا عبدالله، ورسوله) رواه البخاري

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''میری شان میں اس طرح مبالغہ نہ کرو جس طرح نصاریٰ نے ابن مریم کے ساتھ کیا، کیوں کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، لہذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو[1] ۔'' (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اطراء کہتے ہیں: مدح وستائش میں حد سے تجاوز کرنا اور اس میں کذب بیانی سے کام لینا۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ: میری تعریف میں حد سے نہ بڑھ جاؤ کہ اس میں مبالغہ سے کام لو جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلو سے کام لیا اور ان کو الوہیت کا درجہ دے دیا۔
- رسول اللہ ﷺ کی شان میں حد سے تجاوز کرنے سے جو روکا گیا ہے وہ ممنوع عمل آپ ﷺ کی مدح سرائی میں غلو سے کام لینا ہے، وہ یہ کہ آپ ﷺ کی مدح وتعریف ان خصائص کے ذریعہ کی جائے جو اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں سے ہیں۔
- ہمارے رسول ﷺ کی مدح کا سب سے بہتر طریقہ: آپ کو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہنا ہے۔
- دوسروں کی تعریف میں مبالغہ آرائی سے بچنا چاہیے۔

---

[1] لیکن اس صریح ممانعت کے باوجود آج بہتیرے مسلمان محبت نبی ﷺ کے نام پر غلو کا شکار ہیں، اور اس غلو کے مظاہر میں سے آپ کو نور من نور اللہ کہنا، اور ((لولا ک لما خلقتُ الأفلاک)) کی من گھڑت روایت کی وجہ سے آپ کو کائنات کے وجود کا سبب ماننا، آپ ﷺ کے بارے میں مطلق طور پر علم غیب کا عقیدہ رکھنا، آپ ﷺ کے بارے میں ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کا عقیدہ رکھنا، میلاد کی محفلوں میں آپ ﷺ کی آمد کا عقیدہ رکھنا اور قیام تعظیمی کرنا، مختلف شرکیہ نعت پڑھنا بالخصوص ساتویں صدی ہجری میں ایجاد کردہ بوصیری کا قصیدہ بردہ شریف کا میلاد کے موقع پر پڑھنا، جب کہ اس قصیدہ میں آپ ﷺ کی شان میں مبالغہ کرکے یہاں تک کہہ دیا گیا ہے کہ دنیا وآخرت میں جو کچھ ہے وہ آپ ﷺ کی سخاوت وفیاضی کا نتیجہ ہے، اور آپ ﷺ کے علم سے ہی لوح وقلم کا علم ہے، اور اس میں عام حوادث کے وقوع پر آپ ﷺ کی طرف پناہ طلب کیا گیا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ (مترجم)

- نصاریٰ کے کفر کا سبب مسیح (عیسیٰ) علیہ السلام کی شان میں اوران کے بعد پادریوں اور پادریات کی شان میں غلو کرنا تھا اور عیسی علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہنا تھا [1] یہاں تک کہ اس چیز نے انھیں کتبِ مقدسہ میں تحریف کرنے تک پہنچادیا تاکہ وہ اپنے خود ساختہ باطل اعتقاد کی صحت پر دلیل پکڑ سکیں۔

[1] نصاریٰ میں بعض عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ مانتے ہیں، اور بعض انھیں اللہ قرار دیتے ہیں، جبکہ بعض تثلیث (ٹرینٹی) کا عقیدہ رکھتے ہیں یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو تین خداؤں میں سے ایک مانتے ہیں: اللہ، عیسیٰ، مریم یا اللہ، عیسیٰ، جبرئیل۔ والعیاذ باللہ۔ (مترجم)

آج کی حدیث

٦٦- عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (أشد الناس عذابا يوم القيامة المصورون) رواه البخاري ومسلم

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہو گا۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- مصورین وہ ہیں جو جانداروں کی تصویر بناتے ہیں یا مجسمے بناتے ہیں خواہ کسی بھی مادہ سے ہو۔
- تصویر بنانے والے کی دو حالتیں ہوتی ہیں:

پہلی حالت یہ ہے کہ: اپنی تصویر سے اللہ کی خلقت کی مشابہت کا ارادہ رکھے اور یہ خیال کرے کہ اس کی تصویر اللہ تعالیٰ کی تصویر سے بڑھ کر یا اس کے مثل ہے، یا بتوں کی پوجا کرنے والوں کیلئے بتوں کی تصویر سازی کرے تو ایسا شخص ملتِ (اسلامیہ) سے خارج ہے اور ایسی صورت میں کوئی اشکال نہیں ہو گا کہ تصویر بنانے والوں کو سب سے سخت عذاب ہو گا۔ **دوسری حالت یہ ہے کہ:** اپنی تصویر سے اللہ کی خلقت کی مشابہت کا ارادہ نہ ہو، اور نہ ان تصویروں کی عبادت مقصود ہو، تو بلاشبہ ایسا شخص حرام فعل کا ارتکاب کرنے والا ہے، لیکن وہ عمومی طور پر سخت عذاب دیئے جانے والوں میں سے مقصود نہیں ہے۔

- شیخ محمد بن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں: فوٹو گرافی مشین کے ذریعہ تصویر بنانا، کاپی کر کے تصویر بنانا ہے، یہ مصور کی طرف سے کوئی حقیقی فوٹو بنانا نہیں ہے، بلکہ وہ فوٹو کا کاپی کرنے والا ہے، نہ کہ ہاتھ سے تصویر بنانے والا ہے، جیسا کہ نقش و نگار اور تراشنے والا بناتا ہے اور فوٹو گرافی کے ذریعہ فوٹو صرف ضرورت کے وقت ہی بنایا جاتا ہے۔
- طبعی مناظر اور غیر ذی روح کا نقش بنانا اور اس کا فوٹو بنانا جائز ہے حرام نہیں ہے۔

- گھروں میں ذی روح کی تصویر لٹکانے سے فرشتے اس میں داخل نہیں ہوتے ہیں۔

آج کی حدیث

٦٧- عن بعض أزواج النبي رضي الله عنهن عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (من أتى عرّافاً فسأله عن شيء لم تُقبل له صلاةٌ أربعين ليلة) رواه مسلم

نبی ﷺ کی بعض بیویاں بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کسی عرّاف کے پاس آئے اور اس سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کرے تو اس کی چالیس رات کی نماز قبول نہیں ہوتی۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- عرّاف وہ شخص ہے جو کسی چوری شدہ چیز یا گم ہونے والی جگہ کی جانکاری کا دعویٰ کرے، یعنی یہ دعویٰ کرے کہ وہ چیز کہاں ہے اور چور کون ہے اور اس کی صفت کیا ہے؟
- عرّاف کے پاس آنے سے مراد اس کے گھر جانا یا فون کے ذریعہ اس سے رابطہ کرنا یا ان فضائی چینلز کو فالو کرنا جو نجومیوں اور جادوگروں کے پروگرام کو نشر کرتی ہیں، پس جو شخص ان سے رابطہ کرے اور ان سے سوال کرے تو ایسا شخص اس تہدید میں داخل ہے کہ اس کی نفلی اور فرض نماز چالیس دن تک نہ قبول کی جائیں۔
- چالیس دن نماز نہ قبول ہونے سے عدمِ صحت مراد نہیں ہے، لہذا اسے ان نمازوں کو پڑھنا چاہیے لیکن یہ نمازیں اجر وثواب سے خالی ہوں گی، البتہ ان کی ادائیگی درست ہوگی اور اسے ان کا اعادہ نہیں کرنا پڑے گا۔

- اگر وہ ان عرّافین (نجومیوں) سے میل ملاپ کے ساتھ ساتھ ان کی باتوں کی تصدیق کرے تو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنے والا ہو گا، کیوں کہ اس نے ان کی اس چیز میں تصدیق کی ہے، جو اللہ کی خصائص میں سے ہیں اور وہ غیب کا جاننا ہے۔ [۱]

[۱] لیکن افسوس کہ آج بہت سے مسلمان کاہنوں، عرّافوں، نجومیوں اور جوتشیوں وغیرہ کے پاس جاکر اپنے عقائد کا سودا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ تمام چیزیں عقیدہ کے فساد کا سبب ہیں۔ اللہ صحیح راہ کی ہدایت دے، آمین۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں (غیب کی باتیں بتانے والوں) کے متعلق پوچھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ((لَیْسُوْا بِشَيْءٍ، قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَإِنَّهُمْ یُحَدِّثُوْنَ أَحْیَانًا بِالشَّيْءِ یَکُوْنُ حَقًّا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْکَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ یَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَیَقُرُّهَا فِيْ أُذُنِ وَلِیِّهِ قَرَّ الدَّجَاجَةِ فَیَخْلِطُوْنَ فِیْهَا أَکْثَرَ مِنْ مِائَةِ کَذْبَةٍ.)) یعنی "وہ کچھ بھی نہیں۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! بعض اوقات وہ ہمیں کوئی بات بتاتے ہیں جو سچی نکلتی ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: وہ بات حق ہوتی ہے جسے جنّی (جن) اچک لیتا ہے اور اپنے دوست کے کان میں مرغی کے کڑکڑ کرنے کی طرح ڈال دیتا ہے، پھر وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا لیتے ہیں۔" (بخاري، الأدب، باب قول الرجل للشيء ... : ۶۲۱۳) اسی طرح سیدنا ابو ہریرہ اور حسن رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ((مَنْ أَتٰی کَاهِنًا أَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا یَقُوْلُ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.)) "جو شخص کسی کاہن یا عراف (چوریاں یا گم شدہ چیزیں بتانے والے) کے پاس جائے اور اسے اس بات میں سچا سمجھے جو وہ کہے تو اس نے اس کے ساتھ کفر کیا جو محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نازل ہوا۔" (مسند أحمد: ۲ / ۴۲۹، ح: ۹۵۴۸)(مترجم)

آج کی حدیث

٦٨- عن أبي عامر أو أبي مالك الأشعري رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: (ليكونن من أمتي أقوام يستحلون الحِرَ والحرير، والخمر والمعازف) رواه البخاري.

سیدنا ابوعامر یا ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”عنقریب میری قوم میں ایسے لوگ ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور میوزک کو حلال سمجھیں گے۔“ (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- الحِر: شرمگاہ کو کہتے ہیں اور اس سے زنا مراد ہے۔ اور معازف معزفہ کی جمع ہے اور اس سے مراد آلات موسیقی ہیں۔
- زنا کے حرام ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔
- اس بات پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مردوں کے لیے ریشم پہننا حرام ہے۔
- شراب کی حرمت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔
- ایسے گانے جس میں میوزک کے آلات (انسٹرومنٹس) کی آمیزش ہو حرام ہیں، اور اس کا تذکرہ زنا اور شراب کی حرمت کے ساتھ ہوا ہے اور اگر یہ حرام نہ ہوتا تو آپ ﷺ یہ نہ فرماتے کہ: ایسی قوم پائی جائے گی جو اسے حلال سمجھے گی۔

آج کی حدیث

٦٩- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (كفى بالمرء كَذِبا أن يُحدث بكل ما سمع) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی چیز کو (بلا تحقیق کے) بیان کرتا پھرے۔‘‘ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- زیادہ بات کرنے سے بچنا چاہیے۔
- بات یا تو اچھی ہو گی اور اس پر بندہ ثواب پائے گا اور یا تو وہ بری ہو گی اور اس پر بندہ گناہ پائے گا، یا تو وہ مباح و جائز ہو گی (جس پر نہ تو کوئی ثواب ہو گا نہ گناہ)۔ اور انسان کو زیادہ مباحات میں نہیں پڑنا چاہیے، کیوں کہ یہ بسا اوقات اسے گناہوں تک لے جا سکتی ہیں۔
- تحقیق و ثبوت کے بغیر بات کہنے کی ممانعت، کیوں کہ تحقیق و ثبوت اور وثوق حاصل کیے بغیر بات کہنے سے یہ باتیں لازم آئیں گی: کسی بری الذمہ شخص کو متہم قرار دینا، یا متہم شخص کو بری قرار دینا، یا مدح میں غلو کرنا، یا ذم میں غلو و زیادتی کرنا۔
- بلا تحقیق اور سوچے سمجھے بغیر جلد بازی میں خبریں نقل کرنے کی ممانعت۔
- افواہوں کو سوشل میڈیا یا ذرائع سے نقل کرنے کی ممانعت، کیوں کہ اس میں سماجی ناحیہ سے اور امن و امان کے اعتبار سے نقصانات پائی جاتی ہیں۔
- جھوٹ کے بڑے گناہوں میں سے ہونے پر تمام مسلمان کا اجماع ہے۔

آج کی حدیث

٧٠- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : (ما أسفل من الكعبين من الازار في النار) رواه البخاري

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تہبند کا جو حصہ دونوں ٹخنوں سے نیچے ہے وہ آگ میں ہو گا۔'' (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کے فرمان ((ما أسفل من الكعبين)) سے مراد: آدمی اپنے کپڑوں کو لٹکادے یا اس کی لمبائی دونوں ٹخنوں سے نیچے ہو جائے۔ جیسے تہبند، شلواریں، قمیصیں اور چادریں وغیرہ۔ اور اسی عمل کو: اسبالِ ثیاب کہا جاتا ہے۔[1]
- اس حدیث میں سخت وعید ہے، جو اسبال کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے، اس لیے یہ بڑے گناہوں میں سے سمجھا جاتا ہے۔
- اسبال ثیاب (کپڑا لٹکانا) ظاہری منکرات وناپسیدندہ امور میں سے ہیں، جن سے روکنا واجب ہے، جیسا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا تو ایک نوجوان ان

---

[1] بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اپنے ازار یا پینٹ وغیرہ کو ٹخنے سے نیچے تکبر اور گھمنڈ کے طور پر نہیں باندھتے ہیں اور ممانعت گھمنڈ کے طور پر باندھنے کی ہے۔ تو اس سلسلہ میں ان کو جاننا چاہیے کہ ازار کا جو حصہ جان بوجھ کر بغیر تکبر کے ٹخنہ سے نیچے ہو گا وہ آگ میں سے ہے، البتہ اگر ازار کو تکبر کے ساتھ لٹکایا جائے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص سے کلام نہیں کرے گا، نہ اس کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا، نہ اسے پاک کرے گا، بلکہ اس کے لیے دردناک عذاب ہو گا۔ البتہ اگر کسی شخص کا ازار اس کی کمر کے پتلا ہونے یا پیٹ پر نہ رکنے کی وجہ سے بغیر تکبر اور بغیر اس کے اختیار کے ٹخنے سے نیچے ہو جائے تو وہ شخص اس وعید سے مستثنیٰ ہے اور اس کو کوئی گناہ نہیں ہو گا۔ جیسا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ازار بعض دفعہ ٹخنے سے نیچے ہو جاتا تھا لیکن بغیر اختیار اور بغیر تکبر کے ہوتا تھا۔ نبی ﷺ نے اسے تکبر میں نہیں شمار کیا جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (١٠/٢٦٢) میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے (فتاوی اسلامیہ، ج۴، ص۲۵۸) میں دونوں حدیثوں (تکبر اور بغیر تکبر ازار لٹکانے) کے درمیان یہی تطبیق دی ہے۔ دوسری بات: بعض لوگ نماز میں اپنے تہبند، پینٹ اور پائجامہ وغیرہ کو ٹخنے سے اوپر کر لیتے ہیں اور نماز کے باہر ٹخنے سے نیچے رکھتے ہیں تو اس سلسلے میں اس بات کو بخوبی جان لینا چاہیے کہ ٹخنے سے نیچے ازار وغیرہ کا ہونا حالت نماز میں اور نماز کے باہر دونوں میں مطلق طور پر منع ہے، اگرچہ نماز میں اس کا لٹکانا زیادہ گناہ کا سبب ہے۔ واللہ اعلم (مترجم)

کے پاس آیا اوران کی تعریف کرنے لگا، وہاں پر لوگ بھی آپ کی تعریف کرر ہے تھے،جب وہ پلٹ کر جانے لگا تواس کاازار زمین سے لگ رہا تھا۔یہ دیکھ کر عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: ''اے میرے بھتیجے !اپنے تہبند کواوپر کرلے،کیوں کہ یہ تیرے رب کے نزدیک زیادہ تقوی کا سبب ہے اور تیرے کپڑا کو زیادہ صاف رکھنے والا ہے۔''

- آدمی پر ضروری ہے کہ وہ اسبال ثیاب سے بچے اور اپنے کپڑوں کو صرف ٹخنے تک رکھے اور اگر اس سے اوپر نصف پنڈلی تک کرلے تو زیادہ بہتر ہے۔ نیز عورت کے لیے سنت یہی ہے کہ وہ لباس کو لٹکائے رکھے یہاں تک کہ اس کے پاؤں ڈھک جائیں۔
- اس حدیث میں جزئی عذاب کی دلیل ہے، کیوں کہ آگ اسی حصہ کو کھائے گی، جس حصہ تک آدمی نے لباس لٹکار کھاہو گااور وہ پاؤں کاوہ حصہ ہے جو ٹخنوں سے تجاوز کر جائے۔

آج کی حدیث

٧١- عن عبدالله بن عمر بن الخطاب رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (من جر ثوبه خُيلاء لم ينظرِ الله إليه يوم القيامة) رواه البخاري ومسلم

سیدنا عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اپنے کپڑے کو بطور تکبر گھسیٹے تو ایسے شخص کی طرف اللہ تعالیٰ روزِ قیامت (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا۔" (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- خیلاء کا مطلب: تکبر اور اترا کر چلنا وغیرہ۔
- لغت میں ثوب: قمیص، شلوار، تہبند، چادر اور ڈریس وغیرہ ملبوسات کا نام ہے۔
- اسبالِ ثیاب یعنی کپڑے کا لٹکانا یہاں تک کہ ٹخنوں سے تجاوز کر جائے حرام ہے۔ اور اگر یہ گھمنڈ و تکبر اور اترانے کے طور پر ہو تو اس کا گناہ بہت زیادہ ہے۔
- عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنا تہبند لمبا کر رکھا تھا تو اس سے فرمایا: کیا تجھے حیض آرہا ہے؟ اس نے جواب دیا: اے امیر المومین کیا آدمی کو بھی حیض آتا ہے؟ عمر رضی اللہ نے فرمایا: ہاں، جب تو اپنے ازار کو لمبا کرے، کیوں کہ اسبالِ ازار صرف عورت کے لیے ہوتی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک قینچی لائی گئی اور انھوں نے ٹخنے سے زائد حصے کو کانٹ دیا۔
- گھمنڈ و تکبر بڑے گناہوں میں سے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے اسباب میں سے ہے۔

آج کی حدیث

٧٢– عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ((بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي قَدْ أَعْجَبَتْهُ جُمَّتُهُ وَبُرْدَاهُ إِذْ خُسِفَ بِهِ الْأَرْضُ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ.)) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "ایک آدمی اپنے بال سنوارے بہترین لباس میں اکڑتے ہوئے چل رہا تھا کہ اسے زمین میں دھنسا دیا گیا، لہذا وہ قیامت تک اسی زمین میں دھنستا رہے گا۔" (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (قَدْ أَعْجَبَتْهُ جُمَّتُهُ) کا مطلب: جُمَّتُهُ یہ جیم کے پیش اور میم کے تشدید کے ساتھ ہے: بال کا وہ گچھا جو سر سے شانوں یا اس سے نیچے تک لٹکے۔ (خُسِفَ بِهِ) کے معنی: یعنی اسے زمین نگل گئی (دھنسا دیا گیا)۔ (يَتَجَلْجَلُ) یعنی اس کی گہرائی میں غوطہ لگا رہا ہوگا، اور **جلجلة** کہتے ہیں: کسی آواز میں حرکت کا پیدا ہونا اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ وہ زمین میں سخت اضطراب کے ساتھ دھنستا جائے گا اور ایک پہلو سے دوسرے پہلو بدلتے رہے گا۔
- مرنے کے بعد گھمنڈ کرنے والے کے لیے اس کے کبر و گھمنڈ کا خطرناک انجام ہوگا۔ اور پھر انسان جو کہ اپنی ذات کے بارے میں بخوبی جانتا ہے پھر وہ کیوں تکبر کرتا ہے اور لوگوں سے تعلی وبرتری کا اظہار کرتا ہے؟ اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ فاسد نطفے سے ہے اور اس کا انجام ایک گندی سڑی ہوئی لاش ہے اور وہ اپنی زندگی ہی میں اپنے پیٹ کے اندر ناپاکی لیے پھرتا ہے۔

يا مظهرَ الكبرِ إعجابًا بصورتِه   انظرْ خلاكَ فإنَّ النتنَ تثريبُ

لو فكَّرَ الناسُ فيما في بطونِهمُ   ما استشعرَ الكبرَ شبانٌ ولا شيبُ

هل في ابنِ آدمَ مثلُ الرأسِ مكرُمةً   وهو بخمسٍ من الأقذارِ مضروبُ

أنفٌ يسيلُ وأذنٌ ريحُها سَهِكٌ   والعينُ مُرمصةٌ والثغرُ ملعوبُ

يا ابنَ الترابِ ومأكولَ الترابِ غدًا   أقصرْ فإنَّك مأكولٌ ومشروبُ

اے تکبر کرنے والے اپنی شکل پر ناز کرنے والے!

ذرا تو اپنی جسم کے بارے میں غور کر! بے شک اس کا ٹھکانہ بدبو دار جگہ ہے۔

اگر لوگ اپنے پیٹ میں موجود چیز کے بارے میں غور کرتے تو نہ جوان ہی تکبر کا خیال کرتا اور نہ کوئی بوڑھا۔

کیا ابن آدم کے اندر سر سے معزز کوئی عضو ہے حالانکہ وہ بھی پانچ طرح کی گندگیوں سے گھرا ہوا ہے۔

بہتی ناک، بدبو دار کان، کیچڑ بہتی ہوئی آنکھ اور رال بہانے والے دانت۔

اے مٹی کے بیٹے اور کل مٹی کا خوراک بننے والے! تکبر سے باز آجا، کیوں کہ تو لوگوں کا کھانا وپانی (خوراک) بننے والا ہے۔

[کسی اردو شاعر نے تکبر کے بارے میں کیا ہی خوب کہا ہے:

حُبابِ بحر کو دیکھو یہ کیسا سر اُٹھاتا ہے

تکبّر وہ بری شے ہے جو فوراً ٹوٹ جاتا ہے]

- خسف (دھنسائے جانے) کی سزا کا اثبات۔ اور خسف کہتے ہیں کہ زمین اپنے اندر والوں کو پکڑ لے گی اور پھٹ پڑے گی جس میں وہ گرنے لگیں گے۔ اللہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اپنی ناراضگی اور اپنے غصے اور سزا کے اسباب سے محفوظ رکھے۔

آج کی حدیث

٧٣- عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: (من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان) رواه مسلم

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”تم میں سے جو شخص کسی منکر و ناپسندیدہ چیز کو دیکھے تو وہ اسے اپنے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو اپنی زبان سے روکے، اور اگر اس کی (بھی) طاقت نہیں رکھتا تو اپنے دل میں اسے برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کا فرمان (من رأى) یہ اس بات کو شامل ہے کہ آیا اسے اپنی آنکھ سے دیکھے یا اس کے بارے میں اسے خبر و جانکاری ملے، پس ہر وہ شخص جو کسی منکر چیز کو دیکھے یا سنے اور اس کے پاس قدرت ہو تو اسے اس منکر کو بدلنے اور روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔
- سماج کے تمام افراد کے لیے موقع و محل کے مطابق منکرات کو بدلنا اور روکنا ضروری ہے۔
- انکارِ منکر کے تین درجات ہیں: جس کو اقتدار حاصل ہو اسے ہاتھ سے بدلنا چاہیے، اور جو نصیحت و خیر خواہی اور تحذیر پر قادر ہے اسے زبان سے بدلنا چاہیے، اور دل سے بدلنا یہ ہر شخص کے لیے واجب ہے، اس کے ترک پر کسی شخص کو معذور نہیں سمجھا جائے گا، کیوں کہ یہ مسئلہ دل سے تعلق رکھتا ہے جس کے ترک پر مجبور ہونے یا اس کے کرنے سے عاجز ہونے کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا ہے اور اس کے لیے منکر کی جگہ سے ہٹ جانا ضروری ہے۔

- کسی چیز کے انکار کے لیے تین امور کا پایا جانا ضروری ہے: 1 منکر کو روکنے والا اس بات کی تحقیق کر لے کہ وہ چیز منکر ہے۔ 2 وہ چیز حقیقی معنوں میں کرنے والے کے حق میں منکر ہو۔ 3 کسی منکر کے انکار کرنے پر اس سے بڑا فتنہ و نقصان نہ مرتب ہو۔[۱]

---

[۱] تغییر منکر کے مختلف درجات ہیں: علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الأمر بالمعروف و نھی عن المنکر" میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے اوران کے شاگرد علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس کی بصیرت افروز وضاحت کی ہے: "انکار منکر کے چار درجات ہیں: (۱) منکر ختم ہو جائے اور معروف قائم ہو جائے (۲) منکر کم ہو جائے اگرچہ مکمل طور پر ختم نہ ہو (۳) منکر ختم ہو جائے لیکن اس کی جگہ دوسرا کوئی ویسا ہی منکر پیدا ہو جائے (۴) اس منکر کے ازالے کے بعد اس کی جگہ اس سے بڑا منکر پیدا ہو جائے۔ پہلے دو درجے مشروع ہیں۔ تیسرے کے متعلق اجتہاد کیا جائے گا۔ (کہ اس مخصوص صورت میں منکر کا ازالہ صحیح ہو گا یا اس کو جوں کا توں اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے گا) جب کہ چھوتھا درجہ حرام ہے۔" (اعلام الموقعین، ج۳ ص۲۱) نیز امام ابن قیم رحمہ اللہ مزید وضاحتی مثالوں کے ذریعے اس پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں کہ اگر کوئی شخص لہو و لعب گانے بجانے، فحش کتابوں کے مطالعے میں مشغول ہو اور یہ اندازہ ہو کہ وہ روکنے سے رک جائے گا تب روکنا ضروری ہے۔ بصورت دیگر ان کا اس سے زیادہ بڑی برائی میں مبتلا ہونے مثلاً فحش کتابوں کی بجائے بدعت و ضلالت پر مشتمل کتابوں کے مطالعے میں مشغول ہو جانے کا اندیشہ ہو تو انھیں اسی حالت پر چھوڑ دینا بہتر ہے۔ اس ضمن میں وہ اپنے استاذ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا واقعہ لکھتے ہیں کہ وہ بعض تاتاریوں کے پاس سے گزرے جو شراب پینے میں مشغول تھے۔ ابن تیمیہ کے ساتھ موجود بعض لوگوں نے انھیں اس پر ٹوکنا چاہا تو ابن تیمیہ نے کہا کہ انھیں اسی حالت پر چھوڑ دو کہ ان کی توجہ لوگوں کا خون بہانے اور مال و جائداد کے لوٹ مار سے ہٹی رہے۔ (ایضاً: ص: ۱۳، بحوالہ: ماہنامہ زندگی، نئی دہلی، جلد ۳۶، شمارہ ۴ تغییر منکر کے شرعی حدود و ضوابط)۔ (مترجم)

آج کی حدیث

٧٤- عن تميم بن أوس الداري رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (الدين النصيحة) قلنا: لمن؟ قال: (لله ولكتابه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم) رواه مسلم

سیدنا تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "دین خیر خواہی کا نام ہے" ہم نے کہا: کس کے لیے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول، ائمہ مسلمین اور عام لوگوں کے لیے۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- نصیحت کا معنیٰ: جس شخص کو نصیحت کی جا رہی ہے اس کے لیے بھلائی چاہنا۔
- پورے دین کو نصیحت کہا گیا ہے، کیوں کہ نصیحت پورے دین کو اس کے واجبات و مستحبات کو جمع کرنے والی ہے۔
- اللہ کے لیے نصیحت: ایسا جامع کلمہ ہے، جو اللہ کے واجب و مستحب حق کی ادائیگی کو شامل ہے، اللہ کا حق: اس پر ایمان لانا، اس کے حکم کو بجالانا اور اس کے منع کردہ باتوں سے رک جانا ہے۔
- کتاب یعنی قرآن نصیحت کا حق دار ہے: اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ: قرآن کو اس کا حق دیا جائے اور اس بات کا یقین رکھا جائے کہ یہ اللہ عزوجل کا کلام ہے، جس کے ذریعہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کلام کیا ہے اور یہ ایک بڑی نشانی و معجزہ ہے نیز یہ انبیا کو دی جانے والی سب سے بڑی نشانی ہے اور یہ قیامت تک کے لیے بھرپور حجت ہے۔ اور اس کے معانی پر تدبر کرکے بکثرت اس کی تلاوت کی جائے اور اس کے اندر موجود احکام پر عمل پیرا ہوا جائے۔
- رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے نصیحت: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بتلائی ہوئی باتوں کی اطاعت کی جائے، اور آپ کی خبر دی ہوئی چیزوں کی تصدیق کی جائے اور جس سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے روکا اور منع کیا ہے اس سے رکا جائے، اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی طریقہ پر کی جائے جس طریقہ کو اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مشروع ٹھہرایا ہے۔

- مسلمانوں کے ائمہ کے لیے نصیحت: ان کو وہی حق دیا جائے جو انھیں اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ان کی بھلائی کے کاموں میں اطاعت کی جائے اور نافرمانی کے کاموں میں ان کی اطاعت نہ کی جائے نیز ان سے حق وہدایت پر بیعت کی جائے اور ان کے خلاف بغاوت نہ کیا جائے۔
- عام مسلمانوں کے لیے نصیحت: انھیں اس چیز کی طرف رہنمائی کی جائے، جس میں ان کے لیے دنیا وآخرت کی بھلائی مضمر ہو۔

آج کی حدیث

۷۵- عن مَعْقِل بن يسار رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: (ما من عبد يسترعيه الله رعية، يموت يوم يموت وهو غاشٌ لرعيته، إلا حرم الله عليه الجنة) رواه البخاري ومسلم

سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جس بندہ کو اللہ تعالیٰ کسی کا نگراں وذمہ دار بناتا ہے اور وہ اس حال میں مرتا ہے کہ اپنی رعیّت کے ساتھ دھوکہ دینے والا تھا، تو ایسے شخص پر اللہ جنت کو حرام کر دیتا ہے۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- دھوکہ وفراڈ کی حرمت اور اس کی متعدد اقسام ومجالات ہیں۔
- رعایا کے ساتھ دھوکہ دینا حرام ہے اور یہ بڑے گناہوں میں سے ہے اس لیے کہ اس پر جنت سے محرومی ہو جاتی ہے اور اس میں عام رعایا اور خاص رعایا سب شامل ہے، اس لیے ہر ذمہ دار شامل ہے۔
- جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے کسی امور کو سونپا ہے اور ان پر اسے نگراں بنایا ہے اور اسے ان کی دینی ودنیوی مصلحت وفائدے کے لیے مقرر کیا ہے اس کا مسلمانوں سے دھوکہ وغش کرنا حرام ہے۔
- انسان اپنے گھر والوں کا ان کی زندگی اور موت کے بعد ذمہ دار ہے۔ اور اس کے لیے اپنی اس رعایا کے ساتھ خیر خواہی واجب ہے، جس کا وہ نگہبان ہے، لہذا جب وہ اپنے گھر والوں کے لیے ایسی چیز چھوڑے، جس کا اپنانا درست نہیں یا وہ اسے حرام کردہ چیزوں میں استعمال کریں تو وہ اپنی رعایا کے ساتھ دھوکہ دینے والا ہے۔

- غش ودھوکہ دینے والے پر جنت حرام ہے، علمانے اس کی یہ تفسیر کی ہے: وہ شخص جنت میں پہلے داخل ہونے والے کامیاب لوگوں کے ساتھ داخلہ سے محروم کر دیا جائے گا، پھر جب اسے اس کے دھوکے کے بقدر سزا دے دی جائے گی، تو وہ اس کے بعد دیگر موحدین کی طرح جنت میں جائے گا۔

آج کی حدیث

٧٦- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (إن الله لا ينظر إلى صوركم وأموالكم، ولكن ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً اللہ تمہاری صورتوں اور مالوں کی طرف نہیں دیکھتا، بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔'' (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- دل رب سبحانہ وتعالیٰ کی نگاہ کا مقام ہے، اس کی درستی سے اعضا سیدھے رہتے ہیں، اعمال درست رہتے ہیں اور اقوال ٹھیک رہتے ہیں۔
- دل کی خباثت کے ساتھ ظاہری حسن اور چکنی چپڑی زبان کا کوئی اعتبار نہیں۔
- اعمال ایمان میں داخل ہیں اور یہ گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا محل ہیں، اللہ ان کی جانب دیکھتا ہے۔
- نیک عمل کرنے کی ترغیب اور شرک وبدعت اور ریاکاری کی آمیزش سے اسے صاف وستھرا اور حسین رکھنے کا (حکم) اور ہر سکنڈ اور ہر پل الٰہی مراقبہ ونگرانی ہونے کا بیان۔
- آخرت کے گھر کو ایمان نافع اور عمل صالح کے ذریعہ آباد کرنے کی ترغیب اور فریب کن دنیا کے مظاہر سے بچنے کی ممانعت۔

آج کی حدیث

٧٧- عن جرير بن عبدالله رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (أما إنكم سترون ربكم كما ترون هذا القمر، لا تضامون في رؤيته) رواه البخاري ومسلم

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "یقیناً تم لوگ اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھتے ہو اور اس کی رویت میں تم کوئی دشواری محسوس نہ کرو گے۔" (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- لا تضامون کا معنی: اس وقت تمہارے لیے کوئی ضیم نہیں ہو گا اور اس سے مراد ازدحام و بھیڑ اور بھیڑ کی نفی کرنا ہے۔
- اس بات پر ایمان و تصدیق کرنا ضروری ہے کہ روزِ قیامت مومنین اپنے رب کا عینی مشاہدہ فرمائیں گے۔
- آپ ﷺ کا فرمان (کما ترون ھذا القمر) میں تشبیہ کا مطلب: بلا مشقت کے رویت ثابت ہونا، اور یہ رویت کی تشبیہ رویت سے ہے، نہ کہ مرئی (دیکھی جانے والی چیز) کی تشبیہ دوسری مرئی سے ہے۔
- جنت میں نعمتوں کے مراتب میں سے سب سے اعلیٰ چیز اللہ کریم کے چہرہ کا مشاہدہ ہے۔
- قیامت کے دن رویت الٰہی سے ہمکنار ہونے کے اسباب میں سے صلاۃ فجر اور صلاۃ عصر کو ان کے اوقات پر پابندی سے ادا کرنا ہے۔

آج کی حدیث

٧٨- عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: (كتب الله مقادير الخلائق قبل أن يخلق السماوات والأرض بخمسين ألف سنة) رواه مسلم

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے بندوں کی تقدیریں لکھ دیں ہیں۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اس حدیث میں ایمان بالقضاوالقدر کے دوسرے مرتبہ یعنی کتابت کے مرتبہ کا بیان ہے۔[1]
- اس بات پر ایمان رکھنا ضروری ہے کہ بے شک اللہ نے زمین وآسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے ہر چیز کو لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔

---

[1] تقدیر پر ایمان کے مراتب: تقدیر کے چار مراتب ہیں(علم، کتابت، مشیت، خلق)، ان سب کو جمع کئے بغیر ایمان بالقدر مکمل نہیں ہوتا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اہل سنت کے نزدیک یہ مراتب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "تقدیر پر ایمان کے دو درجات ہیں۔ ہر درجہ کے ضمن میں دو چیزیں ہیں۔ پہلا درجہ: اللہ ازل سے جانتا ہے کہ مخلوق کیا کرنے والی ہے، مخلوق کے نیک وبد اعمال، رزق وحیات بھی جانتا ہے، پھر اللہ نے اسے لوح محفوظ میں لکھ دیا۔ دوسرا درجہ: اللہ کی مشیت وقدرت پر ایمان رکھا جائے، یعنی یہ عقیدہ ہو کہ جو اللہ چاہے، ہوتا ہے، جو نہ چاہے، نہیں ہوتا اور زمین و آسمان میں ہر حرکت اور سکون اسی کی مشیت کے تحت ہے۔ اس کی بادشاہت میں اس کی چاہت بنا کچھ نہیں ہوتا، وہ تمام موجودات و معلومات پر قادر، زمین و آسمان کی ہر مخلوق کا خالق ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی خالق ہے، نہ رازق۔ اس نے بندوں کو اپنی اور اپنے رسولوں کی اطاعت کا حکم بھی دیا ہے، اپنی نافرمانی سے منع کیا ہے.... بندے حقیقی فاعل اور خدا ان کے افعال کا خالق ہے۔ بندہ ہی مومن و کافر، نیک وبد اور نماز روزہ کا پابند ہوتا ہے۔ بندوں کی اپنے اعمال پر طاقت ہے اور ارادہ ہے، جب کہ اللہ ان کا بھی خالق ہے اور ان کی طاقت و ارادہ کا بھی۔"(العقيدة الواسطية:٤٤-٤٧۔ از افادات: تقدیر پر ایمان، فضیلۃ الشیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: تقدیر پر ایمان چار امور پر مشتمل ہے: (١) اس بات پر ایمان کہ اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک ہر چیز سے اجمالا اور تفصیلا واقف ہے، چاہے اس کا تعلق خود اپنے اعمال سے ہو، یا اپنے بندوں کے افعال سے۔

(٢) اس بات پر ایمان کہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ لوح محفوظ، یعنی نوشتہ تقدیر میں لکھ رکھا ہے۔ (٣) اس بات پر ایمان کہ تمام کائنات صرف اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی سے وقوع پذیر ہے، خواہ اس کا تعلق خود باری تعالیٰ کے اپنے عمل سے ہو یا مخلوقات کے افعال واعمال سے۔ (٤) اس بات پر ایمان کہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کردہ ہے۔ (ماخوذ از: اسلام کے بنیادی عقائد، تقدیر کا بیان، بحوالہ: محدّث فورم)۔ (مترجم)

- ذوات، صفات، افعال، حرکات، سکنات، سعادت وشقاوت، ارزاق، عمریں، رطب ویابس وغیرہ میں سے جو کچھ قیامت تک ہوں گی اللہ نے انھیں لکھ دیا ہے۔
- اللہ عزوجل کی عظمت کا بیان کہ وہ مقادیر کا علم رکھتا ہے اور اسے زمین وآسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے لکھ رکھا ہے۔
- اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو جانتا ہے، جو موجود تھی اور جو آئندہ ہو گی اور جو نہیں تھی اگر ہوتی تو کیسے ہوتی۔[۱]

---

[۱] حافظ ابن القیم رحمہ اللہ صحابہ وتابعین کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اہل سنتِ کے نزدیک تمام موجودات، اعیان ہوں یا افعال، سب پر اللہ کی تقدیر کا اثبات کرتے ہیں، نیز اللہ کی مشیتِ عامہ بھی ثابت مانتے ہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کرتے ہیں کہ اس کی بادشاہت میں کوئی ایسی چیز ہو، جس پر اس کی مکمل قدرت نہ ہو اور اس کی مشیت کے تحت نہ ہو۔ اہلِ سنت سابقہ تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں، یہ بھی مانتے ہیں کہ بندے اللہ کی تقدیر کے موافق عمل کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں، جو اللہ کی مشیت میں ہو، وہی کرتے ہیں، جو اس کی مشیت میں ہو۔ ہوتا وہی ہے، جو اللہ کو منظور ہوتا ہے، جسے وہ نہ چاہے، وہ نہیں ہو سکتا۔ یہ دو باتیں ایسی ہیں کہ اہل سنت کے ہاں ان میں کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا۔ اہل سنت کے ہاں تقدیر اللہ کی قدرت، مشیت اور اس کی تخلیق کا نام ہے۔ کوئی ذرہ یا اس سے بھی چھوٹی چیز اس کی مشیت، علم اور قدرت کے بغیر حرکت نہیں کر سکتی ہے۔'' (شِفاء العلیل: ۱/ ۱۵۰، ۱۵۱: ازافادات: تقدیر پر ایمان، فضیلۃ الشیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ)(مترجم)

آج کی حدیث

٧٩- عن أبي هريرة وأبي سعيد رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (ما يصيب المسلم من نصَب ولا وصَب ولا همٍّ ولا حزن ولا أذى ولا غمٍّ، حتى الشوكة يُشاكها إلا كفّر الله بها من خطاياه) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ وابوسعید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کو جو بھی تھکاوٹ، یا بیماری، یا فکر، یا پریشانی، یا تکلیف، یا غم لاحق ہوتی ہے، یہاں تک کہ اگر اسے کوئی کانٹا چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کا فرمان (من نصب) یعنی تھکاوٹ سے، اور (ولا وصب) یعنی مرض و بیماری ہے۔
- بیماریوں، دکھوں اور دنیاوی مصائب و غموں سے گناہیں مٹ جاتی ہیں اگرچہ ان کی تکلیف کم ہو۔
- مسلمان ہر لاحق ہونے والی پریشانی پر ثواب دیا جاتا ہے اگر اس کی نیت درست ہو۔
- مسلمان کو لوگوں سے شکوہ وشکایت کرنے کے بجائے اللہ کی حمد کرنی چاہیے اور صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔
- مومن کے عافیت، مصیبت و مرض سے بہتر ہے۔ اسی لیے ایک مسلمان کے لیے موت کی تمنّا کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ بسا اوقات وہ اس چیز سے آزمایا جاسکتا جس کی اسے طاقت نہیں ہوتی اور کبھی اس پر صبر کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

آج کی حدیث

٨٠- عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (إذا مرض العبد أو سافر كُتب له مثل ما كان يعمل مقيمًا صحيحًا) رواه البخاري

سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اس کے لیے اسی طرح ثواب لکھا جاتا ہے جو وہ حالتِ قیام اور صحت میں کیا کرتا تھا۔“ (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کا فرمان (جب بندہ بیمار ہو یا مسافر) یعنی جب بندہ نیک عمل کرتا ہے اور بیماری یا جائز سفر کی وجہ سے مشغول ہو جاتا ہے۔
- جو شخص کوئی نیکی کا کام کرتا ہے اور پھر وہ کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے اس سے روک دیا جاتا ہے اور اس کی یہ نیت ہوتی ہے کہ اگر اس سے بیماری مانع نہ ہوتی تو وہ اس عمل پر مداومت برتتا، تو جیسا کہ دوسری روایت میں وارد ہے: ”اللہ تعالیٰ فرشتہ سے کہتا ہے: اس کے لیے اس نیک عمل کا ثواب لکھ دو جو وہ کیا کرتا تھا، پس اگر وہ شفا پا جاتا ہے تو غسل کرتا ہے اور پاک ہو جاتا ہے، اور اگر اس کی روح قبض ہو جاتی ہے تو اس کے ساتھ رحم و مغفرت کا معاملہ کیا جاتا ہے۔“
- جائز سفر کرنے والے مسافر کے لیے اسی طرح اجر لکھا جاتا ہے جو وہ حالتِ اقامت میں کیا کرتا تھا۔
- حالت صحت اور اقامت میں نیکی پر مداومت اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے تا کہ بندہ حالت مرض و سفر میں ان کے ثواب کا مستحق ہو سکے۔
- اللہ نے اپنے بندوں پر یہ احسان و انعام کیا ہے کہ انھیں اس بھلائی پر ثواب دیتا ہے، جسے وہ انجام دیتے ہیں اور جس کے کرنے پر قدرت نہیں رکھتے اس پر بھی ثواب دیتا ہے۔
- فرشتوں کا بندوں کے اعمال لکھنے کا اثبات۔

آج کی حدیث

٨١- عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: (لا يلدغ المؤمن من جُحر واحدٍ مرتين) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "مومن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا (یعنی ایک ہی غلطی دوبارہ نہیں کرتا)۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- سیرت ابن ہشام میں آیا ہے کہ یہ حدیث، رسول ﷺ کی طرف سے بیان کردہ ایک مثل ہے اور رسول ﷺ نے اسے ایک سبب کی بنا پر کہا تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ مشرکین میں سے ایک شخص جس کا نام ابو عزہ جمحی تھا (وہ رسول ﷺ کی ہجو میں شعر کہتا تھا)، غزوہ بدر میں گرفتار ہو گیا، اس نے رسول ﷺ سے لطف و کرم کا مطالبہ کیا اور کہا کہ وہ اہل و عیال والا ہے اور نبی ﷺ سے یہ عہد لیا کہ وہ اب دوبارہ آپ سے جنگ نہیں کرے گا، (رسول ﷺ نے بطور احسان اسے رہا کر دیا)، پھر وہ اُحد کے موقع پر بھی قید کر لیا گیا اور اس نے چاہا کہ رسول ﷺ دوبارہ اس پر مہربانی کر کے اسے چھوڑ دیں، تو رسول ﷺ نے فرمایا: "مومن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا (یعنی ایک ہی غلطی دوبارہ نہیں کرتا)، اللہ کی قسم تو مکہ میں جا کر اپنے دونوں رخسار کو نہیں پوچھ پائے گا اور کہتا پھرے گا کہ: میں نے محمد کو دوبارہ دھوکہ دے دیا اور پھر آپ ﷺ نے اسے قتل کا حکم دے دیا۔
- لدغ کا معنی: ڈسنا جو زہریلے جانوروں کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور جُحر عام طور پر معروف ہے یعنی ایسی جگہ جہاں بعض کیڑے، مکوڑے، سانپ یا بچھو رہتے ہیں، سوراخ۔

- اس حدیث میں ایک بہترین ادب ہے، جس کے ذریعہ نبی ﷺ نے اپنی امّت کو ادب سکھلایا ہے اورانھیں باخبر کیا ہے کہ وہ کس طرح ان چیزوں سے بچاؤ کریں، جن کے برے انجام سے اندیشہ رکھتے ہیں۔
- اللہ کے لیے غصہ ہونے والے خرد مند مومن کا یہ شیوہ نہیں کہ سرکشی اور بدعہدی کرنے والے شخص سے دھوکا کھاجائے۔
- مومن چالاک وذہین ہوتا ہے،وہ جھوٹے اور مکاروں کا شکار نہیں بنتا۔
- مومن جب کسی گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے تو اس میں دوبارہ واقع ہونے سے ڈرتا ہے۔

آج کی حدیث

٨٢- عن أم المؤمنين عائشة رضي الله عنها عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : (إن الرفق لا يكون في شيء إلا زانه، ولا يُنزع من شيء إلا شانه) رواه مسلم

سیدہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "یقینا جس چیز میں نرمی پائی جائے گی وہ اسے مزیّن کر دے گی، اور جس چیز کے اندر نرمی نہیں پائے جائے گی وہ اسے عیب دار بنا دے گی۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- نرمی : سختی کی ضد ہے، اور یہ قول و فعل میں نرم گوشہ اپنانا اور کسی چیز میں سب سے آسان چیز کو اختیار کرنا ہے۔
- معاملات میں نرمی برتنا اور لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار کرنا، کیوں کہ نرمی اور آسانی اسلامی اخلاق کے جواہر اور انسانی کمال کی صفات میں سے ہے۔
- اس بات کا ثبوت کہ اللہ تعالیٰ رفیق (نرمی و مہربانی کرنے والا ہے) اور اپنے بندوں سے نرمی کو پسند کرتا ہے۔
- بھلائی چاہنے والے انسان کے لیے مناسب ہے کہ وہ ہمیشہ نرمی اختیار کرے تا کہ خیر کو حاصل کر سکے۔
- جب انسان سختی اور شدت سے کام لیتا ہے تو اپنے کام میں خیر سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور یہ چیز تجربہ شدہ اور مشاہدہ کیا ہوا ہے۔
- عقلمند شخص پر لازم ہے کہ وہ اوقات میں نرمی کرے اور حالات میں اعتدال برتے، کیوں کہ جس چیز کو رفق اور نرمی نہیں درست کر سکتی ہے اسے تشدد ہر گز نہیں درست کر سکتی۔

آج کی حدیث

٨٣- عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (إن الله تجاوز عن أمتي ما حدثت به أنفسها، ما لم تعمل أو تتكلم) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ نے میری امت سے دل میں پیدا ہونے خیالات ووساوس سے درگذر فرمایا ہے، جب تک کہ وہ اسے انجام نہ دے یا اسے زبان سے نہ کرے" (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- دل کی بات پر انسان کا مؤاخذہ نہیں ہوتا خواہ کتنی ہی بڑی ہو جب تک کہ اس کی طرف میلان نہ پائی جاے اور یہ بندوں پر اللہ کے وسیع احسان اور تخفیف کی وجہ سے ہے۔
- بے شک حساب وگرفت برے اقوال وافعال پر ہوتا ہے۔
- دل کے وساوس سے تجاوز کرنا امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے اور یہ نبی ﷺ کے اعزاز میں ہے۔
- دل میں جو بھی وساوس وخیالات پیدا ہوتے ہیں انھیں حدیث کہا جاتا ہے۔
- مومن کو نفسانی وساوس کے ساتھ اپنے آپ کو نہیں چھوڑے رکھنا چاہیے، بلکہ خالی وقت میں کسی اچھے کام میں مشغول ہونا چاہیے اور اپنے نفس کو شرعی اذکار اور تلاوت قرآن کریم کے ذریعہ شیطان سے بچانا چاہیے۔

آج کی حدیث

٨٤- عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (إن الدين يسر، ولن يشاد الدين أحدٌ إلا غلبه، فسددوا وقاربوا، وأبشروا، واستعينوا بالغدوة والروحة وشيء من الدلجة) رواه البخاري

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”بے شک دین آسان ہے اور جو شخص دین کے کاموں میں شدت اختیار کرے گا دین اس پر غالب آجائے گا، لہٰذا تم درست کام کرو اور دین کے قریب رہو (یعنی درستی اور میانہ روی اپناؤ) اور ثواب کی خوش خبری دو اور صبح وشام اور رات کے کچھ حصہ میں عبادت سے مدد حاصل کرو۔ “ (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- دین کو سابقہ ادیان کی بہ نسبت بطور مبالغہ آسان کہا گیا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امّت سے اس بوجھ کو اٹھالیا ہے جو سابقہ لوگوں پر عائد تھا۔ اور اس کی واضح ترین مثالوں میں سے یہ ہے کہ ان کا توبہ اپنی جانوں کو قتل کر کے ہوتا تھا، اور اس امت کا توبہ گناہوں پر ندامت کا اظہار کر کے، اس سے باز رہ کر اور اسے ترک کر کے ہے۔
- دین میں ہر سختی سے باز رہا جائے گا، اس افراط وزیادتی کے سبب جو تھکاوٹ اور نفلی عبادت میں مبالغہ تک پہنچادے جس کی وجہ سے افضل چیز کو چھوڑنا پڑے یا فرض عبادت کو اس کے وقت سے نکال کر (ادا کرنا پڑے)۔ جیسے کوئی شخص پوری رات نماز پڑھتا رہے اور اس پر نیند کا غلبہ ہو یہاں تک کہ آخری رات میں اس کی دونوں آنکھیں غالب آجائیں اور پھر وہ فجر کی نماز سے سو جائے۔
- مکلفین کو چاہیے کہ حسب طاقت عمل کریں اور اپنی جانوں پر مشقت نہ ڈالیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس عمل کو پسند نہیں کرتا جو انھیں کلفت اور مشقت میں ڈال دے۔

- جو کوئی شخص بھی یہ کہے گا کہ میں اپنی پوری طاقت بھر دین کے کاموں کو کروں گا یعنی مشقت و سختی سے کام لے گا تو دین اسے مغلوب اور عاجز کر دے گا یعنی اس کی سختی نہیں چلے گی اور یہ خود اس کے لیے وبالِ جان بن جائے گی۔
- سداد و مقاربت سے مراد ایسے اعمال کا انجام دینا جو تمہیں قریب کر دے، گرچہ تم اس کی غایت تک نہ پہنچو اور اگرچہ تم اس کے اکثر یا اس کی انتہا تک نہ پہنچ سکو۔ لہذا تم نفلی نمازوں، روزوں، صدقات وغیرہ میں سے اتنا ہی کرو جتنا تم قدرت رکھتے ہو۔
- عبادت میں درستی اور مقاربت کو اس مسافر سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنے نفس کے ساتھ نرمی کرے، یعنی وہ نشاط و چستی کے اوقات میں چلے اور محنت و تھکاوٹ کے اوقات میں آرام کرے۔ اسی طرح تم اپنی عبادت میں نشاط کے اوقات میں اللہ سے مدد طلب کرو۔ جب تم رات کے اول حصہ میں نشیط رہو تو جتنا میسر ہو نماز پڑھو، اسی طرح آخری رات میں جتنا میسر ہو نماز پڑھو۔ اسی طرح دن میں جب تم نشیط رہو تو جتنا میسر ہو نماز پڑھو، پس تم نشاط کے اوقات میں نماز پڑھا کرو، اسی طرح تمام اعمال کو نفس کے نشاط اور متوجہ ہونے کے ساتھ انجام دو۔

آج کی حدیث

٨٥- عن أنس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: (يسروا ولا تعسروا، وبشروا ولا تنفروا) رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرو، ان پر سختی نہ کرو، لوگوں کو خوش خبری سناؤ اور (انہیں دین سے) متنفر نہ کرو۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اللہ کے فضل واحسان، اس کے عظیم ثواب اور بہتر عطا اور کشادہ رحمت کی خوشخبری دینے کا حکم ہے۔
- رحمت الٰہی اور اس کے ثواب کی خوشخبری شامل کیے بغیر صرف عذاب کی قسموں کی وعید اور تخویف کے تذکرہ کے ذریعہ نفرت دلانے کی ممانعت۔
- دعوت الی اللہ اور تعلیم میں ترغیب وترہیب کا جمع ہونا۔
- اسلام سے قریب ہونے والوں کی تالیف کرنا اور ان پر تشدد کرنے سے باز رہنا چاہیے، اسی طرح قریب البلوغ اور بالغ بچوں سے، اور جو گناہوں سے توبہ کرے، سب کے ساتھ لطف وکرم کرنا چاہیے اور طاعت کی قسموں میں تدریج وآہستگی کا پہلو اپنانا چاہیے۔
- لوگوں کے امور کے ذمے داروں کو ان کے ساتھ نرمی اور آسانی کا معاملہ کرنا چاہیے، بلا سختی کے ضبط اور بلا کمزوری کے لین ونرم پہلو اپنانا چاہیے۔

آج کی حدیث

٨٦- عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (دعوني ما تركتكم، إنما هلك من كان قبلكم بسؤالهم واختلافهم على أنبيائهم، فإذا نهيتكم عن شيء فاجتنبوه، وإذا أمرتكم بأمر فأتوا منه ما استطعتم) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب تک میں تمہیں چھوڑے رہوں مجھے میری حالت پر چھوڑدو، بے شک تم سے پہلے کے لوگ اپنے نبیوں سے سوال اور اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے، لہذا جب میں تمہیں کسی چیز سے روک دوں تو تم اس سے رکے رہو اور جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو تم اس میں سے جتنا طاقت رکھو بجالاؤ۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اس حدیث کا ایک سبب ہے اور وہ یوں کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا: بے شک اللہ نے تم پر حج کو فرض کیا ہے اس لیے حج کرو، ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول کیا یہ ہر سال ہے؟ نبی ﷺ خاموش رہے، اور وہ آدمی دہراتا رہا کہ کیا یہ ہر سال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہتا تو یہ واجب ہوجاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھ سکتے، پھر فرمایا: مجھے چھوڑ دو یا رہنے دو۔۔۔الحدیث
- مسلمان پر واجب ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کی لائی ہوئی باتوں پر توجہ دے اور حسب استطاعت شرعی اوامر کو بجالانے کی کوشش کرے۔
- مسلمان پر واجب ہے کہ کسی تفصیل کے بغیر ان تمام مناہی سے اجتناب کرے، جن سے اللہ اور رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے، خواہ وہ حرام ہوں یا مکروہ۔

- علمار حمہم اللہ نے اس حدیث اور اس طرح کی دیگر احادیث سے فقہی قاعدے میں سے ایک قاعدہ اخذ کیاہے اور وہ یہ ہے: (المیسور لا یسقطُ بالمعسور) اس کا معنی یہ ہے کہ: مسلمان شخص جب اللہ کے بعض فرمان کو کرنے پر قدرت رکھے تو اسے اس چیز کو کرنا چاہیے، وہ اسے دوسری چیز سے عاجز آنے پر ترک نہیں کرے گا۔ اوراس میں بہت ساری صورتیں شامل ہیں: جو شخص وضو میں سے بعض اعضا کو دھلنے پر قادر ہے اور بعض سے عاجز ہے، تو اس پر اس میں سے اتنا دھونا واجب ہے، جس پر وہ قدرت رکھتا ہے۔ اور جو شخص نماز میں قیام کی طاقت رکھتا ہے اور رکوع سے عاجز ہے تو اس پر قیام واجب ہے، اور رکوع اشارہ سے کرے گا۔ اور جو شخص رمضان کے بعض دنوں کا روزہ رکھ سکتا ہے اور بعض سے عاجز ہے، تو اس پر اتنا روزہ رکھنا واجب ہے جتنا وہ رکھنے پر قادر ہے اور جس سے عاجز ہے افطار کرے گا اور استطاعت کے وقت اس کی قضا کرے گا۔ اور اس طرح کی دیگر مثالیں۔

آج کی حدیث

٨٧- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- دنیا کی نعمتیں کتنی عظیم ہوں، اس کے ایام کتنے بہتر ہوں، اس کی رہائش کتنی پختہ عالی شان ہوں ، یہ سب مومن کے لیے قید خانہ کے طور پر ہیں، کیوں کہ مومن شخص اس سے بہتر و کامل اور عظیم نعمت پر نگاہ رکھتا ہے۔
- دنیا میں جو بھی ناخوشگواری، تکدّر اور فکر و غم پائے جاتے ہیں وہ کافر شخص کے لیے جنت کا درجہ رکھتی ہیں، کیوں کہ وہ اس محنت و مشقت و سختی سے جہنم کی سخت عذاب کی طرف منتقل ہونے والا ہے، جس کا دنیاوی تھکاوٹ سے کوئی مقارنہ نہیں۔
- دنیا میں کافر شخص اللہ کی دنیاوی نعمتوں کو پورے طور سے پاتا ہے، لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہو گا۔
- دنیا میں کافر کو جو نعمت ملتی ہے وہ بطور مہلت و چھوٹ کے ہے۔
- دنیا میں مومن کی جنت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور اس کی طرف پلٹنا ہے اور اس سے خوش ہونا ہے، اور اسی کی محبت سے دل کو بھرنا ہے اور اللہ عزوجل کے ذکر میں مشغول رہنا ہے۔
- اہل فواحش و منکرات کو جو خوف و غم، فکر و بے چینی، دلی تنگی و تاریکی، تشتت اور ضیقِ صدر لاحق ہوتی ہے یہ دنیا میں جلد حاصل ہونے والی سزائیں ہیں اور آخرت تو بہت سخت اور بہت دیر پا ہے۔

- بیان کیا جاتا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ جب چیف جسٹس تھے ایک دن خوبصورت ہیئت میں بڑے جلوس کے ساتھ بازار سے گذرے، چناں چہ ایک یہودی شخص نے جو گرم تیل بیچ رہا تھا آپ پر حملہ آور ہوا، اس کے کپڑے تیل میں لت پت تھے، اور وہ انتہائی خستہ و بری حالت میں تھا، اس نے آپ کے خچر کی لگام کو پکڑ کر کہا: اے شیخ الاسلام آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ کے نبی (ﷺ) نے کہا ہے: ”دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت“، تو آپ کس قید خانہ میں ہیں اور میں کس جنت میں ہوں؟ انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے لیے آخرت میں جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں اس کی بہ نسبت میں دنیا میں قید میں ہوں، اور تمہارے لیے آخرت میں جو سخت عذاب تیار کیا گیا ہے اس کی بہ نسبت تم جنت میں ہو، اس پر وہ یہودی اسلام لے آیا۔

آج کی حدیث

٨٨- عن ابن عمر رضي الله عنهما قال أخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بمنكبي فقال : (كن في الدنيا كأنك غريب أو عابر سبيل) رواه البخاري

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے شانہ کو پکڑ کہا: ”دنیا میں اسی طرح رہو گویا کہ اجنبی ہو یا راہ گیر (مسافر) ہو۔“ (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- صحابی کے قول: (أخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بمنكبي) کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دونوں کندھوں (شانوں) کو پکڑا، تاکہ ان کے دھیان کو اپنی طرف متوجہ کر سکیں اور وہ آپ ﷺ کی بات کو محفوظ کر لیں۔
- تشفی بخش مثالوں کے ذریعہ نبی ﷺ کا بہترین تعلیم دینا۔
- ابن ھبیرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے اجنبی شخص کی مشابہت اختیار کرنے پر ابھارا ہے، اس لیے کہ اجنبی شخص جب کسی شہر میں داخل ہوتا ہے تو وہاں کے لوگوں سے ان کی مجالس کے بارے میں مقابلہ نہیں کرتا، اور وہ اپنی عادت کے خلاف لباس میں نظر آنے سے گھبراتا نہیں، اور نہ ہی ان کے ساتھ تدابیر و حیلوں میں شریک ہوتا ہے۔
- دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنے کی ترغیب اور اس میں سے بقدر کفایت لینے کی تلقین، پس جس طرح مسافر کو اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ اپنے منزل تک پہنچ جائے، اسی طرح مومن کو دنیا میں صرف اتنی ضرورت ہوتی ہے جو اس کو اس کے مقام تک پہنچا دے۔
- انسان کو اپنا وقت باقی رہنے والی اخروی زندگی میں بتانا چاہیے، نہ کہ فانی دنیا کے لیے۔ لہذا اگر کسی چیز سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو اخروی امور سے فائدہ اٹھائیں، کیوں یہ باقی رہنے والی ہے۔ اور دنیاوی امور سے بے رغبتی رکھیں، کیوں کہ یہ فنا ہونے والی ہے۔

آج کی حدیث

٨٩- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (حُجبت النار بالشهوات، وحجبت الجنة بالمكاره) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہنم شہوتوں سے گھیر دی گئی ہے اور جنت تکالیف سے گھیر دی گئی ہے۔'' (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- شہوات سے مقصود: محرمات میں سے نفوس جن کی خواہش ورغبت رکھیں، جیسے زنا، نشہ آور چیزوں کا استعمال کرنا، دوسرے کے حقوق کو (ناحق) کھاناہے۔ اور مکارہ سے مقصود: عبادت کے وقت حاصل ہونے والی مشقتیں ہیں، جیسے نمازوں کے لیے جانا (خاص طور سے سخت سردی کے موسم میں، ٹھنڈے پانی سے فجر کے وقت مکمل وضو کر کے جانا)، روزے رکھنا، اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا اور پریشانیوں پر صبر کرنا۔
- شہوتوں کو جہنم میں داخل ہونے کا سبب بنایا گیا ہے، لہذا یہ شہوتیں اس (جہنم) کے لیے ایک دیوار کی حیثیت سے ہیں۔ لہذا جو شخص اسے توڑ کر اندر گھس گیا وہ اس سے داخل ہو گا، اور جو اس سے باز رہا وہ اس سے دور رہے گا۔
- جو شخص جنت کا ارادہ رکھتا ہے اسے مشروع عبادتوں کو انجام دینے کی مشقت کو برداشت کرنا پڑے گا اور ان کی ادائیگی پر صبر کرنا پڑے گا اور جلد ہی اس کا نفس اس سے مانوس ہو جائے گا یہاں تک کہ وہ اس چیز میں راحت محسوس کرے گا، جسے اللہ اور اس کے رسول پسند کرتے ہیں اور جس پر خوش ہوتے ہیں۔
- مسلمان کا اس چیز پر اکتفا کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے دنیاوی سامان میں سے اس کے لیے مباح قرار دیا ہے، اسے حرام شہوتوں کو اپنانے سے دور کر دیتا ہے اور وہ طاعت الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے جو اسے جنت کی نعمت تک پہنچا دیتی ہے۔

- مسلمان کو اللہ تعالیٰ سے کثرت سے جنت کا سوال کرنا چاہیے اور ایسے قول و فعل کا اہتمام کرنا چاہیے جو اس کو جنت سے قریب کر دے۔ اور جہنم سے پناہ مانگنا چاہیے اور ایسے قول و فعل کا اہتمام کرنا چاہیے جو اسے جہنم سے دور کر دے۔

آج کی حدیث

٩٠- عن الأغر المزني رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (يا أيها الناس توبوا إلى الله، فإني أتوب في اليوم إليه مائة مرة) رواه مسلم

سیدنا اغر مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے لوگو! اللہ سے توبہ کرو، بے شک میں دن میں سوبار توبہ کرتا ہوں۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- توبہ کا معنی گناہ سے باز رہنا، اس پر ندامت کرنا، طاعت کو لازم پکڑنا ہے اور استغفار یعنی مغفرت طلب کرنا ہے۔ اور یہ دنیا کے اندر بندہ کی گناہوں پر پردہ ڈال دینا اور آخرت میں اس کا مواخدہ نہ کرنا ہے۔
- نبی ﷺ کی طرف سے استغفار کرنا جبکہ آپ معصوم ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے لیے عبودیت کا اظہار کرنے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر کرنے کے لیے تھا اور اس لیے بھی کہ انبیا عبادت میں دیگر لوگوں کی بہ نسبت سخت محنت کرنے والے ہوتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں معرفت نصیب کی ہے۔ لہذا وہ ہمیشہ شکر میں مشغول رہتے اور اپنی کمیوں کا اعتراف کرتے تھے۔
- آپ ﷺ کا کثرت سے استغفار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ امّت محمدیہ ﷺ استغفار کی محتاج ہے، جو لوگ آغاز اسلام میں اسلام میں داخل ہونے والے ہیں وہ بھی اور جو اس امّت کے افضل وسچے شخص ہیں وہ بھی۔ لہذا ان کے بعد آنے والوں کو کیسے اس کی ضرورت نہیں ہو گی؟!
- آپ ﷺ کا کثرت سے استغفار کرنا حالانکہ آپ کے پچھلے اور اگلے گناہ بخش دیئے گئے ہیں اس میں ہم جیسے لوگوں کو ترغیب دی گئی ہے جن کو کثرتِ گناہ کے سبب اپنے اعمال کے خاتمہ کا علم نہیں ہے، تاکہ ہم کثرت سے صبح وشام اور رات و دن کی گھڑیوں میں توبہ واستغفار کر سکیں۔

آج کی حدیث

۹۱- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (من تاب قبل أن تطلع الشمس من مغربها تاب الله عليه) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص مغرب کی جانب سے سورج کے طلوع ہونے سے پہلے توبہ کرلے، تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- بے شک توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، لہٰذا برابر قبول ہوتا رہے گا یہاں تک کہ بند کردیا جائے، پس جب مغرب کی جانب سے سورج طلوع ہوگا تو بند کردیا جائے گا اور جس نے اس سے پہلے توبہ نہ کی ہوگی تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔
- مغرب سے سورج کا طلوع ہونا قیامتِ کبریٰ کی نشانیوں میں سے ہے، جیسا کہ قرآن وسنت صیحہ میں ثابت ہے، اور جو شخص مغرب کی جانب سے سورج طلوع ہونے کے بعد ایمان لائے گا تو اس کا ایمان صحیح نہیں ہوگا اور نہ یہ ایمان اسے کچھ نفع دے گا۔
- مغرب سے سورج طلوع ہونے کے بعد توبہ نہ قبول کیے جانے کی حکمت یہ ہے کہ: عالم علوی میں تبدیلی واقع ہونے کے ساتھ قیامت قائم ہونے کی یہی ابتدائی شروعات کا وقت ہے۔ لہٰذا جب اس کا مشاہدہ کیا جائے گا تو (اس کے) معائنہ سے ضروری ایمان حاصل ہوجائے گا اور ایمان بالغیب ختم ہوجائے گا۔ پس یہ گویا غرغرہ (نزع) کے وقت ایمان لانے جیسا ہوگا جو کہ میت کے لیے نفع بخش نہیں ہوتی ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے بندوں کا توبہ قبول کرنے کی دو صورتیں ہیں: (۱) بندہ کو توبہ کرنے کی توفیق دینا اور اس کے پائے جانے کے بعد اسے قبول کرنا۔۔ کیوں کہ بندہ جب موت وعذاب کا مشاہدہ کرنے سے پہلے توبہ کرلیتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی توبہ ضرور قبول کرتا ہے۔ (۲) اور موت کے

حاضر ہو جانے کے بعد یا مغرب کی جانب سے سورج طلوع ہونے کے وقت گنہگاروں کا کیا جانے والا توبہ قبول نہیں ہو گا اور نہ کافروں کا اپنے کفر سے رجوع قبول کیا جائے گا۔

آج کی حدیث

٩٢- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : (لله أشد فرحا بتوبة أحدكم من أحدكم بضالته اذا وجدها) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کو اس شخص سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے، جس کی سواری گم ہو جائے اور پھر وہ اسے پا جائے۔'' (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اللہ عزّوجلّ کے فضل واحسان کا بیان اور یہ کہ اللہ سبحانہ اپنے بندوں سے اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اس سے توبہ کریں اور اس کی اطاعت وفرماں برداری پر قائم رہیں تاکہ اس کی جنت ونعمت سے کامیاب ہو سکیں۔
- اللہ عزوجل بندہ کے توبہ سے خوش ہوتا ہے جب وہ اس سے توبہ کرتا ہے، اوراللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے بڑی محبت کرتا ہے، لیکن یہ اس لیے نہیں کہ وہ ہمارے اعمال اور توبہ کا محتاج ہے، کیوں کہ اللہ ہم سے بے نیاز ہے، لیکن اللہ سبحانہ ہم سے بطور کرم واحسان کے محبت کرتا ہے، کیوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ خوش ہوتا ہے اور غصہ بھی ہوتا ہے، محبت کرتا ہے اور کراہت بھی، لیکن یہ صفات ہماری صفات کی طرح نہیں ہیں، کیوں کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ ''اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہ خوب سننے اور دیکھنے والا ہے۔'' بلکہ اس کی خوشی ایسی ہے، جو اس کی عظمت وبزرگی کے شایان شان ہے اور مخلوقین کی خوشی کے مشابہ نہیں ہے۔
- اس حدیث کا ایک واقعہ ہے، جو ایک بندۂ الٰہی کے توبہ سے خوش ہونے پر بطور مثال بیان کیا گیا ہے، جس کی تفصیلات دیگر روایات میں آئی ہیں۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''اللہ اپنے بندۂ مومن کے توبہ سے، اس آدمی سے بڑھ کر خوش ہوتا ہے، جو کسی چٹیل میدان میں ہو، اس کے ساتھ سواری ہو جس

پر اس کا کھانا اور پانی ہو، پھر وہ سو جاتا ہے اور جب بیدار ہوتا ہے تو اسے گم پاتا ہے۔ پھر وہ اسے تلاش کرتا ہے یہاں تک کہ پیاسا ہو جاتا ہے، چناں چہ وہ ایک بلندی پر چڑھ کر دیکھتا ہے اور کوئی چیز نہیں دیکھتا، پھر دوسری بلندی پر جا کر دیکھتا ہے اور اسے کچھ دکھائی نہیں دیتا، اور پھر تیسری بلندی پر چڑھ کر دیکھتا ہے اور اسے کچھ نہیں دکھائی دیتا، پھر کہتا ہے: میں اسی جگہ واپس چلتا ہوں جہاں پہلے تھا اور سوتا رہوں گا یہاں تک کہ موت آجائے، چناں چہ وہ اپنا سر کلائی پر رکھتا ہے تاکہ مر جائے، پھر اچانک بیدار ہوتا ہے اور اس کی سواری اس کے پاس ہوتی ہے، اوراس پر اس کا توشہ کھانا اور پانی موجود ہوتا ہے، چناں چہ سخت خوشی میں کہتا ہے: اے میرے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں، شدتِ فرح کی وجہ سے غلط بول جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ بندہ مومن کے توبہ سے اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے، جو خوشی وہ اپنی سواری و توشہ کو کھونے کے بعد پاتا ہے۔"

آج کی حدیث

٩٣- عن النواس بن سمعان الأنصاري رضي الله عنه قال: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن البر والإثم فقال: (البر حسن الخُلُق، والإثم ما حاك في صدرك، وكرهت أن يطلع عليه الناس) رواه مسلم

سیدنا نواس بن سمعان انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں سوال کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”نیکی حسن اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے، جو تمہارے سینے میں کھٹکے اور تم اس بات کو ناپسند کرو کہ لوگ اس سے باخبر ہوں۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- حُسن خلق کی فضیلت، اور باوجود یہ کہ نیکی بہت ساری خصلتوں پر مشتمل ہے، لیکن ان میں سب سے بڑی اور سب سے بہتر حسن اخلاق ہے۔
- حسن اخلاق کبھی فطری طور پر حاصل ہوتا ہے اور کبھی محنت ومشقت سے۔ فطرت سے حاصل ہونے کی مثال: انسان پیدائشی طور پر بُردبار، شریف اور اچھے اخلاق والا ہو۔ اور کسبی طور پر حاصل ہونے کی مثال: پیدائشی طور پر ان صفات کا حامل نہ ہو، لیکن اپنے نفس کو اچھے اخلاق حاصل کرنے کی مشق وعادت ڈالے۔
- گناہ کی دو علامتیں ہیں: داخلی علامت اور خارجی علامت۔ داخلی علامت جیسے: اضطراب وبے چینی اور اطمنان وسکون کا نہ پایا جانا۔ خارجی علامت یہ ہے کہ: اس بات کو ناپسند کرے کہ لوگ اس سے مطلع ہوں، اس فعل پر ملامت کے اندیشہ سے۔
- آپ ﷺ کا فرمان (الْإِثْمُ: مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ) یہ اس شخص کے ساتھ خاص ہے، جس کے سینے کو اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو اور وہ متقیوں میں سے ہو۔ جہاں تک اہلِ فجور اور فواحش میں مبتلا لوگوں کی بات ہے تو ان کے سینے میں گناہ سے کوئی کھٹکا (احساس) نہیں پیدا ہوتا، بلکہ بسا اوقات ان میں سے بعض لوگ اس گناہ سے خوش ہوتے ہیں۔
- جو شخص صاف دل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ایسی فراست عطا کر دیتا ہے، جس کے ذریعہ وہ گناہ کو پہچان لیتا ہے، یہاں تک کہ اس کے دل کو اس سے چین وسکون نہیں ہوتا۔

آج کی حدیث

٩٤- عن أبي ذرّ الغِفاري رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: (لا تحقرن من المعروف شيئاً ولو أن تلقى أخاك بوجه طلق) رواه مسلم

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”بھلائی کے کسی کام کو حقیر نہ سمجھو، اگرچہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملاقات کرو۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کا فرمان (بوجه طلْق) کا معنی: مسکراہٹ و چمک سے کھل رہا ہو (یعنی ہشاش بشاش ہو)
- بھلائی کی فضیلت کی ترغیب گرچہ کم ہی ہو۔
- بے شک خندہ پیشانی، خوش روئی اور مسکراہٹ کے ساتھ لوگوں سے ملاقات کرنا نبوی اخلاق میں سے ہے اور یہ تکبر کے منافی ہے اور محبت لانے والا ہے۔
- مسلمان کے لیے بشاشت کا اظہار کرنا اور اس سے تبسم کے ساتھ ملنے سے اسی طرح ثواب ملتا ہے جیسے صدقہ سے ملتا ہے۔
- نیکی آسان چیز، خندہ پیشانی اور نرم گوئی کا نام ہے۔
- مومنوں سے مطلوب ہے کہ وہ آپس میں الفت و محبت قائم کریں۔

آج کی حدیث

۹۵- عن أنس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: (ما من مسلم يغرس غرساً أو يزرع زرعاً فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له به صدقة) رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو مسلمان کوئی پودا لگاتا ہے یا کوئی کھیتی کرتا ہے اور اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا جانور کھالیتا ہے تو اس کے بدلے اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- کھیتی کرنے اور پودا لگانے کی فضیلت۔
- نیکی کے کاموں میں آخرت میں ثواب مرتّب ہونے کی بات مسلم شخص کے لیے خاص ہے نہ کہ کافر کے لیے ہے۔
- پودا لگانے اور کھیتی کرنے والے کے لیے اجر ہے، اگرچہ اس کا قصد ثواب کا نہ ہو۔
- یہ ثواب تمہاری کھیتی میں سے صرف انسان کے کھانے کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ ہر وہ مخلوق جو تمہارے کھیتی کے سبب کھائے اور غذا حاصل کرے تو یہ تمہارے حق میں اللہ تعالیٰ کے یہاں صدقہ ہوگا۔
- پودا لگانا، کھیتی کرنا اور کاری گری کا پیشہ اختیار کرنا مباح و جائز ہے اور یہ زہد میں قادح نہیں ہے۔
- زمین کو اپنے لیے اور اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لیے آباد کرنے کی ترغیب۔
- آدمی کی طرف کھیتی کی نسبت کرنے کا جواز۔
- کھیتیاں رکھنے اور اس کی نگرانی کرنے کا جواز۔

آج کی حدیث

٩٦- عن أبي الدّرداء رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (ما من مسلم يدعو لأخيه بظهر الغيب إلا قال الملَك: ولك بمثل) رواه مسلم

سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو مسلمان اپنے بھائی کے لیے غائبانہ طور پر دعا کرتا ہے تو اس پر فرشتہ کہتا ہے: اور تمہارے لیے بھی اسی طرح ہو۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کے فرمان (بظهر الغيب) کا مطلب: یعنی غائبانہ اور خفیہ طور سے، کیوں کہ اس میں زیادہ اخلاص پایا جاتا ہے۔
- اس میں مسلمان شخص کے لیے غائبانہ طور پر دعا کرنے کی فضیلت ہے، اور اگر مسلمانوں کی جماعت کے لیے دعا کی جائے تو اس کو یہ فضیلت حاصل ہو گی، اور اگر تمام مسلمانوں کے لیے یہ دعا کی جائے تو ظاہر یہی ہے کہ یہ ثواب اس کو حاصل ہو گا۔
- ابو درداء رضی اللہ عنہ کی سیرت میں آیا ہے کہ انھوں نے تین سو ساٹھ لوگوں سے اللہ کے لیے دوستی کر رکھی تھی، ہر نماز میں ان کے لیے اس امید سے دعا کرتے تھے کہ فرشتے ان کے لیے اسی کے مثل دعا کریں گے۔
- بسا اوقات تمھارا اپنے بھائی کے حق میں غائبانہ طور پر دعا کرنے کی برکت، تمھارا صرف اپنی ذات کے لیے دعا خاص کرنے کی برکت سے زیادہ اور عظیم ہوتا ہے، کیوں کہ اس پر فرشتہ کے آمین کے ذریعہ تمھاری مدد کی جاتی ہے۔
- مسلمان اپنے غیر سے منفرد و ممتاز ہوتا ہے اس طور پر کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے اسی طرح بھلائی کرنے کو پسند کرتا ہے، جس طرح اپنی ذات کے لیے بھلائی کو چاہتا ہے۔

- بے شک اللہ نے فرشتوں کو متعدد وظائف دے رکھے ہیں۔ اور انہی میں سے یہ فرشتہ ہے، جو غائبانہ طور پر اپنے بھائیوں کے لیے دعا کرنے والوں کے سر کے پاس آمین کہنے کے لیے مقرّر ہوتا ہے۔

آج کی حدیث

٩٧- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : (إن الله يقول يوم القيامة : أين المتحابون بجلالي اليوم أظلهم في ظلي يوم لا ظل إلا ظلي) رواه مسلم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ روز قیامت فرمائے گا:” میری عزت وبزرگی کے خاطر محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج انھیں میں اپنے سایہ میں جگہ دوں گا جس دن میرے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کے فرمان بجلالي کا مفہوم: ان کا محبت کرنا میری عظمت اور طاعت کے سبب ہو نہ کہ دنیاوی غرض کے لیے۔
- محبت وبغض میں اصل یہ ہے کہ یہ ہر اس چیز کے لیے ہو جسے اللہ پسند یا ناپسند کرتا ہو۔ اور اللہ توبہ کرنے والوں، پاک رہنے والوں، نیکوکاروں، پرہیز گاروں، صبر کرنے والوں، توکل کرنے والوں، انصاف کرنے والوں اور اللہ کی راہ میں صف بستہ ہو کر قتال کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ وہ ظالموں، زیادتی کرنے والوں، حد سے تجاوز کرنے والوں، فساد مچانے والوں، خیانت کرنے والوں اور تکبر کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔
- اللہ کی عظمت وبزرگی کی خاطر محبت کرنے کی علامت یہ ہے کہ بھلائی کی وجہ سے محبت زیادہ نہ ہو اور جفاوزیادتی کے سبب کم نہ ہو۔

- اللہ کی خاطر محبت کرنے والوں کے لیے روز قیامت بلند مقام مخصوص ہو گا، چناں چہ وہ روز قیامت کی حرارت اور اس کی ہولنا کیوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سایہ کا شرف حاصل کریں گے اور نور کے منبروں پر براجمان ہوں گے جس پر انبیاء وشہداء رشک کریں گے۔
- مسلمان شخص کا اپنے بھائی سے اللہ کی خاطر محبت کرنا ایمان کی پختہ کڑیوں میں سے ہے۔

آج کی حدیث

۹۸- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (لا تدخلوا الجنة حتى تؤمنوا، ولا تؤمنوا حتى تحابوا، أولا أدلكم على شيء إذا فعلتموه تحاببتم؟ أفشوا السلام بينكم) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم جنت میں نہیں داخل ہو گے یہاں تک کہ ایمان نہ لے آؤ، اور تم مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ آپس میں محبت نہ کرنے لگو۔ کیا میں تمہیں اس چیز کے بارے میں نہ بتلاؤں کہ جب تم اسے کرنے لگو تو آپس میں محبت کرنے لگو گے؟ تم آپس میں سلام کو عام کرو۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کا فرمان (لا تدخلون الجنة حتى تؤمنوا) یہ اپنے ظاہر اور اطلاق کے اعتبار سے ہے، لہذا جنت میں وہی شخص داخل ہو گا جو ایمان کی حالت میں وفات پائے، اگرچہ وہ کامل ایمان والا نہ ہو۔ اور آپ ﷺ کا فرمان (ولا تؤمنوا حتى تحابوا) کا معنیٰ: تمہارا ایمان مکمل نہیں ہو گا اور ایمان کی حالت میں تمہاری حالت درست نہ ہو گی مگر اللہ کی خاطر محبت کرنے سے۔
- اس میں سلام پھیلانے اور تمام مسلمانوں تک عام کرنے کی ترغیب ہے، خواہ پہچان والا ہو یا غیر پہچان کا ہو۔
- سلام تالیف کے پہلے اسباب میں سے ہے اور مودّت و محبت لانے کی کنجی ہے اور اس کے عام ہونے میں مسلمانوں کا آپس میں ایک دوسرے کے تئیں محبت پوشیدہ ہے اور اس میں ان کے شعار کا اظہار پایا جاتا ہے، جو انھیں دیگر اقوام سے ممتاز کرتا ہے۔
- شرعی سلام ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ کا عام کرنا، اس میں سلام ورحمت اور برکت کی دعا پائی جاتی ہے اور یہ محبت کے اسباب میں سے ہے، جو جنت تک پہنچانے والی ہے۔

- مسلمان کو چاہیے کہ اللہ کی طرف سے مسلمانوں کے لیے جو سلام مشروع ہے اس پر فخر کرے اور یہ شرعی سلام ہے، اور اس کا بدعی سلاموں یا مبہم اشارے سے بدلنا درست نہیں ہے، کیوں کہ یہودیوں کا سلام ہاتھ کے اشارے سے ہوتا ہے اور ہمیں ان کی تقلید سے منع کیا گیا ہے۔

آج کی حدیث

٩٩- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : (يسلم الراكب على الماشي، والماشي على القاعد، والقليل على الكثير) وعند البخاري : (الصغير على الكبير) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سوار شخص پیدل والے کو سلام کرے، چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو سلام کریں۔“ اور بخاری میں ہے کہ: ”چھوٹا شخص بڑے کو سلام کرے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- ملاقات کے وقت خاص طور سے شرعی صیغہ کے ساتھ سلام عام کرنے کی مشروعیت۔ اوروہ ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ ہے [1]۔

[1] **غیر مسلم کو سلام کرنے یا ان کے سلام کا جواب دینے کا طریقہ :** ”غیر مسلموں کو سلام کرنے میں اگر ابتداء کی جائے یا انہیں مخاطب کیا جائے تو ”السلام علیکم“ کے بجائے ”السلام علی من اتبع الھدی“ کہنا چاہیئے۔ نبی ﷺ نے بادشاہوں کے نام جو خطوط لکھے تھے ان میں انہی الفاظ کے ساتھ مخاطب کیا گیا تھا والسلام علی من اتبع الھدی (بخاری کتاب بدء الوحی) یعنی سلامتی ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ قیصر و کسری اور جھوٹے نبی مسیلمہ کذاب کو جو خطوط آپ کی طرف سے بھیجے گئے۔ ان میں اسی طرح سلام لکھا گیا اس لئے یہی سنت قرار پائی کہ جب مسلمانوں سے ملو خط لکھو یا مخاطب کرو تو السلام علیکم کہو اور جب غیر مسلم سے اس طرز کا واسطہ پڑے تو انہیں السلام علی من اتبع الھدی کہو۔ بعض اوقات غیر مسلم کی طرف سے سلام کی ابتدا کی جاتی ہے یا وہ مسلمان کو السلام علیکم کہتا ہے تو اس کے جواب میں بھی بجائے وعلیکم السلام کے صرف وعلیکم کہنا چاہیئے۔ حدیث میں آتا ہے حضور ﷺ نے بعض غیر مسلموں کے سلام کے جواب میں یہ الفاظ فرمائے۔ جس کا مطلب ہے : اور تم پر بھی وہی چیز ہو جس کے تم مستحق ہو۔ درج ذیل احادیث سے مسئلے کی مزید وضاحت ہوتی ہے :

سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا تبدوا الیھود والنصاری بالسلام۔ (مسلم کتاب السلام باب النھی عن ابتداء اھل الکتاب بالسلام ۷ ۲۱۲/ ۱۳) کہ ”یہود و نصاری کو السلام علیکم کہنے میں پہل نہ کرو۔“ اور اگر وہ خود سے سلام کرنے میں پہل کریں تو دوسری حدیث میں ان کو جواب دینے کا طریقہ یہ بتایا گیا ہے: اذا سلم علیکم اھل الکتاب فقولوا وعلیکم۔ (بخاری کتاب الاستئذان باب کیف الرد علی اھل الذمۃ ۲۲۵۸۔ و مسلم کتاب السلام باب النھی عن ابتداء اھل الکتاب بالسلام ۲۱۶۳/ ۶) جب اہل کتاب میں سے تمہیں کوئی سلام کہے تو تم جواب میں صرف وعلیکم کہو۔ نیز سیدنا اسامہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان، مشرک

- سنت یہ ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ اور یہ بڑے کے حق کی وجہ سے ہے، کیوں کہ چھوٹے شخص کو بڑے کا توقیر و احترام کرنے کا حکم ہے۔ اور بڑے پر یہ حق ہے کہ جب اسے چھوٹا غیر بالغ شخص سلام کرے تو وہ اس کا جواب دے۔
- سنت یہ ہے کہ گذرنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، اس لیے کہ گذرنے والا تجاوز کرنے والا ہوتا ہے اور بیٹھنے والا اپنی حالت پر وقار و سکون کے ساتھ رہتا ہے۔ اس اعتبار سے اسے گذرنے و چلنے والے پر فضیلت حاصل ہے اور اس لیے کہ اسے اس شخص سے تشبیہ دی گئی ہے جو گھر والوں پر داخل ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: گذرنے والا شخص بیٹھنے والے سے اعلیٰ ہے، اسی لیے اس کو سلام کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں زیادہ تواضع پایا جاتا ہے۔
- سنّت یہ ہے کہ کم لوگ زیادہ والوں کو سلام کریں، کیوں کہ جماعت کو فضیلت حاصل ہے اور ان کا کم والوں پر حق ہے۔ مثال کے طور پر اگر تین لوگوں کا پانچ کے پاس سے گذر ہو تو تین والوں کو پانچ والوں سے سلام کرنا چاہیے، کیوں کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرتا ہے۔
- سنت یہ ہے کہ سوار شخص، چلنے والے کو سلام کرے، اس لیے کہ سوار شخص چلنے والے سے اعلیٰ ہے، اور جب وہ اونچا ہے تو اس سے مطلوب یہ ہے کہ تواضع سے کام لے اور سلام کی شروعات کرے، کیوں کہ اگر پیدل والا سوار پر سلام کرے گا تو سوار والا شخص حسی اور قدر کے اعتبار سے بلند ہو جائے گا اور یہ اسے بسا اوقات کبر و خود پسندی تک پہنچا سکتا ہے۔

اور یہود مختلف مذاہب کے لوگ موجود تھے تو وہاں نبی ﷺ نے السلام علیکم کہا۔ (بخاری و مسلم) اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسلمان کسی مجلس میں جائے یا ان کو مشترکہ طور پر مخاطب کرے تو ایسے موقع پر جائز ہے کہ ان مسلمانوں کی وجہ سے جو اس اجتماع میں شریک ہیں، سب کو السلام علیکم کہا جائے۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب (دیکھیے: فتاویٰ صراط مستقیم، ص ۵٦٦، محدث فتوی سائٹ) (مترجم)

آج کی حدیث

١٠٠- عن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : (المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه) رواه البخاري

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مسلمان وہ ہے، جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے، جو اللہ کی منع کردہ چیزوں کو کرنے سے باز رہے۔“ (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- سچا مسلمان وہ ہے، جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔
- وہ مسلمان جو اپنے مسلمان بھائیوں کی عزتوں میں واقع ہوتا ہے اس طور پر کہ وہ اپنی زبان کو غیبت و چغلی اور جھوٹ بولنے سے محفوظ نہیں رکھتا اور اپنے نفس کے لیے باطل طریقہ سے غلبہ چاہتا ہے اور زیادتی سے کام لیتا ہے، یہ اس حقیقی اسلام کو لانے والا نہیں ہے، جو ایک مسلم شخص سے مطلوب ہے۔
- حدیث میں اس خصلت کے ذریعہ یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص اس عادت کو اپناتا ہے تو وہ اس بات کے لیے زیادہ مناسب ہے کہ وہ اسلامی خصال میں سے دیگر خصلتوں کو اپنائے۔
- زبان کو ذکر کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ دل میں جو کچھ اچھائی یا برائی پائی جاتی ہے اس کی تعبیر زبان ہی کرتی ہے اور دیگر جوارح (اعضا) کو چھوڑ کر ہاتھ کا تذکرہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ: یہی کسی واسطہ کے بغیر دوسروں کو تکلیف پہنچانے یا ان کے حقوق پر قبضہ کرنے کا سبب ہے۔
- ہجرت کی دو قسمیں ہیں: ظاہری و باطنی۔ **باطنی ہجرت سے مراد:** ہر اس چیز کا ترک کرنا جس کی طرف برائی پر آمادہ کرنے والی نفس اور شیطان دعوت دے۔ **ظاہری ہجرت سے مراد:** دین میں فتنہ واقع ہونے کے خوف سے سے دار کفر سے دار اسلام کی طرف منتقل ہونا۔ اور حقیقی مہاجر وہ ہے، جو اللہ کی منع کردہ باتوں سے رک جائے۔

- اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو دیار کفر میں مغلوب و مقہور ہو کر قیام کرنے سے روکا ہے، جب کہ وہ اس جگہ کو ترک کرنے پر قادر ہو اور دوسری امن و شانتی والی جگہ منتقل ہو سکتا ہے۔ لہذا اس شخص کی ہجرت اللہ کی منع کردہ چیزوں کو ترک کرنے سے ہو گا اور وہ کافروں کے درمیان رہائش پذیر ہونا ہے۔

آج کی حدیث

١٠١- عن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه، من كان في حاجة أخيه كان الله في حاجته، ومن فرّج عن مسلم كربة فرج الله عنه بها كربة من كرب يوم القيامة، ومن ستر مسلماً ستره الله يوم القيامة) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے (ظالموں کے) سپرد کرتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرماتا ہے۔ جو کسی مسلمان سے اس کی ایک تکلیف دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی تکلیفوں میں سے ایک تکلیف دور فرماتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس (کے عیبوں) کی پردہ پوشی فرمائے گا۔" (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- بے شک اسلامی اخوت مسلمانوں کے درمیان عظیم ترین رابطوں میں سے ہے۔ اور جو اس بات کی قسم کھائے کہ فلاں شخص اس کا بھائی ہے اور اس سے اسلامی اخوت مراد لے تو وہ اپنی قسم میں حانث نہیں ہوگا۔
- (ولا يُسْلِمُه) کا مطلب یعنی اسے رسوا نہیں کرتا، بلکہ اس کی مدد کرتا ہے، کہا جاتا ہے: أسلم فلان فلانا جب وہ اسے تباہی کی طرف پھینک دے اور اس کو اس کے دشمن سے نہ بچائے۔
- اس میں تعاون، حسنِ معاشرت، الفت اور مومنوں کی لغزشوں پر پردہ پوشی کی ترغیب دی گئی ہے۔
- علم یا مال یا مدد و معاونت یا کسی فائدے کے بارے میں اشارہ کرکے یا نصیحت وغیرہ کے ذریعہ مسلمانوں کی ضروریات کی تکمیل کرنے اور ان کو نفع پہنچانے کی فضیلت۔
- دنیا میں محتاجوں اور مصیبت زدہ لوگوں کے لیے بھلائی کرکے روزِ قیامت کی تیاری کرنے کا بیان۔
- بے شک جزا عمل کے جنس سے ہے۔

آج کی حدیث

١٠٢- عن أبي موسى رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا وشبك بين أصابعه) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایک عمارت (دیوار) کی طرح ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط وپختہ کرتا ہے، پھر آپ نے اپنی انگلیوں کے درمیان تشبیک کیا یعنی (ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا)۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- عمارت جو اپنے ستونوں اور دیواروں سے تقویت حاصل کرکے ایک پختہ ومضبوط مکان ہوتی ہے، اور متفرق انگلیاں کمزور ہوتی ہیں، پس جب وہ ملتی ہیں، تو بعض، بعض کو تقویت دیتی ہے، اسی طرح مومن کا معاملہ اپنے بھائی کے ساتھ ہے۔
- ایک دوسرے پر مسلمانوں کے حقوق کی تعظیم کرنا ضروری ہے۔
- گناہ ونفرت کے علاوہ امور میں مسلمانوں کے درمیان باہمی تعاون، ملاطفت اور رحم کرنے کی ترغیب۔
- معانی کو ذہنوں کے قریب کرنے کے لیے مثالیں بیان کرنے اور تشبیہ دینے کا جواز۔
- اخروی امور میں اور اسی طرح جائز دنیوی امور میں مدد کرنے کی ترغیب۔
- مسجد میں انگلیوں کو تشبیک دینے کا جواز، البتہ نماز میں یا نماز کا قصد وارادہ کرنے والے کے لیے اس کا کرنا مکروہ ہے، کیوں کہ نماز کا انتظار کرنے والا نمازی کے حکم میں ہوتا ہے۔

آج کی حدیث

۱۰۳- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (حق المسلم على المسلم خمس: ردُّ السلام وعيادة المريض، واتباع الجنائز، وإجابة الدعوة، وتشميت العاطس)

رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، مریض کی تیمارداری کرنا، جنازہ کے پیچھے چلنا، دعوت کا قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- کلمہ ”حق“ واجب، ثابت، لازم اور صدق وغیرہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور یہاں حق سے مراد: حرمت وصحبت ہے۔
- ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر بہت زیادہ حقوق ہیں، ان میں بعض واجب عینی ہیں، جو ہر شخص پر واجب ہوتا ہے، اگر وہ اسے ترک کردے تو گنہگار ہوگا۔ اوران میں سے بعض واجب کفایتی ہیں، جب اسے بعض لوگ بجالائیں تو دیگر لوگوں سے وہ ساقط ہوجاتا ہے۔ اور ان میں سے بعض مستحب غیر واجب ہیں، جن کے ترک کرنے پر مسلمان کو گناہ نہیں ہوتا ہے۔
- ((حق المسلم على المسلم)) کے ذریعہ تعبیر سے وجوب کا پتہ چلتا ہے، گویا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب اسے سلام کیا جائے تو اس پر سلام کا لوٹانا واجب ہے۔ اور بلاشبہ سلام کا جواب دینا سلام کرنے سے زیادہ تاکیدی ہے۔
- مریض کی تیمارداری کرنا یعنی اس پر بلا بوجھ بنے اس کی زیارت کرنا اور اس کے لیے شفاوعافیت کی دعا کرنا۔

- جنازہ کی پیروی کرنے سے مقصود: نماز پڑھے جانے سے دفن تک موجود رہنا ہے[۱]۔
- دعوت کا قبول کرنا بہت زیادہ تاکیدی سنت ہے، مگر شادی کے ولیمہ میں (حاضر رہنا) واجب ہے الا یہ کہ وہاں کوئی خلاف شرع منکر بات ہو، جس کے انکار و بدلنے کی طاقت نہ ہو۔
- چھینک کا جواب دینا، یعنی جب چھینکنے والا (الحمدللہ) کہے تو اس کے جواب میں (یرحمک اللہ) کہا جائے اور پھر چھینکنے والا (يهديكم الله ويصلح بالكم) کہے۔

---

[۱] غیر مسلم کی وفات پر تعزیت کرنا اور دلاسہ دینا جائز ہے بالخصوص قریبی شخص ہو اور اس کی تعزیت سے ان کے شر کو روکنا اور انھیں اسلام کی طرف قریب کرنے کا ارادہ ہو۔(فتاوى اللجنة الدائمة (۱۳۲/۹) البتہ تعزیت اور اظہارِ افسوس کے لیے موم بتیاں، شمعیں روشن کرنا اور کچھ دیر کی خاموشی اختیار کرنا یا جھنڈے کا سرنگوں کرنا مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہیں، اس لیے کہ یہ طریقہ اسلامی طریقۂ تعزیت سے ہٹا ہوا ہے، یہ مغربی تہذیب کی دین ہے جس کا اختیار کرنا اسلامی غیرت اور دینی حمیّت کے خلاف ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: "جو شخص کسی غیر قوم کے اخلاق وعادات اور طور طریقہ کی پیروی کرے وہ انھیں میں سے ہے۔" اسی طرح غیر مسلم کے جنازہ میں شریک ہونا اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کرنا جائز نہیں ہے۔ اور کسی کی وفات پر کالا لباس زیب تن کرنا بھی نبوی طریقہ کے خلاف ہے۔ اگر غیر مسلم کو کوئی دفنانے والا نہ ہو تو مسلمان شخص انھیں دفنا سکتا ہے، جیسا کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بدر کے کافر مقتولین کے ساتھ کیا اور جب ابو طالب کا انتقال ہوا تو علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان کو دفن کر دیں۔ واللہ اعلم (مترجم)

آج کی حدیث

١٠٤- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (الساعي على الأرملة والمسكين كالمجاهد في سبيل الله، وأحسبه قال: وكالقائم الذي لا يفتر والصائم الذي لا يفطر) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بیوہ اور مسکین کی خبر گیری کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے۔ (راوی کہتے ہیں) اور میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اس تہجد گذار کی طرح ہے، جو سست نہیں پڑتا اور اس روزہ دار کی طرح ہے، جو افطار نہیں کرتا ہے)۔ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- ساعی سے مراد یعنی ان دونوں کے لیے کمائی کرنے والا اور ان کی خرچ کے لیے کام کرنے والا۔ اور ارملہ (بیوہ) وہ ہے جس کا کوئی شوہر نہ ہو اور نہ کوئی سرپرست ہو، جو اس کا خرچ برداشت کرے اور اس کے امور کی نگرانی کرسکے۔
- بیوہ اور مسکین کی خبر گیری کرنے والے کا اجر اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا ہے۔
- بیوہ اور مسکین کی نگہبانی اور ان کے امور کی اصلاح کرنے والے اور ان پر خرچ کرنے والے کا ثواب، اللہ کے راستہ میں جنگ کرنے والے کے ثواب کی طرح ہے، کیوں کہ مال روح کی مانند ہے اور اس کے خرچ کرنے میں نفس کی مخالفت ہوتی ہے اور رب کی رضا کا مطالبہ ہوتا ہے۔ یا یہ کہ ان صفات کے حامل لوگ ایسے مستقل روزہ رکھنے والے کے درجہ میں ہوتے ہیں، جو کہ افطار نہیں کرتے اور برابر قیام کرتے ہیں تھکتے نہیں ہیں۔
- بیوہ اور مسکین، لوگوں میں رعایت وتوجہ کا زیادہ حق رکھتے ہیں، بالخصوص قریبی رشتے دار اور پڑوسی۔

آج کی حدیث

١٠٥- عن أنس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: (من أحب أن يُبسط له في رزقه، ويُنسأ له في أثره؛ فليصل رحمه) رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص یہ پسند کرے کہ اس کی رزق کشادہ ہو جائے اور اس کی عمر میں اضافہ کر دیا جائے تو اسے صلہ رحمی کرنا چاہیے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- يُبسط له کا معنی: رزق میں کشادگی اور بکثرت برکت ہونا ہے۔ اور ينسأ له في أثره کا معنی: اس کی عمر میں تاخیر واضافہ ہونا۔
- اس حدیث میں صلہ رحمی کی ترغیب ہے اور اس کے فائدے آخرت سے پہلے جلد ہی دنیا میں حاصل ہوتے ہیں۔
- بے شک اللہ تعالیٰ صلہ رحمی کرنے والے کی رزق میں کشادگی پیدا کرتا ہے اور اس میں برکت عطا کرتا ہے۔
- بے شک اللہ تعالیٰ صلہ رحمی کرنے والے کی عمر کو مؤخر کر دیتا ہے اور علما نے عمر کی اس زیادتی کی مختلف وضاحتیں کی ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:
- اللہ تعالیٰ کبھی عمر میں اضافہ کر دیتا ہے اور کبھی کمی کر دیتا ہے، جیسا وہ سبحانہ چاہتا ہے۔ اس قول کے قائلین نے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے دلیل پکڑی ہے: ﴿يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِندَهُ أُمُّ الْكِتَابِ﴾ ”اللہ جو چاہے مٹا دے اور جو چاہے ثابت رکھے، لوح محفوظ اسی کے پاس ہے۔“ [الرعد:٣٩]
- بے شک عمر میں بڑھوتری واضافہ روح کو قبض کرنے والے فرشتہ کے مطابق ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اس کے پاس جب آدمی صلہ رحمی کرے تو اس کی عمر ستر سال ہوگی اور جب صلہ رحمی نہیں

کرے گا تو ساٹھ سال، حالاں کہ اس کو پتا نہیں کہ ان دونوں عمروں میں سے اس کے لیے کون ہے۔ اور جہاں تک اللہ کے علم کی بات ہے تو اللہ اسے جانتا ہے اور اسے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے کہ وہ صلہ رحمی کرے گا اور اس کا عمر ستر سال ہو گا۔ لہذا زیادتی و کمی فرشتہ کے علم کے مطابق ہو گی اور عدم زیادتی و کمی یہ لوح محفوظ کے اعتبار سے ہو گی۔

- عمر کا یہ اضافہ حقیقی نہیں ہے کہ دنیا میں لمبی مدت تک باقی رہے گا، بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اس کی عمر میں برکت دے گا اور اسے اچھائیاں اور کثرت سے نیکیاں کرنے کی توفیق دے گا اور یہی بندہ کے لیے حقیقی عمر ہے، برعکس غفلت ولاپرواہی اور معاصی کے ایام کے، تو یہ عمر نہیں ہے گرچہ لمبی ہو۔
- اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کو لمبی عمر کے لیے شرعی سبب قرار دیا ہے۔

آج کی حدیث

١٠٦- عن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (أبرُّ البر أن يصل الرجلُ ودَّ أبيه) رواه مسلم

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں سے صلہ رحمی کرے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اس حدیث کے بیان کرنے کا قصہ یوں ہے کہ ایک دیہاتی شخص کی ملاقات عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مکہ کے راستے میں ہوئی، عبدللہ بن عمر نے اس سے سلام کیا اور اس کو اپنے گدھے پر سوار کر لیا اور اس کو اپنا عمامہ دیدیا۔ اس پر آپ کے ساتھیوں نے کہا: اللہ تیری اصلاح فرمائے! یہ تو دیہاتی لوگ ہیں جو معمولی چیز پر خوش ہو جاتے ہیں۔ اس پر عبد اللہ بن عمر بولے: اس کا باپ عمر بن خطاب کا دوست تھا۔ اور میں نے رسول ﷺ سے یہ سن رکھا ہے: ”بے شک عظیم ترین نیکی یہ ہے کہ باپ کے دوستوں اور اس کے چاہنے والوں سے صلہ رحمی کیا جائے۔“
- اس میں باپ کے دوستوں سے صلہ رحمی کرنے، ان کے ساتھ احسان واکرام کرنے کی فضیلت ہے۔ اور یہ باپ کے ساتھ بھلائی کرنے اور ان کے اکرام کو شامل ہے، کیوں کہ اس طرح کی صلہ رحمی اسی باپ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور اس (صلہ رحمی) کے مستحق ماں، باپ داد، اساتذۃ و شیوخ اور شوہر و بیوی کے دوست و احباب بھی ہیں۔
- ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مضبوطی وباریکی سے سنت پر عمل کرنا۔
- میّت کے رشتے داروں کی نیکی کرنے سے میّت کو فائدہ پہنچتا ہے۔

- اللہ عزو جل کی رحمت کا کشادہ ہونا اس طور پر کہ نیکی کا دروازہ وسیع ہے۔ یہ صرف باپ اور ماں کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ والد کے دوستوں اور ماں کی سہیلیوں کو بھی شامل ہے، جب تم ان کے ساتھ بھلائی کروگے تو گویا اپنے والد کے ساتھ بھلائی کروگے اور تم اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا ثواب دیئے جاؤگے۔

آج کی حدیث

١٠٧- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : جاء رجل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال : يارسول الله! من أحق الناس بحسن صحابتي؟ قال (أمك) قال : ثم من؟ قال : (أمك) قال ثم من؟ قال : (أمك) قال : ثم من؟ قال (ثم أبوك) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ : ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول!میری صحبت کاسب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"تیری ماں" اس نے کہا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"تیری ماں" اس نے کہا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"تیری ماں" اس نے کہا : پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"پھر تیرا باپ۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- الصَّحَابَة یہاں صاد کے فتحہ کے ساتھ ہے:اس سے صحبت و ہم نشینی مراد ہے۔
- علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ دیگر رشتے داروں کی بہ نسبت ماں باپ نیکی میں سب سے زیادہ تاکیدی احترام کا درجہ رکھتے ہیں۔
- حسنِ سلوک سے متعلق جمہور اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ ماں کو باپ پر مقدم کرنا ہے، جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حسنِ سلوک میں تین چوتھائی سلوک کا مستحق ماں ہے اور ایک چوتھائی کا مستحق باپ ہے۔
- ماں کو اس لیے فوقیت حاصل ہے کیوں کہ وہ بہت زیادہ بچے کی خاطر تھکتی ہے،اس سے پیار کرتی ہے،اس کی خدمت کرتی ہے اور حمل ،وضع حمل ، دودھ پلانے اور پھر اس کی تربیت و خدمت اور تیمارداری وغیرہ میں سخت مشقت برداشت کرتی ہے۔
- بھلائی و حسنِ سلوک کی ترتیب: ماں پھر باپ، پھر اولاد، پھر دادا، دادی، پھر بھائی، بہنیں، پھر ذوی الارحام کے تمام محارم جیسے: چاچا، چاچیاں، ماموں، ممانیاں، پھر فروعی رشتے داروں میں سے قریب سے قریب تر رشتے دار۔

- سنن نسائی کی ایک حدیث میں آیا ہے، جسے امام حاکم نے صحیح کہا ہے کہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے دریافت کیا: عورت پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے شوہر کا؟ پھر انھوں نے پوچھا: مردوں پر کس کا سب سے زیادہ حق ہے؟ کہا: اس کی ماں کا۔

آج کی حدیث

١٠٨- عن ابن مسعود رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (يا معشر الشباب! من استطاع منكم الباءة فليتزوج فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج ، ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے جوانو کی جماعت! تم میں سے جو نان ونفقہ اور جماع کی طاقت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ شادی کر لے، کیوں کہ یہ نگاہ کو زیادہ پست رکھنے والی ہے اور شرم گاہ کی زیادہ حفاظت کرنے والی ہے۔ اور جو اس کی طاقت نہیں رکھتا، اس کو روزہ رکھنا چاہیے، کیوں کہ وہ اس کی شہوت کو مٹادے گا۔'' (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اسلام نے جوانی کے مرحلہ پر توجہ دیا ہے، کیوں کہ یہ زندگی کے بہترین مراحل میں سے ہے اور اسی میں آدمی اپنی شخصیت کی پہچان بناتا ہے۔
- شادی میں جلد بازی کرنے کی مشروعیت، اس لیے کہ اس میں دنیوی واخروی فائدے پائے جاتے ہیں اوران میں سے یہاں شرم گاہوں کی حفاظت ہے۔ اور یہ اس شخص کے لیے زیادہ تاکیدی ہو جاتا ہے جو اپنے نفس پر فتنۂ (زنا) میں پڑنے کا خوف رکھتا ہو اور جو باءۃ یعنی جسمانی ومالی قدرت رکھتا ہو۔
- اس میں اعضا کے امور پر توجہ دینا اور اسے حرام شہوتوں میں پڑنے سے حفاظت کا بیان ہے، جیسے شادی لوگوں کے معایب وبے پردگی کو تلاش کرنے سے نگاہ کی حفاظت کرتا ہے اور شرم گاہ کو فواحش کے ارتکاب سے محفوظ رکھتا ہے۔

- جو شخص نان ونفقہ اور مالی عاجزی کی وجہ سے شادی کی طاقت نہیں رکھتا ہے، حالانکہ اس کے پاس جماع کی رغبت ہے تو ایسے شخص کو روزہ رکھنا چاہیے، کیوں کہ یہ اس کی شہوت کو مٹادیتا ہے اوراس کی جنسی خواہش کو کمزور کردیتا ہے۔ اور (فإن لہ وجاء) کا مفہوم یہ ہے کہ روزہ اس کی شہوت کو ختم کردیتا ہے۔
- اس شخص کی مذمت، جو شخص شادی پر قدرت رکھنے کے باوجود مطلق طور پر شادی نہ کرے، خواہ کچھ بھی سبب ہو۔ اور شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے ہم تک یہ بات پہنچی ہے، جب کہ ان سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے بارے میں ذکر کیا گیا کہ انھوں نے شادی نہیں کی تھی، تو آپ نے فرمایا: ”اگر وہ شادی کیے ہوتے تو ان کا معاملہ مکمل ہوتا۔“

آج کی حدیث

١٠٩- عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (تُنكح المرأة لأربع: لمالها، ولحسبها، ولجمالها، ولدينها، فاظفر بذات الدين تَرِبَت يداك) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے: اس کی مال، اس کی نسب، اس کی جمال اور اس کی دین کی وجہ سے۔ تمہارا ہاتھ خاک آلود ہو، تم دین والی کو اختیار کرکے کامیاب ہو۔" (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- نبی ﷺ نے اس چیز کے بارے میں بتلایا ہے، جسے لوگ عادتا کیا کرتے ہیں، کیوں کہ لوگ عموما انہیں چار عادتوں کا قصد کرتے ہیں اوران کے یہاں سب سے آخر میں دین ہوتا ہے۔
- مسلمان شخص کو دین دار بیوی کے انتخاب کی حرص رکھنی چاہیے اوراسے دیگر (بیویوں) پر فوقیت دینی چاہیے۔
- خوبصورت بیوی تلاش کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، بشرطیکہ اس کا دین درست ہو اوراس کا اخلاق بہتر ہو۔
- ہر چیز میں نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب، کیوں کہ ان کی صحبت سے ان کے اخلاق، ان کی برکت اور اچھے طریقے حاصل کرے گا اوران کی طرف سے ہونے والے مفاسد سے محفوظ رہے گا۔
- (تَرِبَت يداك) کا مفہوم: یہ ایسا کلمہ ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ تمھارا ہاتھ خاک آلود ہو جائے اور مٹی سے مل جائے ہے، لیکن عرب اس کے حقیقی واصلی معنی کو نہیں مراد لیتے تھے، بلکہ عام طور پر اسے ترغیب وتشجیع کے لیے استعمال کرتے تھے۔

آج کی حدیث

١١٠- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (لا تنكح الأيم حتى تستأمر ولا البكر حتى تستأذن قالوا يا رسول الله وكيف إذنها؟ قال أن تسكت) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بیوہ عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس سے پوچھ نہ لیا جائے اور کنواری عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ لی جائے۔“ صحابہ نے عرض کی : اللہ کے رسول! کنواری کی اجازت کس طرح ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا : ”(پیغام نکاح سن کر) اس کا خاموش رہنا ہی اس کی اجازت ہے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (الأيّم) کا معنی: جس کا شوہر نہ ہو(بیوہ)، اوراس حدیث میں اس سے مراد: ثیبہ (شادی شدہ) ہے، اور آپ ﷺ کا فرمان: (حتى تُستأمر) کا معنی: اس کی اجازت طلب کی جائے اور وہ اس کا حکم دے اور خوشی کا اظہار کرے۔
- باکرہ سے مراد: وہ عورت جسے مرد نے چھوا نہ ہو، یہاں تک کہ اگر اس کی پردۂ بکارت بغیر جماع کے زائل ہو جائے تب بھی وہ باجماع فقہاء باکرہ شمار ہو گی۔ لیکن اگر کوئی آدمی اس سے نکاح صحیح یا فاسد یا نکاح شبہ کے ساتھ جماع کرے تو وہ اجماعی طور پر ثیبہ ہو گی۔
- مخطوبہ کی رضامندی عقد زواج کی صحت کی شروط میں سے ایک شرط ہے اور نکاح کا پیغام دینے والے کی موافقت دینا یا اس کا اپنی پسند کا شوہر اختیار کرنا، اس کے حقوق میں سے ایک حق ہے اور یہ اس کی خصوصیات میں سے ہے، جس میں اسے درست رائے اور پختہ عقل سے فیصلہ کرنا چاہیے۔
- ثیبہ عورت کے ولی کے لیے درست نہیں ہے کہ وہ اس کی شادی اس سے مشورہ اور اس کی واضح رائے طلب کیے بغیر کر دے۔ نیز ثیبہ عورت اپنی رضا کا اظہار اپنی زبان سے کرے گی۔

- بالغ اور عقل مند باکرہ عورت سے ولی کے لیے اجازت لینا شرط ہے اور اس کی رضامندی معلوم کرنا ضروری ہے، اگرچہ خاموشی کے ذریعہ ہو اور اعتراض نہ ہو۔
- اگر باکرہ نو برس سے کم عمر کی ہو تو ابن منذر نے علما کا اجماع نقل کیا ہے کہ: اس کا باپ اس کی اجازت کے بغیر کسی کفو والے شخص سے اس کی شادی کر سکتا ہے، کیوں کہ رسول ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی اجازت اور ان کے علم کے بغیر شادی کیا، جب کہ وہ نو برس کی تھیں۔[۱]

[۱]موجودہ دور میں بہت ساری لڑکیاں بالخصوص کالج کی گرل فرینڈ اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ بھاگ کر ولی کی اجازت کے بغیر کورٹ میرج کر لیتی ہیں جو کہ اسلامی تعلیمات کے منافی ہے، کیوں کہ لڑکی کے لیے ولی (باپ یا اس کے قائم مقام کسی وکیل) کا ہونا ضروری ہے۔ حدیث رسول ﷺ ہے کہ (أیّما امرأۃ نکحت بغیر إذن ولیّھا فنکاحھا باطل، فنکاحھا باطل، فنکاحھا باطل) ”جس عورت نے بھی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اسکا نکاح باطل ہے۔“ [سنن ترمذی، رقم:۱۰۲۱] اس کی سند صحیح ہے۔ ارشاد رسول ﷺ ہے: (لا نکاح إلا بولیّ وشاھدین) ترجمہ: ”ولی اور دو (عادل) گواہان کے بغیر کوئی نکاح نہیں ہے۔“ [صحیح الجامع، رقم ۷۵۷۸] (مترجم)۔

آج کی حدیث

١١١- عن أم حبيبة رضي الله عنها قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: (لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميت فوق ثلاث إلا على زوج أربعة أشهر وعشرا) رواه البخاري

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''کسی عورت کے لیے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو، تین دن سے زیادہ کسی میت پر سوگ منانا جائز نہیں، سوائے اپنے شوہر کے، جس کی وہ چارہ ماہ دس دن سوگ منائے گی[1]۔'' (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- ''أن تحد'' کا معنی: باز رہنا، اور احداد کہتے ہیں: عورت کا مخصوص حالات میں، مخصوص مدت کے لیے زیب وزینت والی چیزوں کے استعمال سے رکے رہنا، اسی طرح سوگ میں اسے اپنے گھر سے باہر رات نہ گذارنا، جب تک کہ اس کے لیے اس کے گھر میں کوئی تکلیف وضرر کی بات نہ ہو۔
- علمانے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ وہ عورت جس کا شوہر وفات پا جائے اس کے لیے چار ماہ دس دن سوگ منانا واجب ہے، خواہ اس کا شوہر اس کے ساتھ دخول کیا ہو یا صرف عقد لکھا ہو اور بغیر دخول کیے اس کا انتقال ہو گیا۔
- فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر وہ حاملہ ہو اور اپنے شوہر کی وفات یا اس کے طلاق دینے کے بارے میں نہ جان سکے اور حمل وضع کر دے تو اس کی عدت ختم ہو جائے گی۔ اور اگر اس کے شوہر کی وفات کی خبر اس حال میں آئے کہ وہ دردزہ میں ہے اور اس کے چند منٹ بعد جنے تو وہ عدت سے نکل جائے گی اور اس سے مباشر تا عقد کرنا جائز ہو گا۔ اور اگر اس کا شوہر اس کی ابتدائے حمل میں وفات پا جائے، تو اس کی عدت اور سوگ پوری مدت حمل جاری رہے گا یہاں تک کہ وہ اپنے حمل کو وضع کر دے۔

---

[1] اس حدیث میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ لڑکی کا نکاح ہو جانے کے بعد شوہر کا حق اس (لڑکی) کے ماں باپ پر مقدّم ہے۔ (مترجم)

- مطلقہ رجعیہ کا شوہر اگر اس کی عدت پوری کرنے سے پہلے انتقال کر جائے تو اسے سوگ منانا لازم ہو گا اور یہ علما کے یہاں محل اجماع ہے، کیوں کہ رجعیہ بیوی ہے۔
- اگر شوہر فوت ہو جائے اور وہ اس سے دور ہو تو اس کی وفات کا پتہ چلنے سے ہی سوگ منانا شروع کر دے گی اور جو اس سے (سوگ کے ایام) فوت ہوئے ہیں ان کی قضا نہیں ہے۔ اور اگر اسے اس کی وفات کا علم عدت کی مدّت گذر جانے کے بعد ہو تو اس پر کوئی عدت اور سوگ نہیں ہے۔
- علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت کا شوہر کے علاوہ کسی دوسرے کی موت پر تین دن سوگ منانا جائز ہے اور اس سے زیادہ دن سوگ کرنا حرام ہے۔

آج کی حدیث

١١٢- عن أسامة بن زيد بن حارثة رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (ما تركت بعدي فتنةً هي أضر على الرجال من النساء) رواه البخاري ومسلم

سیدنا اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے، عورت سے زیادہ خطرناک فتنہ نہیں چھوڑا۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- عورتوں کا فتنہ دیگر لوگوں کے فتنہ سے بڑھ کر ہے۔
- عورتوں کا فتنہ مردوں سے متعلق ہے، اسی لیے آپ ﷺ نے کہا: مردوں کے لیے عورتیں زیادہ نقصان دہ ہیں۔ اس لیے کہ مرد حضرات عورتوں کے ذریعہ آزمائے جاتے ہیں۔ اور ایسا اس لیے ہے کہ مردوں کے اندر عورتوں سے لطف اندوز ہونے کی محبت اور ان کی طرف میلان رکھ دیا گیا ہے۔
- شریعت نے ہر اس راستہ کو بند کر دیا جو عورت کے فتنہ کو واجب کرے، اسی لیے عورت پر واجب ہے کہ وہ اجنبی مردوں سے پردہ کرے اور ان سے میل جول سے بچے۔ اور عورتوں کو بناؤ سنگار کرنے، اجنبی مرد کے ساتھ خلوت نشینی اختیار کرنے اور عورت کو بغیر کسی محرم کے سفر کرنے سے منع کیا ہے۔
- فساق وفجار اور اہل شر وفساد جو کفار کی اندھی تقلید میں عورت کو مردوں کے ساتھ اختلاط کی طرف دعوت دیتے پھرتے ہیں اس سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، کیوں کہ یہ شیطانی وحی ہے، جو ان کے دلوں میں مزین و حسین بنا کر پیش کرتا ہے۔
- عورت کے لیے واجب ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اور مردوں کے لیے فتنہ کا سبب نہ بنے، کیوں کہ جتنے لوگ اس کے سبب فتنہ میں پڑیں گے قیامت کے دن اس کا بوجھ اسے برداشت کرنی پڑے گی۔
- مسلمان کو ایسی بری اور اباحی الیکٹرانک سائٹس میں داخل ہونے سے بچنا چاہیے، جو عورت کی متحرک وغیر متحرک تصویر دکھاتی ہیں، جیسے ویڈیو کلپس وغیرہ، کیوں کہ اس کے فتنہ نے بہتیرے لوگوں کو برباد کر دیا ہے۔

آج کی حدیث

١١٣- عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: (يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "رضاعت سے وہی رشتے حرام ہوتے ہیں، جو نسب سے ہوتے ہیں۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- شرعاً رضاعت کہتے ہیں: دو سال سے کم عمر کے بچہ کا حمل کی وجہ سے نکلنے والے دودھ کو چوسنا یا پینا وغیرہ۔
- تحریمِ نکاح، محارم کے ثبوت، خلوت و نظر کی جواز میں رضاعت کا حکم نسب کا حکم ہے۔ اور یہ قرابت کو واجب کرنے والا اور تحریم کو اس کے شروط کے ساتھ کھولنے والا ہے۔
- رضاعت قرابت کو موجب کرنے والا اور تحریم کو کھولنے والا نہیں ہوتا، مگر دو شرطوں کے ساتھ: دودھ پلانا بچے کے ابتدائی دو سالوں کے اندر ہو، اور دودھ پینے والا بچہ پانچ رضعات یا اس سے زیادہ سے سیرابی حاصل کیا ہو۔
- شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے پاس تین لوگ ہیں: دودھ پلانے والی ماں، دودھ کا مالک اور وہ اس کا شوہر یا سید (آقا) ہے، اور دودھ پینے والا بچہ۔ اور ان تینوں میں سے ہر ایک کے اصول، فروع اور حواشی ہیں۔ مرضعہ کے اصول اس کے آباء و امہات ہیں گرچہ اونچے تک ہوں اور اس کے فروع، اس کے بیٹے، بیٹیاں ہیں گرچہ نازل ہوں۔ اور اس کے حواشی، اس کے بھائی، چچا، ماموں ہیں۔ نیز صاحبِ لبن کے اصول، فروع اور حواشی ہیں، اسی طرح راضع کے اصول، فروع اور حواشی ہیں۔ رضاع حواشی اور راضع کے اصول میں مؤثر نہیں ہوتا، بلکہ اس سے رضاع کا حکم متعلق ہوتا ہے: راضع اور صرف اس کے فروع۔ اور مرضعہ کی نسبت تو یہ رضا سے اس کے اصولوں، فروعات اور حواشی سے متعلق رکھتا ہے، اور صاحب لبن کی بہ نسبت، تو یہ اس کے اصولوں، فروعات اور حواشی سے متعلق ہے، اس اعتبار سے یہ محدود تقسیم ہے، جو انسان کے لیے رضاعت کی تاثیر کی جانکاری میں مدد دیتی ہے۔

آج کی حدیث

١١٤- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (استوصوا بالنساء خيراً، فإن المرأة خلقت من ضلع، وإن أعوج شيء في الضلع أعلاه، فإن ذهبت تقيمه كسرته، وإن تركته لم يزل أعوج، فاستوصوا بالنساء خيرا) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت قبول کرو، کیوں کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اور پسلی میں سب سے ٹیڑھی اس کا بالائی حصہ ہے، اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہوگے تو وہ ٹوٹ جائے گا اور اگر تم اسے چھوڑ دوگے تو برابر ٹیڑھا ہی رہے گا، لہٰذا عورتوں کے ساتھ خیر کی وصیت قبول کرو۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کا فرمان ”استوصوا بالنساء خیرا“ یعنی تمھیں ان کے ساتھ بھلائی کی وصیّت کرتا ہوں، لہٰذا ان کے بارے میں میری وصیّت قبول کرو اور اس پر عمل کرو۔ اور آپ ﷺ کا فرمان (فإنهن خلقن من ضلع) اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے، جسے ابن اسحاق نے ابن عباس سے روایت کیا ہے، انھوں نے فرمایا: حوا علیہا السلام آدم کی بائیں چھوٹی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور وہ سو رہے تھے۔“
- عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اس لیے اس کے ٹیڑھے پن کا انکار نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر شوہر اس کے ٹیڑھے پن کو درست کرنا چاہے تو یہ اختلاف و جدائی تک پہنچا دے گا اور یہی اس کا توڑنا ہے۔ اور اگر اس کی بری حالت اور کمزور عقلی وغیرہ پر صبر سے کام لے تو معاملہ باقی رہے گا اور زوجیت و معاشرت جاری رہے گی۔
- آدمی کو جان لینا چاہیے کہ یہ ٹیڑھا پن عورت کے اندر طبعی طور پر پایا جاتا ہے، لہٰذا اسے اسی حالت کے ساتھ ساتھ رہنا چاہیے اور اس کے ساتھ بہترین سلوک کرنا چاہیے۔ اور یہ کسی معاملہ میں اس کی

طرف سے کج روی اختیار کرنے کی صورت میں اس کی تادیب کرنے اوراسے درست بات کی طرف رہنمائی کرنے سے مانع نہیں ہے۔

- اس حدیث سے کسی شخص کے لیے عورت کو حقیر وکمتر جاننے پر استدلال کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ عورت مرد کا نصف ہے، اُنھی دونوں سے پوری زندگی چلتی ہے، اوران میں سے ہر ایک کے پاس خاص وظیفہ اور کام ہے، جو دوسرا نہیں انجام دے سکتا اور وہ دونوں بہتیرے کام میں شریک ہوتے ہیں۔

آج کی حدیث

١١٥- عن عائشة رضي الله عنها أن هنداً بنت عتبة قالت يا رسول الله! إن أبا سفيان رجل شحيح وليس يعطيني ما يكفيني وولدي إلا ما أخذته منه وهو لا يعلم، فقال: (خذي ما يكفيك وولدك بالمعروف) رواه البخاري ومسلم

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہند بنت عتبہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! بے شک سفیان بخیل آدمی ہیں اور مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے جو مجھے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو، مگر اس میں سے جو میں ان کو بتلائے بغیر لے لوں۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”تم معروف طریقے سے اتنا لے لو جو تمہیں اور تمہارے بچے کے لیے کافی ہو۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- بیوی اور بچوں کا نفقہ واجب ہے اور یہ باپ کے ذمہ ہے، اس میں ماں شریک نہیں ہے اور نہ دیگر اقارب شریک ہیں۔
- نفقہ کا اندازہ شوہر اور خرچ کرنے والے کی مال داری، فقر اور درمیانی حالت کے مطابق ہو گا۔
- جس پر نفقہ واجب ہے اور وہ بخیلی و حرص کی وجہ سے خرچ نہیں کرتا، تو اس کے مال سے ضرورت کے مطابق لیا جائے گا، اگرچہ اسے اس کا علم نہ ہو، کیوں کہ یہ اس کے ذمہ واجبی نفقہ ہے۔
- یہ اور اس طرح کی شکایتیں حرام غیبت کی ضمن میں داخل نہیں ہیں، کیوں کہ اس کا معاملہ حاکمِ وقت کے پاس پیش کیا گیا ہے، جو انصاف اور ظلم کا ازالہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔
- اس عورت کا اپنے شوہر کو بخل سے موصوف کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تمام لوگوں کے ساتھ بخیلی کرتا ہے، بلکہ اس عورت نے اپنے گھر کے بارے میں اس کی حالت کی شکایت کی ہے باوجود یکہ وہ

لوگوں کے درمیان مشہور تھے اور لیڈر کی حیثیت سے تھے، اورایسا سماج کے بعض مشہوروبڑے لوگوں میں پایاجاتاہے۔ قریبی لوگ بھلائی واحسان کے زیادہ حق دار و مستحق ہیں۔

آج کی حدیث

١١٦- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (ليس الشديد بالصرعة، إنما الشديد الذي يملك نفسه عند الغضب) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"طاقت ور وہ نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑدے، بلکہ حقیقی طاقت ور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔" (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- صُرعہ سے مراد: جولوگوں کو اپنی جسمانی قوت سے بہت زیادہ پچھاڑنے والا ہو۔
- طاقت ور وہ نہیں جو بہادروں کو پچھاڑنے کی قدرت رکھتا ہو، بلکہ وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔
- غصہ کو قابو میں رکھنے نیز باہمی لڑائی واختلاف اور کسی سے بدلہ لیتے وقت غصہ ہونے کی صورت میں نفس پر کنٹرول رکھنے کی ترغیب۔
- غصہ سے بسااوقات بہت سارے بڑے مفاسد پیدا ہوجاتے ہیں، کبھی کبھار انسان اپنے آپ کو یا اپنے دین کو یا اپنے رب کو گالی دینے لگتاہے یا اپنی بیوی کو طلاق دے دیتاہے یا اپنے برتن کو توڑدیتاہے۔ اور بہتیرے حادثات بعض لوگوں سے غصہ کے وقت ہی صادر ہوتے ہیں گویا کہ وہ کسی پاگل ومجنوں سے صادر ہوں۔

- غصہ کا علاج یہ ہے کہ غصہ کرنے والا اللہ سے شیطان کی پناہ طلب کرے، خاموش ہو جائے، وضو کرے اور غصہ کی صورت میں اپنی حالت کو بدل لے، یعنی اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جائے، تا کہ اس کا نفس سکون میں آجائے اور اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے۔

آج کی حدیث

١١٧- عن عبدالله بن مسعود وأبي موسى الأشعري رضي الله عنهما قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (إن بين يدي الساعة أياما يرفع فيها العلم، وينزل فيها الجهل، ويكثر فيها الهرج) والهرج القتل. رواه البخاري ومسلم

سیدنا عبد اللہ بن مسعود اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک قیامت سے پہلے ایسے ایام آئیں گے کہ جس میں علم اٹھالیا جائے گا اور جہالت اس کی جگہ لے لے گی اور اس میں کثرت سے ہرج (یعنی قتل) عام ہو جائے گا۔“ الہرج قتل کو کہتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- قربِ قیامت کی بعض علامتوں کا بیان۔
- رسول اللہ ﷺ نے جن چیزوں کے بارے میں خبر دی ہے ان پر ایمان لانا واجب ہے، ان میں سے بعض واقع ہو چکی ہیں اور بعض عنقریب واقع ہوں گی۔
- علم سے یہاں مراد کتاب وسنت کا علم ہے اور یہ انبیاء علیہم السلام سے میراث میں ملنے والا علم ہے، کیوں کہ علما انبیا کے وارث ہیں۔
- علم اٹھنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اس کے حافظوں کے سینے سے مٹ جائے گا، بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس علم کے حامل علما فوت ہو جائیں گے جو اس کے مطابق عمل کرتے تھے اور امت کی سچائی و ہدایت کی طرف رہنمائی کرتے تھے۔ اور اس کے بعد لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے، جو جہالت سے فیصلہ کریں گے۔ چناں چہ وہ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔
- عہدِ نبوت سے جتنا زمانہ دور ہوتا جائے گا علم کم ہو گا اور جہل بڑھتا جائے گا۔ اور برابر علم گھٹتا جائے گا اور جہل بڑھتا جائے گا یہاں تک کہ لوگ آخری زمانہ میں اسلام کے فرائض کو بھی نہیں جان پائیں گے۔

- آخری زمانہ میں قتل عام ہو جائے گا۔

آج کی حدیث

١١٨- عن مَعْقِل بن يسار رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (العبادة في الهرج كهجرة إلي) رواه مسلم

سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فتنہ وفساد اور قتل کے وقت عبادت کرنا گویا کہ میری طرف ہجرت کرنا ہے۔'' (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- عبادت: ایک جامع نام ہے جو ان تمام ظاہری وباطنی اقوال واعمال کو شامل ہے جسے اللہ پسند کرے اور خوش ہو، جیسے دین کو اللہ کے لیے خاص کرنا اوراسی کو پکارنا اوراس کی رسی کو مضبوطی سے تھامنا، نفع بخش علم کا طلب کرنا اوراہل علم سے پوچھنا اور ان کی طرف رجوع کرنا، اوراسی میں سے نماز، روزہ، ذکر ہے، اوراسی میں سے صدق، امانت، بھلائی کا کرنا، حقوق ادا کرنا اور اللہ کی نافرمانی کے علاوہ کاموں میں مسلمان حاکم کی اطاعت کرنا ہے۔
- الھرج: قتل وخوں ریزی، فتنہ اور لوگوں کے امور کا مختلط وگڈ مڈ ہونا اور ان کے مابین لا قانونیت و انارکی پھیلنا ہے۔
- ہجرت: شرکیہ ملک سے سے اسلامی ملک کی طرف منتقل ہونا ہے، بالخصوص آپ ﷺ کی زندگی میں آپ کی طرف ہجرت کرنا۔ اور یہ (ہجرت) عظیم ترین عبادات اور عظیم ترین نیکی میں سے ہے۔
- جب فتنہ واقع ہو جائے تو آدمی پر متعین ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے دین کو فتنہ سے دور رکھے اور عبادت کی طرف متوجہ ہو اور فتنہ والوں کو چھوڑ دے۔ اور یہ ہجرت کی قسموں سے ایک ہے۔

- نبی ﷺ نے فتنہ و قتال کے وقت اپنے رب کی عبادت کرنے والے کو، اپنے دین سے بھاگ کر اللہ کی طرف ہجرت کرنے والے سے تشبیہ دی ہے، اس لیے کہ لوگ فتنوں کے زمانے میں اپنی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں، لہذا جو اپنے دین کو مضبوطی سے تھامے رہا اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہا تو وہ اللہ کے رسول پر ایمان لاکر آپ کی طرف ہجرت کرنے کے درجہ میں ہے اور آپ کے اوامر کو بجالانے والا ہے اور نواہی سے اجتناب کرنے والا ہے۔
- لوگوں کے غفلت میں پڑنے اور ان کے فتنے و شہوات میں مشغول ہونے کے وقت، اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کو خالص کرنے، اس کا ذکر کرنے اور اس سے دعا اور گریہ وزاری کرنے کی فضیلت کا بیان۔ اور یہ عمل امت سے فتنہ وفساد، آزمائش اور ہلاکت کو دور کرنے کے اسباب میں سے ہے۔

آج کی حدیث

۱۱۹- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (بادروا بالأعمال فتنا كقطع الليل المظلم، يصبح الرجل مؤمنا ويمسي كافرا، أو يمسي مؤمنا ويصبح كافرا، يبيع دينه بعرَضٍ من الدنيا) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم (نیک) اعمال کی طرف سبقت کرو، قبل اس کے کہ اس فتنہ کے شکار ہو جاؤ جو تاریک رات کے ٹکڑے کے مانند ہے، آدمی ایمان کی حالت میں صبح کرے گا اور رات کو کافر ہو جائے گا، یا ایمان کی حالت میں شام کرے گا اور صبح ہوتے کافر ہو جائے گا اور اپنے دین کو دنیاوی متاع کے بدلہ بیچ دے گا۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کے فرمان (بَادِرُوا) کا مطلب ہے کہ فتنہ واقع ہونے سے پہلے نیک اعمال کی طرف سبقت وجلدی کرو اوراس میں مشغول ہو جاؤ۔ اورآپ ﷺ کے فرمان (كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ) کا مطلب ہے کہ فتنے یکے بعد دیگرے جمع ہو جائیں گے جیسے تاریک رات کے ٹکڑے ہوں اورانتہائی سیاہ اور تاریک ہوں، جس میں درستی اور فساد واضح نہ ہو سکے۔
- مومن کو چاہیے کہ طاعات کے کام کی طرف سبقت کرے اور معاصی سے اجتناب کرے اوراس میں سستی نہ کرے اور آج کے کام کو کل کے لیے مؤخر نہ کرے اورنہ ابھی کے کام کو اس کے بعد کی طرف ٹالے، کیوں کہ اسے یہ نہیں معلوم کہ اس کی موت کب آجائے۔
- اعمال میں سبقت کرنے سے یہ مقصود نہیں ہے کہ دین میں تشدد ومبالغہ اورتھکاوٹ سے کام لیا جائے، بلکہ اس سے مقصود جو کچھ نیکی کے کام میسر ہوں اس کو کرنے میں جلدی کی جائے، اس لیے کہ بہتر کام وہ ہے جس پر مداومت برتا جائے گرچہ وہ کم ہو۔

- فتنے کی سختیوں میں سے یہ ہے کہ انسان مومن ہو کر شام کرے اور پھر صبح ہوتے کافر ہو جائے۔ اسی طرح برعکس یعنی صبح مومن رہے اور شام ہوتے کافر ہو جائے۔ اور یہ فتنے کی سنگینی کی وجہ سے ہو گا کہ انسان ایک ہی دن میں اس تبدیلی کا شکار ہو جائے گا۔
- وسعت وراحت، صحت وفراغت اور خوش حالی و مال داری کے وقت نیک اعمال میں جلدی کرنے کے فوائد میں سے یہ ہے کہ جو شخص اسے (ان اوقات میں) کرے گا تو اللہ سبحانہ اسے فتنے اور سختی کے اوقات میں پہچانے گا اور اسے دین پر ثابت قدم رکھے گا اور اس کی حفاظت فرمائے گا۔

آج کی حدیث

۱۲۰- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (من دعا إلى هدى كان له من الأجر مثل أجور من تبعه لا ينقص ذلك من أجورهم شيئاً ومن دعا إلى ضلالة كان عليه من الإثم مثل آثام من تبعه لا ينقص ذلك من آثامهم شيئاً) رواه مسلم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کسی ہدایت کی طرف بلائے تو اس کے لیے اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا ثواب اس پر چلنے والوں کو ملے گا، اور ان کے ثواب میں سے کچھ کم نہ ہو گا۔ اور جو شخص کسی گمراہی کی طرف دعوت دے، تو اس کو اتنا ہی گناہ ملے گا جتنا گناہ اس گمراہی پر چلنے والوں کو ملتا ہے اور ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی کم نہ ہو گا۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- الھدی سے مراد: علم نافع اور عمل صالح ہے۔
- ہدایت و بھلائی کی طرف دعوت دینے کی ترغیب اور داعی الی اللہ کی فضیلت۔
- ضلالت و گمراہی کی طرف دعوت دینے کی ممانعت، اور اس کی طرف دعوت دینے والے کے جرم کی سنگینی اور اس کی سزا۔
- جو بھی شخص آپ کی وجہ سے خیر و بھلائی کی ہدایت پا جائے تو اس کا اجر اور اس پر چلنے والوں کا اجر آپ کے میزان میں ہو گا۔
- جو بھی شخص آپ کی وجہ سے گمراہ ہو یا اللہ کی نافرمانی کرے تو اس کا گناہ اور اس پر چلنے والوں کا گناہ آپ کے میزان میں ہو گا۔

- جو شخص دوسروں کو نیکی و تقویٰ کے کاموں میں مدد کرے تو وہ ہدایت کی طرف بلانے والوں میں سے ہے اور جو بھی شخص دوسروں کو گناہ اور سرکشی کے کاموں میں تعاون کرے تو وہ گمراہی کی طرف بلانے والوں میں سے ہے۔
- تمہارے دعوتی، خیراتی اور نفع بخش علمی پروجیکٹ کا اجر، اسی طرح قیامت تک اس سے مستفید ہونے والوں کا اجر تمہیں حاصل ہوتا رہے گا۔
- حدیث کے مفہوم میں بہتر نمونہ اور برا نمونہ داخل ہے۔

آج کی حدیث

١٢١- عن عائشة رضي الله عنها عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد) رواه البخاري ومسلم

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی ایسا نیا کام کیا جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے (یعنی اسی پر لوٹا دیا جائے گا)۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- یہ انتہائی عظیم حدیث ہے، اسے علمانے بہت عظمت دی ہے اور کہا ہے کہ: یہ حدیث ہر بدعت و نئی چیز اور شریعت کے مخالف صورت حال کے رد میں اصل وبنیاد کا درجہ رکھتی ہے۔
- آپ ﷺ کے فرمان (**أحدث**) کا مفہوم: ہر وہ چیز جو شریعت کے مطابق نہ ہو، یا مصطفیٰ ﷺ کے لائے ہوئے طریقہ کے مطابق نہ ہو۔ اور (**فهو رد**) کا مفہوم یہ ہے کہ: بدعت کرنے والے پر لوٹا دیا جائے گا۔
- جس نے اقوال یا اعمال یا اعتقادات میں سے دین سمجھ کر کوئی ایسا کام کیا جس پر اللہ اور اس کے رسول کا امر نہ ہو تو وہ مردود ہے یعنی اس پر لوٹا دیا جائے گا۔
- ہر نئی چیز کا ابطال، اور ہر بدعت کا ابطال، کیوں کہ ہر نئی چیز بدعت ہے خواہ عبادات میں ہو یا شرعی معاملات میں، اس کے لیے کتاب وسنت اور اجماع امت سے دلیل ہونا ضروری ہے۔
- دین میں بدعتیں مذموم ہیں اور یہ عملی کبیرہ گناہوں سے زیادہ بری ہیں، کیوں کہ اس کا کرنے والا اسے اچھا اور عبادت سمجھ کر کرتا ہے اور اس پر اللہ عزوجل کا تقرب چاہتے ہوئے قائم رہتا ہے۔ اور جو بھی اس کی پیروی کرے گا وہ اس کا بوجھ و گناہ اٹھائے گا، کیوں کہ اسی کے سبب وہ گمراہ ہوا ہے۔

آج کی حدیث

۱۲۲- عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (لتتبعن سَنَن من قبلَكم شِبرا بشبر، وذراعا بذراع، حتى لو سلكوا جُحر ضبٍ لسلكتموه) قلنا يا رسول الله! اليهود، والنصارى؟ قال: (فمن؟!) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے نقشِ قدم کی پیروی کروگے، بالشت در بالشت، بازو در بازو، یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی اس میں داخل ہو جاؤ گے۔“ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! (کیا اس سے) یہود ونصاریٰ (مراد ہیں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تب اور کون ؟!“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد :

- سنن جمع ہے سنت کی، اصل میں طریقہ وسیرت کو کہتے ہے۔اورآپ ﷺ کے فرمان (حتى لو دخلوا جحر ضب لدخلتموه) کا مفہوم: ان کی اتباع میں مبالغہ کرنا ہے۔ پس اگر وہ ایجاد کردہ چیزوں پر اکتفا کریں گے تو تم بھی اسی پر اکتفا کروگے، اور اگر وہ اس میں کشادگی ووسعت سے کام لیں گے تو تم بھی کشادگی اختیار کروگے، یہاں تک کہ اگر وہ کسی چیز کی انتہائی حد تک پہنچیں گے تو تم بھی اس حد تک پہنچوگے۔
- یہ حدیث رسول ﷺ کے نبوت کی نشانی میں سے ایک نشانی سمجھی جاتی ہے، اس حدیث میں آپ ﷺ اس امت کے اکثریت کی حالت کے بارے میں خبر دے رہے ہیں کہ وہ مومنوں کے علاوہ راستہ کی اتباع کریں گے اور یہود ونصاریٰ کی مشابہت اختیار کریں گے۔
- موجودہ دور میں کفار ومشرکین میں سے مشرقی ومغربی لوگوں کی عادتیں مختلف ذرائع ابلاغ سے بہتیرے مسلمانوں کے بچوں میں داخل ہوگئی ہیں، بالخصوص فضائی چینلز کے ذریعہ جو غث وسمین اچھی وبری چیزیں

نشر کرتی ہیں، اور کفار کے احوال اوران کے پوشاک وعادات کو منتقل کرتی ہیں، اوراسی کے ذریعہ ان کے جشن وسبھاؤں اور شرکیہ وبت پرست تہواروں کو پھیلاتی ہیں، اوراسے مسلمانوں کے بچے اور بچیاں مشاہدہ کرتے ہیں اوران کی نقالی کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے لیے اسی طرح ہو۔[۱]

---

[۱] جیسے ویلنٹائن ڈے (محبت کا تہوار) عاشقوں کی ملن ڈے جو ہر سال چودہ فروری کو مناتے ہیں، جب کہ یہ بت پرستوں رومیوں کا تہوار ہے جسے بہتیرے مسلمان بالخصوص کالجوں میں پڑھنے والے نوخیز عمر کے لڑکے لڑکیاں غیروں کی نقالی کرتے ہوئے مناتے ہیں اور اس دن محبت کے نام پر کھلم کھلا بے حیائی کا اظہار کرتے ہیں۔ اسی طرح کرسمس ڈے: عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا دن جو ہر سال ۲۵ دسمبر کو عیسائی لوگ مناتے ہیں، اوران کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں، والعیاذ باللہ۔ ایسا کفریہ عقیدہ جس سے قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں، زمین شق ہوجائے اور پہاڑ گر کر ریزہ ہوجائے، اس بات سے کہ یہ لوگ اللہ کے لیے بیٹا کا دعویٰ کرتے ہیں، حالاں کہ رحمٰن کے لیے مناسب نہیں کہ کوئی بیٹا بنائے (جیسا کہ سورہ مریم میں اس کی تفصیل موجود ہے)۔ نیز صحیح مسلم (رقم: ۲۸۰۴) میں عبد اللہ بن قیس (ابوموسی اشعری) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: (مَا أَحَدٌ أَصْبَرَ عَلَى أَذًى يَسْمَعُهُ مِنْ اللَّهِ تَعَالَى إِنَّهُمْ يَجْعَلُونَ لَهُ نِدًّا وَيَجْعَلُونَ لَهُ وَلَدًا وَهُوَ مَعَ ذَلِكَ يَرْزُقُهُمْ وَيُعَافِيهِمْ وَيُعْطِيهِمْ)۔ ترجمہ: کسی اذیت دہ بات کو سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی صبر کرنے والا نہیں ہے، لوگ اس کے لیے (دوسروں کو) شریک ٹھہراتے ہیں اوراس کے لیے بیٹا ثابت کرتے ہیں، اس کے باوجود وہ ان کو روزی سے نوازتا ہے، ان کو عافیت دیتا ہے اوران کو (مانگنے پر) عطا کرتا ہے۔"

اس کے باوجود بھی بہتیرے مسلمان عیسائیوں کے اس مذہبی تہوار میں شرکت کرتے ہیں، ہیپی کرسمس اور میری کرسمس کے ذریعہ مبارکبادی دیتے ہیں، اور تحفے تحائف کا تبادلہ کرتے ہیں، دوستی اور رواداری کے نام پر اپنے مذہب اور ضمیر کا سودا کر ڈالتے ہیں، حالاں کہ اس مبارکبادی اوراس جشن میں شرکت سے ان عیسائیوں کو حوصلہ افزائی ملتی ہے۔ اوراس کفریہ تہوار پر رضامندی کا اظہار ہوتا ہے۔ علامہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب (اقتضاء الصراط المستقیم) میں کفار کی عیدوں اور تہواروں کے فصل کے تحت فرماتے ہیں: " کفار کی عیدیں بہت ہیں۔۔۔۔ اوراس سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ کفار کی عیدوں میں مسلمانوں کو خصوصیت سے کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جو وہ دوسرے دنوں میں نہ کرتے ہوں بلکہ ان دنوں کو بھی باقی دنوں کی طرح سمجھنا چاہیے کیونکہ نبی ﷺ نے ان خاص دنوں میں صحابہ کرام کو کھیل اور تفریح سے منع کیا تھا جن میں اسلام سے پہلے عرب کھیل کود کرتے تھے۔ اسی طرح اس خاص جگہ جانور ذبح کرنے سے روکا تھا، جہاں مشرکین اپنی عید مناتے تھے۔ اسی طرح موسم سرما میں دسمبر کی ۲۵ تاریخ کو لوگ بہت سے کام کرتے ہیں۔ عیسائیوں کے خیال میں یہ دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا دن ہے۔ اس میں جتنے کام کیے جاتے ہیں، مثلاً آگ روشن کرنا، خاص قسم کے کھانے تیار کرنا، موم بتیاں جلانا وغیرہ، سب کے سب مکروہ ہیں۔ اس دن کو عید سمجھنا عیسائیوں کا دین وعقیدہ ہے۔ اسلام میں اس کی کوئی اصلیت نہیں۔ سلف صالحین کے عہد میں اس تہوار کا مطلقاً کوئی تذکرہ نہیں ملتا بلکہ بعد کے مسلمانوں نے اسے عیسائیوں سے اخذ کر لیا ہے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بپتسمہ کی یاد میں عیسائی "عید غَطّاس" کے نام سے ایک عید مناتے ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی بہت سی جاہل مسلمان عورتیں بھی اپنے بچوں کو حماموں میں نہلاتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ یہ غسل بچوں کے لیے بہت مفید ہوتا ہے، حالاں کہ یہ اعتقاد عیسائیوں کا ہے اور مسلمانوں کے لیے نہایت مکروہ اور حرام ہے۔ یہی حکم مجوسیوں کی عیدوں، نوروز اور مہرجان وغیرہ کا ہے اوراسی حکم میں دوسرے تمام کفّار کی عیدیں داخل ہیں۔

نیز بدعتی عیدیں، تہوار اور میلے کے تحت لکھتے ہیں: (اس سلسلے میں وہ تمام عیدیں، تہوار اور میلے داخل ہیں جو بدعت کے پیدا کردہ ہیں، یہ سب کے سب منکر اور مکروہ ہیں خواہ ان کی کراہت تحریمی ہو یا غیر تحریمی۔ اہل کتاب اور کفّار کے تہوار منانے اور میلوں میں شریک ہونے کی ممانعت کے دو اسباب ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں کفّار کی مشابہت ہے اور دوسرا یہ کہ وہ بدعت ہیں۔ لہذا تمام میلے اور عیدیں جو بدعت کی راہ سے پیدا ہوئی ہیں، اسی حکم میں داخل ہیں خواہ ان میں اہل کتاب کی مشابہت نہ بھی ہو)۔ (دیکھیں: فکر وعقیدہ کی گمراہیاں اور صراط مستقیم کے تقاضے ،ج ا، ص ۲۹-۳۱، اردو ترجمہ و تلخیص (اقتضاء الصراط المستقیم) از: مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی)

اسی طرح ابن تیمیہ کے شاگرد رشید علامہ ابن القیم رحمہما اللہ نے (احکام اھل الذمۃ ۳/۲۱۱) میں کفریہ شعائر پر مبارکبادی دینا حرام قرار دیا ہے، اور اس سے سختی سے بچنے کی تلقین کی ہے۔

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ کافروں کی مذھبی تہواروں پر مبارکبادی دینے کے بارے میں فرماتے ہیں: سب علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کرسمس یا کفار کے دیگر مذہبی تہواروں پر مبارکباد دینا حرام ہے، جیسے کہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب " أحکام أھل الذمۃ " میں نقل کیا ہے، آپ کہتے ہیں": کفریہ شعائر پر تہنیت دینا حرام ہے، اور اس پر سب کا اتفاق ہے، مثال کے طور پر انکے تہواروں اور روزوں کے بارے میں مبارکباد دیتے ہوئے کہنا:" آپکو عید مبارک ہو" یا کہنا" اس عید پر آپ خوش رہیں" وغیرہ، اس طرح کی مبارکباد دینے والا اگر کفر کانہ بھی مرتکب ہو تو اتنا ضرور ہے کہ یہ کام لازمی طور پر حرام ہے، اور یہ بالکل اسی طرح حرام ہے جیسے صلیب کو سجدہ کرنے پر اُسے مبارکباد دی جائے، بلکہ یہ اللہ کے ہاں شراب نوشی ، قتل اور زنا وغیرہ سے بھی بڑا گناہ ہے، بہت سے ایسے لوگ جن کے ہاں دین کی کوئی وقعت ہی نہیں ہے ان کے ہاں اس قسم کے واقعات رونما ہوتے ہیں، اور انہیں احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ کتنا برا کام کر رہا ہے، چنانچہ جس شخص نے بھی کسی کو گناہ، بدعت، یا کفریہ کام پر مبارکباد دی وہ یقیناً اللہ کی ناراضگی مول لے رہا ہے" ابن قیم رحمہ اللہ کی گفتگو مکمل ہوئی۔

چنانچہ کفار کو انکے مذہبی تہواروں میں مبارکباد دینا حرام ہے، اور حرمت کی شدت ابن قیم رحمہ اللہ نے ذکر کر دی ہے، - حرام اس لئے ہے کہ - اس میں انکے کفریہ اعمال کا اقرار شامل ہے، اور کفار کیلئے اس عمل پر اظہار رضامندی بھی، اگرچہ مبارکباد دینے والا اس کفریہ کام کو اپنے لئے جائز نہیں سمجھتا، لیکن پھر بھی ایک مسلمان کیلئے حرام ہے کہ وہ کفریہ شعائر پر اظہار رضامندی کرے یا کسی کو ان کاموں پر مبارکباد دے، کیونکہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کیلئے اس عمل کو قطعی طور پر پسند نہیں کیا، جیسے کہ فرمانِ باری تعالی ہے:

(إن تكفروا فإن الله غني عنكم ولا يرضى لعباده الكفر وإن تشكروا يرضه لكم) ترجمہ: اگر تم کفر کرو تو بیشک اللہ تعالی تمہارا محتاج نہیں، اور (حقیقت یہ ہے کہ) وہ اپنے بندوں کیلئے کفر پسند نہیں کرتا، اور اگر تم اسکا شکر ادا کرو تو یہ تمہارے لئے اس کے ہاں پسندیدہ عمل ہے۔

اسی طرح فرمایا: (اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام ديناً) ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمتیں مکمل کر دیں، اور تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین پسند کر لیا۔

لہذا کفار کو مبارکباد دینا حرام ہے، چاہے کوئی آپکا ملازمت کا ساتھی ہو یا کوئی۔ اور اگر وہ ہمیں اپنے تہواروں پر مبارکباد دیں تو ہم اسکا جواب نہیں دینگے، کیونکہ یہ ہمارے تہوار نہیں ہیں، اور اس لئے بھی کہ ان تہواروں کو اللہ تعالی پسند نہیں کرتا، کیونکہ یا تو یہ تہوار ان کے مذہب میں خود ساختہ ہیں یا پھر انکے دین میں تو شامل ہیں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ساری مخلوق کیلئے نازل ہونے والے اسلام نے انکی حیثیت کو منسوخ کر دیا ہے، اور اسی بارے میں فرمایا: (ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين) ترجمہ: اور جو شخص بھی اسلام کے علاوہ کوئی دین تلاش کریگا؛ اسے کسی صورت میں قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو گا۔

- مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کا محافظ و پابند بنے، مومنوں کا راستہ اپنائے، کافروں کی مشابہت کو ترک کر دے، اسلام اور اس کے ماننے والوں کے لیے ولاء و دوستی کا اعلان کرے اور کفر اور کافروں سے براءت ظاہر کرے۔

چنانچہ ایک مسلمان کیلئے اس قسم کی تقاریب پر انکی دعوت قبول کرنا حرام ہے، کیونکہ انکی تقریب میں شامل ہونا اُنہیں مبارکباد دینے سے بھی بڑا گناہ ہے۔
اسی طرح مسلمانوں کیلئے یہ بھی حرام ہے کہ وہ ان تہواروں پر کفار سے مشابہت کرتے ہوئے تقاریب کا اہتمام کریں، یا تحائف کا تبادلہ کریں، یا مٹھائیاں تقسیم کریں، یا کھانے کی ڈشیں بنائیں، یا عام تعطیل کا اہتمام کریں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (جو جس قوم کی مشابہت اختیار کریگا وہ اُنہی میں سے ہے)۔
شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب (اقتضاء الصراط المستقیم، مخالفة أصحاب الجحیم) میں کہتے ہیں:
"کفار کے چند ایک تہواروں میں ہی مشابہت اختیار کرنے کی وجہ سے اُنکے باطل پر ہوتے ہوئے بھی دلوں میں مسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے، اور بسا اوقات ہو سکتا ہے کہ اسکی وجہ سے انکے دل میں فرصت سے فائدہ اٹھانے اور کمزور ایمان لوگوں کو پھسلانے کا موقع مل جائے" انتہی
مذکورہ بالا کاموں میں سے جس نے بھی کوئی کام کیا وہ گناہ گار ہے، چاہے اس نے مجاملت کرتے ہوئے، یا دلی محبت کی وجہ سے، یا حیاء کرتے ہوئے یا کسی بھی سبب سے کیا ہو، اسکے گناہ گار ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے دین الہی کے بارے میں بلاوجہ نرمی سے کام لیا ہے، جو کہ کفار کیلئے نفسیاتی قوت اور دینی فخر کا باعث بنا ہے۔
اور اللہ تعالی سے دعا ہے کہ مسلمانوں کی اپنے دین کی وجہ سے عزت افزائی فرمائے، اور انہیں اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق دے، اور انہیں اپنے دشمنوں پر غلبہ عطا فرمائے، بیشک وہ طاقتور اور غالب ہے۔ (مجموع فتاوی ورسائل شیخ ابن عثیمین ۳/۳۶۹، بحوالہ موقع الاسلام سوال وجواب)
اسی طرح سعودی عرب کی مستقل فتوی کمیٹی نے کافروں کی تہواروں کے موقع پر تیار کیے جانے والے کھانے کو مسلمان کے لیے تناول کرنے، نیز اس موقع پر ان کی طرف سے دیئے جانے والے تحفے تحائف قبول کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے، کیوں کہ اس موقع پر ان کا کھانا تناول کرنا، ان کا ہدیہ وغیرہ قبول کرنا ان کی عزت و تکریم میں اضافہ کا سبب بنے گا۔ ان کے مذھبی شعائر اور اس میں انجام دیئے جانے والے شرکیہ اعمال کی ترویج واشاعت میں تعاون کرنا لازم آئے گا، اور یہ ان کی عیدوں میں شرکت کے مترادف ہوگا۔۔۔ الخ" ۔ دیکھیں: (فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۲۲/ ۳۹۹، فتوی نمبر: ۲۸۸۲)
لہذا مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ اور دیگر کافروں کی مذھبی تہواروں (کرسمس، دیوالی، ہولی وغیرہ) کی مبارکبادی دینے، اسے منانے اور اس میں تحفے تحائف کے تبادلے سے بچنا چاہیے الا یہ کہ کوئی ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ آدمی اس کے کرنے پر مجبور ہو جائے، تو فرمان الہی: (إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ)[النحل: ١٠٦] "مگر جو کفر پر مجبور ہو جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔" کے تحت اس کے انجام دینے پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، ان شاء اللہ۔ واللہ أعلم ۔ (مترجم)

آج کی حدیث

۱۲۳- عن المستورد بن شداد رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (والله ما الدنيا في الآخرة إلا مثل ما يجعل أحدكم إصبعه في اليم، فلينظر بم تَرجِع؟) رواه مسلم

سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! دنیا کی مثال آخرت کے مقابلہ میں اسی طرح ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی کو سمندر میں ڈالے اور پھر دیکھے کہ وہ کس مقدار پانی لے کر واپس ہوتی ہے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- **الیم کا معنی:** سمندر ہے، اورآپ ﷺ کے فرمان (فلينظر بم تَرجِع؟) **کا مطلب**: وہ غور کرے کہ کس مقدار میں اس کی انگلی سمندر سے تراوٹ (پانی) لے کر اس کے ساتھی کے پاس لوٹتی ہے۔ اور یہ مثال دینا بطور تقریب کے ہے۔
- جاہ ومال کے کمانے میں دنیا کی آسائشیں اوراس کی مشکلات ان امور میں سے ہیں جو جلد اور تیزی سے فنا ہو جانے والی ہیں۔ لہذا کسی شخص کے لیے مناسب نہیں کہ وہ خوش ہو اور اس کی وسعت وکشادگی سے دھوکہ کھائے اوراس کی تنگی سے جزع وفزع اور شکوی کرے، بلکہ دونوں حالتوں میں اسے یہی کہنا چاہیے کہ: زندگی تو اصل آخرت کی زندگی ہے۔
- دنیا آخرت کی کھیتی ہے، حکما میں سے کسی نے کہا ہے: ” دنیا چند گھڑی کی ہے لہذا تم اسے طاعت میں گذارو۔“
- عقل کو دنیا کی حقارت اورآخرت کی بلندی میں غور وفکر کرنے میں لگانے کی ترغیب۔
- اہم اور فائدہ مند امور کی تاکید کے لیے اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے کا جواز۔

آج کی حدیث

١٢٤- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : (ما عاب النبي صلى الله عليه وسلم طعاماً قطُّ، إن اشتهاه أكله وإن كرهه تركه) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "نبی ﷺ نے کبھی کسی کھانا میں عیب نہیں لگایا، اگر اس کی چاہت ہوتی تو کھاتے اور اگر اسے ناپسند کرتے تو ترک کر دیتے۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- نبی ﷺ کے حسن خلق کا بیان کہ وہ لوگوں کے جذبات کا خیال رکھتے تھے، آپ ان کے کام میں عیب نہیں لگاتے اور نہ ان کے جذبات مجروح کرتے۔
- پاک وحلال کھانا میں مطلق طور پر عیب لگانا منع ہے الا یہ کہ تعلیم ونصیحت کے طور پر ہو۔
- حسن ادب کا بیان، لہذا انسان کو اگر کوئی کھانا ناپسند ہو تو وہ اس کی مذمّت نہ کرے، کیوں کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اس کے ساتھ بیٹھے اشخاص کو اس کی چاہت ہو یا ایسے لوگ ہوں جو بعد میں اس سے کھائیں۔
- مسلمان کے لیے مستحب ہے کہ جو کچھ پائے اسے کھالے اور اس چیز کا مطالبہ نہ کرے جس کا حاضر کرنا مشقت کا باعث ہو۔
- نعمت کی قدر کرنی چاہیے اور اس میں کمی نکالنے سے بچنا چاہیے۔

آج کی حدیث

١٢٥- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: (قال رجل للنبي صلى الله عليه وسلم يا رسول الله: أي الصدقة افضل؟ قال: أن تصدق وأنت صحيح شحيح ، تأمل الغنى، وتخشى الفقر، ولا تمهل حتى إذا بلغت الحلقوم قلت لفلان كذا، ولفلان كذا، وقد كان لفلان) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کون سا صدقہ اجر و ثواب میں سب سے بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: ”وہ صدقہ جو تندرستی کی حالت میں ہو جب کہ تجھ پر مال کی حرص کا بھی غلبہ ہو، تجھے تونگری کی خواہش ہو اور ناداری کا اندیشہ بھی ہو۔ اس وقت کا انتظار نہ کر جب دم حلق میں آجائے تو اس وقت وصیت کرے کہ فلاں کو اتنا دے دو اور فلاں کو اتنا لکھ دو، حالانکہ اب تو وہ ازخود ہی فلاں (اور فلاں) کا ہو چکا ہوگا۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- خیرات کرنے میں جلد بازی کی مشروعیت اور اس میں تردد کرنے سے اجتناب۔
- انسان جب تندرست ہوتا ہے تو مال کا حریص ہوتا ہے، کیوں کہ بقا کی امید رکھتا ہے اور فقر کا خوف رکھتا ہے۔ البتہ جب وہ بیمار ہوتا ہے تو دینا اس کے نزدیک سستی ہو جاتی ہے اور اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ لہذا اس کا صدقہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔
- تندرست آدمی موت کو بعید سمجھتا ہے، اگرچہ موت سے انسان اچانک دوچار ہوتا ہے، بخلاف مریض کے، کیوں کہ وہ موت کو قریب جانتا ہے۔
- انسان کو چاہیے کہ وہ موت آنے سے پہلے صدقہ کرنے میں جلدی کرے۔ اور اگر وہ موت کے آنے پر صدقہ کرتا ہے تو وہ اس صدقہ سے کم فضیلت والا ہوتا ہے جو صحت و حرص کی حالت میں کرتا ہے۔

- انسان جب موت کی حالت میں بولتا ہے تو اس کی بات کا اعتبار ہوتا ہے تا آں کہ وہ بے ہوش نہ ہو جائے، پس اگر وہ بے ہوش ہو جائے یہاں تک کہ جو کچھ کہہ رہا ہے اسے معلوم نہ رہے تو ایسی صورت میں اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا۔
- روح جسم کے نچلے حصہ سے نکلتی ہے۔ اور وہاں سے نکل کر حلق سے ہوتے ہوئے جسم کے اوپر تک پہنچتی ہے اور پھر وہاں سے قبض کر لی جاتی ہے۔

آج کی حدیث

١٢٦- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (ما نقصت صدقة من مال، وما زاد الله عبداً بعفوٍ إلا عزاً، وما تواضع أحد لله إلا رفعه الله) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ سے مال میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور معاف کرنے سے اللہ بندہ کی عزّت میں اضافہ کرتا ہے۔ اور جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو بلند کر دیتا ہے۔'' (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- انسانی نفس کو لاحق ہونے والی شیطانی وساوس کی تردید کہ صدقہ کرنے سے صاحب مال فقیر ہو جاتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والے کے مال میں برکت عطا کرتا ہے اور اس سے تکالیف کو دور کرتا ہے، چناں چہ خفیہ برکت کے ذریعہ ظاہری طور پر مال میں ہونے والی کمی پورا ہو جاتی ہے۔
- اگرچہ صدقہ کرنے سے مال کی صورت میں کمی نظر آجاتی ہے، لیکن اس پر مرتب ہونے والے ثواب سے وہ کمی پوری ہو جاتی ہے اور اس میں کئی گنا بڑھوتری ہو جاتی ہے۔
- جو درگزر اور معافی سے جانا جاتا ہے وہ لوگوں کے دلوں میں بڑا ہوتا ہے، سرداری کرنے والا ہوتا ہے اور دنیا میں لوگوں کے نزدیک اس کی عزت و تکریم بڑھ جاتی ہے اور آخرت میں اس کا مقام بڑھ جاتا ہے۔

- بے شک اللہ تعالیٰ دنیا میں لوگوں کے ساتھ تعامل کرنے میں تواضع ونرمی اختیار کرنے والے کو بلند کر دیتا ہے اوراس کے تواضع کے سبب دلوں میں اس کے درجہ ومقام کو بٹھا دیتا ہے اور لوگوں کے نزدیک اس کو بلند کر دیتا ہے اور اس کے مقام کو عظیم کر دیتا ہے اور آخرت میں اس کا درجہ بڑھ جاتا ہے۔

آج کی حدیث

١٢٧- عن عائشة رضي الله عنها عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (من نذر أن يطيع الله فليطعه، ومن نذر أن يعصيه فلا يعصه) رواه البخاري

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی تو وہ اس کی اطاعت کرے (یعنی اسے پورا کرے) اور جس نے نافرمانی کی نذر مانی تو وہ اس کی نافرمانی سے بچے (یعنی اسے پورا نہ کرے)۔'' (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- نذر کہتے ہیں بندہ کا کسی ایسی چیز کو اپنے اوپر لازم کر لینا جو اس پر لازم نہ ہو: خواہ یہ بلا کسی وجہ ہو، جیسے بندہ کا کہنا: مجھ پر اللہ کے لیے فلاں چیز ہے، یا میں نے ایک گردن آزاد کرنے کی نذر مانی ہے، یا فلاں فلاں روزہ رکھنے کی یا فلاں فلاں صدقہ کرنے کی۔ اور یا تو یہ (نذر) کسی سبب کی وجہ سے ہو: جیسے اس کا کوئی غائب شخص واپس آجائے، یا اس کا مریض شفا پا جائے، یا اس کی پسندیدہ چیز حاصل ہو جائے، یا اس سے کوئی ناپسندیدہ چیز ٹل جائے، تو جب یہ چیزیں حاصل ہو جائیں تو اس پر نذر کی وفا واجب ہو گی۔
- انسان کے لیے نذر ماننے کی ابتدا کرنا مکروہ ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا مکلف نہیں بنایا ہے۔ اور نذر کوئی بھلائی نہیں لاتی، بلکہ اس کے ذریعہ بخیل شخص سے مال نکالا جاتا ہے۔

- جو شخص کسی نیک کام کرنے کی نذر مانے جیسے نماز، روزہ، صدقہ یا کوئی نیک عمل تو اس پر اپنی نذر پورا کرنا واجب ہے، اگر وہ اس سے عاجز ہے تو اسے قسم کا کفارہ دینا ہو گا۔
- جو شخص کسی معصیت اور نافرمانی کی نذر مانے تو وہ باطل ہو گی، جیسے: کوئی شخص شراب پینے، کسی طرح کا ناپسندیدہ کام کرنے یا کوئی حرام کام انجام دینے کی نذر مانے یا پھر اس بات کی نذر مانے کہ وہ اپنے فلاں بھائی یا فلاں بہن سے بات چیت نہیں کرے گا اور اسی طرح دیگر قطع رحمی وغیرہ سے متعلق نذر مانے، تو اس کی نذر باطل ہو گی اور وہ منعقد نہیں ہو گی، اس کا پورا کرنا حرام ہو گا اور علما کے راجح قول کے مطابق اس پر قسم کا کفارہ واجب ہو گا۔[1]

---

[1] قسم کے کفارہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ) ترجمہ: اللہ تمہاری مہمل (بے کار) قسموں پر گرفت نہیں کرے گا لیکن جو قسمیں تم سچے دل سے کھاتے ہو ان پر ضرور مواخذہ کرے گا (اگر تم ایسی قسم توڑ دو تو) اس کا کفارہ دس مسکینوں کا اوسط درجے کا کھانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو، یا انہیں کپڑے پہناؤ، یا ایک غلام کو آزاد کرو، اور جس میں اتنی طاقت نہ ہو، تو وہ تین دن کے روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم اٹھا کر توڑ دو۔ اور (بہتر یہی ہے کہ) اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے اپنے احکام کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو۔ [المائدۃ:۸۹]

نوٹ: واضح رہے کہ روزوں کے ذریعے کفارہ دینا اسی وقت درست ہو گا، جب کسی شخص کے پاس دس مساکین کو کھانا کھلانے، یا کپڑے پہنانے، یا غلام آزاد کرنے کی استطاعت نہ ہو۔ (مترجم)

آج کی حدیث

١٢٨- عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس: الصحة والفراغ) رواه البخاري

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دو نعمتیں ایسی ہیں جس میں بہتیرے لوگ دھوکہ وغفلت کے شکار ہیں: صحت وفراغت (خالی اوقات)۔“ (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (مغبون فيهما كثيرٌ من الناس) کا مفہوم: بہتیرے لوگ اپنی صحت اور خالی اوقات کو بغیر فائدہ کے ضایع کردیتے ہیں۔
- بہتیرے لوگ جسمانی اعتبار سے صحت مند اور بیماری سے خالی ہوتے ہیں اوران کے یہاں فرصت ہوتی ہے، لیکن اسے نفع بخش چیزوں میں نہیں استعمال کرتے ہیں۔
- بہتیرے لوگ صحت وفراغت کی قیمت کااندازہ اس وقت کرتے ہیں جب صحت سے عاجز ہو جاتے ہیں اورزندگی کے مشاغل وپریشانیوں میں گھر جاتے ہیں۔ پھر وہ اپنے کھوئے ہوئے اوقات کی تلافی نہیں کرسکتے۔
- مومن کو چاہیے کہ اس نعمت کو اللہ کی مرضی اور فائدہ مند چیز میں استعمال کرے۔ جیسے تجارت، حلال کمائی کی قسمیں، زیادہ سے زیادہ صوم وصلاۃ، ذکر وطاعات، بیماروں کی تیمارداری، بھلائی کرنے اور برائی سے روکنے اور دعوت الی اللہ عزوجل وغیرہ بھلائی کے راستوں میں گذارے۔
- حقیقی خسارہ اٹھانے والا شخص وہ ہے جو جنت میں اپنے آپ کو اوراپنے ٹھکانے کو خسارہ میں ڈال دے۔ اوراس دن ہر کافر، تارکِ ایمان کے لیے غبن ظاہر ہو گا۔ اور مومن کا غبن بھلائی میں کوتاہی کرنے اورایام کو برباد کرنے سے ہوتا ہے۔

آج کی حدیث

١٢٩- عن صهيب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (عجبا لأمر المؤمن، إن أمره كله خير، وليس ذاك لأحد إلا للمؤمن، إن أصابته سراء شكر، فكان خيرا له، وإن أصابته ضراء، صبر فكان خيرا له) رواه مسلم

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مومن کا معاملہ عجیب ہے، اس کا سارا کام خیر ہے۔ اور یہ صرف مومن کے لیے ہے، اگر اسے کوئی خوشی حاصل ہو تو وہ اس پر شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے حق میں بہتر ہے۔ اور اگر اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اس پر صبر کرتا ہے اور یہ اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- مومن نعمتوں پر شکر کے لمحات کے درمیان اور آزمائشوں پر صبر کے پلوں کے درمیان پلٹتا رہتا ہے۔
- شکر کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیزوں میں استعمال کرے، نہ کہ حرام میں۔
- صبر کا مطلب یہ ہے کہ مصائب پہنچنے کے وقت انسان اپنے رب پر ناراضگی و خفگی کا اظہار نہ کرے، بلکہ اللہ کی قضا و قدر پر راضی رہے، صبر و شکیبائی اور ثواب طلبی سے کام لے۔ اور اس مصیبت پر اس کے لیے اجر و ثواب حاصل ہو گا۔
- مومن کو اس بات پر پختہ یقین ہونا چاہیے کہ اس کا اپنے مولی و آقا سبحانہ و تعالیٰ کے اختیار کے آگے کوئی اختیار نہیں چلتا۔
- مومن کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ جو بھی سختی کے ایام ہیں وہ عنقریب ختم ہونے والے ہیں اور جو بھی غم ہیں اس کے بعد خوشی کے دور آنے والے ہیں۔ اور سختی کے ساتھ آسانی ہے اور دونوں خوشیوں پر سختی ہرگز غالب نہیں آسکتی ہے۔

- مومن عطیات کو آزمائش خیال کرتا ہے اور صبح کی بشارتوں کو رات کی تاریکی کے طور پر دیکھتا ہے!

آج کی حدیث

١٣٠- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى عَلَى امْرَأَةٍ تَبْكِي عَلَى صَبِيٍّ لَهَا فَقَالَ لَهَا: ((اتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي)) فَقَالَتْ: وَمَا تُبَالِي بِمُصِيبَتِي؟ فَلَمَّا ذَهَبَ، قِيلَ لَهَا: إِنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَهَا مِثْلُ الْمَوْتِ، فَأَتَتْ بَابَهُ فَلَمْ تَجِدْ عَلَى بَابِهِ بَوَّابِينَ. فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَمْ أَعْرِفْكَ. فَقَالَ: ((إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ أَوَّلِ صَدْمَةٍ)) أَوْ قَالَ: ((عِنْدَ أَوَّلِ الصَّدْمَةِ.)) رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک عورت کے پاس آئے جو اپنے بچے (کی موت) پر رو رہی تھی تو آپ نے اس سے فرمایا: "اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صبر کرو" اس نے کہا: آپ کو میری مصیبت کی کیا پروا؟ جب آپ چلے گئے تو اس کو بتایا گیا کہ بے شک وہ اللہ کے رسول ﷺ تھے۔ تو اس عورت پر موت جیسی کیفیت طاری ہو گئی، وہ آپ کے دروازے پر آئی تو اس نے آپ کے دروازے پر دربان نہ پائے۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں (اس وقت) آپ کو نہیں پہچان سکی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: (حقیقی) صبر پہلے صدمے یا صدمے کے آغاز ہی میں ہوتا ہے۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اس حدیث کی بعض روایات میں آیا ہے کہ اس عورت کا بچہ فوت ہو گیا اور وہ قبر کے پاس ٹھہر کر روتی رہی اور وہ رسول ﷺ کو نہ پہچان سکی، اسی لیے اس نے آپ کو جواب دیا اور کہا: اے اللہ کے بندے میرے پاس سے دور ہو جاؤ، میں بچے سے محروم آزاد عورت ہوں اور تمہیں میری طرح مصیبت نہیں پہنچی ہے اور اگر تم کو مصیبت پہنچی ہوتی تو تم مجھے معذور جانتے۔ جب اسے آپ ﷺ کے بارے میں بتایا گیا تو بہت زیادہ شرمندہ اور غمگین ہوئی۔

- ہر ایک کے ساتھ بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا واجب ہے۔ اوراس واقعہ میں منکر بات تیز آواز سے رونااور جزع فزع کرنا ہے جو کہ صبر کے منافی ہے۔
- وہ صبر جس پر صبر کرنے والے کی تعریف کی جاتی ہے وہ ناگہانی مصیبت پر صبر کرنا ہے، بخلاف بعد میں پہنچنے والی مصیبت کے، کیوں کہ مرور ایام کے بعد مصیبت زدہ کو تسلی حاصل ہو جاتی ہے اور عادی ہو جاتا ہے اور پھر مصیبت کو بھول جاتا ہے۔
- اچانک پہنچنے والی ناپسندیدہ چیز سے گھبراہٹ ہوتی ہے جو دل کو ہلا کر رکھ دیتی ہے اور گھبراہٹ میں ڈال دیتی ہے، اور صابر مومن اللہ کے حکم کے سامنے اپنے آپ کو جھکا دیتا ہے اوراس کی قضاوقدر سے راضی ہوتا ہے،اوراسی پر بھروسہ کرتا ہے، اوراسی کے حوالے اپنے معاملہ کو سونپتا ہے،اور یہ پہلے صدمہ کے وقت اچانک مصیبت لاحق ہونے کی حالت میں اوراس کے وقوع کے آغاز میں ہوتا ہے۔ اور یہ اس کے کامل ایمان ویقین کی وجہ سے ہوتا ہے۔

آج کی حدیث

١٣١- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: قال الله (أعددت لعبادي الصالحين ما لا عين رأت، ولا أذن سمعت، ولا خطر على قلب بشر، فاقرءوا إن شئتم: {فلا تعلم نفسٌ ما أُخفي لهم من قُرة أعيُن}) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ''میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی آدمی کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا ہے۔ تم چاہو تو یہ فرمان باری پڑھ لو﴿**فلا تعلم نفسٌ ما أُخفى لهم من قُرة أعيُن**﴾[السجدة:١٧] ''کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے۔'' (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد :

- اس چیز کا بیان جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے معزز گھر جنت میں اپنے مومنین بندوں کے لیے دائمی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔
- اگر عقل جنت کے وصف اور اس کی نعمت کے بارے میں وارد چیزوں کے بارے میں غور وفکر کرے تو حیرت میں پڑ جائے گی اور اس کا تصور نہیں کر سکے گی، تو تمہارا اس نعمت کے بارے میں کیا خیال ہے جسے اللہ نے اپنے صالح بندوں کے لیے تیار کر رکھا ہے اور اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔
- بے شک جنت کی نعمتیں تصوّر سے بالاتر ہیں، جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی آدمی کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا ہے، جیسے ہیرے وموتی کا خیمہ اور اس کا حجم، انسانوں کا قد وقامت، زیادہ بیویاں ہونا، حور عین کی اوصاف اور مشک عنبر کا چھڑکاؤ وغیرہ۔
- اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب بندوں کے لیے جنتوں میں جو دائمی وابدی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں اور وہ لذتیں جن سے کوئی واقف نہیں ہے ان کی عظمت کے بارے میں کوئی شخص بھی نہیں جانتا۔ جب بندے نے اپنے اعمال کو پوشیدہ رکھا تو اللہ نے ان کے لیے ثواب کو پوشیدہ رکھا اور بھرپور بدلہ دے گا، کیوں کہ جزا عمل کے جنس سے ہے یعنی عمل کے مطابق بدلہ ملتا ہے۔

آج کی حدیث

١٣٢- عن عائشة رضي الله عنها عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (أحب العمل إلى الله ما داوم عليه صاحبه وإن قلّ) رواه البخاري ومسلم

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ عمل ہے جس پر انسان ہمیشگی برتے، اگرچہ وہ تھوڑا ہی ہو۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد :

- نیک اعمال پر مداومت کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت محبوب ہے۔
- اللہ عزوجل کی فرائض ہمیشہ ہمیش کے لیے فرض کی گئی ہیں۔
- نیک اعمال پر مداومت کرنا ،غفلت سے نفس کی حفاظت کرنے اور خیرات کو لازم پکڑنے کی مشق دلانے کا سبب ہے تاکہ نفس پر ان کا کرنا آسان ہو جائے اور پھر وہ اس کی عادت بن جائے جو اس سے جدا نہ ہو اور اس میں رغبت پیدا ہو جائے۔
- برابر کیے جانے والا تھوڑا نیک عمل، زیادہ اور منقطع ہونے والے عمل سے بہتر ہے۔
- بے شک تھوڑے کام میں اعتدال ومیانہ روی پائی جاتی ہے جو اسے طاعت پر مستمر رہنے کے لیے آسان بنادیتی ہے، اگرچہ حالات میں تبدیلی واقع ہو، اس کے برعکس نفس کو اس چیز کا حامل بنانا جو استمرار پر طاقت نہ رکھے۔
- بے شک برابر کیے جانے والا تھوڑا عمل زیادہ مضبوط، کارآمد اور اثر انداز ہوتا ہے۔

آج کی حدیث

١٣٣- عن أبي هريرة وأبي سعيد الخدري رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (لا يقعد قوم يذكرون الله عز وجل إلا حفتهم الملائكة، وغشيتهم الرحمة، ونزلت عليهم السكينة، وذكرهم الله فيمن عنده) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ وابوسعید خدری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو قوم بیٹھ کر اللہ عزوجل کا ذکر کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے فرشتے اسے گھیر لیتے ہیں، رحمت الٰہی انھیں ڈھانپ لیتی ہے، ان پر سکینت کا نزول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس موجود (فرشتوں) کے پاس کرتا ہے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- مسجد میں تلاوت قرآن کے لیے اکھٹے ہونے کی فضیلت اور ذکر کی مجالس میں مداومت اختیار کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے نفس کو روکنے کی فضیلت کا بیان۔
- قرآن کریم کی تلاوت اور ایک دوسرے کو پڑھنے پڑھانے کے لیے اکھٹا ہونے والوں کے ثواب کا بیان۔
یقیناً اس حدیث میں تلاوتِ قرآن اور اس کے پڑھنے پڑھانے پر ثواب کی چار قسمیں جمع ہو گئی ہیں:
- ان پر سکینت کا نزول ہونا: یہ سکونت وطمانینت اور وقار ہے۔
- ان کو رحمت کا ڈھانپ لینا: یعنی رحمت ان کو شامل ہوتی ہے اور ان کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔۔
- ان کو فرشتے کا گھیرنا: یعنی فرشتے انھیں اپنے بازوؤں و پروں سے گھیر لیتے ہیں، گویا کہ فرشتے ان سے اس طرح قریب ہو کر انھیں گھیرے میں لے لیتے ہیں کہ شیطان کے گھسنے کے لیے کوئی جگہ نہیں رہ جاتا۔
- اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ اپنے پاس موجود لوگوں کے پاس کرتا ہے: یعنی آسمانی فرشتوں کے پاس اپنی کتاب کی تلاوت کے لیے ان کے اکھٹا ہونے پر فخر کرتا ہے۔

آج کی حدیث

١٣٤- عن أبي موسى رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (مَثَلُ الذي يذكر ربه والذي لا يذكر ربه مَثَلُ الحي والميت) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو اپنے رب کو نہیں یاد کرتا، اس کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت کا بیان، کیوں کہ اس کی وجہ سے جو کچھ الٰہی نور کا فیض حاصل ہوتا ہے اور جو کچھ اجر وثواب ملتا ہے اس سے ذکر کرنے والوں کی زندگی کا اظہار ہوتا ہے۔
- ذکر نہ کرنے والوں میں اگرچہ زندگی پائی جاتی ہے، لیکن اس کا اعتبار نہیں، بلکہ وہ مردے کے مانند ہوتے ہیں کیوں کہ وہ اس چیز کا احساس نہیں کرپاتے جو اللہ سبحانہ کی طاعت میں مشغول زندہ اشخاص محسوس کرتے ہیں۔
- بے شک ذکر کرنے سے مراد ان الفاظ وصیغے کا اختیار کرنا ہے جن کے کہنے اور جن کو کثرت سے کرنے کی ترغیب آئی ہے۔ جیسے سبحان اللہ کہنا، الحمد للہ کہنا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہنا، بسم اللہ کہنا، حسبی اللہ کہنا اور استغفار کرنا اور دنیا وآخرت کے بھلائی کی دعا کرنا۔ اسی طرح ذکر کا اطلاق ایسے عمل کی پابندی کرنے پر ہوتا ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ جیسے قرآن کی تلاوت کرنا، حدیث پڑھنا، علم کا پڑھنا پڑھانا اور نفلی نمازیں ادا کرنا۔
- ذکر کرنے والے اور زندہ کے درمیان تشبیہ دینے کی وجہ حرکت، نفع اور تروتازگی ہے۔ نیز ذکر نہ کرنے والے اور میت کے درمیان تشبیہ کی وجہ بے کاری، عدم نفع اور عدم انتفاع ہے۔

فنسيان ذكر الله موتُ قلوبهم وأجسامُهم قبل القبورِ قبورُ

وأرواحهم في وحشة من جسومهم وليس لهم حتى النشورِ نشورُ

اللہ کے ذکر سے غافل ہونے والوں کے دل مر جاتے ہیں اوران کے اجسام قبروں میں جانے سے پہلے قبر تک پہنچ جاتے ہیں۔

ان کی روحیں ان کی جسموں میں خوفزدہ رہتی ہیں اور یہ اسی حالت میں رہتی ہیں یہاں تک کہ دوبارہ اٹھائے جانے کی گھڑی آجائے۔

آج کی حدیث

١٣٥- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (كلمتان خفيفتان على اللسان، ثقيلتان في الميزان، حبيبتان إلى الرحمان، سبحان الله وبحمده، سبحان الله العظيم) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں، میزان میں بھاری ہیں، رحمان کو محبوب ہیں: سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اس ذکر پر ہمیشگی برتنے کی ترغیب اور اسے لازم پکڑنے پر ابھارنا۔
- اللہ تعالیٰ کے لیے صفت محبت کا اثبات۔
- دعا میں اللہ تعالیٰ کے لیے تنزیہ اور ثنا کے درمیان جمع کرنا۔
- رسول اللہ ﷺ کا اپنی امت کے لوگوں کے لیے ان اسباب کا بیان کرنا جو انھیں اللہ سے قریب کر دے اور دارِ آخرت میں ان کے میزان کو بھاری کر دے۔
- میزان کا اثبات، اور بعض نصوص میں آیا ہوا ہے کہ اس کے دو پلڑے ہیں۔
- روزِ قیامت بندہ کے اعمال وزن کیے جانے کا اثبات۔
- اللہ کی رحمت کی وسعت پر تنبیہ، اس طور سے کہ وہ معمولی عمل پر بہت ثواب عطا کرتا ہے۔
- زبان پر ان دونوں کلمے کے ہلکے پن سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تکالیف (شرعیہ) نفس پر شاق و دشوار ہوتی ہیں۔
- ابن بطّال رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”ذکر کے بارے میں وارد یہ فضیلتیں، دراصل دین میں شرف و کمال والوں کے لیے ہیں، جیسے بڑے گناہ اور حرام سے پاک رہنا، لہذا یہ مت خیال کرو کہ جو برابر ذکر کرے اور اپنی شہوتوں پر بضد رہے اور اللہ کے دین اور اس کی تقدس کو پامال کرتا رہے، وہ پاک و مقدس لوگوں میں شامل ہو جائے گا اور محض زبان پر ذکر کے کلمات جاری رکھنے سے ان کے مقاموں تک پہنچ جائے گا، حالاں کہ وہ تقوی اور نیک عمل سے خالی ہو۔“

آج کی حدیث

١٣٦- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (من قال: سبحان الله وبحمده، في يوم مائة مرة، حطت خطاياه، وإن كانت مثل زبد البحر) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے سبحان اللہ وبحمدہ ایک دن میں سو بار کہا، اس کے گناہ مٹا دئے جائیں گے، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- زبد البحر کا معنی: سفید جھاگ جو پانی کے جوش وحرکت کے وقت پانی کے اوپر ظاہر ہوتا ہے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ: اگرچہ گناہ سمندر کے جھاگ کی طرح بکثرت ہوں۔
- اللہ عزوجل کے ذکر کی فضیلت۔ اور یہ گناہوں کو مٹا دیتی ہیں خواہ کتنی بھی ہوں بشرطیکہ کبائر سے اجتناب کیا جائے۔
- شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”یہ اس صورت میں ہے جب بندہ اس (ذکر) کو ایمان، صدق، سچی توبہ اور گناہوں پر ندامت اختیار کرکے کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کے چھوٹے اور بڑے سارے گناہ اس کی توبہ اور صدق واخلاص کی وجہ سے مٹا دے گا۔“
- ”سبحان اللہ وبحمدہ“ کے ذریعہ تسبیح کرنے کی فضیلت کا بیان۔ اور یہ اللہ کہ نزدیک سب سے پسندیدہ ہے۔
- افضل یہ ہے کہ ”سبحان اللہ وبحمدہ“ کے ذکر کا تکرار یومیہ صبح وشام سو سو بار کیا جائے۔

آج کی حدیث

١٣٧- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (لأن أقول: سبحان الله، والحمد لله، ولا إله إلا الله، والله أكبر أحب إلي مما طلعت عليه الشمس) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’میں سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہوں، یہ میرے نزدیک اس چیز سے زیادہ پسندیدہ ہے جس پر سورج طلوع ہو۔‘‘ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اللہ عزوجل کے ذکر کی فضیلت کی عظمت۔
- **سبحان الله، الحمد لله، لا إله إلا الله اور الله أكبر ان چاروں کلمات کی ساری دنیا پر فضیلت وبرتری۔**
- یہ چاروں کلمے رسول ﷺ کے نزدیک دنیا کی ساری زینت، اموال، خواہشات اور سامان سے محبوب ہیں، اس لیے کہ یہ چاروں کلمات اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے محبوب ہیں۔
- تمہارا دن اگر دنیا کی کسی چیز کے فوت ہونے کے ساتھ گذرے تو یہ کوئی خسارہ نہیں، لیکن حقیقی خسارہ یہ کہ تمہارا دن اللہ کے ذکر کے بغیر اور خاص کر ان چاروں کلمات کو کہے بغیر گذر جائے۔
- دنیاوی متاع (سازوسامان) میں سے نفس جسے چاہتا ہے سچا مومن اس کے مقابلہ میں اس چیز کو اختیار کرتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک محبوب ہوتا ہے، لہذا اس کی زبان کو سنو گے کہ وہ رات ودن تسبیح، تحمید، تہلیل اور تکبیر کہتے نہیں سست پڑتا، اگرچہ وہ اپنی روزانہ کی زندگی دنیا پرستوں کے ساتھ گذارتا ہو۔

آج کی حدیث

١٣٨- عن أنس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: (إن الله ليرضى عن العبد يأكل الأكلة فيحمده عليها، ويشرب الشربة فيحمده عليها) رواه مسلم

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ اس بندہ سے خوش ہوتا ہے جو ایک لقمہ (صبح یا شام کا کھانا) کھاتا ہے اور اس پر اس کی حمد بیان کرتا ہے، اور ایک گھونٹ پیتا ہے اور اس پر اس کی حمد بیان کرتا ہے۔“ (مسلم)

- الأكلة کا معنی صبح کا کھانا یا شام کا کھانا ہے، یعنی غداء یا عشاء وغیرہ ہے۔
- بے شک رب کی رضا معمولی سبب سے حاصل ہو جاتی ہے۔
- انسان جب کھانا کھا چکے اور پھر الحمد للہ کہے، اور جب پانی پی چکے اور پھر الحمد للہ کہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر لیتا ہے۔
- اس نعمت پر اللہ عزوجل کے حمد کرنے کی مشروعیت۔ اس لیے کہ اس نے انسان کے لیے یہ کھانا میسر بنا دیا ہے، جب کہ اس کے علاوہ کوئی شخص اسے میسر کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ﴾ [الواقعة: ٦٣، ٦٤] ”اچھا پھر یہ بھی بتلاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو اسے تم ہی اُگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں؟“، ﴿أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ﴾ [الواقعة: ٦٨، ٦٩] ”اچھا یہ بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اسے بادلوں سے بھی تم ہی اتارتے ہو یا ہم برساتے ہیں؟“

جس کھیتی کی نشوونما کر کے اللہ نے تمھارے ہاتھوں تک پہنچا دیا اگر اللہ عزوجل اس کھیتی کی نشوونما نہ کرتا تو تم اس سے عاجز آ جاتے۔ اسی طرح پانی ہے کہ اگر اللہ آسانی نہ فرماتا اور اسے بادلوں سے نازل نہ کرتا اور زمین میں چشمے جاری نہ فرماتا تو تمہارے لیے اس سے پانی حاصل کرنا اور نکالنا ممکن نہ تھا لیکن اللہ نے

اسے آسان بنادیا۔ اسی لیے کھیتی کے بارے میں اللہ نے فرمایا: ﴿لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَاماً فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ﴾ (الواقعة : ٦٥) ''اگر ہم چاہیں تو اسے ریزہ ریزہ کرڈالیں اور تم حیرت کے ساتھ باتیں بناتے ہی رہ جاؤ۔'' اورپانی کے بارے میں فرمایا : ﴿لَوْنَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجاً فَلَوْلا تَشْكُرُونَ﴾ (الواقعة : ٧٠) ''اگر ہماری منشا ہو تو ہم اسے کڑوا زہر کردیں پھر تم ہماری شکر گزاری کیوں نہیں کرتے ؟۔'' لہٰذا کھانے پینے کی اس نعمت الٰہی پر شکر گزاری کا طریقہ یہ ہے کہ جب تم کھانے پینے سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کی تعریف بیان کرو اور یہ تم سے رب کے راضی اور خوش ہونے کا سبب بنے گا۔

آج کی حدیث

١٣٩- عن عائشة رضي الله عنها قالت: (كان النبي صلى الله عليه وسلم يذكر الله على كل أحيانه) رواه مسلم

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: "بے شک نبی ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد :

- احیان جمع ہے حین کا، اور حین: وقت، زمانہ اور گھڑی کو کہتے ہیں خواہ کم ہو یا زیادہ، چھوٹا ہو یا لمبا۔
- انسان کے تمام احوال میں ذکر کرنے کی فضیلت۔
- نبی ﷺ جس ذکر کو کرتے تھے وہ ذکر کی عظیم ترین قسم سے تھی۔
- جب ذکر کا اطلاق کیا جائے تو اس سے مراد وہ ذکر ہے جو دل اور زبان دونوں پر مشتمل ہو۔
- تمام اوقات میں ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ذکر کرنے والا طہارت پر ہو سوائے تلاوت قرآن کے، کیوں کہ یہ حالت جنابت میں جائز نہیں ہے۔ اور ذکر میں افضل واکمل یہ ہے کہ (ذکر کرنے والا) حدثِ اصغر اور حدث اکبر سے پاک ہو۔
- ہر وقت اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت اختیار کرنے کی مشروعیت، خواہ تم کتنے ہی صلاح ودرستی کو پہنچے ہوئے ہو، کیوں کہ نبی ﷺ نیکیوں سے دامن کو بھرے ہوئے تھے اور آپ کے سابقہ گناہ بخش دیے گئے تھے، اس کے باوجود آپ ﷺ ہر وقت اللہ عزوجل کا ذکر کرتے رہتے تھے۔

آج کی حدیث

١٤٠- عن أنس رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا دخل الخلاء قال: (اللهم إني أعوذ بك من الخُبْث والخبائث) رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو فرماتے:
"اے اللہ میں خبیث (جنوں وشیطانوں) اور خبیث (جنیوں اور شیطانیوں) سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔"
بخاری ومسلم

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اذا دخل الخلاء یعنی جب داخل ہونے کا ارادہ کرتے، اور خلاء کہتے ہیں: خالی جگہ جیسے صحراء، یا وہ جگہ جو قضائے حاجت پیشاب وپاخانہ کے لیے تیار کیا گیا ہو، اسے خلاء اس لیے کہا جاتا ہے کیوں کہ اس کے ذریعہ آدمی اپنے آپ کو خالی کرلیتا ہے اور تنہا ہو جاتا ہے۔ خبث سے: مرد شیاطین اور خبائث سے: مؤنث شیاطین مراد ہیں۔
- خلاء میں جانے کا ارادہ کرتے وقت اور صحرا میں اس دعا کا کہنا مستحب ہے اور وہ اس دعا کو قضائے حاجت کے وقت اپنے پائنچے چڑھاتے وقت کہے گا۔
- قضائے حاجت کی جگہیں شیاطین کے رہنے کی جگہیں ہوتی ہیں، جب تم اس دعا کو پڑھوگے تو تمھارے پاس سے وہ نکل جائے گا اور اللہ ان سے تمھیں روک دے گا اور ان کی تکلیف سے تمھاری حفاظت فرمائے گا۔
- بے شک شیاطین گندی جگہوں سے مانوس رہتے ہیں، اور ناپاک ونجاست والی جگہوں میں حاضر ہوتے ہیں، لہذا جب انسان شیاطین سے تحفظ وبچاؤ نہیں اختیار کرے گا تو وہ اس کے ساتھ کھیلیں گے اور اس کی شرم گاہ کے ساتھ کھیلیں گے اور اس کے پیشاب وپاخانہ کے نکلنے کی جگہ سے کھیلیں گے۔

آج کی حدیث

١٤١- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (لا يقبل الله صلاة أحدكم إذا أحدث حتى يتوضأ) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے جو شخص مُحدِث ہو جائے تو جب تک وہ وضو نہ کر لے اللہ اس کی نماز قبول نہیں فرماتا ہے۔" (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کے فرمان (لا يقبل الله صلاة أحدكم) میں نفی سے مراد قبول اور صحت کی نفی ہے، اور یہ نفی اس شخص کے لیے خاص ہے جو بلا شرعی عذر کے وضو ترک کر دے اور یہ حدیث طہارت کے وجوب میں نص ہے، اور یہ اجماعی طور پر صلاۃ کی صحت کی شرط میں سے ہے۔
- ہر وہ چیز جس سے وضو واجب ہو وہ حدث اصغر ہے جیسے پیشاب، پاخانہ، مذی، ودی، ہوا (کا خروج)، نیند، اونٹ کا گوشت تناول کرنا۔ اور جس سے غسل واجب ہو وہ حدث اکبر ہے جیسے جنابت، حیض و نفاس۔
- آپ ﷺ کا فرمان (حتی یتوضأ) "یہاں تک کہ وضو کر لے" یعنی حدثِ اصغر سے وضو کے ذریعہ پاکی حاصل کر لے، یہ انسانی زندگی میں بکثرت پائے جانے کے اعتبار سے ہے، کیوں کہ یہ دن میں حدثِ اکبر سے زیادہ دھرایا جاتا ہے۔ اور وضو مخصوص اعضا کا حدث کے ازالہ کی نیت سے دھونے اور نماز وغیرہ کو مباح ٹھہرانے کا نام ہے۔
- نماز کے معاملہ کی تعظیم، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اسے صرف پاک پانی کے ساتھ کامل طہارت پر ادا کرے، اور پانی نہ پائے جانے کی صورت میں یا اس کے استعمال سے عاجز ہونے کی صورت میں تیمم کرے۔

آج کی حدیث

١٤٢- عن عثمان بن عفان رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (من توضأ فأحسن الوضوء خرجت خطاياه من جسده حتى تخرج من تحت أظفاره) رواه مسلم

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے وضو کیا اور خوب اچھی طرح وضو کیا، تو اس کے جسم سے اس کے گناہ خارج ہو جاتے ہیں حتی کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- وضو کرنے کی ترغیب اور گناہوں کی مغفرت کے بارے میں اس کے اثر کا بیان۔
- وضو میں احسان یہ ہے کہ تمام مقاماتِ وضو تک پانی پہنچایا جائے اور اس میں اسراف سے بچا جائے، تاہم اتنی مقدار میں پانی خرچ کیا جائے جس سے اچھی طرح وضو ہو جائے۔
- گناہوں کے مٹنے اور اس کے بخشے جانے کی تشبیہ اس کے خروج سے دی گئی ہے، اور چھوٹے گناہوں کی تشبیہ ناخنوں کے نیچے پوشیدہ باریک اجرام سے دی گئی ہے، اور ناخنوں کے نیچے سے (گناہوں کا) نکلنا یہ صفائی کی انتہا درجہ ہے۔
- اس حدیث کی دوسری روایات میں تمام اعضائے وضو سے گناہوں کے نکلنے کی بات ہے، اور مقصود یہ ہے کہ وضو ایسی عبادت ہے جس کے ذریعہ مسلمان کے گناہ اور معاصی مٹا دیئے جاتے ہیں۔
- یہاں گناہوں سے مراد چھوٹے گناہ ہیں۔
- بے شک وضو ایک ایسی عبادت ہے جس کے لیے نیت شرط ہے، یہ محض صفائی کا نام نہیں ہے۔

آج کی حدیث

١٤٣- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: (إن أمتي يُدعون يوم القيامة غرا محجلين من آثار الوضوء فمن استطاع أن يطيل غرّته فليفعل) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”میری امت کے لوگ قیامت کے دن بلائے جائیں گے جبکہ وضو کے نشانات کی وجہ سے ان کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں چمکتے ہوں گے۔ اب جو کوئی تم میں سے اپنی چمک بڑھانا چاہے تو اسے بڑھائے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- غرا محجلین کا معنی: گھوڑے کی پیشانی پر ظاہر ہونے والی سفیدی جو اس کی خوبصورتی کو بڑھادیتی ہے، اور تحجیل: گھوڑے کے تینوں ٹانگوں میں پائی جانے والی سفیدی کو کہتے ہیں، اور غرّہ سے مراد: لونڈی کے چہرہ پر ظاہر ہونے والی سفیدی اور آثار وضوسے چمکنے والے نشانات۔ اوراسی چیز کے ذریعہ امت محمدیہ ﷺ دیگر امتوں کے درمیان ممتاز حیثیت رکھتی ہے اور اسی کے ذریعہ نبی ﷺ روز قیامت اپنی امّت کو پہچانیں گے۔
- (من آثار الوضوء) کا مقصد: استعمال شدہ پانی کے اثرات جنھیں اللہ تعالیٰ روزِ قیامت نور سے بدل دے گا، اور وہ لوگ اس وصف سے اپنی نماز کی پابندی کرنے کی وجہ سے بلائے جائیں گے۔
- شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے نبی ﷺ کے فرمان: ”بے شک تم روزِ قیامت اس طرح آؤگے کہ تمہاری پیشانی اور ہاتھ پیر وضو کے نشانات سے چمک رہے ہوں گے۔“ کے متعلق پوچھا گیا کہ یہ نمازیوں کی صفت ہو گی، تو ان کے علاوہ مکلفین تارکین صلاۃ اور بچے کس چیز سے پہچانے جائیں گے؟ آپ رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ: تمام تعریفات اللہ کے لیے ہیں، یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بے شک روشن پیشانی والے پہنچانے جائیں گے اور یہ وہ لوگ ہیں جو نمازوں کے لیے وضو بناتے ہیں، اور بچے مردوں کے تابع ہوں گے، اور جو کبھی وضو نہ کرے اور نماز نہ پڑھے، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ قیامت کے دن نہیں پہچانا جائے گا۔

آج کی حدیث

١٤٤- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (ويل للأعقاب من النار) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "(وضو میں خشک اور سوکھی رہ جانے والی) ایڑیوں کے لیے جہنم کی آگ ہے۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اس حدیث کا ایک قصہ ہے، جسے اس کے راویوں نے بیان کیا ہے کہ: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ واپس آئے، یہاں تک کہ ہم راستہ میں ایک پانی کے پاس تھے تو کچھ لوگوں نے عصر کے وقت جلدی کی اور جلد بازی میں انھوں نے وضو کیا، جب ہم ان کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان کی ایڑیاں چمک رہی تھیں اوران تک پانی نہیں پہنچا تھا تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ان (خشک) ایڑیوں کے لیے جہنم کی آگ ہے، تم کامل وضو کیا کرو۔"
- اعقاب جمع ہے عقب کی، اور یہ قدم کا پچھلا حصہ ہے۔
- وضو میں دونوں پاؤں کا دھونا واجب ہے، اور بلا دھوئے صرف مسح کرنا کافی نہ ہوگا۔
- وضو میں تمام اعضا کا دھونا واجب ہے، اس طور سے کہ وضو کے تمام اعضا تک پانی پہنچ جائے اور کوئی جگہ باقی نہ رہ جائے، اورانہی میں سے پاؤں کی ایڑیاں اور عراقیب (انسان کی ایڑی کے اوپر کا پٹھا) ہیں۔
- نبی ﷺ بوقت ضرورت اپنے صحابہ کو تعلیم دینے اور انھیں شرعی حکم بیان کرنے کے حریص تھے۔ اوراگر ان سے کوئی غلطی صادر ہو جاتی تو اس پر خاموش نہ رہتے۔
- مسلمان شخص کو اپنے تمام اقوال و افعال میں شریعت کی موافقت تلاش کرنے کی ضرورت کے بارے میں یاد دہانی کرانا اوراس میں سے کسی چیز کے بارے میں سستی ولاپروائی برتنے سے گریز کرنا۔ کیوں

کہ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان لوگوں کو دھمکی دی جن کی ایڑیاں (وضو میں) سوکھی رہ گئیں تھیں کہ بروز قیامت ان کے لیے ویل اور آگ کا عذاب ہو گا۔ یہ بہتیرے لوگوں کی نظر میں معمولی بات ہے، لیکن اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہے۔

- جہنم میں جزئی عذاب کا اثبات، جیسے ان لوگوں کا حال کہ ان کے پاؤں کی ایڑیوں کو وضو میں نہ دھلے جانے کی وجہ سے آگ میں جلنا پڑے گا۔

آج کی حدیث

١٤٥- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (إذا استيقظ أحدكم من نومه، فلا يغمس يده في الإناء حتى يغسلها ثلاثا، فإنه لا يدري أين باتت يده) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو اپنے ہاتھ کو برتن میں اس وقت تک نہ ڈالے جب تک کہ اسے تین بار نہ دھو لے، کیوں کہ اسے نہیں معلوم کہ اس کے ہاتھ کہاں رات گزاری ہے۔'' (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اسلام کی شمولیت و عمومیت کا بیان کہ اس نے ہر چیز کی وضاحت فرمادی ہے، یہاں تک کہ انسان کے سونے اور جاگنے کے آداب سے متعلق امور بھی۔
- جو شخص اپنی نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے جب تک کہ اسے برتن کے باہر تین بار دھو نہ لے، کیوں کہ بسا اوقات سونے والے کا ہاتھ اس کی شرم گاہ وغیرہ پر پڑتا ہے اور اسے اس کا احساس نہیں ہوتا۔
- یہ حکم تمام مکلفین کو شامل ہے خواہ مرد حضرات ہوں یا خواتین۔ آپ ﷺ کے اس فرمان (اذا استیقظ أحدکم) کی وجہ سے۔ اور کلمہ (یدہ) دونوں ہاتھوں کو شامل ہے خواہ دائیں یا بائیں کو ڈبونا ہو، اور وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے کے ساتھ برتن کے باہر دھوئے گا۔
- وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو برتن کے باہر تین بار دھوئے گا، ایک یا دو بار پر اکتفا کرنا کافی نہ ہو گا، کیوں کہ نبی ﷺ کا فرمان تین بار دھونے کے بارے میں نص ہے۔
- ممانعت کی وجہ آپ ﷺ کا یہ فرمان: (فإنه لا يدري أين باتت يده) ہے۔ اسی لیے اس پر اکتفا کیا جائے گا، اور ہم اپنی طرف سے دیگر علتوں کی تلاش کرنے کی زحمت نہ کریں گے۔ اور ہم شرعی نہی کی بجا آوری کریں گے۔

آج کی حدیث

١٤٦- عن عائشة رضي الله عنها قالت: (كان النبي صلى الله عليه وسلم يحب التيمن ما استطاع في شأنه كله في طهوره وترجله وتنعله) رواه البخاري ومسلم

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: "نبی ﷺ صفائی ستھرائی، کنگھی کرنے، جوتا پہننے، غرض کہ تمام امور میں حسبِ امکان داہنے ہاتھ سے ابتدا کرنا پسند کرتے تھے۔" (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- التیمُّن: دائیں سے ابتدا کرنا۔ اور (ترجّل) کا معنی: بال میں کنگھی و تیل لگانا۔ اور (تنعل) کا معنی جوتا پہننا، اور نعل، حذاء (یعنی جوتا چپل) کو کہتے ہیں۔
- یہ حدیث ایک عام قاعدہ ہے، اور وہ یہ کہ نبی ﷺ تمام اچھے کاموں میں دائیں سے ابتدا کرنے کو پسند کرتے تھے۔
- دائیں سے ابتدا کرنے کی مثالیں: وضوء میں دائیں ہاتھ سے شروع کرنا، اور دائیں پاؤں سے دھونا۔ اور غسل میں جسم کے داہنی طرف سے شروع کرنا، اور بال کے سنوارنے اور تیل لگانے میں سر کے دائیں جانب سے ابتدا کرنا۔ اور جوتا پہننے کے وقت دائیں پاؤں سے ابتدا کرنا۔
- ہر وہ چیز جو تکریم وزینت کے باب سے ہو تو وہ دائیں ہاتھ سے کیا جائے گا، جیسے: کھانا پینا، لین دین کرنا، مصافحہ کرنا۔ یا جس کی ابتدا دائیں سے ہو، جیسے: کپڑا پہننا، مسجد میں داخل ہونا، مونچھ کاٹنا، سر منڈوانا، نماز سے سلام پھیرنا۔ اور جو چیزیں ان کے خلاف ہوں وہ بائیں سے کی جائیں گی۔ جیسے: پیشاب کرنا، ناک صاف کرنا، یا جس میں بائیں جانب سے شروع کیا جائے گا جیسے: حمام میں داخل ہونا، مسجد سے باہر نکلنا اور کپڑا اتارنا۔

آج کی حدیث

١٤٧- عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (إذا أكل أحدكم فليأكل بيمينه، وإذا شرب فليشرب بيمينه، فإن الشيطان يأكل بشماله، ويشرب بشماله) رواه مسلم

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور جب پیے تو داہنے ہاتھ سے پیے، کیوں کہ شیطان بائیں سے کھاتا اور پیتا ہے۔“ [1] (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- سنت یہ ہے کہ مسلمان شخص اپنے داہنے ہاتھ سے کھائے اور داہنے ہاتھ سے پیے۔
- شیطان اس کھانا اور پانی میں شریک ہو جاتا ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور وہ اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔ رہی بات اس کے کھانے اور پینے کی کیفیت کا تو اللہ تعالیٰ ہی اس کی حقیقت کا بہترین علم رکھتا ہے۔
- کھانے اور پینے کے آداب کی پابندی کرنی چاہیے، اور اسے لوگوں کو، بالخصوص اپنے ماتحت رہنے والے بیویوں، بچوں اور طلبہ وغیرہم کو سکھلانا چاہیے۔
- انس و جن میں سے شیطانوں کی مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت۔

---

[1] لیکن افسوس کہ آج بہت سارے مسلمان بالخصوص کالج کے لڑکے لڑکیاں جدّت پسندی (ماڈرن ازم) کے نام پر مغربی تہذیب وثقافت سے اس قدر متاثر ہیں کہ اسلامی آداب کو بالائے طاق رکھ کر، شیطانی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے، بغیر کسی شرعی عذر کے جان بوجھ کر بائیں ہاتھ سے کھانے پینے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ حالاں کہ ان کو صحیح مسلم کی اس حدیث کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے: سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا، آپ ﷺ نے اسے دائیں سے کھانے کا حکم دیا، اس نے کہا میں دائیں سے نہیں کھا سکتا۔ اور اس نے ایسا بطور تکبر کہا: رسول ﷺ نے کہا: (لا استطعتَ) اللہ کرے کہ تو دائیں ہاتھ سے نہ کھا سکے، راوی کہتے ہیں کہ: پھر ایسا ہی ہوا کہ اس کا ہاتھ دوبارہ اس کے منہ تک نہ اٹھا۔“ اللہ ہم سب کو تمام امور میں اللہ اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے طریقے پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔ (مترجم)

آج کی حدیث

١٤٨- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (من توضأ فليستنثر، ومن استجمر فليوتر) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو وضو کرے وہ ناک صاف کرے، اور جو پتھر سے استنجا کرے وہ وترا استعمال کرے (یعنی طاق عدد لے)۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (فَلْيَسْتَنْثِرْ) یعنی اپنے ناک میں جو پانی لیا ہے اسے ناک سے جھاڑ کر باہر نکالے، اوراس میں موجود لام حکم کے لیے ہے۔ (اسْتَجْمَرَ) یعنی استجمار کا مطلب ہے سبیلین یعنی پیشاب وپاخانہ کے دونوں راستوں سے خارج ہونے والے اثرات پتھروں وغیرہ سے پوچھ کر صاف کرنا، اوراسے استجمار، جمرات سے مشتق ہونے کی وجہ سے کہاجاتا ہے، اور جمرات سے مراد: چھوٹی کنکریاں ہیں۔ (فَلْيُوتِرِ) ایتار کہتے ہیں کہ کسی عدد کو وتر بنانا یعنی فرد کرینا، اور اس سے مقصود یہ ہے کہ پوچھنے والی چیزوں کی تعداد وتر تین، پانچ یا سات وغیرہ کردے۔
- وضو میں ناک میں پانی لیناواجب ہے کیوں کہ ہر استنثار (ناک کی صفائی) سے پہلے استنشاق ضروری ہے۔
- پتھر کے استعمال کرنے میں وتر کا پایا جاناضروری ہے، لہذا اس کے لیے مشروع ہے کہ وہ پوچھنے والے عدد کو تین یا اس سے زیادہ وتر رکھے، اوراگر پتھر استعمال کرنے میں چار سے زیادہ میں صفائی ہو تو اس کے لیے ایک کا زیادہ کرنا مسنون ہے تاکہ پانچ پر انتہا ہو، اسی طرح اگر چھ سے زیادہ میں صفائی ہو تو سات کا استعمال مستحب ہے، البتہ تین پتھروں کا استعمال واجب ہے اس سے کم کفایت نہیں کرے گا، پس جب دو سے صفائی حاصل ہو جائے تو اس کے لیے تیسرے کا اضافہ کرناواجب ہے، اور جب تین سے صفائی ہو جائے تو ایسی صورت میں وہ زیادہ نہیں کرے گا تاکہ وتر پر ختم ہو سکے، اور یہی جمہور علما کا قول ہے۔

- اس میں وتر کی فضیلت کا بیان ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے کام کو وتر یعنی طاق کی تعداد پر ختم کریں۔
- اس حدیث میں بہترین نبوی ادب کا تذکرہ ہے اور وہ یہ کہ حالتِ وضو میں ناک کو صاف رکھیں، تاکہ مسلمان کو لوگوں کے سامنے رینٹ نکالنے کی حاجت نہ پڑے یا اپنی ناک کو اللہ کے گھروں میں صاف نہ کرے جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں، کیوں کہ یہ ادب نبوی ﷺ کے خلاف ہے، اور نمازیوں کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آنا ہے، بلکہ رب العالمین کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آنا ہے۔

آج کی حدیث

۱۴۹- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (لولا أن أشق على أمتي لأمرتهم بالسواك عند كل صلاة) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر میری امّت پر شاق نہ گزرتی تو میں اسے ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- بے شک مسواک کرنا روزہ دار اور غیر روزہ دار کے لیے سنت ہے خواہ رمضان کے دن میں ہو یا غیر رمضان میں، خواہ فرض میں ہو یا نفل میں، دن کے آغاز میں ہو یا اس کے آخر میں ہو۔ لہذا اہل علم رحمہم اللہ کے صحیح ترین قول کے مطابق روزہ دار کے لیے مسواک کرنا مکروہ نہیں ہے، کیوں کہ یہ حدیث عام ہے اس میں روزہ دار اور غیر روزہ دار سب داخل ہیں۔
- مسواک کا حکم مستحب ہے، اور چند جگہوں میں یہ تاکیدی ہو جاتا ہے: قرآن کی تلاوت کرتے وقت، دانتوں کے پیلا ہونے کے وقت، انسان کا گھر میں داخل ہوتے اور اس سے باہر نکلتے وقت، سونے اور بیدار ہوتے وقت، کھانے کے بعد، رات میں وتر کی ادائیگی کے بعد، منھ کے ذائقہ کی تبدیلی کے وقت، وضو کے وقت اور نماز کے وقت۔
- مسواک کرنے میں کئی فائدے ہیں: منھ کے ذائقہ کا بہتر ہونا، مسوڑھوں کا مضبوط ہونا، بلغم ختم ہونا، نگاہ تیز ہونا، زخم کا بھر جانا، معدہ درست رہنا، آواز صاف ہونا، کھانا ہضم ہونا، بات آسانی سے ہونا، تلاوت، ذکر اور نماز کے لیے نشیط و پھرتیلا ہونا، نیند کو دور کرنا، رب کی خوشنودی حاصل ہونا، ملائکہ کا پسند کرنا، نیکیوں میں اضافہ ہونا۔
- نبی ﷺ کا اپنی امت کے ساتھ کمال شفقت و مہربانی اور ان کے بارے میں خوف زدہ ہونا۔

آج کی حدیث

١٥٠- عن أبي هريرة رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: (الفطرة خمس: الاختتان، والاستحداد، وقص الشارب، وتقليم الأظفار، ونتف الإبط) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں: ختنہ کرنا، زیر ناف بال مونڈنا، مونچھ کاٹنا، ناخن تراشنا اور بغل کے بال اکھیڑنا۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- فطرت کا معنی: یہ فا کے کسرہ کے ساتھ ہے، اکثر علمانے اس کی تفسیر سنت یعنی انبیا کے طریقہ سے کی ہے۔ استحداد کے معنی: ناف کے نیچے کا بال حلق کرنا اور یہ مرد کے ذکر اور عورت کی قبل کے پاس اُگنے والے بال کا نام ہے۔
- ختنہ کے وجوب پر امت کا اتفاق ہے، سلف میں سے کسی سے بھی اس کا ترک کرنا منقول نہیں ہے اور اس لیے کہ ختنہ نہ کروانا نجاست کے باقی رہنے کا سبب ہے۔
- زیر ناف بال مونڈنا مستحب ہے، کیوں کہ یہ فطرت میں سے ہے، اوراس کا چھوڑنا قبیح ہے، اس لیے اس کا زائل کرنا مستحب ہے۔ اور جس چیز سے بھی اسے زائل کیا جائے کوئی حرج نہیں، کیوں کہ اصل مقصد اس کا ازالہ ہے اور اس کا چالیس رات سے زیادہ مدت تک چھوڑنا درست نہیں ہے۔[1]

---

[1] واضح رہے کہ حدیث میں ذکر کردہ چیزوں کو چالیس رات سے زیادہ چھوڑنا درست نہیں، بلکہ ان کی صفائی کرلینی چاہیے ورنہ سنت کی مخالفت لازم آئے گی، اور ظاہری شکل وصورت بھی دیکھنے والوں کو اچھی نہیں لگے گی، نیز نجاست کے جمع ہونے کے سبب بہت ساری بیماریاں بھی لاحق ہوسکتی ہیں، البتہ عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ چالیس دن کے بعد اگر انسان ان تمام چیزوں کی صفائی ستھرائی نہیں کرتا ہے تو اس کے ہاتھ کا کھانا پانی حرام ہو جاتا ہے، اس سلسلے میں کوئی مستند و صریح دلیل نہیں ملتی۔ واللہ اعلم۔
اسی طرح چالیس دن کے بعد جو شخص زیر ناف کے بال کی صفائی نہیں کرتا ہے تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی ہے ایسا اعتقاد بھی درست نہیں ہے۔ بلکہ نماز کی صحت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا لیکن اس میں سنت کی مخالفت لازم آتی ہے۔ جیسا کہ سعودی عرب کی دائمی کمیٹی کا فتوی ہے۔ (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ: ۵/ ۱۴۴)۔ (مترجم)۔

- مونچھ کاٹنے کے سلسلے میں لوگ افراط و تفریط کے شکار ہیں۔ بعض لوگ اسے خوب بڑھاتے ہیں جیسا کہ مجوسیوں کا عمل ہے، اور بعض لوگ اسے پورا مونڈوا کر صاف کر دیتے ہیں۔ اس بابت امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آدمی اپنا پورا مونچھ حلق کروا دیتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا: میرا خیال ہے کہ جو اسے حلق کرا دے اس کی خوب پٹائی کی جائے۔ گویا کہ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ ایسا شخص اپنا مثلہ کر رہا ہے۔ نیز آپ رحمہ اللہ نے مونچھ حلق کروانے والوں کے بارے میں کہا: یہ ایسی بدعت ہے جو لوگوں میں ظاہر ہو گئی ہے۔ اور اس سلسلہ میں سب سے وسط و درمیانی موقف یہ ہے کہ جو ہونٹ سے اوپر ہو اسے کاٹ دیا جائے، اس طور سے کہ کھانے والے کو تکلیف نہ ہو، اور اس میں میل کچیل نہ جمنے پائے، اور یہی سنت ہے اور اسے چالیس رات سے زیادہ تک چھوڑنا جائز نہیں ہے۔
- ناخن ترشوانا: یعنی اس کا چھوٹا کروانا، کیوں کہ اس کے چھوڑ دینے سے اس کے نیچے میل کچیل جمع ہو جاتی ہیں۔ اور اسے چالیس رات سے زیادہ تک چھوڑنا درست نہیں ہے۔
- بغل کا بال اکھاڑنا بالاتفاق سنت ہے، اور جو اکھاڑ سکتا ہو اس کے لیے اکھاڑنا افضل ہے، اور اس کا حلق کرنا یا معروف و مشہور بال صفا کریم سے مونڈنا بھی درست ہے، اور اسے چالیس رات سے زیادہ مدت تک چھوڑنا درست نہیں ہے۔

آج کی حدیث

١٥١- عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (خالفوا المشركين: وفِّروا اللحى، وأحفوا الشوارب) رواه البخاري ومسلم

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ”مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھی بڑھاؤ اور مونچھ کٹاؤ۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- کفار و مشرکین کی مخالفت کرنا واجب ہے، اور ان کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔
- لحية : دونوں رخسار اور تھوڑی پر اُگنے والا بال کو لحیہ کہا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (وفِّروا) میں فا تشدید کے ساتھ (التوفير) سے مشتق ہے اور باقی رکھنے کے معنی میں ہے یعنی اسے مکمل چھوڑ دو۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ اسے اس کی حالت پر چھوڑ دو ان مشرکین کی مخالفت کرتے ہوئے جو اسے حلق کر دیتے ہیں۔
- داڑھی کا بڑھانا یہ نبی ﷺ کی اقتدا اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام نیز اس امّت کے سلفِ صالحین کی پیروی کے طور پر ہے۔ اور یہ مردوں کی زینت ہے، اس کی وجہ سے ہیبت و وقار ہوتا ہے۔ نیز داڑھی کا مذاق و تمسخر اڑانا حرام ہے۔
- مونچھ کٹوانے میں سنت یہ ہے کہ اسے قینچی کے ذریعہ کاٹ دیا جائے تاکہ بالائی ہونٹ کو ڈھانکنے والے اکثر بال کا ازالہ ہو سکے اور اس کا اُسترا سے مونڈوانا درست نہیں ہے۔

آج کی حدیث

١٥٢- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : (التثاؤب من الشيطان فإذا تثاءب أحدكم فليرده ما استطاع) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جماہی شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، لہذا جب تم میں سے کسی کو جماہی آئے تو اسے طاقت بھر روکنے کی کوشش کرے۔'' (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- جماہی کا معنی: کاہلی، سستی، پیٹ بھرنے یا نیند کے غلبہ کے وقت انسان کا منھ کھولنا۔
- شیطان کی طرف جماہی کی نسبت بطور رضاوارادہ ہے، یعنی شیطان چاہتا ہے کہ انسان کو جماہی آئے، کیوں کہ اس سے انسان کی صورت قبیح لگتی ہے، اور جماہی کی وجہ سے منھ کھولنے کے دوران شیطان منھ میں داخل ہو جاتا ہے اور جماہی لینے والے کے پیٹ کے اندر سے ہنستا رہتا ہے۔
- جماہی کے آداب میں سے ہے کہ انسان اسے طاقت بھر روکنے کی کوشش کرے، پس جب وہ غالب آجائے، تو اپنے منھ پر اپنا ہاتھ رکھ لے تاکہ شیطان داخل نہ ہوسکے اور ہاہا جیسی آواز نہ نکالے۔ تاکہ شیطان اس سے ہنسی نہ کرسکے اور نہ اس کے ساتھ کھیل کرسکے۔
- جب نماز میں جماہی آجائے تو نمازی قراءت سے رک جائے یہاں تک کہ جماہی ختم ہو جائے تاکہ اس کی نظم قراءت متاثر نہ ہونے پائے۔
- جماہی کے وقت کی کوئی خاص دعا نہیں ہے، البتہ اس کے آنے پر جتنا ممکن ہو اسے آپ روکنے کی کوشش کریں اور اپنے منھ کو بند رکھیں۔

آج کی حدیث

١٥٣- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (إذا وجد أحدكم في بطنه شيئا، فأشكل عليه أخرج منه شيء أم لا، فلا يخرجن من المسجد حتى يسمع صوتا، أو يجد ريحا) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کسی کو اپنے پیٹ میں کچھ محسوس ہو اوراس کے لیے مشکل ہو جائے کہ اس میں سے کچھ نکلا ہے یا نہیں تو ہر گز مسجد سے نہ نکلے یہاں تک کہ کوئی آواز سنے یا بو محسوس کرلے۔“(مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- دورانِ نماز انسان اپنے پیٹ اور دبر میں جو کچھ پاتا یا اس کا تصور کرتا ہے اس کا سبب: مسند احمد میں آپ ﷺ کا فرمان منقول ہے کہ: شیطان تم میں سے کسی کے پاس حالتِ نماز میں آتا ہے اور پھر اس کے دبر سے بال کو لے کر اسے پھیلاتا ہے، پس انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ مُحدِث ہو گیا یعنی اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ لہذا وہ اس وقت تک (نماز سے) نہ پھرے جب تک کہ کوئی آواز نہ سن لے یا بو نہ محسوس کرلے۔
- نمازی پر شیطان دورانِ نماز اس لیے مسلط ہوتا ہے تاکہ اسے اس وہم میں ڈال دے کہ اس کی نماز باطل ہو گئی یا اسے وسوسہ میں مشغول کردے۔ اللہ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔
- اس حدیث میں ایک اہم قاعدہ یہ ہے کہ: یقین شک کے ذریعہ زائل نہیں ہوتا۔ لہذا جو طہارت کا یقین کرلے اور حدث کے بارے میں شک کرے، تو اسے شک کی طرف نہیں مڑنا چاہیے کیوں کہ وہ طاہر و پاک ہے، اوراسی طرح اس کے برعکس بھی یعنی جو حدث کا یقین کرلے اور طہارت کے بارے

میں شک کرے تو اسے شک کی طرف نہیں پلٹنا چاہیے کیوں کہ وہ محدث ہے، یعنی اسے یقین پر بنا کرنا چاہیے اور شک کو پھیک دینا چاہیے۔

- محض شک کی بنیاد پر مسلمان کو اپنے ملابس کی چھان بین کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، کیوں کہ ایسا کرنا وسوسہ کے دروازہ کو کھول دے گا جس سے شیطان مردود خوش ہو گا اور اس کا ناجائز فائدہ اٹھائے گا اور اسی میں اس کو مشغول رکھے گا۔
- اس بات کا اثبات کہ دبر سے نکلنے والی ہوا یا آواز وضو کو توڑنے والی ہے، لیکن یہ غسل واجب نہیں کرتی، بلکہ اس سے صرف وضو کرنا ہو گا۔

آج کی حدیث

١٥٤- عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم موذن کی (آواز کو) سنو تو اسی طرح کہو جیسا وہ کہتا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- موذن کا اذان کے ذریعہ اپنی آواز کو بلند کرنا مستحب ہے تاکہ لوگ اسے سنیں اور نماز کے وقت ہونے کے بارے میں جان سکیں اور اس کے ساتھ اذان کا جواب دے سکیں اور اس کے حق میں ہر وہ چیز گواہی دے جس تک اس کی آواز پہنچے۔
- اس سلسلہ میں موذن حضرات قدوہ و نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں، کیوں کہ لوگ اُنہی کے پیچھے اذان کے کلمات دہراتے ہیں۔
- سامع کے لیے مستحب ہے کہ موذن کے ہر جملہ ختم ہونے کے بعد اسے دہرائے، کیوں کہ (فقولوا مثل ما يقول) میں فاء تعقیب کے لیے ہے۔
- آپ ﷺ کے فرمان: (إذا سمعتم المؤذِّن فقولوا مثل ما يقول المؤذِّن) میں امر یہ ندب کے لیے ہے نہ کہ وجوب کے لیے۔ لہذا جو مؤذن کے پیچھے دہرائے گا وہ ثواب کا مستحق ہو گا اور جو مؤذن کے پیچھے نہیں دہرائے گا تو وہ گنہگار نہیں ہو گا۔
- یہ حدیث عام ہے جسے عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث نے مخصوص کر دیا ہے، اور اس میں ہے کہ وہ موذن کے ”حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح“ کہنے کے وقت: ”لاحول ولا قوۃ الا باللہ“ کہے گا۔ امام ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اور حیعلہ (حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح) کے جواب میں حوقلہ (لا

حول ولا قوّۃ اِلا باللہ) کہنے کی مناسبت یہ ہے کہ: حیعلہ لوگوں کو نماز کے لیے آنے کی دعوت دیتی ہے، لہذا اگر سننے والا اسے کہے گا تو سارے لوگ دعاۃ ہو جائیں گے، تو پھر جواب دینے والا کون باقی بچے گا؟ لہذا سامع کے لیے حوقلہ کہنا بہتر ہے، کیوں کہ اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے خالص تسلیم وسپردگی پائی جاتی ہے۔"

- فجر کے وقت موذن کے (الصلاۃ خیر من النوم) کے جواب میں ہم اسی طرح کہیں گے، کیوں کہ اس سلسلے میں کوئی مخصوص جواب وارد نہیں ہے۔

آج کی حدیث

۱۵۵- عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (من نسي صلاة فليصلها إذا ذكرها، لا كفارة لها إلا ذلك) رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی نماز کو بھول جائے تو وہ یاد آتے ہی اسے پڑھ لے، اس کا یہی کفارہ ہے۔'' (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- فوت شدہ فرض نماز کی قضا واجب ہے چاہے وہ نیند کے سبب یا بھول کر چھوٹ گئی ہوں، یا اسے بلا عذر چھوڑ دیا ہو۔ اور حدیث میں نسیان سے اس لیے مقید کیا گیا ہے کیوں کہ وہ سبب سے خارج ہے، اس لیے کہ جب معذور شخص پر قضا واجب ہے تو دوسرے کے لیے تو بدرجہ اولیٰ واجب ہو گا۔
- یاد آتے وقت ہی نماز کی ادائیگی میں جلدی کرنی چاہیے، پس وہ نماز سے سو جانے کی وجہ سے جب نیند سے بیدار ہو، تو سب سے پہلے اس پر اس نماز کی ادائیگی واجب ہے، اسی طرح جب کسی نماز کو بھول جائے تو یاد آنے پر فوراً اسے اسی وقت پڑھنا چاہیے۔ اور اس سے مراد ہے کہ جب یہ نماز دن کی نمازوں میں سے ہوں جیسے فجر، ظہر اور عصر، اور تم اسے بھول گئے ہو یا اس سے سو گئے ہو، تو تم اسے پڑھو گے اگرچہ رات ہی ہو۔
- جس شخص کی نماز فوت ہو جائے تو اس پر صرف اس فوت شدہ نماز کا اعادہ ہی واجب ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے مصداق کہ (اس کا کفارہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے)۔
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ''جو شخص کسی نماز کو بھول جائے۔'' یہ عام ہے خواہ فرض ہو یا نفل۔ اسی لیے بعض علمانے اس سے فرض نماز کی قضا کے وجوب پر استدلال کیا ہے اور نفلی راتبہ کی قضا کو مستحب کہا ہے۔

آج کی حدیث

١٥٦- عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال: سألت النبي صلى الله عليه وسلم: أي العمل أحب إلى الله؟ قال: (الصلاة على وقتها)، قال: ثم أي؟ قال: (ثم بر الوالدين) قال: ثم أي؟ قال: (الجهاد في سبيل الله) رواه البخاري ومسلم

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا: اللہ کے نزدیک سب سے محبوب کون سا عمل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا“ انھوں نے کہا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر والدین کی فرماں برداری کرنا“ انھوں نے کہا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اس میں سوال کرنے کے ادب کا بیان ہے، اس طرح کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان تین سوالوں کے علاوہ کوئی مزید سوال نہیں کیا تاکہ رسول اللہ ﷺ کثرتِ سوال سے حرج میں نہ پڑیں۔ اور اس میں عالم کے حق کی رعایت ہے اور متعلم کے ادب کا تذکرہ ہے۔
- نبی ﷺ کا ان تین چیزوں پر اکتفا کرنے سے حصر مراد نہیں ہے، کیوں کہ بہت سے اعمال افضل ہیں، لیکن یہاں ان تینوں پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ اسی طرح ان تینوں کے ذکر کرنے کا یہ معنی نہیں کہ یہ سارے مطلق طور پر سب سے بہتر اعمال ہیں۔
- سائل کی حالت، یا سوال، یا اس حالت کے مطابق جہاں سوال کیا گیا ہے جواب کا مختلف ہونا، اسی لیے آپ ﷺ نے یہاں سائل کو ان اعمال کے ذریعہ جواب دیا ہے، جب کہ دوسری حالت میں سائل کو دیگر اعمال کے ذریعہ جواب دیتے تھے۔
- اوّل وقت میں نماز کی فضیلت، البتہ اس سے وہ نماز مستثنیٰ ہے جس میں تاخیر کرنا مستحب ہے، جیسے عشاء کی نماز کا موئخر کرنا بشرطیکہ لوگوں کے لیے ایسا کرنا مشقت کا باعث نہ ہو، اسی طرح سخت گرمی میں ظہر کی نماز کا موئخر کرنا۔
- والدین کے ساتھ فرماں برداری کی فضیلت، کیوں کہ والد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔

- اللہ کے راستہ میں جہاد کی فضیلت، جہاد کے برابر کوئی چیز نہیں، صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم اسے سب سے بہتر عمل سمجھتے تھے اور جہاد کی فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ یہ اس دین کی کوہان ہے۔

آج کی حدیث

١٥٧- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (صلاة الجماعة أفضل من صلاة أحدكم وحده بخمسة وعشرين جزءا) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جماعت کی نماز تمہارے تنہا نماز ادا کرنے سے پچیس گنا زیادہ بہتر ہے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- جماعت کی نماز کی مشروعیت اور یہ اسلام کے شعائر اور ہدایت کے طریقوں میں سے ہے۔
- نمازِ جماعت کی فضیلت اور یہ تنہا نماز سے کئی گنا زیادہ ہے۔
- جزء سے مراد: درجہ و مرتبہ ہے۔
- یہاں اس حدیث میں تنہا نماز پڑھنے سے مراد وہ نماز ہے جو کسی شرعی عذر کے بغیر جماعت کے ساتھ حاضر ہو کر نہ ادا کی جائے۔
- پچیس کی روایت کو ستائیس والی روایت پر اس لیے ترجیح دی گئی ہے کیوں کہ اس کے روایت کرنے والے زیادہ ہیں، اسے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔
- لوگوں کو اعمالِ صالحہ کی ترغیب ایسے درجات کے ذریعہ دی گئی ہے جس کا ثواب اللہ کے یہاں قیامت کے دن نعمتوں والی باغات میں ہے۔

آج کی حدیث

١٥٨- عن عثمان بن عفان رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (من صلى العشاء في جماعة فكأنما قام نصف الليل، ومن صلى الصبح في جماعة فكأنما قام الليل كله) رواه مسلم

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھا گویا کہ اس نے نصف رات کا قیام کیا اور جس نے صبح یعنی فجر کی نماز کو جماعت سے پڑھا گویا کہ پوری رات قیام کیا۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- عشاء اور فجر کی نماز مسجد میں با جماعت ادا کرنے کی فضیلت کا بیان۔
- جماعت کے ساتھ عشاء اور فجر کی نماز کے اجر کے بارے میں وارد احادیث کے درمیان شارحین حدیث نے جو تطبیق دی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس نے ان دونوں کو جماعت سے پڑھا تو اس نے گویا پوری رات قیام کیا، اور جس نے ان دونوں میں سے صرف ایک کو جماعت کے ساتھ ادا کیا تو گویا نصف رات کا قیام کیا۔
- یہ دونوں نمازیں لوگوں کے آرام اور سونے کے وقت میں ہوتی ہیں، لہذا ان دونوں کی مسجد میں با جماعت پابندی کرنے سے یہ عظیم اجر حاصل ہو گا اور یہ دونوں نمازیں منافقوں پر بھاری ہیں۔
- ان دونوں نمازوں میں اس عظیم اجر کے حاصل ہونے سے قیام اللیل کی اہمیت کو کم کرنا مقصود نہیں ہے، بلکہ قیام اللیل کا اجر دیگر دلیلوں کی روشنی میں باقی رہے گا۔ لہذا مسلمانوں کو بیچ رات میں نماز ادا کرنی چاہیے اگرچہ وتر کی کم سے کم رکعتیں ہی ہوں۔

آج کی حدیث

١٥٩- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (من غدا إلى المسجد أو راح أعد الله له في الجنة نُزُلاً كلما غدا أو راح) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو صبح کے وقت (دن کے پہلے حصے میں) یا شام کے وقت (دن کے دوسرے حصے میں) مسجد جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں مہمان نوازی تیار کرے گا جب بھی وہ صبح یا شام میں جائے۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- نُزل کا معنی: روزی وخوراک اور جو کچھ مہمان کے لیے تیار کیا جائے۔
- زمین کے دیگر حصے پر مساجد کی فضیلت۔
- مسجدیں اللہ عزوجل کا گھر ہیں اور ان کی طرف جانے والا اس کا مہمان ہوتا ہے، چناں چہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں مہمان نوازی کر کے اس کی تکریم فرماتا ہے اور یہ آخرت میں ہوگا، اور دنیا میں اللہ تعالیٰ اس کے ایمان میں اضافہ، شرحِ صدر اور اس کی حالت وعاقبت کو درست فرما کر تکریم کرتا ہے۔
- مسجد کی طرف جانا اور آنا دن کے ابتدا اور آخر دونوں کو شامل ہے، چناں چہ اس میں پنج وقتہ نمازوں کے لیے جماعت میں حاضر ہونا اور علم وذکر اور دیگر حلقات میں حاضر ہونا بھی داخل ہے۔
- لفظ (کلما) سے مراد مسجد کی طرف جانے میں ہمیشگی برتنا اور اس سے دل کا وابستہ رہنا ہے۔ اور اس میں بہت ہی بڑا ثواب ہے! اور یہی کافی ہے کہ مساجد سے دل کو وابستہ رکھنے والے کے لیے روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کا سایہ نصیب ہوگا جس دن کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا۔

آج کی حدیث

١٦٠- عن أبي حُمَيد أو عن أبي أُسَيد الساعدي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (إذا دخل أحدكم المسجد، فليقل: اللهم افتح لي أبواب رحمتك، وإذا خرج، فليقل: اللهم إني أسألك من فضلك) رواه مسلم

سیدنا ابو حمید یا ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے: اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے، اور جب اس سے نکلے تو کہے: اے اللہ! میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا فرمان (إذا دخل أحدكم المسجد) میں مجاز مشارفت قریب ہونے کے مفہوم میں ہے یعنی جب کوئی مسجد میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اور داخل ہونے کے قریب ہو۔ نیز ”المسجد“ میں موجود ”الف لام“ (أل) جنس کے لیے ہے، جو تمام مساجد کو عام ہے۔ اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے فرمان (وإذا خرج) کا مطلب ہے کہ جب نکلنے کے قریب ہو۔
- مسجدیں رحمت کی جگہیں ہیں، کیوں کہ یہ عبادت، سرگوشی اور اطاعت کے مقامات ہیں، اسی لیے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے مسجد میں داخل ہونے والے کو اس بات کی ترغیب دی ہے کہ وہ اللہ سے اپنی رحمت کے دروازے کھولنے کا سوال کرے۔
- انسان کی عادت میں سے ہے کہ جب وہ نماز کی ادائیگی کر کے مسجد سے نکلتا ہے تو دنیوی امور میں مشغول ہو جاتا ہے، یا تو وہ بازار کی طرف ضرورت کی چیز خریدنے جاتا ہے اور پھر اپنے گھر واپس آتا ہے، یا وہ مسجد سے نکل کر اپنی دکان یا اپنے بازار جاتا ہے یا اپنے کام یا جاب پر جاتا ہے، اسی لیے وہ مسجد سے نکلتے وقت اللہ تبارک وتعالیٰ سے اس کے فضل ورزق کا سوال کرتا ہے۔

- مسلمان کو ہمیشہ تمام حالات میں اللہ تعالیٰ سے سوال ودعا کرنے پر ابھارا گیا ہے، خواہ عبادت کے لیے مسجد جانے والا ہو یا جائز دنیاوی امور کے لیے مسجد سے باہر نکلنے والا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف سے کیے گیے اس عمل کو پسند فرماتا ہے۔

لا تســــــألنّ بُنَيَّ آدمَ حاجةً　　　وسَلِ الذي أبوابهُ لا تُحجبُ

اللهُ يغضبُ إن تركتَ ســــؤالَهُ　　　وبُنَيُّ آدمَ حينَ يُسألُ يغضبُ

بنی آدم سے اپنی ضرورت کا سوال نہ کرو، اس ذات سے مانگو جس کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔ اللہ سوال نہ کرنے سے ناراض ہوتا ہے، جب کہ بنو آدم سے جب مانگا جاتا ہے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔

آج کی حدیث

١٦١- عن أبي قتادة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : (إذا دخل أحدكم المسجد فليركع ركعتين قبل أن يجلس) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- یہ حدیث تحیۃ المسجد کی حدیث کے نام سے معروف ہے ۔اس حدیث اور دیگر احادیث کی بنا پر یہ واجب ہے۔ اور نبی ﷺ نے اس کا حکم اس وقت دیا جب آپ خطبہ جمعہ دے رہے تھے، ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور تحیۃ المسجد پڑھے بغیر بیٹھ گیا۔ لہذا یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ نبی ﷺ جمعہ کے خطبہ کو روک کر کسی آدمی سے گفتگو کریں اور اس کو دو رکعت پڑھنے کا حکم دیں، باوجود یہ کہ اس میں خطبہ جمعہ سے ایک مسنون امر کے لیے انشغال لازم آتا ہے حالاں کہ یہ (خطبہ) جمعہ کی شرط میں سے ہے۔ لہذا یہ حکم صرف واجبی امر کے لیے ہو گا۔
- لفظ (إذا دخل) تکرار پر دلالت کرتا ہے، لہذا جب بھی وہ مسجد میں بیٹھنے کے لیے داخل ہو گا دو رکعت نماز پڑھے گا۔
- جو شخص مسجد میں داخل ہو اور اس کا ارادہ بیٹھنے کا نہ ہو تو وہ اس حکم کا مخاطب نہیں ہے، جیسے کوئی کسی چیز کو لینے کے لیے داخل ہو یا کسی عمر رسیدہ بزرگ یا اندھے شخص وغیرہ کو پہنچانا ہو، اسی طرح جب داخل ہو اور کھڑا رہے تو اسے تحیۃ المسجد کا حکم نہیں دیا جائے گا، جیسے کوئی داخل ہو اور اقامت کے لیے چند منٹ ہی باقی رہ جائے۔

- تحیۃ المسجد ادا کی جائے گی یہاں تک کہ کشادگی والی نہی کے اوقات میں بھی ادا کی جائے گی۔ اور اس کی وجہ مسجد کے اندر ذکرِ الٰہی یا پھر علم حاصل کرنے کی غرض سے بیٹھنا ہے۔

آج کی حدیث

١٦٢- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (ألا أدلكم على ما يمحو الله به الخطايا، ويرفع به الدرجات؟) قالوا: بلى يا رسول الله! قال: (إسباغ الوضوء على المكاره، وكثرة الخطا إلى المساجد، وانتظار الصلاة بعد الصلاة، فذلكم الرباط) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں ایسی چیز سے آگاہ نہ کروں جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دیتا ہے اور درجات بلند فرماتا ہے؟" صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں! اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: "ناگواری کے باوجود اچھی طرح وضو کرنا، مساجد تک زیادہ قدم چلنا ،ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، سو یہی رباط (شیطان کے خلاف جنگ کی چھاؤنی) ہے۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اسباغ کہتے ہیں وضو میں تمام اعضا کو پورے طور سے صاف کرنا، اور ناپسندیدگی کے باوجود کامل وضو سے یہاں مراد ہے کہ موسم سرما میں سخت ٹھنڈ پانی کے باوجود تمام اعضا کو اس کا حق دینا یعنی دھلنا۔ اسی طرح موسم گرما میں سخت گرمی کے وقت بھی۔
اور رباط کہتے ہیں: کسی چیز کے لیے نفس کو روک لینا۔ اور اسی سے نفس کو طاعت کے لیے روکنا ہے، جیسے حدیث میں موجود طاعات ہیں جن پر انسان کو اپنے نفس کو روکنے کی ضرورت ہے۔
- اس حدیث میں اپنے بندوں پر اللہ تعالیٰ کے وسیع فضل کی دلیل ہے اس طور سے کہ ان کے لیے مغفرت کی راہوں اور آخرت میں بلندئ درجات کو آسان کر دیا ہے اور ان کے لیے خیر کے متعدد راستے بنائے ہیں۔ اور اس تنوع میں لوگوں کے ساتھ رفق و نرمی کا اظہار ہے۔
- مساجد کی طرف کثرت سے قدم بڑھانے کی فضیلت کا بیان ہے اور مسجد کی طرف کثرت سے قدم بڑھانا یہ ہے کہ انسان مسجد تشریف لے جائے گرچہ اس کا گھر مسجد سے دوری پر ہو اور وہ اپنے دونوں پاؤں پر چل کر وہاں تک جائے۔ اور اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ مسلمان مسجد کے لیے دور راستہ کو اختیار کرے، کیوں کہ (حدیث میں) یہ مراد نہیں ہے۔

- حدیث میں ایک نماز سے دوسری نماز تک انتظار کرنے کی فضیلت کا بیان ہے اور یہ انسانی شوق اور ایک نماز سے اگلی نماز تک انتظار کر کے ہو گا۔
- ناپسندیدگی کے باوجود یعنی سردی و گرمی کی مشقت برداشت کر کے وضو کرنے کی فضیلت کا بیان۔
- اس چیز کا بیان کہ یہ ساری چیزیں رباط فی سبیل اللہ میں سے شمار ہوتی ہیں اور جن کے ساتھ انسان کو اللہ عزوجل کی طاعت پر نفس کو کنٹرول کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

آج کی حدیث

١٦٣– عَنْ أَبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ النَّبيَّ صلى الله عليه وسلم دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: (ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّك لَمْ تُصَلِّ.) فَرَجَعَ فَصَلَّى كَمَا صَلَّى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: (ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّك لَمْ تُصَلِّ) – ثَلاثاً – فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لا أُحْسِنُ غَيْرَهُ فَعَلِّمْنِي، فَقَالَ : (إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ معك مِنْ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعاً ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِماً ثُمَّ اُسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِداً ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِساً. وَافْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلاتِكَ كُلِّهَا) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی ﷺ مسجد میں تشریف لائے، اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر آکر نبی ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے (سلام کا جواب دینے کے بعد) فرمایا : ”واپس جاؤ اور نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔“ وہ آدمی واپس گیا اور اسی طرح نماز پڑھی جیسے اس نے (پہلے) پڑھی تھی۔ پھر اس نے آکر نبی ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے (سلام کا جواب دینے کے بعد) فرمایا : ”واپس جاؤ اور نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔“ پھر اسی طرح تین دفعہ ہوا بالآخر اس نے کہا : قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا، لہذا آپ مجھے سکھلا دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا : ”جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو، پھر قرآن سے جو تمہیں یاد ہو پڑھو۔ اس کے بعد اطمینان سے رکوع کرو، پھر سر اٹھاؤ اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر سجدہ کرو اور سجدے میں اطمینان سے رہو۔ پھر سر اٹھا کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ، اسی طرح اپنی پوری نماز میں کرو۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- یہ حدیث ارکانِ صلاۃ کی اثبات میں علما کے نزدیک اصل وعمدہ ہے اور بعض اہل علم نے اسے فرائضِ صلاۃ کا نام دیا ہے۔ یہ حدیث (مسيء صلاة) یعنی اپنی نماز میں بھولنے والی حدیث کے نام سے جانی جاتی ہے۔
- رکوع کے بعد اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے میں اعتدال کا وجوب۔ اسی طرح رکوع اور سجود اور دونوں سجدوں کے درمیان جلوس میں طمانینت کا وجوب۔
- آپ ﷺ کا فرمان ''ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مِنْ الْقُرْآنِ'' ''پھر قرآن میں سے جتنا آسان ہو پڑھو''، یعنی فاتحہ پڑھنے کے بعد، کیوں کہ اس کا پڑھنا نماز کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، البتہ نمازی کا صرف فاتحہ پر اکتفا کرنا جائز ہے۔
- وہ نماز جس میں آدمی کوے کی چونچ مارنے کی طرح جلدی کرتا ہے شریعت کی زبان میں اسے نماز نہیں کہا جا سکتا، اور نہ ہی اس کا اعتبار ہوتا ہے اور نہ ہی یہ کفایت کرنے والی ہوتی ہے۔
- جو شخص رکوع کے بعد اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان اطمئنان سے کام نہیں لیتا اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔ اور طمانیت کے سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ: ہر عضو اپنی جگہ لوٹ جائے۔
- حسنِ تعلیم اور امر بالمعروف کی مشروعیت کا بیان اور یہ سہولت ونرمی کے ساتھ ہونا چاہیے، اس میں تشدد نہیں ہونا چاہیے اور معلم کے لیے بہتر یہ ہے کہ علم میں شوق دلانے والے طریقے کو اپنائے تاکہ اچھی طرح تعلیم دی جا سکے اور باتیں ذہن میں زیادہ دیر تک باقی رہ سکیں۔

آج کی حدیث

١٦٤- عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب) رواه البخاري ومسلم

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کے قول (لا صلاۃ) کا معنی: یعنی فاتحہ الکتاب کے پڑھے بغیر کوئی نماز صحیح نہیں ہے۔
- سورہ فاتحہ کی دیگر قرآنی سورتوں پر فضیلت۔
- سورہ فاتحہ کا پڑھنا نماز کے ارکان میں سے ایک رکن ہے جسے امام، مقتدی، منفرد ہر رکعت میں پڑھے گا خواہ وہ جہری نماز ہو یا سری، جیسا کہ احادیث کا عموم اس پر دلالت کرتا ہے۔
- جہری نماز میں مقتدی کو چاہیے کہ امام کے قراءت سے فارغ ہونے کے بعد اور دوسری سورت کی قراءت شروع کرنے سے پہلے سورہ فاتحہ پڑھے، یا اسے امام کے سکتے میں پڑھے۔ شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر امام سکتہ نہ کرے تو علما کے دو قول میں سے صحیح ترین قول کے مطابق مقتدی پر واجب ہے کہ فاتحہ پڑھے اگرچہ امام کی قراءت کی حالت میں ہو۔
- جو شخص امام کو حالتِ رکوع میں پائے اس سے فاتحہ ساقط ہو جاتا ہے، کیوں کہ اسے اتنا وقت نہیں مل سکا جس میں اس رکن کا انجام دینا ممکن ہو، لہذا وہ تکبیر احرام کہہ کر کھڑا ہو گا اور پھر امام کے ساتھ رکوع میں داخل ہو جائے گا تاکہ رکعت کو پا سکے۔[1]

---

[1] درست بات یہی ہے کہ جس شخص کا فاتحہ چھوٹ جائے اور وہ رکوع سے نماز میں شامل ہو تو اسے اس رکعت کو دوبارہ لوٹانا چاہیے کیوں کہ قیام، قرأتِ فاتحہ رہ جانے کی وجہ سے رکوع کی حالت میں نماز میں داخل ہونے سے وہ رکعت شمار نہیں کی جائے گی۔ نیز نبی کریم ﷺ نے چھوٹے ہوئے حصے کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے، فرمایا: ((إِذَا سَمِعْتُمُ الإِقَامَةَ، فَامْشُوا إِلَى الصَّلَاةِ وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ

وَالوَقَارِ، وَلاَ تُسْرِعُوا، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا)) ”تم لوگ تکبیر کی آواز سن لو تو نماز کے لیے (معمولی چال سے) چل پڑو۔ سکون اور وقار کو (بہرحال) پکڑے رکھو اور دوڑ کے مت آؤ۔ پھر نماز کا جو حصہ ملے اسے پڑھ لو اور جو نہ مل سکے اسے بعد میں پورا کر لو۔“[بخاری : ٦٣٦]صاحبِ مرعاۃ علامہ عبید اللہ رحمانی مبارک پوری رحمہ اللہ کہتے ہیں : ”یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت نہیں ہے، اس لیے کہ مافات کے اتمام کا حکم دیا گیا ہے۔ یہی قول ابوہریرہ اور ایک جماعت کا ہے، بلکہ امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ جو لوگ ”قرأت خلف الامام کو واجب سمجھتے ہیں وہ سب اس طرف گیے ہیں۔ نیز شوافع محدثین میں سے امام ابن خزیمہ اور ضبعی وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور متاخرین میں سے شیخ تقی الدین سبکی نے اس مسلک کو قوی قرار دیا ہے۔“ [مرعاۃ ٢/ ٣٩٠]

مدرکِ رکوع کی رکعت کو شمار کرنے والے اہل علم بخاری وغیرہ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ، فَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَى الصَّفِّ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ((**زَادَكَ اللَّهُ حِرْصًا وَلاَ تَعُدْ**)) سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی ﷺ کی طرف (نماز پڑھنے کے لیے گیے جب کہ آپ اس وقت رکوع میں تھے۔ اس لیے صف تک پہنچنے سے پہلے ہی انھوں نے رکوع کر لیا، پھر اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ ”اللہ تمہارا شوق اور زیادہ کرے لیکن دوبارہ ایسا نہ کرنا۔“ [بخاری : ٧٨٣]

اس حدیث میں وارد لفظ ((وَلاَ تَعُدْ)) کو یہ لوگ أعاد، یعید سے ((وَلاَ تُعِدْ)) مانتے ہیں یعنی تاء پر ضمہ اور عین پر کسرہ اور اس کا یہ معنی کرتے ہیں کہ اس رکعت کو دوبارہ نہ لوٹانا، اس طرح مدرک رکوع کے لیے رکعت کا اثبات کرتے ہیں۔ جب کہ اس میں اور بھی احتمالات پائے جاتے ہیں۔ چناں چہ اہل علم کی ایک جماعت نے اسے عاد، یعود، عودا سے مانا ہے اور ((وَلاَ تَعُدْ)) تاء پر فتحہ اور عین پر ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے یعنی تم دوبارہ ایسے کام نہ کرو۔ کارِ خیر کی حرص میں اللہ تمھیں زیادتی دے، مگر خلاف شرع کام کا حرص نہ کرو۔ اور اس مفہوم کی تائید طبرانی کی اس مشہور روایت سے بھی ہوتی ہے جس کے آخر میں یہ اضافہ ہے : ((صل ما أدركت واقض ما سبقك)) ”جو مل جائے پڑھو اور جو نکل جائے اسے پورا کرو۔“ [بحوالہ فتح الباری ٢/ ٣٤٨] اور ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ انھیں صرف رکوع ہی ملا تھا، قیام اور قرأت فاتحہ ان سے رہ گیا تھا۔ اس پس منظر میں بھی اس حکم کا صاف مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف رکوع ملے تو وہ رکعت شمار نہ ہوگی۔

گویا مذکورہ بالا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جماعت کے لیے خوب تیزی سے دوڑ کر آنے اور پھر صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کرنے اور حالتِ رکوع ہی میں چلتے ہوئے صف میں شامل ہونے سے منع فرمایا گیا ہے کہ آیندہ اس طرح نہ کرنا، بلکہ اطمینان اور وقار سے آکر صف میں شامل ہونا۔ اور جن لوگوں نے ((وَلاَ تَعُدْ)) کو اِعادہ سے مانا ہے کہ جو نماز پڑھ چکے ہو اس کا اعادہ نہ کرو کیوں کہ وہ رکعت پوری ہو گئی، اس کی تائید روایات سے نہیں ہو رہی ہے، صرف لغوی طور پر یہ معنی لیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ استدلال اس مفہوم میں قوی نہیں ہے اور پھر کسی روایت میں یہ صراحت بھی نہیں پائی جاتی ہے کہ انھوں نے اٹھ کر وہ رکعت پڑھی تھی یا نہیں اور اس رکعت کو شمار کیا جائے گا یا نہیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس مسئلے میں یہ روایت مبہم ہے

آج کی حدیث

١٦٥- عن أنس بن مالك رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (اعتدلوا في السجود، ولا يبسط أحدكم ذراعيه انبساط الكلب) رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''سجدے میں اعتدال سے کام لو اور تم میں سے کوئی اپنے بازو کو کتے کی طرح نہ پھیلائے۔'' (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- سجدے میں اعتدال کا معنیٰ: کشادگی اور تنگی کے درمیان توسط اختیار کرنا۔

جب کہ استدلال واضح ہونا چاہیے۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ((وَلاَ تَعُدْ)) کے مفہوم و معانی میں کئی طرح کے اختلاف کا ذکر کیا ہے: (۱) صف سے پہلے تحریمہ باندھنے سے منع فرمایا۔(۲) نماز میں تاخیر سے آنے سے روکا ہے کہ رکعت چھوٹ جائے۔ (۳) رکوع کرتے ہوئے صف میں نہ ملو۔(۴) نماز میں دوڑ کر اور تیز چل کر نہ آؤ۔[التلخیص ص: ۱۱۰، بحوالہ مرعاۃ المفاتیح ۴/۳۳-۳۴ ملخصًا]
علاوہ ازیں مدرکِ رکوع کی رکعت کو شمار کرنے کے سلسلے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے: ((إِذَا جِئْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ وَنَحْنُ سُجُودٌ فَاسْجُدُوا وَلَا تَعُدُّوهَا شَيْئًا وَمَنْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ)) ''جب تم نماز کے لیے آؤ اور ہم سجدے میں ہوں تو تم بھی سجدہ کرو اور اسے کچھ شمار نہ کرو اور جس نے رکعت کو پا لیا اس نے نماز کو پا لیا۔''[سنن ابو داؤد: ۸۹۳] چناں چہ اس حدیث میں وارد لفظ (الرَّكْعَة) سے مراد رکوع لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس نے رکوع پا لیا اس نے رکعت پالی، جب کہ علما کی ایک جماعت نے رکعت سے مراد رکعت ہی لیا ہے اور اس کا حقیقی معنی رکعت ہی ہے اور رکعت کا معنی رکوع کرنا درست نہیں ہے اور یہی راجح بھی ہے۔اور جن روایات میں رکعت کی وضاحت لفظ رکوع سے کی گئی ہے وہ سب کی سب ضعیف ہیں۔مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ مدرک رکوع مدرک رکعت نہیں ہے کیوں کہ اس میں قیام اور قرأتِ فاتحہ کا ترک کرنا پایا جاتا ہے جب کہ یہ دونوں نماز کے فرائض و ارکان میں سے ہیں علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے مافات کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔البتہ اگر کوئی شخص علما کے دوسرے قول پر عمل کرتا ہے اور اس کا دل ان کے دلائل پر مطمئن ہے تو اس کے موقف کو غلط نہیں کہا جاسکتا ہے، شیخ ابن بازؒ کا موقف مدرک رکوع مدرک رکعت کا ہی ہے اور اس سلسلے میں آپ کا تفصیلی فتوی درج ذیل لنک https://binbaz.org.sa/fatwas/20591 پر موجود ہے۔نیز دیکھیں: (مجموع فتاوی ومقالات للشیخ ابن باز ۲۹/۲۸۰)۔واللہ أعلم۔(مترجم)

- سجدے میں اعتدال کے حکم کا مطلب یہ ہے کہ انسان بہت زیادہ پھیل کر اور نہ بظاہر خوب سمٹ کر کرے، بلکہ دونوں پٹھوں کو کشادہ رکھے اور اپنے پیٹ کو اپنے رانوں سے اٹھائے رکھے۔ اس طرح بیٹھنے کی حکمت یہ ہے کہ اس میں زیادہ انکساری وعاجزی پائی جاتی ہے اور زمین سے پیشانی اور ناک کو بہتر طور سے ٹیکا جاسکتا ہے اور کاہلوں کے طریقے سے دور رہا جاسکتا ہے، کیونکہ بہت زیادہ پھیلانے والا کتے کے مانند ہوتا اور اس کی حالت سے نماز میں سستی کرنے اور اس سے بے توجہی برتنے کا احساس ہوتا ہے۔
- انسان کا سجدے میں اپنے دونوں بازوؤں کو کتے کی دونوں ہاتھ کی طرح پھیلانا حرام ہے۔
- سجدے میں اپنے دونوں بازوؤں کو بچھا کر رکھنے والا شخص اپنی نماز میں گڑبڑی کرنے والا ہوتا ہے اور اس کی نماز صحیح ہو گی۔
- لوگوں کو سنتِ نبویہ کے مطابق شرعی نماز کے طریقہ کی تعلیم دینے کی اہمیت۔

آج کی حدیث

١٦٦- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (أقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجد فأكثروا الدعاء) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بندہ اپنے رب سے حالتِ سجدہ میں سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، لہٰذا تم (اس میں) کثرت سے دعا کرو[1]۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- نماز کے تمام اعمال میں سجدے کی فضیلت۔
- سجدے میں اللہ عزوجل کے لیے کمال درجہ کا خضوع پایا جاتا ہے، کیوں کہ تم رب عزوجل کی تعظیم کے طور پر اپنے سب سے بہتر وبلند عضو (پیشانی) کو نیچے پاؤں کی جگہ رکھتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ منظور نہیں فرماتا مگر یہ کہ وہ اس حالت میں تم سے قریب ہوتا ہے اور تم اپنے رب کے قریب ہوتے ہو۔
- سجدے تمھیں اپنے رب سے قریب کرتے ہیں لہذا اس میں کثرت سے دنیاوآخرت کی بھلائی طلب کرو۔ اور اپنے سارے فکروں اور غموں کو عاجزی کے ساتھ آنسو بہا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھو۔ سجدہ کی حالت میں اپنے رب سے قریب ہونا تمھیں مبارک ہو۔ درحقیقت پوری کائنات تمام مخلوقات سمیت اللہ عزوجل کے لیے سجدہ ریز ہوتی ہے۔
- سجدے میں دنیاوآخرت کی کسی بھی چیز کی دعا کرنا تمہارے لیے کھلا ہوا ہے، البتہ نماز کے دیگر اعمال جیسے رکوع، رکوع سے اٹھنا اور بیٹھنا وغیرہ اعمال میں صرف اُنہی باتوں پر اکتفا کرنا چاہیے جو کچھ سنت میں وارد ہے۔

---

[1] واضح رہے کہ سجدہ کی حالت میں دعا کرنا صرف نفلی نماز کے لیے خاص نہیں ہے، بلکہ یہ عام ہے خواہ نفل ہو یا فرض، البتہ فرض نماز میں اگر امام سجدہ کو طول دیتا ہے تو تسبیح (سبحان اللہ) کہنے کے بعد دعا بھی مانگا جاسکتا ہے، واللہ اعلم۔ (مترجم)

آج کی حدیث

١٦٧- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (إذا فرغ أحدكم من التشهد الآخِر، فليتعوذ بالله من أربع: من عذاب جهنم، ومن عذاب القبر، ومن فتنة المحيا والممات، ومن شر المسيح الدجال) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی آخری تشہد سے فارغ ہو تو اللہ تعالیٰ سے چار چیزوں کی پناہ مانگے: جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے شر سے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- ان چار چیزوں سے اللہ کی پناہ چاہنا مستحب ہے اور یہی جمہور اہلِ علم کا قول ہے۔
- جہنم کے عذاب سے نجات ہر مومن کا مقصد ہے، لہذا نمازی کو اللہ تعالیٰ سے ایسے معاصی سے پناہ مانگنا چاہیے جو جہنم میں پہنچانے کا ذریعہ ہو۔
- عذابِ قبر: یعنی قبر جو میت کے دفن کی جگہ ہے اس میں حاصل ہونے والی عذاب و سزا کا نام عذابِ قبر ہے۔ اور سلف امت اور ائمۂ سلف کا مذہب ہے کہ عذاب یا نعمت میت کی روح اور بدن دونوں کو ہوتی ہے، اور روح جسم سے جدا ہونے کے بعد یا تو نعمت میں ہوتی ہے یا عذاب میں، اور کبھی جسم سے متصل بھی ہوتی ہے۔
- زندگی کا فتنہ دو چیزوں کو شامل ہوتا ہے: شبہات کا فتنہ جو سنت سے بدعت کی طرف پھیر دیتی ہے۔ اور شہوات (خواہشات) کا فتنہ جو تمہیں بے حیائی، جرائم، حرام کمائی اور محرمات کے استعمال میں واقع کر دیتی ہے۔
- موت کے فتنہ کی دو تفسیریں کی گئی ہیں: ایک فتنہ وہ ہے جو موت حاضر ہونے کے قریب ہوتی ہے، اور دوسرا فتنہ جو موت کے بعد ہوتی ہے اور یہ دو فرشتوں (منکر و نکیر) کا انسان سے اس کے رب، دین اور نبی کے بارے میں باز پرس کرنا ہے۔

- مسیح دجال کا فتنہ: ایسا فتنہ ہے جس کے سبب لوگوں کو گمراہ و بھٹکایا جاتا ہے کیوں کہ دجال کے ساتھ شبہات ہوتے ہیں اور وہ کذاب ہے۔ اور یہ روئے زمین پر آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قیامت تک ہونے والا سب سے بڑا فتنہ ہے۔

آج کی حدیث

۱۶۸- عن ثوبان رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا انصرف من صلاته استغفر ثلاثا وقال: (اللهم أنت السلام ومنك السلام، تباركت ذا الجلال والإكرام) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی نماز سے پھرتے تو تین مرتبہ استغفر اللہ [1] کہتے اور فرماتے: ''اے اللہ! تو سلام ہے اور تجھی سے سلامتی ہے، تیری ذات بابرکت اور عظمت واکرام والی ہے۔'' (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

---

[1] اس حدیث میں سلام پھیرنے کے بعد سب سے پہلے تین بار استغفر اللہ کہنے کا ذکر ہے، حالاں کہ برصغیر پاک وہند میں عمومی طور پر اہل حدیث علما اور عوام پہلے (اللہ أکبر) کہتے ہیں پھر تین بار استغفار پڑھتے ہیں، اور یہ صحیح بخاری کی اس حدیث کی بنا پر ہے، جس میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ (کنتُ أعرف انقضاء صلاۃ النبي ﷺ بالتکبیر)''میں نبی ﷺ کی نماز ختم ہونے کو تکبیر (اللہ اکبر) سے جان جاتا تھا۔'' اور صحیح مسلم کی روایت میں صیغہ حصر کے ساتھ ہے (ما کنا نعرف انقضاء صلاۃ رسول اللہ ﷺ إلا بالتکبیر)۔ یعنی ہمیں رسول ﷺ کی نماز ختم ہونے کا پتہ صرف تکبیر سے چلتا تھا۔ سعودی عرب کی مستقل فتوی کمیٹی نے دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ آپ ﷺ تین بار استغفار سے شروع کرتے پھر اللھم أنت السلام۔۔الخ کہتے اور پھر باقی اذکار پڑھتے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں (تکبیر) سے مراد نماز کے بعد کے اذکار ہیں یعنی سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر ۳۳ بار کہنا ہے۔ اور علامہ عبدالمحسن العباد حفظہ اللہ نے بھی شرح سنن ابی داود میں یہی تطبیق دی ہے۔
(بحوالہ: اسلام ویب سائٹ: ۳۹۷۱۹۲ https://www.islamweb.net/ar/fatwa/)

صاحب مرعاۃ المفاتیح شیخ عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ اس مسئلہ میں اپنا فیصلہ ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں: (ما ذهب إليه بعض السلف وابن حزم من المتأخرين من استحباب رفع الصوت بالتكبير والذكر أثركل صلاة مكتوبة هو القول الراجح عندي وإن لم يقل به الأئمة الأربعة ومقلدوهم، لأن حديث ابن عباس باللفظين نصّ في ذلك، ويدل على ذلك أيضا حديث عبد الله بن الزبير الآتي، والحق يدورمع الدليل لا مع الإدّعاء أوالرجال) (مرعاة المفاتيح،۳/۳۱۵)
''اسلاف کرام میں سے بعض اور متاخرین میں سے ابن حزم رحمہم اللہ کا مسلک ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد تکبیر اور ذکر (دعا) بلند آواز سے کرنا مستحب ہے، یہی قول ہمارے نزدیک راجح ہے، اگرچہ ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدوں میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ اس لیے کہ عبد اللہ بن عباس کی دونوں الفاظ کے ساتھ وارد حدیث اس معاملہ میں نص ہے۔ عبد اللہ بن زبیر کی آنے والی حدیث بھی یہی واضح کرتی ہے۔ حق دلیل کے تابع ہوتا ہے محض دعووں اور شخصیتوں کے گرد نہیں گھومتا۔'' اللہ تعالیٰ ہمیں حق بات کہنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین (بحوالہ: محدّث فورم https://forum.mohaddis.com/threads/۳۶۶۴۲.)، واللہ اعلم۔ (مترجم)

- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ((إذا انصرف من صلاته)) سے مراد جب سلام پھیرتے۔ اور (ومنك السلام) کا مطلب ہے کہ ہم تجھ ہی سے دنیا وآخرت کی برائیوں سے سلامتی طلب کرتے ہیں، اور آپ کے فرمان (ذا الجلال والإكرام) کا مطلب مطلق مال دار اور پورا احسان والا کے ہیں۔ اور یہ معنیٰ بھی بیان کیا گیا ہے کہ: جس کے پاس اپنے مخلص بندوں کے لیے عظمت واکرام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے عظیم صفات میں سے ہے۔
- یہ وہ دعا ہے جسے نمازی سلام کے بعد سب سے پہلے کہے گا، پس اگر قائل امام ہو گا تو اس کے بعد لوگوں کی طرف پھرے گا اور ان کی طرف اپنے چہرہ سے متوجہ ہو گا اور بقیہ اذکار پڑھے گا۔ اور ماموم ومنفرد قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر اپنی حالت پر باقی رہیں گے۔
- نماز کے بعد استغفار کو مشروع کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بندہ کماحقہ اپنے مالک کا حق نہیں ادا کر پاتا۔ اور وساوس ونفسانی خیالات سے دوچار ہوتا ہے، لہذا استغفار کو مشروع کیا گیا تاکہ اس کی تلافی وتدارک ہو سکے۔
- لفظ تبارکت کے بعد وتعالیت کی زیادتی کرنا جیسا کہ ہم بعض نمازیوں سے نماز کے بعد کہتے ہوئے سنتے ہیں اس حدیث میں ثابت نہیں ہے، لہذا اس جگہ اسی چیز پر اکتفا کیا جائے گا جو حدیث میں وارد ہے۔ البتہ عام دعا جیسے قنوت وتر میں اس کے کہنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔

آج کی حدیث

١٦٩- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (الملائكة تصلي على أحدكم ما دام في مصلاه الذي صلى فيه ما لم يُحدث، تقول: اللهم اغفر له، اللهم ارحمه) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تک تم میں سے کوئی شخص اس جگہ باقی رہتا ہے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے اور اسے حدث نہیں لاحق ہوتا تو فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں: ”اے میرے مولی! اس کو بخش دے، اے میرے مولی! اس پر رحم فرما۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- نماز کی جگہ بیٹھنے والے کے لیے فرشتوں کی صلاۃ کا معنی: اس کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کرنا ہے۔
- نماز کی جگہ بیٹھنے کی فضیلت۔ اور یہ وہ جگہ ہے جہاں اس نے نماز ادا کی ہے اور اس سے مراد گھر کے علاوہ مسجد ہے، جیسا کہ حدیث کا آخری حصہ اس پر دلالت کرتا ہے۔
- ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو شخص بہت زیادہ گناہ کرنے والا ہو اور یہ چاہتا ہو کہ بغیر مشقت کے اس کے گناہ جھڑ جائیں تو اسے نماز ادا کرنے کے بعد اپنے نماز کی جگہ کو لازم پکڑنا چاہیے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ فرشتوں کی دعا واستغفار کا مستحق ہوسکے۔ یہ کتنی بہترین بیٹھک ہے جس کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں۔
- مسجد کے تمام حصے کو یہ فضیلت حاصل ہے، اس لیے اگر نمازی اپنی نماز کی جگہ سے سے منتقل ہو کر مسجد میں دوسری جگہ منتقل ہو جائے تو اس کا اپنے مصلی پر باقی رہنے کا اجر منقطع نہیں ہو گا، کیوں کہ تمام مسجد نماز کی جگہ ہے۔
- یہ فضیلت اس شخص کے لیے ہے جو اقامتِ صلاۃ سے پہلے جماعت سے نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں داخل ہو اور پھر نماز کا انتظار کرے۔ اور جو امام کے ساتھ نماز پڑھے اور پھر دوسری نماز کا بیٹھ کر انتظار کرے، تو یہ رباط فی سبیل اللہ میں سے ہے۔

- اگر کوئی عورت گھر کی مسجد میں نماز ادا کرے اور بیٹھ کر دوسری نماز کا انتظار کرے تو وہ بھی اس فضیلت میں شامل ہے اور اس مفہوم میں داخل ہے، جب کہ نماز کا انتظار اسے وہاں سے اٹھنے سے روک دے۔
- حدث سے مراد ناقض وضوہے، کیوں کہ مُحدِث شخص اگرچہ مسجد میں بیٹھے لیکن وہ صلاۃ کا انتظار کرنے والا نہیں ہے، کیوں کہ وہ اس پر قادر نہیں ہے۔ لہذا جب وہ محدث ہو جاتا ہے تو فرشتوں کی دعا اس سے منقطع ہو جاتی ہے۔

آج کی حدیث

۱۷۰- عن عبدالله بن مغفل رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: (بين كل أذانين صلاة، بين كل أذانين صلاة) ثم قال في الثالثة: (لمن شاء) رواه البخاري ومسلم

سیدنا عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔“ پھر تیسری بار فرمایا: ”جو چاہیے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- دونوں اذانوں کے درمیان یعنی اذان واقامت کے درمیان۔ اور یہاں اذانین تغلیبی طور پر کہا گیا ہے، جیسا کہ سورج و چاند کے لیے قمرین کہا جاتا ہے۔ اور یہاں دو اذانوں کے درمیان نماز ہونے سے مقصود: نفلی نماز ہے۔
- نمازی کے لیے جائز ہے کہ وہ اذان اور اقامت کے درمیان جتنا نفل چاہے پڑھے، سوائے اس وقت کے جس میں استثنا ہو، جیسے صبح کی اذان واقامت کے درمیان صرف فجر کی دو راتبہ سنتوں پر اکتفا کرنا۔
- یہ حدیث سننِ رواتب وغیرہ کو شامل ہے، اسی طرح غیر راتبہ نماز کو شامل ہے اور یہ عصر کی نماز ہے، لہذا وہ اقامت کھڑی ہونے سے پہلے عصر کی دو یا چار رکعت ادا کرے گا۔
- آپ ﷺ کا تیسری بار یہ فرمانا کہ ”جو چاہے“ یہ اس چیز کی وضاحت کے لیے کہ یہ مستحب نفلی نماز ہے، اور تا کہ سامع اس کے تکرار کی وجہ سے یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ یہ راتبہ کے حکم میں ہے۔
- یہ حسنِ تعلیم میں سے ہے کہ متعلم شخص کے لیے معلومات کو بار بار پیش کیا جائے تا کہ اس کے ذھن میں راسخ ہو جائے اور گھر کر جائے۔ نیز آپ ﷺ جب بات کرتے تو اسے تین بار دھراتے تھے۔

آج کی حدیث

١٧١- عن أم حبيبة أم المؤمنين رضي الله عنها قالت: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: (ما من عبد مسلم يصلي لله كل يوم ثنتي عشرة ركعة تطوعا، غير فريضة، إلا بنى الله له بيتا في الجنة) رواه مسلم

سیدہ ام حبیبہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جو مسلمان اللہ تعالیٰ کے لیے ہر دن فرض کے علاوہ بارہ نفل رکعت پڑھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بناتا ہے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اس حدیث کی تفسیر دوسری حدیث میں آئی ہے کہ یہ سنن رواتب ہیں: چار ظہر سے پہلے، دو ظہر کے بعد، دو مغرب کے بعد، دو عشاء کے بعد، دو فجر سے پہلے۔
- اس کی ایک اور تفسیر دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص ان رکعتوں کو دن یا رات میں یکبارگی ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔
- ان رواتب کی صرف ایک دن میں محافظت کرنا جنت میں گھر بنائے جانے کے لیے کافی ہے۔
- جو ایک دن ورات میں بارہ رکعت نفل پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ ان تمام پر اس کے لیے گھر بنائے گا، لہذا جب اس کی محافظت کرے گا تو ہر دن اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔
- بعض محققین اہل علم نے یہ اختیار کیا ہے کہ یہ حدیث ہر دن ان بارہ سنن رواتب کی پابندی کرنے پر دلالت کرتی ہے تاکہ اس کے مالک کو جنت میں ایک گھر بنائے جانے کے ثواب سے نوازا جائے۔

آج کی حدیث

١٧٢- عن عائشة رضي الله عنها عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : (ركعتا الفجر خير من الدنيا وما فيها) رواه مسلم

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”فجر کی دونوں رکعتیں دنیا اوراس میں جو کچھ ہے ان سے بہتر ہیں۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- فجر کی دو رکعتوں سے مراد: فجر کی راتبہ نماز ہے، جسے نمازی فجر کی اذان ہونے کے بعد صبح کی نماز سے پہلے پڑھتا ہے۔
- یہ دونوں رکعتیں ابتدائے خلقت سے تاقیامت پیدا کی جانے والی تمام زیب و زینت، سونے، چاندی، سازوسامان، محلات اور سواریوں وغیرہ سے بہتر ہیں۔
- ظہر، مغرب اور عشاء کی سننِ رواتب کے برعکس فجر کی دو راتبہ سنتیں حضر وسفر دونوں میں پڑھی جاتی ہیں، جب کہ ظہر، مغرب اور عشاء کے رواتب صرف حالت حضر (قیام) میں ہی پڑھی جاتی ہیں۔
- شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: یہ دونوں رکعتیں چند امور کے ساتھ خاص ہیں:
- پہلی: دونوں سفر و حضر میں مشروع ہیں۔
- ان دونوں کا ثواب یہ ہے کہ یہ دنیا ومافیہا کی بھلائی سے بہتر ہیں۔
- ان دونوں کو ہلکا پڑھنا مسنون ہے، لہذا جتنا ممکن ہو ہلکا پڑھو مگر واجب میں خلل نہ آئے۔
- اس کی پہلی رکعت میں {قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ} اوردوسری رکعت میں {قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ} یاپہلی رکعت میں {قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ} [البقرة: ١٣٦] اور دوسری رکعت میں {قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا} [آل عمران: ٥٢] کا پڑھنا مسنون ہے۔

آج کی حدیث

١٧٣- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: أوصاني خليلي صلى الله عليه وسلم بثلاث: (صيام ثلاثة أيام من كل شهر، وركعتي الضحى، وأن أوتر قبل أن أنام) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے:
"ہر ماہ تین دن روزے رکھنا، دو رکعت چاشت کی نماز ادا کرنا اور سونے سے پہلے وتر پڑھنا۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- ان تین دنوں کے روزے کو مطلق رکھنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ روزے خواہ ابتدائے ماہ یا آخر میں ہوں، مسلسل ہوں یا متفرق طور پر سب کافی ہوں گے۔
- مہینے کی تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں تاریخ کا ذکر ہوا ہے جسے ایام بیض سے جانا جاتا ہے، لہذا اگر ان دنوں میں روزے رکھنا ممکن ہو تو بہتر ہے ورنہ مہینہ کی کسی بھی تاریخ میں رکھا جاسکتا ہے۔
- صلاۃ ضحی (چاشت کی نماز) کی پابندی کرنا مستحب ہے بالخصوص اس شخص کے لیے جو قیام اللیل پر مداومت نہیں کرتا، اوراس کی کم سے کم تعداد دو رکعت ہے اوراس سے زیادہ جتنا میسر ہو پڑھنا درست ہے۔
- وتر کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور اس کی بڑی فضیلت ہے، یہ تمام نوافل میں سب سے تاکیدی ہے اوراس کا وقت صلاۃ عشاء سے طلوع فجر تک رہتا ہے۔
- جس کو اس بات کا یقین و بھروسہ ہو کہ وہ آخری رات میں بیدار ہو گا تو اسے وتر کو آخری رات میں ادا کرنا چاہیے، تاکہ اپنی نماز کو وتر سے ختم کرسکے، اور جس کو بیدار ہونے کا بھروسہ نہ ہو تو سونے سے پہلے وتر پڑھ لینا چاہیے تاکہ اس کا وتر ضائع نہ ہونے پائے۔

آج کی حدیث

۱۷٤- عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (صلاة الليل مثنى مثنى، فإذا خشي أحدكم الصبح صلى ركعة واحدة توتر له ما قد صلى) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”رات کی نماز دو دو رکعت ہے، لہذا جب تم میں سے کسی کو یہ اندیشہ ہو کہ صبح ہونے والی ہے تو اسے ایک رکعت پڑھ لینی چاہیے تا کہ وہ پڑھی ہوئی نمازوں کے لیے طاق بن جائے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- مسلمان کو اپنی رات کی نماز دو دو رکعت کر کے پڑھنی چاہیے، ہر دو رکعتوں کے درمیان سلام کے ذریعہ فصل کرنا چاہیے۔ البتہ انھیں ایک سلام کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے، لیکن دو دو رکعتیں کر کے پڑھنا مسنون ہے۔
- مسلمان رات کی جتنی نماز پڑھنی چاہے پڑھ سکتا ہے، عشاء سے لے کر فجر تک، جیسا بھی اسے پڑھنا آسان ہو، خواہ ابتدائے رات یا درمیانی رات یا اس کے علاوہ میں، اور جتنی رکعت پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے۔ اور رات کی نماز کے لیے بہترین وقت اس کا آخری حصہ ہے، کیوں کہ یہ نزولِ الٰہی کا وقت ہوتا ہے اور یہ ایسا وقت ہے جس میں آسمانوں کے دروازے کھول دئیں جاتے ہیں۔
- وتر صبح صادق ہونے سے پہلے رات کو ادا کی جانے والی آخری نماز ہے۔
- مسلمان کو اپنی تہجد اور وتر کی نماز کو طلوع صبح تک مؤخر نہیں کرنی چاہیے، بلکہ اسے اپنی نماز کے بارے میں یہ حرص کرنی چاہیے کہ وہ سب فجر کی اذان سے پہلے واقع ہوں۔
- جب آدمی رات کے اول حصہ میں نماز پڑھ لے پھر وتر کرے اور پھر وہ رات کے آخری حصہ میں پڑھنا چاہے تو وہ دو دو رکعت کر کے جتنا چاہے پڑھ سکتا ہے اسے دوبارہ وتر لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ ایک رات میں دو وتر نہیں ہے۔

آج کی حدیث

١٧٥- عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب نماز قائم ہو جائے تو سوائے فرض کے علاوہ کوئی نماز نہیں۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- مکتوبہ کا معنی: پنج وقتہ فرض نمازیں ہیں۔
- جب اقامت ہونے لگے تو کسی شخص کے لیے نفل شروع کرنا جائز نہیں ہے۔
- جب فرض نماز کھڑی ہو جائے تو نفل کو توڑ دینی چاہیے تا کہ امام کے ساتھ تکبیر احرام کو پاسکو۔
- شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے اور وہ نفل کی پہلی رکعت میں ہو تو اسے توڑ دے گا، اور جب اقامت ہونے لگے اور وہ دوسری رکعت میں ہو تو وہ اسے ہلکا پڑھ کر مکمل کر لے اور اسے نہ توڑے۔
- جب فرض نماز کھڑی ہو جائے تو نفلی نماز کو توڑ دے اور امام کے ساتھ شامل ہو جائے۔ اور اسے اس (نفل) سے باہر نکلنے کے لیے سلام کہنے کی ضرورت نہیں۔

آج کی حدیث

١٧٦- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : (من أدرك ركعة من الصلاة فقد أدرك الصلاة) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے کسی نماز کی ایک رکعت کو پالیا تو گویا اس نے (پوری) نماز کو پالیا۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- جو شخص نماز کی ایک رکعت اس کے وقت نکلنے سے پہلے پالے تو وہ اس نماز کی وقت کو پانے والا ہو گا اور اس کی نماز ادامانی جائے گی، جیسے کوئی سورج کے غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز میں سے کوئی رکعت پالے، اسی طرح سورج طلوع ہونے سے پہلے صبح کی نماز کی ایک رکعت پالے۔
- جس نے جمعہ کی ایک رکعت پالی تو گویا اس نے جمعہ کو پالیا اور جو جمعہ کی نماز میں سے کسی رکعت کو نہ پائے تو اس کا جمعہ درست نہیں ہو گا اور اسے ظہر ادا کرنا ہو گا۔
- جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت پالی تو گویا اس نے نماز باجماعت کی فضیلت کو پالیا۔ اور جماعت ایک رکعت سے کم میں نہیں ملتی۔
- جس شخص کے پاس نماز کو تاخیر سے پڑھنے کی کوئی عذر نہ ہو اس کے لیے نماز کو اس طرح مؤخر کرنا جائز نہیں ہے کہ اس میں سے صرف ایک رکعت رہ جائے۔

آج کی حدیث

۱۷۷- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: (إذا أقيمت الصلاة، فلا تأتوها تسعون، وأتوها تمشون، عليكم السكينة، فما أدركتم فصلوا، وما فاتكم فأتموا) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو نماز کے لیے دوڑتے ہوئے مت آؤ بلکہ اطمینان اور سکون سے چلتے ہوئے آؤ۔ اوراس میں سے جتنا حصہ ملے اسے پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسے مکمل کرلو۔'' (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- سنت یہ ہے کہ نماز کے لیے خشوع و خضوع اور متانت و سنجیدگی، اطمینان و سکون کے ساتھ عادت کے مطابق چل کر آو، یہاں تک کہ صف سے مل جاؤ۔
- نماز کے لیے آتے وقت تیزی اور دوڑتے ہوئے آنا مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔
- جب جماعت نکلنے کا خوف ہو تو تھوڑا تیزی سے چلنا جائز ہے تاکہ جماعت مل جائے، ساتھ ہی اس بات کا خیال رہے کہ مناسب ہیئت و وقار میں کوئی خلل و گڑبڑی نہ آئے۔
- مسبوق امام کے ساتھ جتنی نماز پاجائے وہ اس کی نماز کا ابتدائی حصہ ہے اور جو کچھ امام کے سلام کے بعد ادا کرے وہ اس کی نماز کا آخری حصہ اور اتمام ہے۔
- نماز کھڑی ہونے سے پہلے مسلمان شخص کو جلد تشریف لانا چاہیے تاکہ اذان و اقامت کے مابین دعا کی برکت اور تکبیرِ احرام کے شرف و فضیلت کو پاسکے۔

آج کی حدیث

١٧٨- عن أنس بن مالك رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (سووا صفوفكم، فإن تسوية الصفوف من إقامة الصلاة) رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی صفوں کو درست (برابر) رکھو، کیوں کہ صفوں کا درست رکھنا اقامت صلاۃ میں سے ہے۔'' (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- صفوں کو درست و برابر اور بہتر رکھنے کی اہمیت اور یہ اتمام صلاۃ میں سے ہے، کیوں کہ نماز کی صف درست کرنے کا تعلق بذات خود نماز سے ہے۔ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے صفوں کی درستی کی تفسیر اپنے اس قول سے کی ہے: ''ہم میں سے ایک شخص اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنے قدم کو اس کے قدم سے ملاتا تھا۔''
- امام کے لیے مسنون ہے کہ وہ اپنے قول و فعل سے صفوں کی دیکھ بھال اور جانچ کرے، رہی بات قول کی تو یہ نمازیوں کو ٹیڑھی صف کو درست کرنے، جھکی ہوئی کو سیدھا کرنے اور اگلی صف کو مکمل کرنے کی ہدایت دینا ہے۔ اور فعلی طور پر ہاتھ کے ذریعہ جیسے نمازیوں کے کندھوں کو چھو کر درست کرنا ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ وہ تکبیر نہیں کہلواتے تھے یہاں تک کہ صفیں درست ہو جاتیں اور وہ اس کی (درستی کے لیے) کسی آدمی کو وکیل بناتے تھے۔
- صفوں کو درست کرنا صرف امام کے لیے ہی نہیں خاص ہے، بلکہ یہ خطاب تمام نمازیوں کے لیے ہے، اس کی دلیل سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ہے: نماز کے لیے اقامت کہی گئی اور ہم لوگ کھڑے ہوئے اور پھر ہماری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکلنے سے پہلے ہی صفیں درست کی گئیں۔

- صفوں کی درستگی میں سے سب سے پہلے اگلی صف کو مقدّم کرنا ہے، حتی کہ اگر کوئی کمی رہ جائے تو آخری صف میں اس کی پورتی ہو جائے۔
- صفوں کی درستگی میں سے ہے کہ اسے کھمبوں وستونوں اور مصاحف کے رکھنے والی الماریوں کے ذریعہ کاٹانہ جائے۔ پس اگر ان کی وجہ سے صفیں کاٹنی پڑے تو اس کے درمیان نماز پڑھنا مکروہ ہو گا الا یہ کہ اس کی حاجت ہو۔
- اقامت اور نماز میں داخل ہونے کے درمیان تکبیر احرام سے پہلے گفتگو کرنا جائز ہے۔

آج کی حدیث

۱۷۹- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : ((أما يخشى الذي يرفع رأسه قبل الامام أن يحول الله رأسه رأس حمار)) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا ہے کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر کے مانند کر دے (یا اس کی صورت کو گدھے کی صورت کی طرح کر دے)۔'' (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- ائمہ کی متفقہ رائے ہے کہ امام سے سبقت کرنا حرام ہے، کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ امام سے پہلے رکوع کرے، سر اٹھائے اور سجدہ کرے۔
- مقتدی و ماموم کو اپنے امام کی اقتدا کرنی چاہیے اور تابع مقتدی کو اپنے متبوع و قائد سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے، اگر وہ امام سے آگے بڑھتا ہے تو وہ اس گدھا کی طرح ہے جو یہ نہیں سمجھتا کہ اس کے عمل کا کیا مطلب ہے۔
- جو امام سے سبقت کرے وہ سزا اور عقوبت کا مستحق ہے جو وہ سزا اسے اور اس جیسے لوگوں کو ایسا کرنے سے باز رکھے۔ جیسا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انھوں نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا جو امام سے سبقت کرتا تھا، آپؓ نے اس کی پٹائی لگائی اور فرمایا: تونے نہ تو خود نماز پڑھی اور نہ اپنے امام کی اقتدا کی۔
- اس بات کا احتمال ہے کہ یہاں تحویل سے مسخ مراد ہے یا یہ کہ حسّی تبدیلی یا معنوی شکل کی تبدیلی مراد ہے یا یہ کہ بیک وقت حسّی و معنوی دونوں طرح تبدیلی مراد ہے۔ اور اس میں اس امّت کے اندر مسخ پائے جانے کی دلیل ہے۔

- جو شخص امام سے سبقت کرتا ہے اسے اللہ کے نزدیک قبیح ترین سزا کی دھمکی دی گئی ہے کہ اللہ اس کے سر کو گدھے کے سر کی مانند کردے گا، یہ اس کی حماقت اور ناسمجھی کی وجہ سے ہے، کیوں کہ وہ رکوع اور سجود میں اپنے سر کو امام سے پہلے اٹھاتا ہے باوجودیکہ وہ امام کے ساتھ سلام کرتا ہے پس وہ اپنے آپ پر اپنی نماز کو خراب کرلیتا ہے، لہذا وہ گدھے کی طرح بے وقوف ہے۔[۱]

[۱] ایک محدّث کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا چہرہ گدھے کی طرح ہو گیا تھا، انھوں نے اپنے تلمیذ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: (احذر یا بُنيَّ أن تسبق الإمام، فإني لما مرّ بي في الحديث استبعدتُ وقوعه، فسبقتُ الإمام، فصار وجهي كما ترى.) "اے میرے بیٹے امام پر سبقت کرنے سے بچو، جب یہ حدیث مجھ پر گذری تو میں نے سمجھا کہ اس کا واقع ہونا مشکل ہے، پس امام سے میں نے پہل کی، اب میرا چہرہ تم دیکھ ہی رہے ہو۔) [ملاحظہ فرمائیں: مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح (۳/ ۸۷۹) وتحفۃ الأحوذی (۳/ ۱۵۲)] (مترجم)

آج کی حدیث

١٨٠- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : (من شهد الجنازة حتى يصلي عليها فله قيراط ومن شهدها حتى تدفن فله قيراطان) قيل : وما القيراطان ؟ قال : (مثل الجبلين العظيمين) رواه البخاري ومسلم.

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کسی جنازہ میں حاضر ہو یہاں تک کہ اس کی نماز پڑھی جائے تو اس کے لیے ایک قیراط ہے اور جو اس میں حاضر ہو یہاں تک کہ اسے دفن کر دیا جائے تو اس کے لیے دو قیراط ہے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد :

- ”شہود جنازہ“ سے مراد: اس پر نماز پڑھنے اور اسے دفن کرنے کے لیے حاضر ہونا۔
- قیراط ایک نقدی سکہ ہے جو درہم کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے، گذشتہ ادوار میں ایک درہم بارہ قیراط کے برابر ہوتا تھا۔ جنازہ کی حاضری کے اجر میں قیراط کا ذکر کرنا تقریبِ فہم کے لیے ہے۔
- اعمال کو جسم کا روپ دے دیا جائے گا اور میزان میں رکھے جائیں گے، اسی لیے فرمایا: احد پہاڑ کے مانند ہے یعنی عظمت و ضخامت میں احد پہاڑ کے برابر ہے۔
- جنازے کی اتباع کے کئی مراتب ہیں:

پہلا مرتبہ : اپنے گھر سے نکلنے سے لے کر نماز پڑھے جانے اور اس کے دفنانے تک شریک رہے۔ اور یہ سب سے کامل درجہ ہے، اور اس میں دو عظیم قیراط کا ثواب ہے۔

دوسرا مرتبہ: گھر نکلنے سے لے کر نماز پڑھنے تک شریک رہے، اس کے لیے ایک قیراط ہے۔

تیسرا مرتبہ: نماز جنازہ پڑھنے کے لیے حاضر ہو گرچہ میت کے گھر سے جنازہ کے ساتھ نہ نکلے، تو ایسے شخص کے لیے ایک قیراط ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے اسے اختیار کیا ہے، لیکن اس کا ثواب میت کے گھر سے نمازہ جنازہ میں حاضر ہونے سے کم ہے۔

چوتھا مرتبہ: صرف اس کی تدفین میں شریک ہو اور نماز نہ پڑھے، تو ظاہرِ حدیث کے مطابق اس کے لیے کوئی قیراط نہیں ہے۔ گرچہ اس کے عمل کے مطابق اسے اجر حاصل ہو گا۔

پانچواں مرتبہ: کچھ دیر جنازہ کے ساتھ چلے اور پھر نماز اور دفن میں شریک ہوئے بغیر واپس آجائے، تو ایسے شخص کے لیے اس کی نیت کے مطابق ثواب ملنے کی امید کی جاسکتی ہے۔

آج کی حدیث

۱۸۱- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (خير يوم طلعت عليه الشمس يوم الجمعة، فيه خلق آدم، وفيه أدخل الجنة، وفيه أخرج منها، ولا تقوم الساعة إلا في يوم الجمعة) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "سب سے بہتر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم (علیہ السلام) پیدا کیے گئے اور اسی دن وہ جنت میں داخل کیے گئے اور اسی دن وہ وہاں سے نکالے گیے اور جمعہ کے دن ہی قیامت قائم ہو گی۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- جمعہ کے دن کی بہت فضیلتیں اور خصوصیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہی خصوصیات کی وجہ سے اسے دیگر ایام پر فضیلت بخشی ہے۔
- بعض علمانے اس حدیث سے یہ استدلال کیاہے کہ جمعہ کا دن عرفہ کے دن سے بھی افضل ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ جب اس قول سے ہفتہ کے ایام پر فضیلت مراد ہو، مگر یہ بھی وارد ہے کہ یہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن سے افضل ہے، اور یہ بھی وارد ہے کہ جمعہ مساکین کے لیے حج کا دن ہے یعنی ان لوگوں کے لیے جو حج بیت اللہ الحرام سے عاجز ہیں۔
- جمعہ کے دن کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ اسی دن اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا جو تمام انسانوں کے اصل ہیں اور انبیاء و اولیاء اور صالحین اُنہی کی اولاد میں سے ہیں۔
- جمعہ کے دن کی اس لیے فضیلت ہے کہ اللہ نے اسی دن آدم کو جنت میں داخل کیا تھا اور اس میں کتنی شرف و عظمت کی بات ہے۔

- جمعہ کے دن کی اس وجہ سے فضیلت ہے کہ اسی دن آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے، چناں چہ یہی اولاد کے وجود اور اس عظیم نسل اور انبیا ورسل، صالحین اور اولیا کے وجود کا سبب ہے۔ اس جنت سے وہ دھتکار کر نہیں نکالے گئے بلکہ زمین میں اپنی حاجات کو پورا کرنے کے لیے آئے ہیں اور پھر دوبارہ جنت میں جائیں گے۔
- جمعہ کے دن کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ اسی دن قیامت قائم ہو گی تا کہ انبیاء، صادقین اور اولیا وغیرہم کو جلد بدلہ دیا جاسکے اور ان کی عظمت وشرف کا اظہار ہو سکے۔

آج کی حدیث

١٨٢- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (إذا قلت لصاحبك: أنصت، يوم الجمعة والإمام يخطب، فقد لغوت) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: "جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو اور تم اپنے بھائی سے کہو کہ خاموش ہو جاؤ، تو گویا تم نے لغو کا ارتکاب کیا۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- لغو کا معنی: ساقط وباطل اور بے اعتبار بات، لہذا کنکری یا تسبیح یا چابیوں وغیرہ سے کھیلنا لغو میں سے سمجھا جاتا ہے۔ اور اسی معنی میں خطبہ کے درمیان کسی چیز سے کھیلنا ہے، جیسے گھڑی یا موبائل وغیرہ آلہ سے کھیلنا، یا مسواک سے کھیلنا یا انگلیاں چٹخانا ہے، یا ہاتھ سے اشارہ کرنا ہے، پس یہ ساری چیزیں اس عبث میں سے ہیں جو لغو کے معنی کو شامل ہے۔ بلکہ جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگنا اور ان کو تکلیف دینا بھی لغو میں سے ہے۔
- علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جمعہ کے دن خطبہ سننے کے لیے خاموش رہنا واجب ہے۔
- خطبۂ جمعہ کے دوران ہر طرح کی گفتگو کرنا منع ہے، پس جب تمہارا کسی کو چپ کرانا بھی لغو میں سے ہے، تو دیگر گفتگو بدرجۂ اولی ممنوع ہو گی۔ حتی کہ بعض علما امام کے خطبہ دیتے وقت سلام کا جواب دینے اور چھینک کا جواب دینے سے بھی منع فرماتے ہیں۔
- خطبہ جمعہ سے قول یا فعل کے ذریعہ غفلت برتنے سے جمعہ کا ثواب فوت ہو جاتا ہے اور انسان گناہ میں واقع ہوتا ہے، البتہ اسے جمعہ کی نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا جائے گا اور وہ جمعہ کا ثواب نہیں پائے گا لیکن اس سے اس کی ادا ساقط ہو جائے گی۔
- جب خطبہ دینے والا نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پر درود پڑھنے کا حکم دے تو سننے والا بھی خاموشی سے درود پڑھے۔

آج کی حدیث

١٨٣- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (من صام رمضان إيمانا واحتسابا، غفر له ما تقدم من ذنبه) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص ایمان اور احتسابِ اجر کے طور پر رمضان کا روزہ رکھتا ہے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- ایمان سے یہاں مراد: رمضان کے روزہ کی فرضیت کا اعتقاد رکھنا ہے۔ اور احتساب کا مطلب: عزیمت ہے اور وہ خوش دلی اور ثواب کی چاہت رکھتے ہوئے روزہ رکھنا ہے اور اس روزہ کو اور اس کے لمبے ایام کو بوجھل نہ سمجھنا ہے۔
- جو شخص پورے سال اپنے اعضاوجوارح مثلاً کان، آنکھ اور زبان وغیرہ کو گناہوں اور معاصی کی گندگیوں میں ملوث رکھا اس کے لیے ماہ رمضان ایک بہترین موقع ہے۔ پس اگر وہ ماہ رمضان میں شرعی روزہ کو رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے پچھلے گناہ کو معاف کر دے گا۔
- رمضان کے روزے سے صغائر (چھوٹے گناہ) معاف ہوتے ہیں اور کبائر کے لیے توبہ کا پایا جانا اور اس گناہ سے رمضان اور دیگر مہینے میں بچنا ضروری ہے۔
- مسلمان روزہ دار شخص کو چاہیے کہ روزے و قیام اور واجبات کی ادائیگی کی پابندی کر کے رضوان ومغفرت کے اسباب کا حرص رکھے اور اس مبارک مہینے میں گناہوں و معاصی کے کاموں سے دوری اختیار کرے جو لعنت و پھٹکار اور محرومی کے اسباب میں سے ہیں۔
- ماہ رمضان میں آپ ﷺ کا اسوہ کثرت سے عبادتیں کرنا تھا، کیوں کہ یہ درجات کے بلند ہونے اور گناہوں کے بخشے جانے کا موسم ہے اور حقیقی محروم وہ ہے، جس کی مغفرت رمضان میں بھی نہ ہو۔

آج کی حدیث

۱۸۴- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : (من قام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ایمان اوراحتسابِ اجر کے طور پر رمضان کا قیام کرے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔'' (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- قیام رمضان سے مراد یہاں نماز تراویح ہے۔ اور سنت یہ ہے کہ اسے مساجد میں جماعت سے پڑھی جائے۔ نیز عورتوں کے لیے نماز تراویح کے لیے زینت وخوشبو کے بغیر پردہ کے ساتھ حاضر ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
- مسلمان کو چاہیے کہ وہ نماز تراویح کی حرص رکھے تاکہ اس کی فضیلت کو پاسکے اوراس بات کی کوشش کرے کہ ابتدا سے آخر تک امام کے ساتھ پڑھے۔ لہذا تراویح کو امام کے ساتھ شروع کرے اوراس کے ساتھ ہی واپس ہو، اور جب وہ ایسا کرے گا تو اس کے لیے پوری رات قیام کا ثواب لکھا جائے گا۔
- جو شخص ایمان اوراحتساب کے ساتھ روزے یا قیام یا دیگر اعمال میں متوجہ ہوتا ہے تو بے شک اللہ اس کے گناہ کو بخش دیتا ہے اوراس کی برائیوں کو مٹا دیتا ہے۔
- قیام رمضان کی آپ ﷺ نے کوئی متعین تعداد نہیں مقرر کی ہے، بلکہ آپ ﷺ رمضان میں اور غیر رمضان میں تیرہ رکعت سے زیادہ نہ کرتے تھے، لیکن آپ رکعتوں کو لمبی کرتے تھے۔ اور جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب کی قراءت پر جمع کیا تو وہ انھیں بیس رکعت

پڑھاتے [1] اور پھر تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔ اور جس قدر رکعتیں زیادہ ہوتی تھیں اسی قدر ہلکی قراءت کرتے تھے۔ کیوں کہ یہ مقتدیوں کے لیے ایک لمبی رکعت کرنے سے زیادہ ہلکی ہوتی تھیں۔ اور پھر سلف میں سے بعض ایسے تھے جو چالیس رکعت پڑھتے اور تین وتر پڑھتے تھے اور بعض چھتیس رکعت پڑھتے اور تین وتر پڑھتے تھے۔ اور یہ سب جائز و روا ہیں۔ لہذا ان صورتوں میں سے امام مقتدیوں کے لیے جس سے بھی قیام کرائے وہ بہتر ہے۔

[1] یہ فاضل مولف حفظہ اللہ کی اپنی رائے ہے، ورنہ مؤطا امام مالک میں صحیح طریق سے ثابت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعات تراویح پڑھائیں (مؤطا مالک: ۱/۱۱۴، حدیث ۲۴۹)۔ اس کے علاوہ تراویح کے سلسلے میں عمر رضی اللہ عنہ سے مروی دیگر آثار کو بعض محققین علمانے مخالفت کی وجہ سے شاذ کہا ہے یا ضعیف قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم۔ واضح رہے کہ تراویح (قیام لیل، تہجد) کی مسنون رکعت بشمول وتر گیارہ ہے، البتہ بعض تابعین اور ائمہ سے نفل نماز کا اعتبار کرتے ہوئے گیارہ سے زیادہ پڑھنا ثابت ہے۔ شیخ کفایت اللہ سنابلی اپنی تحقیق میں فرماتے ہیں: یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ رکعاتِ تراویح کی مسنون تعداد اور رکعاتِ تراویح کی اختیاری تعداد میں فرق ہے۔ مسنون تعداد کا مطلب یہ ہے کہ جو تعداد اللہ کے نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ جبکہ اختیاری تعداد کا مطلب ہے وہ تعداد جو بعض امتیوں نے یہ سمجھتے ہوئے اپنے لیے منتخب کی ہے کہ یہ ایک نفل نماز ہے اس لیے جتنی رکعات چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔ چنانچہ بعض نے ۱۹، ۲۰، ۲۴، ۲۸، ۳۵، ۳۶، ۳۸، ۳۹، ۴۱، ۴۷ میں سے کسی تعداد کو اختیار کر لیا۔ (بحوالہ: فتح الباری ۴/ ۲۵۳) تراویح کے موضوع پر تفصیلی و تحقیقی جانکاری کے لیے شیخ کفایت اللہ سنابلی حفظہ اللہ کی کتاب (مسنون رکعات تراویح اور شبہات کا ازالہ) کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ (مترجم)

آج کی حدیث

۱۸۵- عن أبي قتادة رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاث من كل شهر ورمضان إلى رمضان فهذا صيام الدهر كله صيام يوم عرفة أحتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله والسنة التي بعده وصيام يوم عاشوراء أحتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله) رواه مسلم

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر ماہ تین دن اور ایک رمضان سے اگلے رمضان تک روزہ رکھنا گویا پورے سال روزہ رکھنا ہے اور یوم عرفہ کے بارے میں میرا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ پچھلے اور آئندہ سال کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ اور عاشورا کے روزہ کے بارے میں میرا یہ خیال ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سالِ گذشتہ کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔'' (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- ہر ماہ کا تین دن روزہ رکھنا مستحب ہے اور یہ رمضان کے ساتھ مل کر پورے سال روزہ رکھنے کے مساوی ہوتا ہے۔
- مستحب یہ ہے کہ ان تین دنوں کا روزہ رکھنا ایام بیض تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں تاریخ میں ہو۔
- اگر مسلمان ان تین دنوں کا روزہ لگاتار یا متفرق طور پر ابتدائے ماہ، درمیانی ماہ یا اس کے آخر میں رکھے سب جائز ہے اور اسے اس کا ثواب حاصل ہو گا۔
- غیر حاجی شخص کے لیے عرفہ کے دن یعنی نو ذی الحجہ کا روزہ رکھنا اور اس روزہ کی فضیلت بیان کرنا مستحب ہے۔
- عاشورا (دسویں محرم) کا روزہ رکھنا مستحب ہے اور یہ اللہ کے مہینہ محرّم کا دسواں دن ہے، اور اس روزے کی فضیلت بیان کرنا بھی مستحب ہے۔ اور یہودیوں کی مخالفت کے لیے دسویں کے ساتھ نویں محرّم کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

آج کی حدیث

١٨٦- عن أبي أيوب رضي الله عنه قال : قال النبي صلى الله عليه وسلم : (من صام رمضان ثم أتبعه ستاً من شوال كان كصيام الدهر) رواه مسلم

سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جس نے رمضان کا روزہ رکھا اور پھر اس کے بعد شوال کے چھ دن کا روزہ رکھا تو گویا اس نے سال بھر کا روزہ رکھا۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- شوال کے چھ روزے رکھنے کی مشروعیت اور یہ سنت ہے۔ جو شخص اس کی پابندی کرے گا گویا کہ وہ پورے سال کا روزہ رکھنے والا ہو گا اور یہ رمضان کی بہ نسبت ایسے ہی ہے، جیسے فرض نمازوں کے لیے سنن رواتب ہیں۔
- حدیث میں چھ شوال مطلق طور سے ذکر ہونے سے پتہ چلتا ہے کہ پورے شوال میں چھ روزہ رکھ سکتا ہے، خواہ اسے مسلسل رکھے یا متفرق طور پر، مہینے کی شروع میں رکھے یا مہینے کے آخر میں رکھے۔ اس سلسلہ میں وسعت ہے، البتہ عمل صالح میں جلدی کرنا ہمیشہ بہتر ہے۔
- اس فضیلت کو وہی پایے گا جو پہلے رمضان کے فوت شدہ روزے کی تکمیل میں جلدی کرے گا اور پھر شوال کے چھ روزے رکھے گا، لہذا وہ پہلے قضا سے شروع کرے تا کہ رمضان کے ایام مکمل ہو جائیں اور پھر شوال کے چھ روزے رکھے۔
- بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جو اسے ایک سال رکھے گا اس کے لیے ہر سال رکھنا لازم ہو جائے گا، اسی وجہ سے اس کے روزے رکھنے سے پیچھے ہٹتے ہیں تا کہ اس کے بعد اس پر واجب نہ ہو جائے، لیکن یہ جھوٹی بات ہے کسی بھی عالم (دین) نے ایسا نہیں کہا ہے اور نہ ہی اس کی کوئی دلیل ہے۔

- شوال کے چھ روزہ کی نیت دن میں کرنا درست ہے، اس کے روزے کے لیے رات سے ہی نیت کرنے کی شرط نہیں ہے، کیوں کہ یہ نفلی روزہ ہے۔

آج کی حدیث

١٨٧- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : (أفضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم وأفضل الصلاة بعد الفريضة صلاة الليل) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ماہ رمضان کے بعد بہترین روزہ اللہ کے مہینہ محرم کا روزہ ہے اور فرض نماز کے بعد بہترین نماز رات کی نماز (قیام اللیل، تہجد) ہے۔'' (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- محرم کا مہینہ ماہِ ذی الحجہ کے بعد آتا ہے۔ اسی مہینہ کو خلیفہ راشد امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سال کا پہلا مہینہ قرار دیا ہے اور اللہ کی طرف اس کی اضافت اس کی خصوصیت وفضیلت کے لیے ہے۔
- ماہ محرم کی فضیلت میں سے اس کا چار محترم مہینے میں سے ایک ہونا ہے اور اسی میں دسویں محرم (عاشورا) پایا جاتا ہے۔
- ظاہرِ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ پورے ماہ محرم کا روزہ مراد ہے، لیکن جیسا کہ وارد ہے کہ نبی ﷺ نے رمضان کے علاوہ کسی ماہ کا پورا روزہ نہیں رکھا، لہذا اس حدیث کو ماہ محرم میں کثرت سے روزہ رکھنے کی ترغیب پر محمول کیا جائے گا۔
- رات کی نماز سنن راتبہ سے افضل ہے۔ اور رات کی نفل نماز دن کی نفل نماز سے افضل ہے۔

آج کی حدیث

١٨٨- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (العمرة إلى العمرة كفارة لما بينهما، والحج المبرور ليس له جزاء إلا الجنة) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک عمرہ سے دوسرا عمرہ کرنا ان کے مابین صادر ہونے والی خطاؤں کے لیے کفارہ ہے اور حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- عمرہ کی فضیلت اور اس کا کثرت سے کرنا مستحب ہے۔ نیز عمرہ ان خطاؤں کے لیے کفارہ ہے، جو دونوں عمروں کے درمیان صادر ہوتی ہیں بشرطیکہ کبائر سے اجتناب کیا جائے۔
- پورا سال عمرہ کا وقت ہے، لہذا ہر وقت میں اس کا کرنا درست ہے مگر ایسا شخص جو حج کے اعمال میں ملوث ہو، اس کا حج سے فارغ ہونے تک عمرہ کرنا صحیح نہیں ہے۔
- اللہ کے محترم گھر کی طرف حج کرنے کی فضیلت اور اللہ کے نزدیک اس جگہ کی عظمتِ شان۔ اور یہ حج میں داخل ہونے کے اسباب میں سے ہے۔
- حج مبرور کا مطلب مقبول حج ہے یعنی ایسا حج جس میں کسی گناہ کا ارتکاب نہ کیا جائے۔
- وہ حج جس کے احکام پورے کیے جائیں اور حاجی مکلف شخص اسے بہتر طور پر ادا کرے تو یہ مبرور ہے۔ اللہ عزوجل کے یہاں اس کا بڑا ثواب ہے اور وہ جنت پا کر کامیاب ہونا ہے۔

آج کی حدیث

١٨٩- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: (من حج هذا البيت، فلم يرفث، ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص حج کرے اور فسق وفجور اور گناہ کے کام سے بچے تو وہ (گناہوں سے پاک وصاف ہو کر) اس دن کی طرح واپس ہوتا ہے جس دن اس کی ماں نے اسے جنا ہو۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- الرَّفَث : بری بات کو کہتے ہے، اور ایک قول کے مطابق: یہ جماع کا نام ہے۔ اور آپ ﷺ کے قول (وَلَمْ يَفْسُقْ) کا مطلب ہے کہ وہ کسی برائی ومعصیت کا مرتکب نہ ہو۔
- آپ ﷺ کے فرمان (حج هذا البيت) مطلب ہے کہ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے مکہ میں بیت اللہ الحرام کا قصد کرے۔ یہ اسلام کا رکن ہے جو مالی اور جسمانی طور سے طاقت رکھنے والے ہر مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ واجب ہے اور جو زیادہ کرے وہ نفلی ہے۔
- جب انسان حج کرے اور فحش، فسق، فجور اور گناہ کے کاموں کا ارتکاب نہ کرے تو وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر نکلتا ہے جیسے انسان اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔
- شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث کے ظاہر سے پتہ چلتا ہے کہ حج صغائر وکبائر دونوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔
- حجاج بیت اللہ الحرام کے لیے واجب ہے کہ اس وعدہ کیے گئے مغفرت کے اسباب کی حصولیابی کے لیے کوشش کریں۔ اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت وبندگی کو درستی سے بجالائیں، اپنے حج کی حفاظت کریں اور اللہ کے حرام کردہ امور فحش، فسق، فجور اور جنگ وجدال سے اپنے حج کو محفوظ رکھیں۔

آج کی حدیث

۱۹۰ – عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (لقنوا موتاكم: لا إله إلا الله) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اپنے مُردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- تلقین: تعلیم و تفہیم کو کہتے ہیں۔ اور میت کو تلقین کرنے سے مراد: اس کے پاس ایسے شخص کا ہونا جو لا الہ الا اللہ کو زبان سے کہے۔ اور میت سے یہاں مراد: محتضر ہے یعنی جس پر موت طاری ہو۔
- انسان کو موت کے وقت کلمۂ اخلاص کی تلقین کرنا مستحب ہے، تاکہ اس کلمہ پر اس کا خاتمہ ہو اور یہی اس کی آخری گفتگو ہو۔ اور جس شخص کی دنیا کی سب سے آخری گفتگو لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہو گا۔
- لا الہ الا اللہ کی تلقین کرنے کی مشروعیت، اگرچہ میت کافر ہو، اس لیے کہ اگر اس نے حالتِ نزع سے پہلے اسے کہہ لیا تو اس کا یہ کہنا فائدہ مند ہو گا، اگرچہ اسے اس کے گناہوں کا عذاب دیا جائے گا۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ کیا تھا اور اس یہودی غلام کے ساتھ جو آپ کی خدمت کیا کرتا تھا۔
- کیا تلقین امر کے صیغہ (قل) یعنی حکم دے کر ہو گا؟! شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اس سلسلے میں مناسب ہے کہ مریض کی حالت کا پتہ لگایا جائے، اگر مریض طاقت ور اور متحمل مزاج ہو یا کافر ہو تو اسے (لا الہ الا اللہ) کہنے کا حکم دیا جائے گا، چناں چہ اس سے کہا جائے گا: لا الہ الا اللہ کہو، اپنی زندگی کا خاتمہ ”لا الہ الا اللہ“ کہہ کر کرو، اور اس جیسی باتیں۔ اور اگر کمزور مسلمان ہو تو اسے اس کا حکم نہیں دیا جائے گا، بلکہ اس کے پاس اللہ کا ذکر کیا جائے گا تاکہ وہ اسے سن لے اور پھر اسے کہہ سکے۔“

- امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مُحتضر کے پاس کلمہٗ اخلاص کا کثرت سے کہنا مکروہ ہے تاکہ وہ بری حالت اور شدتِ کربِ سے تنگ آکر اسے دل سے ناپسند نہ کر بیٹھے اور ایسی بات کہنے لگے جو ناپسندیدہ ہو۔ فقہا کا کہنا ہے کہ: جب وہ اسے ایک مرتبہ کہہ لے تو اسے اس پر دھرایا نہیں جائے گا مگر یہ کہ اس (کلمہ) کے بعد کوئی دوسری بات کہے، تو ایسی صورت میں اسے دوبارہ کہا جائے تاکہ یہی اس کی آخری گفتگو قرار پائے۔''

آج کی حدیث

١٩١- عن جابر رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم قبل وفاته بثلاثٍ يقول: (لا يموتن أحدكم إلا وهو يُحسِن بالله الظن) رواه مسلم

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے آپ کی وفات سے تین دن پہلے یہ کہتے سنا کہ: تم میں کوئی ہر گز نہ مرے مگر یہ کہ وہ اللہ کے ساتھ حُسن ظن رکھنے والا ہو۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اللہ کے ساتھ حسنِ ظن رکھنے سے مراد یہ ہے کہ مسلمان شخص اپنے رب سے یہ امید رکھے کہ وہ اس پر رحم کرے گا اور اسے معاف فرمائے گا۔
- قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: "حدیث میں اس بات کی ممانعت ہے کہ انسان اللہ کے ساتھ بدگمانی کرتے ہوئے مرے اور یہ ان کے اختیار و قدرت میں نہیں ہے، بلکہ اس حالت میں حسنِ ظن رکھنے کا حکم دیا گیا ہے تا کہ وہ اسی حالت میں وفات پائے:

إذا أمسى فراشي من ترابٍ	وصرتُ مجاورَ الرب الرحيمِ
فهنُّوني أُصيحابي وقولوا	لكَ البُشْرَى قدمْتَ على كريمِ

جب میرا بستر مٹی کا ہو جائے گا (یعنی میں مٹی میں سڑ گل جاؤں) اور میں رب رحیم کی پڑوس میں چلا جاؤں گا تو میرے ساتھی مجھے مبارک بادی دے کر کہیں گے کہ تمہارے لیے بشارت ہے تم اپنے مہربان رب کے پاس آئے ہو۔

- مسلمان کے لیے بنیادی بات یہی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے رب کے ساتھ اچھا گمان رکھے۔ اور مسلمان پر اپنے رب سے حسنِ ظن رکھنا اکثر دو جگہوں پر متعین ہوتا ہے:

اوّل: طاعات کے بجالانے کے وقت۔ چناں چہ وہ نیکی کا کام کرتا ہے اور اپنے رب سے یہ امید رکھتا ہے کہ وہ اسے قبول فرمائے گا اور اس پر اجر دے گا۔

دوم: مصیبت و پریشانی کے وقت۔ چناں چہ وہ اپنے رب کے بارے میں یہ خیال رکھتا ہے کہ اس نے اس کے ساتھ اس پریشانی سے خیر کا ارادہ کیا ہے اور اس کے احتساب اور صبر پر اس کے درجات کو بلند فرمائے گا۔ اور موت کے وقت، وہ اپنے رب سے یہ گمان رکھتا ہے کہ وہ اس پر رحم و کرم کا معاملہ کرے گا اور اس کی گناہوں اور معصیتوں سے در گذر فرمائے گا۔

- شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھنے کے ساتھ معاصی سے اجتناب کرنا ضروری ہے ورنہ اللہ کے مکر سے بے خوف ہونا ہو گا، کیوں کہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھنا ایسے اسباب کو اپنانا ہے جو خیر کو لانے والا ہو اور ایسے اسباب کا ترک کرنا ہے جو شر لانے والا ہو، یہی بہتر امید ہے۔ اور واجبات کو ترک کر کے نیز محرمات کا ارتکاب کر کے اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھنا، تو یہ بُری امید ہے اور یہی اللہ کی پکڑ سے بے خوف ہونا ہے۔

آج کی حدیث

١٩٢- عن جابر رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: (يُبعث كل عبد على ما مات عليه) رواه مسلم

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "ہر بندہ اسی (عمل) پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ مرا ہو گا۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- حساب وبدلہ کے لیے موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا اثبات۔
- موت اوراس کے بعد کے مرحلہ کے لیے تیاری کرنے کی اہمیت کا بیان۔
- بندہ اس دنیامیں جو بھی بھلائی وبرائی کرتا ہے اس کے نتائج دار بقامیں ظاہر ہوں گے، کیوں وہ جزا کی جگہ ہے اور ہر انسان کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔ اور ہر بھلائی ومنکر کا بدلہ اسی کی جنس کے مطابق دیا جائے گا اور ہر انسان اسی پر اکھٹا کیا جائے گا جس حالت پر وہ دنیا میں تھا۔
- حسنِ خاتمہ میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری موت نیکی پر کرے اور پھر اسی پر اللہ تمہیں دوبارہ اٹھائے۔ اچھا خاتمہ پانے والوں میں سے سیدنا عامر بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں جب ان کی موت ہوئی تو موذن کو مغرب کی نماز کے لیے پکارتے سنا، حالاں کہ ان کی جان ان کے حلق میں پھنسی ہوئی تھی یعنی مرنے کے قریب تھے اور سخت نزع اور کرب وبے چینی میں تھے، جب انھوں نے اذان کی آواز سنی تو اپنے آس پاس کے لوگوں سے فرمایا: میرے ہاتھ کو پکڑو، لوگوں نے کہا: کہاں (جانے کا ارداہ ہے)؟ فرمایا: مسجد کی طرف، لوگوں نے کہا: آپ اس حال میں کیسے جائیں گے؟ فرمایا: سبحان اللہ! میں نماز کی پکار سن رہا ہوں اوراس کا جواب نہ دوں۔ چناں چہ لوگ ان کو

مسجد کی طرف اٹھا کر لے گئے اور انھوں نے امام کے ساتھ ایک رکعت ادا کی اور پھر سجدے کی حالت میں وفات پائی۔

- وہ لوگ جو اپنی موت کی حالت پر زندہ کیے جائیں گے حجاج بیت اللہ الحرام ہیں، پس جو شخص حج کی حالت میں وفات پائے تو وہ روزِ قیامت تلبیہ پکارتے ہوئے اٹھایا جائے گا۔
- دوبارہ اٹھائے جانے کے مناظر میں سے ایک منظر یہ بھی ہو گا کہ انسان اس حالت میں آئے گا کہ اس کی گردن پر وہ بکری ہو گی جسے اس نے چوری کر لیا تھا جو آواز کر رہی ہو گی یا گائے ہو گی جو چیخ لگا رہی ہو گی، یا کوئی بھی چیز جسے اس نے ظلم کے طور پر لیا ہو گا اور اسی پر موت ہوئی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ لوگوں کو بُرے خاتمہ سے محفوظ رکھے۔

آج کی حدیث

١٩٣- عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (أسرعوا بالجنازة، فإن تك صالحة فخير تقدمونها، وإن يك سوى ذلك، فشر تضعونه عن رقابكم) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جنازہ لے جانے میں جلدی کرو، اگر وہ نیک ہو گی تو خیر ہے جسے تم آگے بڑھا رہے ہو، اور اگر بری ہو گی تو بدترین ہے جسے تم اپنی گردن سے اتارو گے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- جلدی کرنے سے مراد یہ ہے کہ عام چال سے تیز ہو نہ کہ دوڑنا مراد ہے، کیوں کہ اس سے میت کو تکلیف ہو گی اور اس کے پیچھے چلنے والے کمزوروں کے لیے دشواری ہو گی۔
- شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اس قدر تیز چلنا مناسب نہیں ہے کہ جس سے اس کے پیچھے چلنے والوں پر شاق گذرے، یا جس سے میت کے پھٹنے کا اندیشہ ہو، یا حرکت کی وجہ سے اس کی پیٹ سے کچھ خارج ہو جائے۔“
- میت کو دفنانے میں جلدی کرنا مستحب ہے لیکن جب موت کی تصدیق ہو جائے، کیوں کہ بعض بیمار لوگ ایسے ہوتے ہیں جن پر غشی طاری ہو جاتی ہے، کوما میں چلے جاتے ہیں اور اس کے گھر والے یہ سوچتے ہیں کہ وہ مر چکا ہے۔ اس سلسلہ میں ہر دور اور ہر شہر میں بہت سے واقعات پیش آ چکے ہیں۔
- بُرے اور باطل لوگوں کی صحبت اختیار کرنے سے بچنا چاہیے اور اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔

آج کی حدیث

١٩٤- عن أنس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: (يتبع الميت ثلاثة فيرجع اثنان ويبقى معه واحد، يتبعه أهله وماله وعمله، فيرجع أهله وماله، ويبقى عمله) رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تین چیزیں میت کے ساتھ جاتی ہیں۔ اور دو چیزیں واپس آجاتی ہیں اور ایک چیز اس کے ساتھ رہ جاتی ہے۔ اس کے ساتھ اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کا عمل جاتا ہے۔ پھر اس کے گھر والے اور مال واپس آجاتے ہیں اور اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”آپ ﷺ کا فرمان: (يَتْبَعُهُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ) ”اس کے ساتھ اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کا عمل جاتا ہے۔“ ایسا اکثر و بیشتر ہوتا ہے لیکن بسا اوقات میت کے ساتھ صرف اس کا عمل جاتا ہے۔ اور یہاں مراد یہ ہے کہ اس کے جنازہ کے پیچھے اس کے گھر والے، اس کے ساتھی لوگ اور اس کی سواریاں جاتی ہیں، جیسا کہ عربوں کی عادت تھی۔ اور جب حزن کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے تو واپس آجاتے ہیں، خواہ وہ دفن کے بعد وہاں ٹھہریں یا نہ ٹھہریں۔“
- میت کے عمل کا اس کے ساتھ جانے کا مطلب: یعنی اس کا عمل اس کے ساتھ قبر میں جائے گا۔ جیسا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیث میں قبر میں پوچھے جانے والے سوال کے طریقہ کے ضمن میں مسند احمد وغیرہ میں آیا ہے۔ چناں چہ اس میں ہے کہ: ”عمل ایک خوبصورت آدمی کی شکل میں، بہترین لباس اور عمدہ خوشبو معطر کیے ہوئے آئے گا اور کہے گا تمھارے لیے بشارت ہے اس چیز کو جو تمھیں خوش کر دے گی، اس پر آدمی کہے گا تو کون ہے؟ وہ کہے گا میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اور کافر کے بارے میں فرمایا: اور اس کا برا عمل قبیح شکل میں آئے گا۔ اور اسی حدیث میں ہے کہ وہ اسے بُری خبر دے گا۔ اور پھر سوال کرنے پر کہے گا: میں تیرا برا عمل ہوں۔

- مال سے مراد اس کے غلام اور خادم ونوکر چاکر ہیں یا وہ عُمّال ہیں جو اس کی کمپنی یا کھیت میں کام کرتے تھے یا وہ موظفین نوکری کرنے والے حضرات ہیں جو اس کے ادارہ میں کام کرنے والے تھے۔ یا مال سے مراد وہ چیز ہے جس کی وجہ سے آدمی کی تکریم کی جاتی ہے، مثال کے طور پر تاجر شخص جس کے جنازہ میں بکثرت لوگ جاتے ہیں۔ اور یہ سب کے سب اس کے دفن کے بعد واپس آجاتے ہیں۔
- اس حدیث میں دنیا کی حقارت کا بیان ہے اس طور سے کہ تمھیں تمہارے قریبی لوگ ہی دفنائیں گے اور تمھیں چھوڑ کر واپس چلے جائیں گے حالاں کہ وہ دنیا میں تمھارے سب سے زیادہ قریبی تھے اور تمھارے ساتھ قبر میں صرف تمھارا عمل ہی جائے گا۔

آج کی حدیث

١٩٥- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (إذا مات الإنسان انقطع عمله إلا من ثلاث: صدقة جارية، أو علم ينتفع به، أو ولد صالح يدعو له) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب انسان مر جاتا ہے تو تین چیزوں کے علاوہ اس کا سارا عمل منقطع ہو جاتا ہے: صدقۂ جاریہ، نفع بخش علم، نیک اولاد جو اس کے حق میں دعا کرے[1]۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے ساتھ یہ رحم کیا ہے کہ ان کے لیے موت کے بعد ایسے اعمال باقی رکھے ہیں جس کا ثواب ان سے منقطع نہیں ہوتا۔ وہ ان پر ایسے حسنات نازل کرتا ہے جس سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے یا ان کے درجات بلند ہوتے ہیں، لہٰذا مومن کے لیے مناسب ہے کہ ان اعمال کا خیال رکھے جو اس کے موت کے بعد منقطع نہ ہوں، کیوں کہ وہ ایسے اعمال کی موت کے بعد سخت ضرورت مند ہوتا ہے۔
- موت کے بعد جو اعمال منقطع نہیں ہوتے ان میں سے ایک صدقۂ جاریہ ہے۔ اس میں اوقاف اور اس کی متعدد اقسام شامل ہیں، خواہ وہ مستقل طور پر ہوں یا مشترکہ۔ اسی طرح اس میں کنواں کی کھدائی اور بھلائی و خیر کی ہر وہ چیز شامل ہے جس سے لوگ نفع حاصل کریں۔
- موت کے بعد منقطع نہ ہونے والے اعمال میں سے علم نافع کا نشر کرنا ہے اور یہ کتاب وسنت سے ماخوذ شرعی علم ہے اور ہر وہ علم ہے جس سے مسلمان مستفید ہوں جب کہ نیت درست ہو۔ خواہ ان

[1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو ثواب پہنچانے کی خاطر قرآن خوانی کا مروّجہ طریقہ سنتِ نبوی ﷺ کے خلاف ہے، بلکہ یہ بدعت ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ اسی طرح میت پر فاتحہ خوانی، تیجا، دسواں اور چالیسواں وغیرہ کرنا سنت کے خلاف ہیں۔ (مترجم)

علوم کی نشر واشاعت شاگردوں کے ذریعہ ہو یا ان کے علاوہ سے، یا مفید کتابوں کو تالیف و نشر کر کے ہو۔ اسی طرح اس میں مال کے ذریعہ علم نشر کرنا بھی داخل ہے۔ مثال کے طور نفع بخش کتابیں چھپوانا یا اس سے فائدہ اٹھانے والوں کے درمیان تقسیم کروانا، اسی طرح علمی ادارہ اور تحفیظ قرآن کے حلقوں کے افتتاح میں مدد و معاونت کرنا۔

- نیک اولاد کی فضیلت۔ اور یہ والد کے اعمال میں سے ہے جب کہ اس کی اچھی تربیت کی گئی ہو۔ چناں چہ اس میں اولاد کی اچھی تربیت دینے کی ترغیب ہے، یہی لوگ ہیں جو آخرت میں اپنے والدین کو نفع پہنچائیں گے۔ اوران کا نفع پہنچانا ان کے حق میں دعا کرنا ہے۔ اور یہ دعا ان کی طرف سے یا تو ڈائرکٹ ہو گا یا ان ڈائرکٹ طور پر یعنی وہ دعا کا سبب بنیں گے جب وہ لوگوں کے ساتھ احسان کریں گے تو وہ ان کے والدین کے لیے دعا کریں گے۔ اور دعا سب سے بہتر چیز ہے جس سے مسلمان شخص اپنی موت کے بعد فائدہ اٹھاتا ہے۔

آج کی حدیث

١٩٦- عن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (إن أحدكم إذا مات عُرض عليه مقعدُه بالغداة والعشي، إن كان من أهل الجنة فمن أهل الجنة، وإن كان من أهل النار فمن أهل النار، يقال: هذا مقعدك، حتى يبعثك الله إليه يوم القيامة) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جب کوئی شخص وفات پاتا ہے تو صبح وشام اس کا ٹھکانہ اس پر پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ اہل جنت میں سے ہے تو جنت کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اور اگر جہنمی ہے تو جہنم کا۔ اس سے کہا جاتا ہے: یہ تمھارا ٹھکانہ ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمھیں روزِ قیامت دوبارہ زندہ کرے گا۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- عذابِ قبر اوراس کی نعمتوں کا اثبات اورروز قیامت دوبارہ زندہ کیے جانے کا اثبات۔ اس بارے میں کتاب وسنت کے دلائل کی بھرمار ہے۔
- امام ابن عبد البر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس حدیث میں موت اوراس کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا اقرار ہے، اور جنت وجہنم کا اقرار ہے اور یہ کہ دونوں مخلوق ہیں۔ اسی حدیث سے ان لوگوں نے دلیل پکڑی ہے جو اس بات کی طرف گئے ہیں کہ بے شک روحیں قبروں کے آنگنوں میں ہوتی ہیں۔
- امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: غداۃ اور عشی سے مراد ان کا وقت ہے، ورنہ مُردوں کے لیے صبح وشام نہیں ہوتا۔
- موت کے بعد انسان کے لیے اس کے ٹھکانہ کی پیشی میں ان لوگوں کے لیے نعمتیں ہوں گی جو جنتی ہوں گے اوران لوگوں کے لیے سزائیں ہوں گی جو جہنمی ہوں گے، جو کچھ ان کے لیے تیار کیا گیا ہے اس کا وہ مشاہدہ کریں گے اور وعدہ کیے گئے دن قیامت تک اس کا انتظار کریں گے۔

- جسم کے فنا ہونے کے ساتھ روح فنا نہیں ہوتی ہے، کیوں کہ ٹھکانہ کی پیشی صرف زندہ پر ہوگی، اور ظاہر قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ بے شک روحیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس ٹھہری رہتی ہیں اور اللہ انھیں جتنا عذاب اور نعمت دینا چاہتا ہے وہ پہنچتی رہتی ہیں۔ روح پر عذاب ونعمت کو پیش کرنا اور بدن کو اس کا احساس دلانے میں کوئی مانع نہیں ہے۔ یا یہ کہ روح اور بدن میں سے جس کے ساتھ چاہے عذاب اور نعمت کو باقی رکھے۔

آج کی حدیث

۱۹۷- عن أنس رضي الله عنه قال خطبنا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم خطبة ما سمعت مثلها قط فقال: ((عُرِضَت عَلَيّ الجنَّةُ والنّار فَلَم أرَ كاليومِ ولو تَعلَمونَ ماأعلَمُ لضَحِكتُم قَليلا ولَبَكيتُم كَثيرا)) فما أتى على أصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يوم أشد منه، غطوا رؤسهم ولهم خنين. رواه البخاري ومسلم.

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسا خطبہ دیا کہ اس طرح ہم نے کبھی نہیں سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھ پر جنت و جہنم کو پیش کیا گیا سو اس جیسا دن میں نے نہیں دیکھا، (یعنی میں نے خیر اور شر کے بارے میں آج کے دن جیسی تفصیلات کبھی نہیں دیکھیں) اور میں جو جانتا ہوں، اگر تم (بھی) جان لو تو ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔" (سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا:) رسول اللہ ﷺ کے اصحاب پر اس سے زیادہ سخت دن کبھی نہیں آیا، انھوں نے اپنے سر ڈھانپ لیے اور ان کی سسکیاں جاری ہو گئیں۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کے فرمان (عُرِضَت عَلَيّ الجنَّةُ والنّار) کے بارے میں علما کا کہنا ہے: "احتمال ہے کہ آپ ﷺ نے انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اسے کھول دیا ہو، نیز آپ ﷺ اور ان دونوں کے درمیان سے پردہ اٹھا دیا ہو۔
- جنت و جہنم دونوں مخلوق ہیں اور اس وقت موجود ہیں، یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔
- آپ ﷺ کے فرمان (لو تعلمون ما أعلم) سے آخرت کی سختیاں، جنت میں تیار کردہ نعمتیں اور جہنم کا دردناک عذاب مراد ہے۔ اور فرمانِ صحابی: (ولهم خنين) کا مفہوم یہ ہے کہ وہ گنگنانے اور ناک سے آواز کھینچنے لگے یعنی ہچکیاں اور سسکیاں لے کر رونے لگے۔

- رونے کے وقت منہ کا ڈھاکنا مستحب ہے۔ اوراس میں گویا کہ اس چیز سے پردہ پوشی کرنا ہے جو چہرہ کے چمڑے میں رونے کی حالت میں تبدیلی ہوتی ہے۔
- خشیتِ الٰہی ، اللہ تعالیٰ کے بارے علم رکھنے کے مطابق ہوتا ہے۔ اور چوں کہ تم میں سے کوئی بھی نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جیسا علم نہیں رکھتا، اس لیے آپ کی طرح خشیت کوئی بھی نہیں اختیار کرسکتا ہے۔
- جس کے دل کو اللہ نے روشن کردیا ہو اوراس کی بصیرت کے پردے کو کھول دیا ہو اوراسے ان نعمتوں کا علم ہو جسے اللہ نے اسے عطا کیا ہے، اوران نعمتوں پر جو شکر واطاعت واجب ہے اسے اس کی معرفت حاصل ہو اور وہ مستقبل میں پیش آنے والی قیامت کے دن کی ہولناکیوں اور سختیوں کا علم رکھتا ہو، اور بندے جن شدائد سے اس موقعے پر دوچار ہوں گے اور جس دن کی اللہ تعالیٰ بندوں کی معمولی معمولی چیزوں سے متعلق بازپرس کرے گا وہ اس کے بارے میں متفکر ہو تو حقیقی معنوں میں ایسا شخص شدید غم سے دوچار ہوگا اور خوب خوب روئے گا۔

آج کی حدیث

١٩٨- عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: (لا تسبوا الأموات، فإنهم قد أفضوا إلى ما قدموا) رواه البخاري

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم مُردوں کو گالی مت دو، کیوں کہ وہ جو اعمال کیے ہیں وہ اس تک پہنچ چکے ہیں۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- یہاں اموات سے مراد مسلمان مردے ہیں، کافر کی کوئی حرمت نہیں ہے، مگر یہ کہ اس کو گالی دینا مسلمان قریبیوں کو اذیت پہنچنے کا سبب بنے، چناں چہ ان کی موجودگی میں اپنے گالی سے رک جائے گا۔ اور ہمارے لیے جائز ہے کہ ایسے کافر مردوں کو سب وشتم کریں جنھوں نے مسلمانوں کو اذیت دی ہے اوران سے قتال کیا ہے اور ان کے دین کو بگاڑنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح یہ میت اگر صاحبِ بدعت ہو جو لوگوں میں بدعت کی پرچار کرتا ہو تو یہاں پر مصلحت اسی میں ہے کہ ہم اسے برا بھلا کہیں اوراس سے اور اس کے طریقہ سے لوگوں کو ڈرائیں تا کہ وہ لوگ اس سے دھوکہ میں نہ پڑ جائیں۔
- مسلمانوں کے مُردوں کو گالی دینا حرام ہے، کیوں کہ مسلمانوں کی عزتیں زندگی اور موت کے بعد بھی محفوظ ہیں۔
- مسلمانوں کے مُردوں کو گالی دینے (برا بھلا کہنا) کی کوئی عذر نہیں ہے، گرچہ انھوں نے اپنی زندگیوں میں برائیاں کی ہوں، کیوں کہ وہ لوگ اپنے اعمال کے مطابق جزائے عادل کو پہنچ چکے ہیں، اگر وہ خیر کیے ہوں گے تو خیر ہوگا اوراگر شر کیے ہوں گے تو شر ہوگا۔
- اسلام کے آداب میں سے میت کی خوبیوں کو سراہنا اوران کی برائیوں سے رکنا ہے۔
- زندہ اور مردہ مسلمانوں کی عزتوں سے زبان کو محفوظ رکھنا ضروری ہے۔

آج کی حدیث

١٩٩- عن المغيرة بن شعبة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (لا يزال طائفة من أمتي ظاهرين، حتى يأتيهم أمر الله وهم ظاهرون) رواه البخاري ومسلم

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "میری امت میں سے ایک جماعت (گروہ) برابر غالب رہے گی، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- بے شک زمین نیکوکاروں، اوامرِ الٰہی پر ثابت قدم اوراس کے نواہی سے دور رہنے والوں اورامورِ شریعت کی حفاظت کرنے والوں سے خالی نہیں ہے۔ ان کے نزدیک لوگوں کا ان کی مدد کرنا یا ان کی مخالفت کرنا سب برابر ہوتا ہے۔
- یہ جماعت ایسی ہے، جو اللہ کے دین کے اوامر اوراس کی شریعت کے احکام کی پابند ہے، کتاب اللہ کی حفاظت کرتی ہے سنت کا علم رکھتی اوران دونوں سے استنباط کرتی ہے، اس کے راستے میں جہاد کرتی ہے، مخلوق کو نصیحت کرتی ہے اور تمام فروض کفایہ کو بجالاتی ہے۔
- اس جماعت کی شرعی خوبی یہ ہے کہ یہ طائفہ منصورہ غالب ہونے والی جماعت ہے کیوں کہ نبی ﷺ اوراس کے صحابہ کے طریقہ پر گامزن ہے۔ اوراس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بہت ساری گروہیں ایسی ہیں جو اس دین کی مخالفت کرتی ہیں جس دین پر "طائفہ منصورہ" قائم ہے۔
- یہ جماعت اپنے مخالف پر غالب وفتحیاب رہے گی، اسی طرح یہ ظاہر رہے گی پوشیدہ نہ رہے گی، کیوں کہ یہ شبہات وبدعات سے خالی واضح وصاف منہج وطریقہ کارپر ہوگی۔
- یہ جماعت لوگوں میں سے کسی خاص گروہ وجماعت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، نہ ہی یہ کسی مخصوص شہر وملک کے ساتھ خاص ہے، اگرچہ اس جماعت کے آخری لوگ شام میں ہوں گے جو دجال سے قتال کریں گے، جیسا کہ نبی ﷺ نے دیگر احادیث میں اس کی خبر دی ہے۔

- علمِ شریعت (تفسیر، عقیدہ، حدیث، فقہ سے مشغول ہو کر اسے سیکھنے سکھانے اور دعوت و تطبیق دینے والے) لوگ اس طائفہ منصورہ کے وصف وصفت کے زیادہ لائق و مناسب ہیں۔ اور یہی لوگ دعوت وجہاد، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور اہل بدعت پر رد کرنے کے زیادہ مستحق ہیں، کیوں کہ ان تمام چیزوں کے لیے ایسے علم صحیح کا پایا جانا ضروری ہے جو وحی سے ماخوذ ہو۔

آج کی حدیث

۲۰۰- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (بدأ الإسلام غريبا، وسيعود كما بدأ غريبا، فطوبى للغرباء) رواه مسلم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام اجنبی حالت میں شروع ہوا اور عنقریب اسی طرح اجنبی ہو جائے گا جیسے وہ ابتدا میں اجنبی تھا، پس غرباء (اجنبیوں) کے لیے خوش خبری ہو۔'' (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- بے شک اسلام لوگوں کی معمولی تعداد سے شروع ہوا، پھر پھیلا اور غالب ہوا اور پھر عنقریب اسے خلل و کمی لاحق ہو گی یہاں تک کہ اکائیوں میں بہت تھوڑے افراد باقی بچیں گے۔
- یہ حدیث نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی کی دلیل ہے اور نبی ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔ آپ ﷺ نے ایسی چیز کے بارے میں خبر دیا ہے جو مستقبل میں واقع ہو گی اور وہ اسلام کا اجنبی ہو جانا ہے۔
- بعض علمانے نبی ﷺ کے فرمان (وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ غَرِيبا) سے یہ مفہوم اخذ کیا ہے کہ: ''اس میں دوسری اجنبیت کے بعد اہلِ اسلام کے لیے اسلام کے غلبہ کی بشارت ہے، جیسا کہ پہلی اجنبیت کے بعد اسے غلبہ حاصل ہوا تھا۔''
- اس حدیث میں غرباء یعنی اللہ کی شریعت کو مضبوطی سے تھامے رہنے والوں، اس کے نبی ﷺ کی سنت پر باقی رہنے والوں کی فضیلت کا بیان ہے۔ اور انھیں غربا اس لیے کہا گیا ہے کہ ان کی تعداد کم ہو گی۔
- شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جب اسلام اجنبی ہو جائے گا تو اس کے تھامنے والے بُری حالت میں ہوں گے، بلکہ وہ لوگوں میں سب سے خوش بخت ہوں گے، جیسا کہ حدیث کے آخر میں ہے کہ '' غرباء کے لیے بشارت ہو۔''

- ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”یہ اجنبیت بسا اوقات ایک جگہ ہوگی اور دوسری جگہ نہ ہوگی، اور کسی وقت ہوگی اور کسی وقت نہ ہوگی، کسی قوم کے درمیان ہوگی اور کسی قوم کے درمیان نہ ہوگی۔“ اوران غرباء کی سب سے اہم صفت سنت کو مضبوطی سے تھامنا ہے جب کہ لوگ اس سے بے رغبتی کا اظہار کریں گے، اور یہ غرباء لوگوں کے بگڑ جانے پر ان کی اصلاح کریں گے۔

آج کی حدیث

۲۰۱- عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه قال سُئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الرجل: يقاتل شجاعة، ويقاتل حمية ويقاتل رياء أي ذلك في سبيل الله؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : (من قاتل لتكون كلمةُ الله هي العليا، فهو في سبيل الله) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو بہادری، عصبیت اور دکھاوے کے لیے قتال کرتا ہے کہ ان میں سے کون اللہ کی راہ میں قتال کرنے والا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو اس لیے قتال کرے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو تو وہ اللہ کی راہ میں قتال کرنے والا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث سے حاصل ہونے والے فوائد:

- چند مقاصد کی وجہ سے لوگ قتال کرتے ہیں، جیسے قوّت وطاقت کا اظہار کرنا تاکہ اس کے بہادری کی تعریف ہو، یا اپنی قوم یا ملک سے تعصب کی بنا پر قتال کرنا یا کسی بھی دنیوی مقصد میں کامیابی پانے کے لیے قتال کرنا۔ اور یہ سارے مقاصد اللہ عزوجل کے نزدیک قتال کرنے والے کو کوئی فائدہ نہیں دیں گی اور ایسا مقتول اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والوں میں سے شمار نہیں ہو گا۔
- اللہ عزّوجلّ کی راہ میں قتال کرنا مشقت ترین عبادات اور عظیم ترین طاعات میں سے ہے، اس کے باوجود بھی اللہ کی راہ میں قتال کرنے والے کا عمل اللہ عزوجل کے لیے خالص نہیں ہو گا، الا یہ کہ وہ قتال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی سربلندی کا ارادہ رکھے۔
- بے شک ارادہ کی سلامتی اور نیت کی درستی کسی بھی عمل کی روح ہے۔ اور یہی وہ مفہوم ہے جس کے ذریعہ انسان اللہ عزوجل سے عظیم اجر کا مستحق ہوتا ہے۔
- اخلاص کی اہمیت۔ اور کوئی بھی عمل کتنا ہی عظیم وبڑا ہو اور لوگوں پر شاق ہو، مگر انسان اس سے اسی وقت فائدہ حاصل کر سکتا ہے جب وہ خالص اللہ عزوجل کے لیے ہو۔

- جب کسی عمل کی اصل میں ریاشامل ہو تو شرعی دلیلوں کے مطابق وہ باطل ہو جاتا ہے۔

آج کی حدیث

٢٠٢- عنْ أَبي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَنْ آمَنَ باللَّهِ وَبِرَسُولِهِ، وَأَقَامَ الصَّلَاةَ، وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ، أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ جَلَسَ فِي أَرْضِهِ الَّتِي وُلِدَ فِيهَا، فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ، قَالَ : إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ فَاسْأَلُوهُ الفِرْدَوْسَ، فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ، وَأَعْلَى الْجَنَّةِ أُرَاهُ فَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ، وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ)) رواه البخاري

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اللہ اوراس کے رسول پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے اورروزہ رکھے تو اللہ کا حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے، خواہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے یا اس زمین میں بیٹھا رہے جہاں وہ پیدا ہوا ہے۔ صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگوں کو خوش خبری نہ دیدیں، آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک جنت میں سو درجے ہیں جسے اللہ نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کرر کھا ہے، اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی زمین وآسمان کے درمیان ہے، لہٰذا جب تم اللہ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگو، کیوں کہ یہ جنت کا درمیانی اوراس کا بالائی درجہ ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے، اور وہیں سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔“ (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- ایمان باللہ، نماز اور صیام کی فضیلت کا بیان۔
- اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کی فضیلت کا بیان، اور یہ کہ مخلص مجاہدین کے لیے سو درجہ ہے، اور ہر درجہ کی اونچائی زمین وآسمان کے درمیان کی اونچائی جیسی ہے۔

- ”جنت الفردوس“ جنت کے درجات میں سے سب سے افضل وبلند درجہ ہے اوراسی کے اوپر رحمان کا عرش ہے، اور جنت الفردوس ہی سے نہریں جاری ہوتی ہیں۔ لہذا اپنے رب سے دعا کرنے میں بلند ہمتی رکھو اور اس سے آخرت میں اعلی درجات کی دعا مانگو۔ اور جو اپنا مقصد آخرت کو بنالیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے فانی دنیا کی غموں سے کافی ہو جاتا ہے۔
- آپ ﷺ کے فرمان (أو جلسَ فِي بيته) میں اس شخص کو اطمینان دلانا ہے جو جہاد سے محروم ہو کہ وہ اجر سے محروم نہیں ہے، بلکہ اس کے پاس ایمان اور فرائض کی پابندی ہے جو اسے جنت تک پہنچادے گی، اگرچہ وہ مجاہدین کے درجہ سے قاصر ہو۔
- بے شک مجاہد کا درجہ غیر مجاہد شخص بھی حاصل کر سکتا ہے، یا تو خالص نیت سے یا اس کے جیسے نیک اعمال کر کے، کیوں کہ آپ ﷺ نے تمام لوگوں کو فردوس مانگنے کا حکم دیا باوجود کہ ان کو یہ خبر دی کہ اسے مجاہدین کے لیے تیار کر رکھا ہے۔

آج کی حدیث

٢٠٣- عن سهل بن حَنيف رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (من سأل الله تعالى الشهادة بصدق بلَّغه الله منازل الشهداء وإن مات على فراشه) رواه مسلم

سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے شہادت طلب کرے گا اللہ اسے شہدا کے درجات عطا کرے گا، اگرچہ وہ بستر پر وفات پائے۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- صدق کبھی زبان میں ہوتا ہے اور کبھی حال میں اور کبھی دل سے اور کبھی عمل سے ہوتا ہے، اور یہ ایسا صدق ہے جو دل سے ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ: اپنے رب سے سچے دل سے سوال کرے کہ وہ اسے شہدا کے منازل عطا کرے۔
- انسان یقینی طور پر مرنے والا ہے، اسی لیے انسان کے لیے مناسب ہے کہ اپنی ہمت بلند رکھے اور اپنے رب سے سچائی کے ساتھ شہدا کے منازل کو پانے کے بارے میں سوال کرے، چناں چہ وہ اس نیت کے ذریعہ اس بلند درجہ کو پالے گا اگرچہ اس کی وفات بستر پر ہوئی ہو گی۔
- مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ اسے اس کی حسن نیت و قصد سے جنت کے اعلی درجات سے نوازے گا۔
- امام نووی رحمہ اللہ آپ ﷺ کے فرمان (بلَّغه الله منازل الشهداء وإن مات على فراشه) کے بارے میں فرماتے ہیں: ایسا اس لیے ہے کہ دونوں نے بھلائی کی نیت کی ہے اور دونوں نے وہ کام کیا جس کے کرنے پر وہ قادر ہیں، اس لیے دونوں اجر میں برابر ہیں۔ اور اس جہت سے ان دونوں کا اجر میں برابر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ: اس کی کیفیت و تفاصیل میں برابر ہوں، کیوں کہ عمل اور اس کی نیت کا اجر مجرد نیت کی اجر سے زیادہ ہوتا ہے، لہذا جو شخص حج کی نیت کرے اور اس کے پاس

حج کرنے کا مال نہ ہو تو اسے ثواب ملے گا لیکن اس شخص کے ثواب سے کم ہو گا جو حج کرے۔ اور بلاشبہ مقتول کو حاصل ہونے والے شہادت کے ثواب کی کیفیت وصفات اس شخص سے بڑھ کر ہیں جو صرف (شہادت) کی نیت کرتا ہے اور بستر پر فوت ہوتا ہے، اگرچہ وہ شہید کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ دونوں اگرچہ اجر میں برابر ہیں لیکن وہ اعمال جسے عامل نے انجام دیا ہے وہ زیادہ اثر اور خاص قربت کا تقاضا کرتی ہیں۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔"

آج کی حدیث

٢٠٤- عن أَبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوهُ وَمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَافْعَلُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جس چیز سے میں تمھیں روک دوں اس سے رک جاؤ اور جس چیز کا میں تمھیں حکم دوں اسے حسبِ طاقت بجالاؤ، کیوں کہ تم سے سابقہ لوگ اپنے نبیوں سے کثرتِ سوال اور اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اللہ کے حکم کر دہ چیز کا کرنا اور اس کی منع کر دہ باتوں سے رکنا واجب ہے۔
- انسان پر اس کی طاقت سے زیادہ چیز واجب نہیں ہے۔
- دینِ اسلام کی سہولت و آسانی کا بیان کہ اس نے آدمی پر اس کی استطاعت سے بڑھ کر واجب نہیں کیا ہے۔
- اوامر کی بجا آوری تمام منہیات کو ترک کر کے ہو گی۔
- جو شخص بعض مامورات کے کرنے سے عاجز ہو، تو اس کے لیے اتنی مقدار کرنا کافی ہو گا جو اس کے بس میں ہو، جیسے نماز کو کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر یا پہلو کے بل پڑھنا۔
- بے فائدہ سوالوں سے بچنے کی ممانعت۔
- انبیا سے کثرت سے اختلاف کرنا ہلاکت کے اسباب میں سے ہے، جیسا کہ سابقہ امتیں اسی وجہ سے ہلاک ہو گئیں۔

آج کی حدیث

۲۰۵- عن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (إن الغادر يُنصب له لواء يوم القيامة، فيقال: هذه غدرة فلان بن فلان) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک (عہد وپیمان) میں خیانت ودھوکہ کرنے والے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ: یہ فلاں بن فلاں کی دغابازی اور خیانت (کا نشان) ہے۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- ہر عہد وپیمان میں خیانت کی حرمت جس کا انسان ذمہ دار بنے اور اس میں دھوکہ دھڑی سے کام لے، چاہے عمومی ولایت ہو یا خصوصی، یا ایسے کام کا نگران بنے جس میں لوگوں کے مصالح وفوائد مضمر ہوں، لوگوں نے اسے اس پر امین بنایا ہو اور پھر وہ اس میں خیانت کرے۔
- ”لِوَاء“ وہ ہے جو جنگ میں ہوتا ہے، جیسے جھنڈا، ہر خیانت کرنے والے کے لیے اس کے سرین کے نیچے بلند کیا جائے گا۔ اللہ کی پناہ! اور یہ ”لواء“ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے اس کی خیانت کے مطابق بلند کیا جائے گا، اگر خیانت بڑی مقدار میں ہوگی تو جھنڈا بڑا ہوگا اور اگر خیانت چھوٹی ہوگی تو وہ جھنڈا چھوٹا ہوگا۔ اور کہا جائے گا: یہ فلاں بن فلاں کی خیانت ودھوکہ کی نشانی ہے۔
- ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس میں حکمت یہ ہے کہ چوں کہ خیانت خفیہ طور پر کی گئی تھی جس سے لوگ مطلع نہ تھے، لہذا روزِ قیامت خائن پر اس کی خیانت کی وجہ سے وسیع جھنڈا نصب کر دیا جائے گا۔ اس طرح لوگوں کے سامنے اس کی پوشیدہ مکر ظاہر ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ مخلوق کے سامنے اسے رسوا کر دے گا۔
- ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں: ”لواء“ کے نصب ہونے کی حکمت یہ ہے کہ سزا عموماً گناہ کے مقابلے میں ہوتی ہے، پس جب خیانت مخفی امور میں سے ہے تو مناسب ہوا کہ اس کی سزا شہرت کے ذریعہ ہو۔ اور جھنڈا کا نصب ہونا عربوں کے یہاں مشہور رہے۔

- امام نووی رحمہ اللہ ”صحیح مسلم کی شرح“ میں فرماتے ہیں: ”ہر خیانت کرنے والے کے لیے ایک جھنڈا ہو گا یعنی نشانی ہو گی، جس کے ذریعہ لوگوں میں مشہور ہو جائے گا، کیوں کہ لواء کا موضوع شہرت ہے۔ اوراس حدیث میں خیانت کی حرمت کی سختی کا بیان ہے۔ اور ظاہری طور پر یہ پتہ چلتا ہے کہ ہر خیانت کے لیے ایک جھنڈا ہو گا، لہذا ایک شخص کے لیے اس کی خیانت کی تعداد کے مطابق کئی جھنڈے ہوں گے۔“
- روزِ قیامت مخلوق اپنے آباء کے نام سے بلائی جائے گی نہ کہ امہات کے نام سے بلائی جائے گی۔ اور یہی درست قول ہے جس پر صریح اور صحیح سنت دلالت کرتی ہے۔

آج کی حدیث

٢٠٦- عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يعلمنا الإستخارة في الأمور كلها كالسورة من القرآن يقول: ((إذا هَمّ أحدُكُم بالأمرِ فلِيَركَع رَكعَتينِ مِن غيرِ الفَريضة ثُمّ ليَقُل: اللّهُمَ إنّي أستَخيرُكَ بعِلمِكَ وأستَقدِرُكَ بقُدرَتِكَ وأسألُكَ مِن فَضلِكَ العَظيم فإنّكَ تَقدِرُ ولاأقدِرُ وتَعلَمُ ولا أعلَمُ وأنتَ علاّمُ الغُيوبِ ، اللّهم إن كُنتَ تَعلَمُ أنّ هذا الأمرَ خير لي في ديني وَمَعاشي وعاقِبَة أمري (أو قال عاجِلِ أمري وآجِلِهِ) فاقدِرهُ لي ويَسِّرهُ لي ثُمّ بارِك لي فيهِ وإن كُنتَ تَعلَمُ أنّ هذا الأمرَ شَرّ لي في ديني وَمَعاشي وعاقِبَةَ أمري (أو قال عاجِلَ أمري وآجِلِهِ) فاصرِفهُ عَني واصرِفني عَنهُ واقدِر لي الخيرَ حيثُ كانَ ثُمّ رَضِّني به)) ثم قال ((ويُسَمّي حاجَتَهُ.)) رواه البخاري

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ ہمیں تمام اہم امور میں اسی طرح استخارہ کی تعلیم دیتے جیسے قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: ”تم میں سے کوئی شخص جب کسی کام کا ارادہ کرے تو فرض نماز کے علاوہ دو رکعت نفل پڑھے پھر کہے: اے اللہ! میں تیرے علم کے ذریعے سے خیر کا طالب ہوں، تیری قدرت سے ہمت کا خواہاں ہوں، تیرے عظیم فضل کا سوال کرتا ہوں، یقیناً تو قادر ہے میں قدرت والا نہیں، تو جانتا ہے میں نہیں جانتا، تو پوشیدہ اور غائب معاملات کو جانتا ہے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میرا یہ کام میرے دین، میری معیشت اور میرے معاملے کے انجام کے اعتبار سے بہتر ہے (یا فرمایا: میرے معاملہ کی جلدی اور تاخیر کے لیے بہتر ہے) تو اسے میرے لیے مقدر اور آسان کر دے، پھر اس میں میرے لیے برکت عطا فرما! اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین، میری معیشت اور میرے معاملے کے انجام کے اعتبار سے اچھا نہیں (یا فرمایا: میرے معاملہ کی جلدی اور تاخیر کے لیے بہتر نہیں ہے) تو اسے مجھ سے اور مجھے اس سے پھیر دے اور میرے لیے خیر کو مقدّر کر دے وہ جہاں بھی ہو، پھر مجھے اس سے خوش کر دے۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”(وہ دعا میں هذا الأمر کی جگہ) اپنی حاجت وضرورت کا نام لے۔“ (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- استخارہ کہتے ہیں: نماز یا استخارہ کے سلسلہ میں وارد دعا کے ذریعہ اپنے ارادہ کو ایسی چیز کی طرف پھیرنے کا مطالبہ کرنا جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور بہتر ہو۔ استخارہ بالا جماع مسنون ہے، اور اس کے لیے کوئی بھی دو نفل رکعت ہے۔
- یہ دعا دونوں رکعتوں کے پڑھنے کے بعد کی جائے گی، اہل علم کے یہاں اس دعا کے مقام کے بارے میں دو قول ہے: سلام سے پہلے یا سلام کے بعد۔ اس دعا کے سلسلے میں کشادگی ہے خواہ سلام سے پہلے مانگی جائے یا سلام کے بعد مانگی جائے۔
- استخارہ دو امور میں سے بہتر کے طلب کو شامل ہوتا ہے، اسی طرح اس چیز کے طلب کو بھی شامل ہوتا ہے جب انسان کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرے۔
- دعائے استخارہ کا مومن کے دل پر واضح اثر دکھائی دیتا ہے، چناں چہ اسے طمانینت حاصل ہوتی ہے ،کیوں کہ جب بندہ اللہ سے استخارہ کرتا ہے اور یہ دعا پڑھتا ہے تو یہ اس کے دل میں سکون پیدا کرتا ہے اور اس سے تمام بے چینیاں اور اوہام دور ہو جاتی ہیں۔
- جو شخص اپنے رب سے کسی چیز کے بارے میں استخارہ کرے اور اس کے لیے وہ چیز نہ لکھی جائے، تو اسے چاہیے کہ اپنے دل سے اس تعلق کو ختم کر دے، تاکہ آرام سے زندگی گذرے اور اس کے دل کو زیادہ سکون ملے۔ اور یہ بعض لوگوں کے لیے حسرت وندامت کو دور کرنے کا عملی حل ہے۔

آج کی حدیث

۲۰۷- عن عبداللہ بن مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كان يقول: (اللهم إني أسألك الهدى والتقى والعفاف والغنى) رواه مسلم

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: "اے میرے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور بے نیازی کا سوال کرتا ہوں۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- یہ دعا سب سے جامع اور مفید دعاؤوں میں سے ہے اور یہ دین و دنیا کی بھلائی کے طلب کو شامل ہے۔
- (الھدی) سے مراد: علم نافع ہے، (التقی) سے مراد: عمل صالح ہے نیز اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی منع کردہ باتوں کو ترک کرنا ہے اور اسی سے دین کی اصلاح و درستی ہوتی ہے۔
- (العفاف) سے مراد: ہر نازیبا بات سے باز رہنا جو حیا یا عزت کو مخدوش کرے یا شرف کو داغدار کرے، اسی طرح کہا جاتا ہے کہ "فلان متعفف" یعنی وہ لوگوں سے سوال کرکے اپنے چہرہ کے پانی کو نہیں بہاتا کہ لوگ اسے دیں (یعنی بھیک مانگنے سے بچتا ہے)۔
- (الغنی) سے مراد: اللہ سے بے نیازی ظاہر کرنا، اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر قناعت کرکے اللہ سے بے نیازی ظاہر کرنا۔ اوراسی سے دنیوی زندگی کی سعادت کی تکمیل ہوتی ہے، اور تمھارا دل راحت پاتا ہے اور نفس کو سکون ملتی ہے اور فانی دنیا کی زینت سے تمھاری روح بلند ہوتی ہے۔
- جسے ہدایت، تقوی، پاک دامنی اور مال داری و بے نیازی عطا کی گئی، وہ دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کرلیتا ہے، اوراس کی ساری مرادیں حاصل ہوتی ہیں اور وہ ہر خوف سے نجات پا جاتا ہے۔

- یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی ﷺ اس دعا کو برابر کیا کرتے تھے، حالاں کہ آپ تمام اچھائی سے متصف تھے اور ہر برائی سے دور تھے، تو دوسرے لوگوں کا کیا حال ہونا چاہیے جن کا حرام شہوتوں اور باطل اعمال کے ساتھ ہمیشہ رسہ کشی رہتی ہے۔ اس لیے ہمیں ہر روز کثرت سے یہ دعا کرنے کی ضرورت ہے۔

آج کی حدیث

۲۰۸- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: (اللهم أصلح لي ديني الذي هو عصمة أمري، وأصلح لي دنياي التي فيها معاشي، وأصلح لي آخرتي التي فيها معادي، واجعل الحياة زيادة لي في كل خير، واجعل الموت راحة لي من كل شر) رواه مسلم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے رہتے تھے کہ: "اے میرے اللہ! میرے دین کی اصلاح کر جو میری نجات کا سبب ہے، میری دنیا کی اصلاح کر جس میں میرا رزق ہے، میری آخرت کی اصلاح فرما جس کی طرف مجھے پلٹ کر جانا ہے، میری زندگی کو ہر طرح کی بھلائی میں زیادتی والا بنا اور موت کو میرے لیے ہر طرح کی شر سے راحت ونجات والا بنا۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ ایک عظیم دعا ہے، جس میں دنیا وآخرت اور دین ودنیا کی بھلائی جمع ہو گئی ہے۔ لہذا ہر سامع کا حق ہے کہ وہ اسے یاد کرلے اور صبح وشام کے اوقات میں اس دعا کو کرے، امید ہے کہ انسان قبولیت کی گھڑی کو پالے اور پھر اسے دنیا وآخرت کی بھلائی حاصل ہو جائے۔"
- دین انسان کی عصمت کا سبب ہے، جو اسے برے اعمال اور گندے اخلاق سے تحفظ فراہم کرتا ہے، اس کے آخرت کی حفاظت کرتا ہے، اسے جہنم سے دور کرتا ہے اور جنت میں داخل کرتا ہے۔
- انسان کو اپنے رب سے رزق اور معاش کی بہتری کے سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ جب روزی میں فساد ہو جائے گا تو ہو سکتا ہے کہ اس کے حصول کے سبب وہ اللہ عزوجل کی اطاعت سے غافل ہو جائے۔

- آخرت انسان کے پلٹنے کی جگہ ہے۔ لہذا اسے آخرت کو اپنا مقصد بنانا چاہیے اوراس کے لیے عمل کرنے سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیاوی پریشانیوں سے کافی ہو گا۔
- مسلمان کے لیے مستحب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی زندگی کی بھلائیوں میں زیادتی کا سوال کرے۔ انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طاعت ومرضی کے حصول کی خاطر لمبی عمر مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
- بسا اوقات موت انسان کے لیے شرور وفِتن سے راحت کا سبب ہوتی ہے، لیکن موت کی تمنا کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اسے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ اسے اس وقت تک زندہ رکھے جب تک زندگی بہتر ہو، اوراسے موت دیدے جب اس کی موت اس کے حق میں بہتر ہو۔

آج کی حدیث

۲۰۹- عن أنس رضي الله عنه قال: كان أكثر دعاء النبي صلى الله عليه وسلم: (اللهم ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار) رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی ﷺ کی اکثر دعا یہی ہوتی تھی: "اے میرے اللہ! اے ہمارے رب! ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- یہ دعا سب سے جامع دعا ہے اور سب سے زیادہ توجہ کا مستحق ہے، اسی لیے نبی ﷺ اس دعا کو کثرت سے کیا کرتے تھے اور اس کی ترغیب دیتے تھے۔ آپ ﷺ اس دعا کو اپنے حج و عمرہ میں ہر طواف کے چکر کے آخر میں رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان کیا کرتے تھے۔
- شیخ عبد الرحمان سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "دنیاوی بھلائی میں ہر وہ چیز داخل ہے، جس کا ہونا بندہ کے نزدیک پسندیدہ ہو، جیسے کشادہ حلال مزیدار رزق، نیک بیوی، اس کی آنکھ کو راحت و ٹھنڈک پہنچانے والی اولاد، نفع بخش علم، نیک عمل اور اس طرح کی دیگر جائز و محبوب چیزیں۔"
- اُخروی بھلائی میں: جہنم، میدانِ محشر اور قبر کی سزاؤں سے سلامتی و نجات، اللہ کی رضا کا حصول، دائمی نعمت سے کامیاب ہونا اور انتہائی مہربان رب کی قربت وغیرہ شامل ہیں۔
- انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: بے شک بصرہ سے آپ کے بھائی آپ کے یہاں تشریف لائے ہیں تاکہ آپ ان کے لیے دعا کردیں۔ اور پھر انھوں نے ان کے لیے یہ دعا کی: "اے میرے اللہ ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما، اور ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائی عطا فرما، اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ۔" ان لوگوں نے مزید دعا کرنے کا مطالبہ کیا۔ پھر انس رضی اللہ عنہ نے پہلے کی طرح دعا کیا، اور فرمایا: اگر تمھیں یہ عطا کر دی گئی تو تمھیں دنیا و آخرت کی بھلائی عطا کر دی گئی۔"

آج کی حدیث

٢١٠- عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رضي الله عنهما قَالَتْ جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي ابْنَةً عُرَيِّسًا أَصَابَتْهَا حَصْبَةٌ فَتَمَرَّقَ شَعْرُهَا أَفَأَصِلُهُ فَقَالَ لَعَنَ اللَّهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ. رواه البخاري ومسلم.

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ: ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آکر کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میری ایک بیٹی ہے جو شادی کے قریب ہے اور اسے خسرہ (چیچک) کی بیماری ہو گئی جس سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں، کیا میں (اس کے بالوں کے ساتھ) دوسرے بال جوڑ سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بال جوڑنے اور جوڑوانے والی پر اللہ کی لعنت ہو۔" (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (تَمَرَّقَ) بِمَعْنَى تَسَاقَطَ: گرنا اور جھڑنا۔ اور واصلہ کہتے ہیں: جو عورت کی بال کو کسی دوسرے بال سے جوڑے۔ اور مستوصلہ: جو اپنے بال جڑوانے کا مطالبہ کرے اور اسے موصولہ بھی کہا جاتا ہے (یعنی جس کے بال جوڑے جائیں)۔
- امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اگر عورت اپنے بال کو کسی آدمی کے بال سے جوڑے تو احادیث کے عام ہونے کی وجہ سے اس کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، خواہ یہ آدمی کا بال ہو یا کسی عورت کا۔ اسی طرح آدمی کے بال اور اس کے سارے اجزاء سے فائدہ اٹھانا اس کے شرف و کرامت کی وجہ سے حرام ہے۔ بلکہ آدمی کے بال، اس کے ناخن اور اس کے تمام اجزاء کو دفنا دیا جائے گا۔"
- جمہور اہل علم اس بات کی طرف گئے ہیں کہ بال جوڑنے (وِگ استعمال کرنے) کے حرام ہونے کی وجہ دھوکا و فریب اور خیانت ہے۔
- جب وصل آدمی کے علاوہ بال سے ہو اور جوڑی جانے والی چیز طبعی بال کے مشابہ نہ ہو، بایں طور پر کہ دیکھنے والا پہلی ہی فرصت میں ہی یہ جان جائے کہ یہ غیر طبعی ہے تو وصل کرنا حرام

نہیں ہے، خواہ یہ بال ہو یا اون ہو یا مصنوعی دھاگہ ہو۔ کیوں کہ اس میں حرمت کی وجہ شامل نہیں ہے یعنی تدلیس وخیانت نہیں پائی جاتی ہے۔

- اگر عورت کے بال سے جوڑی گئی چیز طبعی بال سے مشابہ ہو یہاں تک کہ اسے دیکھنے والا یہ محسوس کرے کہ وہ طبعی بال ہے تو اس کا وصل کرنا حرام ہے خواہ وہ بال ہو یا اون ہو یا مصنوعی دھاگہ ہو یا اس کے علاوہ کوئی چیز ہو۔ کیوں کہ تحریم کی علت اس میں جمع ہو گئی۔

آج کی حدیث

٢١١- عَنْ أَسْمَاءَ رضي الله عنها جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ لِي ضَرَّةً فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ أَتَشَبَّعَ مِنْ مَالِ زَوْجِي بِمَا لَمْ يُعْطِنِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ. رواه البخاري ومسلم

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی: ”میری ایک سوکن ہے ، کیا مجھے اس بات پر گناہ ہو گا کہ میں خود کو اپنے خاوند کے ایسے مال سے سیر ہو جانے والی ظاہر کروں جو اس نے مجھے نہیں دیا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ”جو نہیں دیا گیا اس (مال یا کھانے) سے خود کو سیر ظاہر کرنے والا جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی طرح ہے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (المتشبِّع) یعنی بہ تکلف آسودگی کا اظہار کرنے والا حالانکہ وہ غیر آسودہ ہو، اور اس سے یہاں یہ مراد ہے کہ: اس چیز کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے والا جس کا وہ مالک نہیں، اس طرح کہ اپنے پاس اس چیز کے ہونے کو ظاہر کرے جو اس کے پاس نہ ہو، اور یہ فخر و تعلی کے طور پر ہو۔ اور ایسا شخص باطل کو مزین کرنے والا ہوتا ہے، جیسے وہ شخص جو ایک کپڑا کا مالک نہ ہو اور دو ادھار کے کپڑوں کو پہن کر ان پر اپنی ملکیت ظاہر کرے، تو یہ ڈبل جعل سازی ہے۔
- اس جھوٹے آسودگی کا اظہار کرنے والے کی مثال میں سے: وہ عورت ہے جو کسی آدمی کے پاس ہو اور اس کی ایک سوکن ہو، تو وہ اپنے شوہر کے پاس اپنے حصے کو اس سے کہیں زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش کرے جو اسے حاصل ہے اور یہ ظاہر کرے کہ اس کا شوہر اس سے بہت محبت کرتا ہے اور اسے بہت نوازتا ہے، حالاں کہ وہ جھوٹی ہے اور اس کا مقصد اپنے سوکن کو غصہ دلانا اور اسے برانگیختہ کرنا ہے۔

- اس جھوٹی آسودگی کا اظہار کرنے والے کی مثال میں سے: وہ شخص ہے جو صالحین یا علما کے لباس کو زیب تن کرے تا کہ لوگوں کو دھوکہ دے کہ وہ دین کا محافظ ہے حالاں کہ وہ جھوٹا ہے، وہ لوگوں کا مال ہڑپنے کے لیے انھیں دھوکا دیتا ہے اور اس لیے بھی دھوکا دیتا ہے تا کہ لوگ اس کی عزت و تکریم کریں حالاں کہ وہ خبیث وخائن ہوتا ہے۔
- اس جھوٹے آسودگی کا اظہار کرنے والے کی مثال میں سے: جھوٹی شہادت دینے والا ہے جو دو کپڑے ادھار پہن کر خوبصورتی ظاہر کرتا ہے تا کہ وہ لوگوں کو وہم میں ڈال دے کہ اس کی شہادت مقبول ہے، لہذا اس کی شہادت اس کی اچھی شکل وصورت، لباس اور شخصیت کی وجہ سے قبول کی جاتی ہے۔
- دوسروں سے ناجائز فائدہ اٹھانے اور انھیں تکلیف دینے کے لیے جھوٹ بولنا، فریب و جعل سازی کرنا اور حقائق کو بدلنا حرام ہے۔

آج کی حدیث

٢١٢- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا. رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جہنمیوں کی دو قسمیں ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا: ایک تو وہ ہیں جن کے ساتھ گایوں (بیلوں) کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے جس سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔ اور دوسرے وہ عورتیں ہیں جو لباس پہنی ہوں گی مگر ننگی نظر آئیں گی، خود مائل ہوں گی اور دوسروں کو اپنی طرف مائل کریں گی، ان کے سر بختی (اونٹ کی ایک قسم) اونٹ کی کوہان کی مانند جھکے ہوئے ہوں گے، وہ جنت میں نہیں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اور اتنی مسافت سے محسوس کی جارہی ہوگی۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اس حدیث میں دو طرح کے لوگوں کے بارے میں خبر دی گئی ہے، جنہیں نبی ﷺ نے نہیں دیکھا ہے، جو نبی ﷺ کے زمانہ گذرنے کے بعد ظاہر ہوں گے اور ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ اور علما نے ان دونوں قسم کے لوگوں کے ظاہر ہونے کو قیامت کی چھوٹی نشانیوں میں سے قرار دیا ہے۔
- پہلی قسم: ایسے لوگ جن کے ساتھ کوڑے ہوں گے۔ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو ناحق لوگوں کو ماریں گے۔ امام سخاوی فرماتے ہیں: یہ ظالموں کے مددگار ہیں یعنی وہ لوگ جو کمزوروں پر مسلط ہو کر ان کو مارتے اور رسوا کرتے ہیں۔

- دوسری قسم: وہ عورتیں جو بظاہر لباس پہنے ہوں گی لیکن وہ ننگی نظر آئیں گی، خود لوگوں کی طرف مائل ہوں گی اور دوسروں کو اپنی طرف مائل کریں گی، اپنے سروں کے بالوں کو وہ ٹیڑھی شکل میں سنوار اور لپیٹ کر رکھیں گی جو اونٹ کے کوہان کے مشابہ ہوگی۔
- شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے فرمان (کاسیات عاریات) کی تفسیر اس طرح کی گئی ہے کہ: وہ چھوٹا لباس زیب تن کریں گی، جو اس حصہ کو نہیں ڈھاکے گا جس کا ڈھانکنا واجب ہے۔ اور ایک یہ بھی تفسیر ہے کہ: وہ باریک لباس پہنیں گی جس سے ان کے جسم کا چمڑا باہر سے دکھائی دے گا۔ اور ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ: وہ تنگ و چست لباس پہنیں گی جس سے ان کا ستر تو نہیں دکھائی دے گا لیکن عورت کے فتنہ کی حصوں کو ظاہر کرنے والا ہوگا۔“
- یہ حدیث معجزاتِ نبوت میں سے ہے۔ اور ان دونوں قسم کے لوگوں کا ظہور ہو چکا ہے اور وہ دونوں موجود ہیں، جیسا کہ نووی رحمہ اللہ نے اپنے زمانہ کے بارے میں فرمایا ہے، تو پھر ہمارے زمانے میں کیسے نہیں پائے جائیں گے؟

آج کی حدیث

٢١٣- عن سهل بن سعد الساعدي رضي الله عنه أنَّ رجلًا اطَّلَع في جُحْرٍ في بابِ رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم، ومعَ رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم مِدرًى يَحُكُّ به رأسَه، فلما رآه رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم قال : (لو أعلَمُ أنكَ تَنظُرُني ، لطَعَنْتُ به في عَينِك) وقال رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم: (إنما جُعِل الإِذْنُ من قِبَلِ البصَرِ) رواه البخاري ومسلم

سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے دروازہ کے ایک سوراخ سے اندر جھانکنے لگا، اور رسول ﷺ کے ساتھ ایک لوہے کی کنگھی تھی جس سے وہ اپنے سر کو کھجلا رہے تھے، جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا: ”اگر مجھے پتہ چلتا کہ تو مجھے دیکھ رہا ہے تو میں اس کے ذریعہ تیری آنکھ پھوڑ دیتا۔“ اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک دیکھنے سے پہلے ہی اجازت طلبی رکھی گئی ہے۔“ (یعنی نگاہ ڈالنے سے پہلے صاحبِ گھر سے اجازت لینا ضروری ہے۔) (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- مدری میم کے کسرہ اور دال کے سکون کے ساتھ ہے، لوہے کا آلہ جس سے بال کو درست کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کنگھی کے مانند ہوتا ہے۔
- اجازت کو اس لیے مشروع کیا گیا ہے کہ اگر اجازت لینے والا بغیر حکم کے داخل ہو تو وہ داخل ہونے والے کے یہاں بعض ایسی چیز کو دیکھے گا جس کا دیکھنا صاحبِ گھر کو ناپسند ہو۔
- کسی کے دروازہ کی سوراخ یا گھروں وغیرہ میں دیکھنا حرام ہے، کیوں کہ نگاہ کسی اجنبی عورت پر پڑ سکتی ہے یا گھر والا ایسے حال میں ہو جس پر کسی اور کو مطلع ہونا اسے ناپسند ہو۔

- جو شخص کسی قوم کے گھر کی سوراخ سے یا دروازہ کے شگاف سے بغیر اس کی اجازت کے جھانکے تو یہ حرام ہے اور پردہ والی چیز کو دیکھنا ہے۔ لہذا ان کے لیے کنکری مارنا اور اس کی آنکھ پھوڑنا جائز ہے اور اگر اس کے سبب اس کی آنکھ چلی جائے تو ان پر کوئی تاوان وضمانت نہیں ہوگی۔
- دوسروں کی پرائیویٹ چیزوں پر بغیر ان کی اجازت کے مطلع ہونا حرام ہے، خواہ وہ گھروں میں ہو یا دفاتر کے دُرج میں ہو، یا خاص ڈیوائسز ہوں، جیسے کمپیوٹر کے سامان، فون کے آلات موبائل وغیرہ۔

آج کی حدیث

٢١٤- عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أحسن الناس وكان أجود الناس وكان أشجع الناس ولقد فزع أهل المدينة ذات ليلة فانطلق ناس قبل الصوت فتلقاهم رسول الله صلى الله عليه وسلم راجعا وقد سبقهم إلى الصوت وهو على فرس لأبي طلحة عُرْيٌ في عنقه السيف وهو يقول لم تراعوا لم تراعوا قال وجدناه بحرا أو إنه لبحر قال وكان فرساً يُبطّأ.

رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے خوب صورت، سب سے سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات اہل مدینہ کو (ایک آواز کو سن کر) گھبراہٹ لاحق ہوئی، چناں چہ صحابۂ کرام اس آواز کی طرف بھاگے، تو انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اس آواز کا پتہ لگا کر واپس آرہے ہیں، آپ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ایک بِلا زین (لگام) والے گھوڑے پر سوار تھے اور اپنے گردن میں تلوار لٹکائے ہوئے تھے اور فرمارہے تھے: تمھیں ڈرنے کی ضرورت نہیں! تمھیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے! اور فرمایا: ہم نے اِسے ایک سمندر (تیز رفتار گھوڑا) پایا یا سمندر جیسے (تیز رفتار گھوڑا) پایا، (انس رضی اللہ عنہ نے کہا) حالانکہ (اس سے قبل) وہ سست رفتار گھوڑا تھا۔'' (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (عُرْيِ) کا معنی ہے: لگام کے بغیر، اور (وجدناہ بحرا) کا مطلب: تیز رفتار، اور (یبطّا) کا معنی: جو سست و عاجز اور بری رفتار والا ہو۔
- اس چیز کا بیان کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بہترین خوبیاں عطا کی تھیں اور یہ صفات کمال تھیں۔
- اس میں آپ ﷺ کی شجاعت و بہادری کا بیان کہ وہ دشمن کی طرف تمام لوگوں سے پہلے تیزی سے نکل کر صورت حال کا پتہ لگا کر لوگوں کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی لوٹ آئے۔

- آپ ﷺ کے عظیم برکت و معجزہ کا بیان کہ وہ گھوڑا جو سست رفتار تھا وہ تیزی سے تیز رفتار ہو گیا۔
- انسان کا تنہا دشمن کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے نکلنا جائز ہے، جب ہلاکت نہ پائی جائے۔
- بغیر لگام کا گھوڑا استعمال کرنا جائز ہے، اسی طرح ادھار مانگے گھوڑے سے جنگ کرنا جائز ہے۔
- گردن میں تلوار کا لٹکانا مستحب ہے۔
- خوف کے دور ہو جانے کے بعد لوگوں کو خوف نہ ہونے کی بشارت دینا مستحب ہے تاکہ وہ مطمئن ہو جائیں۔

آج کی حدیث

٢١٥- عن حكيمَ بنَ حِزامٍ رضي الله عنه قال : يا رسولَ اللهِ، أرأَيتَ أمورًا كنتُ أتحنَّثُ بها في الجاهليةِ، من صِلةٍ، وعَتاقةٍ، وصدقةٍ، هل كان لي فيها من أجرٍ ؟ قال حكيمٌ : قال رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم : (أسلمتَ على ما سلَف من خيرٍ) رواه البخاري

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں زمانۂ جاہلیت میں جو صلہ رحمی، غلام آزاد کرنے اور صدقہ وغیرہ دینے کا کام کیا کرتا تھا تو کیا مجھے ان کا اجر ملے گا؟ حکیم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم اس بھلائی کے ساتھ اسلام لائے جو تم پہلے کر چکے ہو۔ (یعنی ان کا ثواب پاؤ گے)" (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (أَتَحَنَّثُ) کا معنی: اصل میں تحنث ایسے کام کرنے کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ حنث یعنی گناہ سے نکلا جاسکے، اور تحنث عبادت کو کہتے ہیں۔
- کافر جب بہترین اعمال کرے اور پھر اسلام لے آئے اور اسی پر اس کا انتقال ہو، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانی واحسان کے طور پر اس کے لیے حالتِ کفر میں کی گئی نیکیاں جمع کر دی جاتی ہیں۔
- کافر جب اسلام لے آتا ہے تو اسلام اس کے برے اعمال کو مٹا دیتا ہے، جیسا کہ فرمان عزوجل ہے: (قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ) [الأنفال : ٣٨] "آپ ان کافروں سے کہہ دیجیے! کہ اگر یہ لوگ (کفر سے) باز آجائیں تو ان کے سارے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیئے جائیں گے۔"

اور عام طور پر اس کے کیے گئے نیک اعمال مثلاً صدقہ، غلام آزاد کرنا اور صلہ رحمی وغیرہ اس کے لیے لکھ دی جاتی ہیں، ضائع نہیں ہوتیں۔

- حالتِ کفر میں انسان سے صادر ہونے والی بھلائیاں قبول نہیں کی جاتیں بلکہ وہ مردود ہوتی ہیں اور حالتِ کفر میں موت پانے کی صورت میں وہ عذابِ الٰہی سے ہرگز نہیں بچ پائے گا، بلکہ اس کے اعمال اکارت جائیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں رہے گا۔

- اس حدیث کے اندر خیر سے متعلق صحابہ رضوان اللہ علیہم کے حرص کے نمونوں میں سے ایک نمونے کا ذکر ہے، نیز صدقہ و بھلائی اور صلہ رحمی و احسان جیسے نفع بخش مختلف اعمالِ صالحہ پر مداومت کرنے میں ان کی بلند ہمتی کا بیان ہے۔

آج کی حدیث

٢١٦- عن أبي هريرة رضي الله عنه أنه قال : قلت : يا رسولَ اللهِ ، مَن أسعَدُ الناسِ بشَفاعتِك يومَ القيامةِ؟ قال رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم : لقد ظنَنتُ يا أبا هُرَيرَةَ أن لا يَسألَني عن هذا الحديثِ أحدٌ أولَ منك، لِما رأيتُ من حِرصِك على الحديثِ، أسعَدُ الناسِ بشَفاعَتي يومَ القيامةِ، مَن قال لا إلهَ إلا اللهُ خالصًا من قلبِه أو نفسِه. رواه البخاري

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! روز قیامت آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ کون حق دار ہو گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! میرا گمان تھا کہ اس حدیث کے بارے میں تم سے پہلے مجھ سے کوئی اور سوال نہیں کرے گا، کیوں کہ حدیث کے سلسلے میں تمھاری حرص میں دیکھ چکا ہوں، (پھر فرمایا): "قیامت کے دن میری شفاعت کا سب سے زیادہ حق دار وہ ہو گا جس نے لا الہ الا اللہ کو اپنے خالص دل سے یا نفس سے کہا ہو گا۔" (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- شفاعت کا معنی: دوسروں کے لیے بھلائی طلب کرنا
- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور حصول علم میں ان کے حرص کی فضیلت۔
- شفاعت صرف توحید پرستوں کے لیے ہو گی، کفار کے لیے اس میں کوئی جگہ نہیں ہے۔
- خالص مومن قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ نبی ﷺ کی شفاعت کا مستحق ہو گا، ورنہ نبی ﷺ مخلوق کے بارے میں انھیں موقف کی سختی سے آرام وراحت کے لیے شفاعت فرمائیں گے۔ اسی طرح بعض کفار کے بارے میں شفاعت کریں گے تاکہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے جیسا کہ ابوطالب کے حق میں شفاعت سے متعلق صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اور بعض مومنوں کو جہنم سے نکلنے کے لیے سفارش کریں گے، اور بعض کے نہ داخل کیے جانے کی شفاعت کریں گے بعد

اس کے کہ وہ جہنم میں داخل ہونے کے مستحق ہوں گے۔اور بعض لوگوں کے بارے میں جنت میں بغیر حساب داخل کیے جانے کی شفاعت کریں گے،اور بعض کے رفع درجات کے لیے دعا کریں گے۔ لہذا شفاعت کے ذریعہ سعادت میں اشتراک ظاہر ہوا، اور شفاعت کا سب سے زیادہ خوش نصیب مخلص مومن ہو گا۔واللہ اعلم

آج کی حدیث

٢١٧- عن أبي جُهَيمٍ رضي الله عنه قال : قال رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم : لو يَعلَمُ المارُّ بين يدَيِ المُصلِّي ماذا عليه، لكان أن يَقِفَ أربعينَ خيرًا له من أن يمُرَّ بين يدَيه. قال : أبو النَّضرِ : لا أدري، أقال أربعينَ يومًا أو شهرًا أو سنةً. رواه البخاري

سیدنا ابو جہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر نمازی کے آگے سے گذرنے والا اس بات کو جان لے کہ اس پر کتنا گناہ ہے تو اس کے سامنے سے گذرنے کے بجائے چالیس (سال) تک کھڑا رہنے کو ترجیح دے۔" ابونضر فرماتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ آپ ﷺ نے چالیس دن یا مہینہ یا سال کہا۔ (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کے گناہ کی سنگینی۔
- ثواب وعقاب کی شرط میں سے اس کی مقدار جاننا شرط نہیں ہے، بلکہ بعض دفع پوشیدہ رکھا جاتا ہے تاکہ دلوں میں اس کا زیادہ اثر ہو۔
- سنت یہ ہے کہ نمازی کسی ایسی چیز کو سامنے رکھ کر نماز پڑھے جو لوگوں سے سترہ کر سکے، خاص کر ان جگہوں میں جہاں لوگوں کا گذر ہوتا ہے اور اپنی ذات سے دوسروں کو گناہ سے دوچار نہ کرے۔
- امام نووی رحمہ اللہ نبی ﷺ کے فرمان (بين يَدَيْ الْمُصلِّي) کے مقصود کے بارے میں کہتے ہیں: مصلی کا مطلب سجدے کی جگہ ہے۔ اور اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ نمازی اپنے سترہ سے قریب رہے۔
- سترہ رکھنے کے بعد گذرنے والا شخص نمازی کو کچھ ضرر نہیں پہنچائے گا، اسی طرح جو شخص مصلی اور سجدے کی جگہوں سے دور ہو کر گذرے تو وہ نمازی کے لیے ضرر رساں نہیں ہے۔
- نمازی کے لیے سترہ کرنا ہر جگہ مشروع ہے، خواہ وہ فضا میں ہو (مکانات سے خالی جگہیں) یا صحرا میں ہو یا عمارت میں، یا اس کے علاوہ مقام پر ہو۔ سترہ ایک بالشت یا اس کے مانند اونچا ہوتا ہے۔

آج کی حدیث

٢١٨- عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما أنه سمع رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم يقولُ عامَ الفتحِ، وهو بمكةَ : (إنَّ اللهَ ورسولَه حرَّم بيعَ الخمرِ والمَيتةِ والخِنزيرِ، والأصنامِ). فقيل: يا رسولَ اللهِ! أرأَيتَ شُحومَ المَيتةِ، فإنها يُطلى بها السفُنُ، ويُدهَنُ بها الجلُودُ، ويَستَصبحُ بها الناسُ؟ فقال : (لا، هو حرامٌ) . ثم قال رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم عِندَ ذلك: (قاتَل اللهُ اليهودَ إنَّ اللهَ لما حرَّم شُحومَها جملَوه، ثم باعوه، فأكَلوا ثمنَه) رواه البخاري ومسلم

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں فتح کے سال رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ”بے شک اللہ اوراس کے رسول ﷺ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت کو حرام قرار دیدیا ہے۔“ کہا گیا: اے اللہ کے رسول! مردار کی چربی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ کیوں کہ اس سے کشتیوں کو طلا دیا جاتا ہے، کھالوں کو مالش کیا جاتا ہے اور لوگ اس سے روشنی حاصل کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، یہ بھی حرام ہے۔“ پھر رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت فرمایا: ”اللہ یہود کو ہلاک کرے! جب اللہ نے ان پر چربی کو حرام کیا تو انھوں نے اسے پگھلا کر فروخت کیا اور پھر اس کی قیمت کو کھا گئے۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- صحابی کے قول(وهو بمكة عام الفتح) میں اس تاریخ کا بیان ہے اور یہ رمضان سن آٹھ ہجری تھی، اوراس بات کا احتمال ہے کہ یہ ممانعت وتحریم اس سے پہلے ہوئی ہو، پھر آپ ﷺ نے دوبارہ کہا ہو تاکہ وہ لوگ سن لیں جو نہ سنے ہوں۔
- شیخ عبد اللہ بن جبرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں ہر حرام چیز کی خرید وفروخت کی ممانعت پر دلیل ہے، اور جب اس کا کھانا اوراستعمال کرنا حرام ہے تو اس کی قیمت بھی حرام ہوگی، جیسے کتوں

اور خنزیروں کا کھانا حرام ہے، تواس کی قیمت بھی حرام ہو گی۔ لہٰذا جو مغربی ممالک میں سوروں کی خرید وفروخت کرتے ہیں وہ مسلمان نہیں ہیں، اور اگر اسے مسلمان بیچے یا مسلمان اس کا مالک ہو تواس کے لیے اس کا بدلہ لینا حلال نہیں ہے، کیوں کہ اس کا معاوضہ حرام ہے۔

- شراب کا بیچنا حرام ہے۔ اور اللہ نے شراب پر، اس کے بیچنے اور خریدنے والے پر، اس کے پینے اور پلانے والے پر، اس کو نچوڑنے والے پر اور جس کے لیے نچوڑا جارہا ہے اس پر، اسے لے جانے والے اور جس کی طرف لے جایا جارہا ہے اس پر اور اس کی قیمت کھانے والے پر لعنت بھیجی ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے مردار کھانا اور اس کے چمڑے سے فائدہ اٹھانا یا فیکٹریوں کی پالش میں اس کے تیل کو استعمال کرنا یا اسے چراغوں کے لیے ایندھن بنانا حرام قرار دیا ہے۔ جب یہودیوں نے حیلہ سازی کرتے ہوئے مردار کی چربیوں کو کھانا ترک کر دیا مگر انھوں نے اسے پگھلا کر تیل نکالا اور اسے بیچ دیا، پھر اس مردہ سے نکالی گئی تیل کی قیمت کو کھالیا تو ہمیشہ کے لیے ان پر اللہ کی لعنت حلال ہو گئی۔

آج کی حدیث

٢١٩- عن عبدالله بن عباس رضي الله عنهما أنَّ امرأةَ ثابتِ بنِ قيسٍ أتتِ النبيَّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلمَ فقالتْ: يا رسولَ اللهِ! ثابتُ بنُ قيسٍ، مَا أعْتِبُ عليهِ فِي خُلُقٍ ولا دينٍ، ولكنِّي أكرَهُ الكفْرَ في الإسلامِ، فقالَ رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ : (أَتَرُدِّينَ عليهِ حَدِيقَتَهُ). قالتْ: نعمْ، قالَ رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ لثابت: (اقْبَلِ الحديقةَ وطلِّقْهَا تَطْلِيَقةً) رواه البخاري

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ثابت بن قیس کی بیوی نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! ثابت بن قیس کو میں ان کے اخلاق اور دین کے بارے میں کوئی عیب نہیں لگاتی یا ان کی سرزنش نہیں کرتی، لیکن میں اسلام میں کفر (نافرمانی وناشکری) کو ناپسند کرتی ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''کیا تم اس کے باغ کو لوٹاؤ گی؟'' انھوں نے کہا: ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے ثابت سے فرمایا: '' تم باغ قبول کرلو اور اسے طلاق دے دو۔'' (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- جب عورت اپنے شوہر کے ساتھ نہ رہ سکے، تو حاکمِ وقت کو اس سے خلع کا مطالبہ کرنا چاہیے، بلکہ اس کا اسے حکم دینا چاہیے۔
- جب عورت طلاق کا مطالبہ کرے اور اپنے معاملہ کو عدالت تک پہنچادے، تو عدالت کو اس کے دعویٰ کے بارے میں غور کرنا چاہیے اور اس کے پیش کردہ حالت کے مطابق صلح کرائے یا پھر ضرر اور نفقہ کی تنگی کی وجہ سے طلاق دلوانے کا فیصلہ فرمائے۔
- جب شوہر کم نماز پڑھنے والا ہو یا اپنے والدین کا نافرمان ہو یا سودی لین دین کرنے والا ہو یا محرمات وغیرہ کا استعمال کرنے والا ہو تو ایسی صورت میں عورت اس کے دین سے نفرت کرنے کی وجہ سے خلع کا مطالبہ کرسکتی ہے۔
- عورت کے لیے اسی صورت میں طلاق کا مطالبہ جائز ہے، جب اس کی ضرورت ہو، جیسے شوہر کا معاملہ درست نہ ہو یا وہ اسے ناپسند کرتی ہو اور اس کے حق کو ضائع کرنے سے ڈرتی ہو۔ حدیث میں موجود

اس جملے کی بنیاد پر: ”میں اس کے دین اور اخلاق کے بارے میں کوئی عیب نہیں لگاتی، لیکن میں اسلام میں کفر یعنی نافرمانی وناشکری کو ناپسند کرتی ہوں۔“ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”کفر سے مراد شوہر کے واجبات کی عدم ادائیگی ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: ”تم زیادہ لعن طعن کرتی ہو اور شوہر کی نافرمانی کرتی ہو“۔ اور یہاں اللہ عزوجل کے ساتھ کفر کرنا مراد نہیں ہے، بلکہ شوہر کے حق کی نافرمانی مراد ہے۔“

آج کی حدیث

۲۲۰- عن عبدالله بن عباس رضي الله عنهما قال رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لجبريلَ: ألا تزورُنا أكثرَ مما تزورُنا. قال: فنزلت: وما نتنزل إلا بأمر ربك له ما بين أيدينا وما خلفنا..الآية. رواه البخاري.

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے کہا: ”آپ ہماری اتنی زیادہ زیارت نہیں کرتے جتنا کیا کرتے تھے۔ راوی کہتے ہے پس یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ ۖ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا...الآیة﴾ ”ہم بغیر تیرے رب کے حکم کے اتر نہیں سکتے، ہمارے آگے پیچھے اور ان کے درمیان کی کل چیزیں اسی کی ملکیت میں ہیں، تیرا پروردگار بھولنے والا نہیں۔“ [سورہ مریم:٦٤] (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اہل خیر حضرات سے اپنے گھر کی زیارت طلب کرنا مستحب ہے، آپ ان سے اپنے یہاں زیارت کرنے کے لیے کہیں تا کہ ان کی صحبت سے فائدہ اٹھا سکیں۔
- آپ ﷺ جبریل علیہ السلام سے ملاقات کے لیے مشتاق ہوتے تھے اور کثرت سے وحی لے کر نازل ہونے کی تمنا کیا کرتے تھے، اس چیز کے شوق میں جو وہ اللہ تعالیٰ کا کلام لے کر آتے تھے۔
- اس آیت کے نزول کا سبب جبریل علیہ السلام کا رسول اللہ ﷺ پر کچھ مدت تک وحی کی نزول میں تاخیر کرنا ہے، اور جب وہ آپ کے پاس نازل ہوئے تو فرمایا: کیا تم ہمارے پاس اتنا نہیں آتے جتنا آیا کرتے تھے؟ چناں چہ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ [مريم: ٦٤]

اوراس کا مفہوم یہ ہے کہ: ہم اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی وحی لے کر نازل ہوتے، وہ ہمارے آگے، ہمار ے پیچھے کی جگہوں اورزمانے کا علم رکھتا ہے، ہم ایک جگہ سے دوسری جگہ اس کے حکم سے ہی منتقل ہوتے ہیں اورایک وقت سے دوسرے وقت میں اس کی مشیئت ہی سے نازل ہوتے ہیں۔ اور اس سے کوئی چیز فوت نہیں ہوتی۔ اوراللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بارے میں غفلت ونسیان جائز نہیں ہے۔

- نیک لوگوں اور شریعت کا علم رکھنے والے اہل علم کی صحبت وہم نشینی اختیار کرنے کا شوق اور چاہت و محبت مسلمان کے صلاح واستقامت کی علامات میں سے ہے۔

آج کی حدیث

٢٢١- عن عثمان بن عفان رضي الله عنه أنه دعا بإناءٍ فأفرغَ على كفيْه ثلاثَ مرارٍ فغسلَهما، ثم أدخلَ يمينَه في الإناءِ فمضمضَ واستنشقَ، ثم غسلَ وجهَه ثلاثًا، ويديْه إلى المرفقين ثلاثَ مرارٍ، ثم مسحَ برأسِه، ثم غسل رجليْه ثلاثَ مرارٍ إلى الكعبينِ، ثم قال: قال رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم : (من توضأَ نحو وُضوئِي هذا، ثم صلى ركعتين لا يُحدِّثُ فيهما نفسَه غُفِرَ له ما تقدَّمَ من ذنبه.) رواه البخاري ومسلم

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک (پانی کا) برتن منگوایا اور پھر اپنی دونوں ہتھیلی پر تین مرتبہ پانی ڈال کر انھیں دھویا، پھر دائیں ہاتھ کو برتن میں ڈال کر پانی لیا، کلی کی، ناک میں پانی ڈالا اور اسے صاف کیا۔ پھر اپنے منہ اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین دفعہ دھویا۔ پھر سر کا مسح کیا، پھر اپنے پاؤں ٹخنوں سمیت تین بار دھویا۔ پھر کہا : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ”جو بھی میرے اس وضو کی طرح وضو کرے اور اس کے بعد دو رکعت ادا کرے اور ان کی ادائیگی کے دوران میں کوئی خیال دل میں نہ لائے تو اس کے سابقہ تمام گناہ بخش دیے جائیں گے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- وضو کے وقت دونوں ہاتھوں کو پانی کے برتن میں داخل کرنے سے پہلے انھیں تین بار دھونے کی مشروعیت۔ اعضائے وضو کے دھونے، کلی کرنے، ناک میں پانی ڈالنے، اسے جھاڑنے اور چہرہ کو دھونے کے لیے وضو کے پانی کو دائیں سے لینا چاہیے اور اسی ترتیب کے ساتھ سب کو تین بار دھونا چاہیے۔
- دونوں ہاتھوں کو کہنی سمیت تین بار دھونا چاہیے اور پورے سر کا ایک بار مسح کرنا چاہیے اس طرح کہ اپنے دونوں ہاتھ سے شروع کرے گا اور پھر اسے پیچھے تک لے جائے گا، اور دونوں پیروں کو ٹخنے سمیت تین

بار دھونا چاہیے، اوران سب میں ترتیب کالحاظ کرناضروری ہے۔ شارع نے مسح والی عضو یعنی سر کو دھونے والے اعضا کے ساتھ اس لیے داخل کیاہے تا کہ ان اعضاء کے درمیان ترتیب کا خیال رکھا جاسکے۔

- مکمل وضو کرنے کی فضیلت۔ یہ گناہوں کے بخشے جانے کا سبب ہے اوراس کے بعد ہی نماز کی مشروعیت ہوتی ہے۔
- یہاں پر ثواب کا جو وعدہ کیا گیاہے وہ دونوں باتوں کے اکٹھاہونے کی صورت میں ہے۔ اوروہ مذکورہ طریقہ سے وضو کرنا اوراس کے بعد مذکورہ طریقہ پر دو رکعت نماز ادا کرنا ہے اور دنیاوی خیالات کو دور بھگاناہے۔ علمانے یہاں پر غفران کو صغیرہ گناہوں کے ساتھ خاص کیاہے، کبائر کی مغفرت کے لیے توبہ کرناضروری ہے۔

آج کی حدیث

٢٢٢- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: (إذا هلكَ كِسْرَى فلا كِسْرَى بعده، وإذا هلكَ قَيْصَرُ فلا قَيْصَرَ بعده، والذي نفسُ محمدٍ بيده لَتُنْفَقَنَّ كنوزُهما في سبيلِ اللهِ). رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو پھر کوئی دوسرا کسریٰ نہ ہو گا۔ اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی دوسرا قیصر نہ ہو گا۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے تم ضرور بہ ضرور ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کروگے۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- کسریٰ کا معنی: ہر اس شخص کا لقب ہے، جو ملکِ فارس کا حاکم ہو۔ اور قیصر: ہر اس شخص کا لقب ہے، جو روم کا حاکم بنے۔ اسی طرح ملک حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا ہے اور ملک یمن کے بادشاہ کو تُبّع کہا جاتا ہے اور جو مسلمانوں کا حکمراں ہو اسے امیر المومنین کہا جاتا ہے۔
- علما کا کہنا ہے کہ حدیث کا مفہوم یہ ہے: عراق میں کسریٰ نہیں ہو گا اور شام کا قیصر نہیں ہو گا۔ جیسا کہ نبی ﷺ کے زمانے میں تھا۔ آپ ﷺ نے ان دونوں سلطنتوں میں ان دونوں کی بادشاہت کے خاتمہ کی خبر دی ہے اور پھر ویسے ہی ہوا جیسا آپ نے بتلایا تھا۔ کسریٰ کے ملک کا خاتمہ ہو گیا اور اس کی بادشاہت پوری زمین سے ختم ہو گئی اور اس کی سلطنت پورے طور سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور نبی ﷺ کی دعا کی وجہ سے اس کا ملک ختم ہو گیا۔ اور قیصر کو شام میں شکست ہوئی اور وہ اپنے شہر کے آخری حصہ میں داخل ہوا، مسلمانوں نے ان دونوں کے شہروں کو فتح کر لیا اور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کی حکومت قائم ہو گئی۔ والحمد للہ علی ذلک۔

- بے شک اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کر کے رہتا ہے چاہے کتنے ہی کافر ممالک ان پر ٹوٹ پڑیں، اور منافقین چاہے جتنا اسلام کے اصولوں اوراس کے ثابت اقدار کے خاتمہ کے لیے سازشیں رچیں، کیوں کہ یہ بر حق دین ہے اور تا قیامت باقی رہنے والا ہے۔(يُرِيدُونَ لِيُطۡفِـُٔواْ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفۡوَٰهِهِمۡ وَٱللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِۦ وَلَوۡ كَرِهَ الكافرون) "وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منھ سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے گو کافر برا مانیں۔"[الصف:۸]

آج کی حدیث

٢٢٣- عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم يومَ الأحزابِ : (لا يُصلِّيَنَّ أحدٌ العصرَ إلا في بَني قُرَيظَةَ). فأدرك بعضَهُم العصرُ في الطريقِ، فقال بعضُهُم : لا نُصلي حتى نَأتيَها، وقال بعضُهُم : بل نُصلي، لم يُرَدْ مِنَّا ذلك. فذُكرَ ذلك للنبيِّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم فلم يُعَنِّفْ واحدًا مِنهم. رواه البخاري ومسلم

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (غزوۂ) احزاب کے دن فرمایا: ”ہر شخص بنو قریظہ ہی میں عصر کی نماز پڑھے۔“ تو بعض لوگوں نے عصر کی نماز کو راستے ہی میں پالیا تو ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا: ہم اسے بنو قریظہ میں پہنچ کر ہی ادا کریں گے، جب کہ بعض نے کہا: نہیں، بلکہ ہم اسے (ابھی) پڑھیں گے، اور ہم سے وہاں پہنچ کر پڑھنا مراد نہیں لیا گیا ہے۔ نبی ﷺ کو جب یہ بتایا گیا تو ان میں سے کسی کی بھی سرزنش نہیں کی۔ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اس حدیث میں صحابہ کے درمیان ہونے والے طبعی اختلاف کا بیان ہوا ہے۔ اور یہ افہام و تفہیم کا اختلاف ہے، ان میں سے ہر ایک نے شرعی حکم کو اپنے فہم کے مطابق سمجھا۔
- ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دونوں فریق اپنے ارادہ کے مطابق ثواب دیئے جائیں گے، البتہ جس نے نماز پڑھی وہ دونوں فضیلتوں کو حاصل کرنے والا ہوگا: جلدبازی میں حکم کی بجا آوری، اور وقت کی پابندی کرنے میں حکم کی بجا آوری، بالخصوص اس نماز کی جس کی محافظت کی ترغیب دی گئی ہے اور جس کے بارے میں یہ ہے کہ جس سے یہ چھوٹ جائے اس کا سارا عمل برباد ہو گیا۔ اور ان لوگوں کی سرزنش نہیں کی گئی، جنھوں نے اسے ظاہری حکم سے استدلال کر کے عذر پیش کیا اور اسے مؤخر کر دیا، اس لیے کہ انھوں نے اجتہاد کیا اور حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے اسے مؤخر کر دیا۔ لیکن انھوں نے اس وقت تک نہیں پڑھا جب تک کہ یہ نہیں سمجھ لیا کہ ان کا اجتہاد دوسری جماعت کے اجتہاد سے زیادہ درست ہے۔

- اس شخص کو معیوب نہیں سمجھا جائے گا جو کسی ظاہری آیت یا حدیث کو پکڑے، اور نہ ہی اس شخص کو جو کسی نص سے ایسا معنی استنباط کرے جو اس کی تخصیص کر دے۔
- جس شخص نے اجتہاد اور کوشش کیا اور اسے درستی کی توفیق نہ ملی تو اس کو سرزنش کرنا اور اسے گنہگار بنانا جائز نہیں۔

آج کی حدیث

٢٢٤- عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم : إذا وُضِعَتِ الجِنَازَةُ، فاحتملَها الرجالُ على أعناقِهم، فإن كانت صالحةً قالت : قَدِّموني قَدِّموني. وإن كانت غيرَ صالحةٍ، قالت : يا ويلَها! أين يَذْهَبُونَ بها؟ يَسْمَعُ صوتَها كلُّ شيءٍ إلا الإنسانَ، ولو سَمِعَها الإنسانُ لَصُعِقَ. رواه البخاري

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”جب جنازہ تیار کرکے رکھا جاتا ہے اور لوگ اسے اپنے کندھوں پر رکھ لیتے ہیں تو اگر وہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ: مجھے آگے بڑھاؤ مجھے آگے بڑھاؤ۔ اور اگر نیک نہ ہو تو کہتا ہے: ہائے افسوس! لوگ اسے کہاں لے جارہے ہیں؟ اس کی آواز انسان کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان اسے سن لے تو (مارے خوف کے) بے ہوش ہو جائے۔“ (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- ((الجِنَازَةُ)) جیم کے کسرہ اور اس کے فتحہ کے ساتھ: مردہ انسان جو چارپائی پر ہو۔
- بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے ٹھکانے کو اور جو کچھ ان کے لیے تیار کر رکھا ہے اس کو حالتِ احتضار میں دکھاتا ہے، چناں چہ مومن شخص اس کرامت کا مشتاق ہوتا ہے، جو اس کے لیے تیار کی گئی ہے، اور کافر و فاسق شخص اس دردناک عذاب سے خوفزدہ ہوجاتا ہے، جس کی وہ امید رکھتا ہے۔
- صرف مرد حضرات ہی جنازے کو اٹھائیں گے عورتیں نہیں اٹھائیں گی، کیوں اس کے اٹھانے میں مشقت و پریشانی ہوتی ہے اور اس چیز کو کھولنا پڑتا ہے، جو عورتوں کے لیے مناسب نہیں ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ شریعت نے عورتوں کو جنازہ کی اتباع کرنے اور قبرستانوں کی زیارت سے منع فرمایا ہے۔
- بے شک نیک بندہ اپنے اٹھانے والے سے قبر تک جلدی لے جانے کا مطالبہ نعمت کے شوق میں کرتا ہے، جب کہ برا بندہ ویل کی پکار لگاتا ہے اس ٹھکانہ کی وجہ سے جس کی طرف وہ جارہا ہے۔
- اس میں میت کے بولنے کا ذکر ہے، حالاں کہ وہ کندھوں پر لدا ہوا دفن ہونے کے لیے جارہا ہوتا ہے۔
- میت کی گفتگو انسان کے علاوہ ہر جاندار سنتے ہیں، کیوں کہ انسان عذاب دیئے جانے والوں کی آواز کو برداشت نہیں کرسکتا۔

آج کی حدیث

٢٢٥- عن حذيفة بن اليمان رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (لا تشربوا في آنية الذَّهَب والفِضة، ولا تأكلوا في صِحافِهما، فإنها لهم في الدنيا ولكم في الآخرة)

رواه البخاري ومسلم

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم سونے اور چاندی کے برتن میں نہ پیو، اوران سے بنے پیالے میں نہ کھاؤ، کیوں کہ یہ (کافر) لوگوں کے لیے دنیا میں ہے اور تمہارے لیے آخرت میں ہے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- علما کے اجماع کے مطابق سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا اور پینا جائز نہیں ہے۔
- جب کفار کی مشابہت کی وجہ سے سونے اور چاندی کے برتن میں کھانے اور پینے کو منع کیا گیا ہے تو اسی طرح ان دونوں کو کھانے پینے کے علاوہ میں استعمال کرنا بھی حرام ہے۔ جیسے تیل لگانے، سرمہ لگانے اور دیگر استعمالات میں۔ ان میں کھانے اور پینے کا ذکر کرنا تخصیص پر دلالت نہیں کرتا، کیوں کہ ان میں کھانا اور پینا غلبہ و کثرت کے طور پر ہے۔ [1]
- سونے اور چاندی کا برتن استعمال کرنا حرام ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے، کیوں کہ جس چیز کا استعمال جائز نہیں ہے تو اس کا اپنانا بھی جائز نہیں ہوگا۔ جیسے گانے بجانے (لہو و لعب) کے آلات۔ اور اس لیے بھی کہ ان کا اپنانا استعمال کا ذریعہ ہیں اور وسائل و ذرائع کا انسداد واجب ہے۔

[1] مگر افسوس کہ بہتیرے مسلمان شادی کے موقع پر دولہے کو سونے کی انگوٹھی اور ہار وغیرہ پہناتے ہیں، اسی طرح بعض والدین اپنے نواسے اور نواسیوں کی پیدائش کے وقت انھیں چاندی کا گلاس بطور تحفہ دیتے ہیں، اوران لوگوں کو ذرہ برابر حدیث میں وارد وعید کا خوف نہیں ہوتا۔ اللہ سبھی لوگوں کو صحیح راہ کی ہدایت دے۔ آمین۔ (مترجم)

- مسلمان کا دل آخرت کی نعمت سے وابستہ رہتا ہے۔ لہذا اسے اس چیز سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کہ کفار لوگ حرام لذتوں اور بری عادات میں ڈوبے ہوئے ہیں جو مومنوں کے دلوں کو سخت بناتی ہیں اور کمزوروں و محتاجوں کے دلوں کو توڑ دیتی ہیں۔

آج کی حدیث

٢٢٦- عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال رَسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عَليهِ وسلَّم لِأصحابِ الحِجرِ: (لا تَدخُلوا عَلى هَؤلاءِ المُعذَّبينَ، إلَّا أنْ تَكونوا باكينَ؛ أن يُصيبَكُم مِثلُ ما أَصابَهُم) رواه البخاري

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اصحابِ حِجر سے (متعلق) فرمایا: ”ان عذاب دیئے گئے لوگوں پر نہ داخل ہو مگر روتے ہوئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھیں بھی اسی طرح عذاب ہو جائے جس طرح انھیں ہوا۔“ (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- راوی کا کہنا کہ آپ ﷺ نے اصحابِ حجر سے کہا یعنی: ان کے بارے میں کہا اور یہ غزوہ تبوک کے موقع پر کہا تھا۔ اور آپ کے فرمان (أن یصیبکم) کا مفہوم ہے کہ اس خوف سے کہ کہیں تمھیں بھی اسی طرح نہ عذاب پہنچ جائے۔
- ظالموں کے دیار اور عذاب کی جگہوں سے گذرتے وقت خوفِ الٰہی کی ترغیب۔ اسی طرح وادیٔ محسر میں تیز چلنے کی ترغیب دی گئی ہے کیوں کہ وہاں پر اصحابِ فیل تباہ ہوئے تھے۔ لہذا اس طرح کی جگہوں سے گذرنے والے شخص کو اللہ کی نگرانی اور اس کے خوف کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے، رونا چاہیے، ان کے انجام سے عبرت پکڑنی چاہیے اور ان جگہوں پر سیر و تفریح کے لیے نہیں ٹھہرنا چاہیے۔
- بے شک رونا رونے والے کو غور و فکر اور نصیحت پر ابھارتا ہے، تو گویا انھیں ایسے احوال میں غور و فکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور تقدیرِ الٰہی سے ان کافروں پر رونا واجب ٹھہراتی ہے، جنھیں زمین میں اللہ نے قدرت دے رکھی تھی اور لمبی مدت تک ڈھیل دی تھی، پھر ان پر اپنی سزا اور سخت عذاب اتارا۔ اور وہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ دلوں کو پھیرنے والا ہے، لہذا مومن کو اس بات سے مامون نہیں رہنا چاہیے کہ اس کا بھی انجام اسی طرح ہو۔

- ان لوگوں کے مقابلے میں بھی غور و فکر کرنا ضروری ہے، جنھوں نے نعمتِ الٰہی کا انکار کیا، اس میں کوتاہی و لاپروائی سے کام لیا۔ اور اپنی عقلوں کو ان چیزوں کے غور و فکر میں بھی لگانا چاہیے جو اللہ پر ایمان لانے اور اس کی طاعت و بندگی کو واجب ٹھہراتی ہوں۔ پس جو شخص نعمتِ الٰہی کا انکار کرنے والوں کے پاس سے گذرے اور ان کے احوال سے عبرت پکڑتے ہوئے رونے کو واجب ٹھہرانے والی چیزوں پر غور و فکر نہ کرے تو سستی و کاہلی اور غفلت و لاپروائی میں انھیں کی مشابہت اختیار کرنے والا ہوگا اور یہ اس کی سنگ دلی اور اس کے عدمِ خشوع کی دلیل ہوگی۔ لہذا اسے اپنے آپ کو مامون و محفوظ نہیں سمجھنا چاہیے کہ کہیں یہ رویہ اسے بھی ان کے جیسے عمل کرنے کی طرف نہ لے جائے اور پھر انھیں بھی وہی عذاب نہ پہنچے جس سے وہ لوگ دوچار ہوئے تھے۔

آج کی حدیث

۲۲۷- عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (آتي باب الجنة يوم القيامة فأستفتح فيقول الخازن من أنت فأقول محمد فيقول بك أمرت لا أفتح لأحد قبلك)

رواه مسلم

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"میں قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر آؤں گا، پھر میں اسے کھولنے کے لیے کہوں گا، تو خازن کہے گا: تم کون ہو؟ میں کہوں گا: محمد (ﷺ)، پھر وہ کہے گا: تمھارے لیے ہی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تم سے پہلے کسی کے لیے نہ کھولوں۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- سب سے پہلے جنت میں محمد ﷺ داخل ہوں گے، اور تمام امتوں میں سے سب سے پہلے محمد ﷺ کی امت جنت میں داخل ہو گی۔
- جنت کے کئی دروازے ہیں، جن کی تعداد آٹھ ہے، انھیں رمضان میں کھولا جاتا ہے نیز سوموار اور جمعرات کو کھولا جاتا ہے۔
- جنت کے فرشتوں میں سے ایک خازن ہے، جو جنت کے دروازہ کو کھولنے اور بند کرنے کے لیے مکلف بنایا گیا ہے۔
- فرشتے غیب کا علم نہیں رکھتے۔
- اجازت طلب کرنے والے کے لیے یہ اسلامی طریقہ ہے کہ جب اس سے کہا جائے کہ تم کون ہو؟ تو وہ اپنا نام بتائے۔

آج کی حدیث

٢٢٨-عن عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها قالت كان رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إذا أراد أن يخرجَ أقرعَ بين أزواجِه، فأيتُهُن خرج سهمُها خرج بها معه. رواه البخاري ومسلم

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کہیں باہر نکلنے کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے تھے۔ اور پھر جس کے نام سے پرچی نکلتی وہ آپ کے ساتھ جاتی تھی۔(بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- نبی ﷺ کا کمالِ عدل۔
- بیویوں کے درمیان عدل کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جب ان میں سے کسی ایک کے ساتھ سفر پر نکلنے کا ارادہ ہو تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے۔
- کسی شوہر کے لیے اپنی کسی بیوی کو اپنے ساتھ سفر کے لیے خاص کرنا جائز نہیں ہے، مگر یہ کہ ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے۔
- شوہر جن ایام میں سفر کرتا ہے، وہ بقیہ بیویوں کے ساتھ اس کی قضا نہیں کرے گا، بلکہ نئے سرے سے باری متعین کرے گا۔
- بیویوں کے ساتھ احسان کرنے اور ان کے ساتھ حسنِ معاشرت کی مشروعیت کا بیان۔
- کسی مستحق کی تمیز کے لیے قرعہ اندازی اختیار کرنا شرعی طریقہ ہے۔

آج کی حدیث

۲۲۹- عن جابر ضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم سأل أهله الأدم، فقالوا : ما عندنا إلا خل، فدعا به، فجعل يأكل به ويقول : ((نعم الإدام الخل، نعم الإدام الخل)) رواه مسلم

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے گھر والوں سے سالن مانگا، لوگوں نے کہا: ہمارے یہاں صرف سرکہ ہے، آپ نے اسے لانے کو کہا، چناں چہ آپ ﷺ اسے کھاتے جاتے اور فرماتے: سرکہ کیا ہی اچھا سالن ہے! سرکہ کیا ہی اچھا سالن ہے!" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- کھانے والوں کی انسیت کے لیے کھانے پر گفتگو کرنا مستحب ہے۔
- زمخشری کہتے ہیں: "الأدْم" اور "الإيدام" اصلاح وتوفیق کو کہتے ہیں، اور یہ "أدْم الطعام" سے مشتق ہے، جس کا مفہوم ہے کھانے کو سالن کے ذریعہ درست کرنا اور سالن کو کھانے کے موافق بنانا ہے۔
- سرکہ کی فضیلت، اور اسے "اُدم" کہا جاتا ہے اور یہ بہت بہتر سالن ہے۔
- اس حدیث کے سمجھنے میں علما کے مابین اختلاف ہے۔ بعض نے اس سے یہ سمجھا کہ اس کے اندر کھانے میں زہد وسادگی اور کم رغبتی کی ترغیب دی گئی ہے اور بعض نے یہ سمجھا کہ اس میں سرکہ کی تعریف ہے۔
- سرکہ ایک طرح کی خوراک وغذا اور قدیم دوا ہے۔ ابن قیم رحمہ اللہ اس کے بارے میں کہتے ہیں: "سرکہ معدہ کی سوزش کو آرام دیتا ہے، صفراوی پن کو ختم کرتا ہے، قاتل امراض کی تکلیف کو دور کرتا ہے، خون اور دودھ کی صفائی کرتا ہے، تِلّی کو فائدہ پہنچاتا ہے، معدہ کو دباغت دیتا ہے، پیٹ کو باندھ دیتا ہے، پیاس کو ختم کرتا ہے، ہاضمہ میں مددگار ہوتا ہے، سخت غذاؤں کو نرم و باریک بنا دیتا ہے، خون کو جاری کرتا ہے، جب انسان اسے گرم کرکے کلی کرے تو دانتوں کی تکلیف کو دور کرتا ہے اور مسوڑھے کو مضبوط بناتا ہے۔"

آج کی حدیث

٢٣٠- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَوْا عَلَى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ العَرَبِ، فَلَمْ يَقْرُوهُمْ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ لُدِغَ سَيِّدُ أُولَئِكَ، فَقَالُوا : هَلْ مَعَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ أَوْ رَاقٍ؟ فَقَالُوا: إِنَّكُمْ لَمْ تَقْرُونَا، وَلاَ نَفْعَلُ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا، فَجَعَلُوا لَهُمْ قَطِيعًا مِنَ الشَّاءِ، فَجَعَلَ يَقْرَأُ بِأُمِّ القُرْآنِ، وَيَجْمَعُ بُزَاقَهُ وَيَتْفِلُ، فَبَرَأَ، فَأَتَوْا بِالشَّاءِ، فَقَالُوا: لاَ نَأْخُذُهُ حَتَّى نَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَسَأَلُوهُ، فَضَحِكَ وَقَالَ: (وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؟ خُذُوهَا، وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے چند اصحاب عرب کے قبائل میں سے کسی قبیلے کے پاس سے گزرے تو انھوں نے ان کی ضیافت نہیں کی۔ اسی دوران میں اس قبیلے کے سردار کو کسی زہریلے جانور (بچھو) نے ڈس لیا۔ قبیلے والوں نے صحابہ کرام سے کہا: تمہارے پاس اس کی کوئی دوا ہے یا کوئی دم (جھاڑ پھونک) کرنے والا ہے؟ صحابہ کرام نے کہا: تم لوگوں نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی، لہذا ہم اس وقت تک دم نہیں کریں گے جب تک تم ہماری مزدوری طے نہ کرو، چنانچہ انھوں نے کچھ بکریاں دینا طے کر دیں۔ پھر ان میں ایک شخص نے اُم القرآن (سورہ فاتحہ) پڑھنا شروع کر دیا، دم کرتے وقت منہ میں تھوک جمع کرتا رہا اور تھو تھو کرتا رہا، چناں چہ وہ سردار تندرست ہو گیا۔ قبیلے والے بکریاں لے کر آئے تو صحابہ کرام نے کہا: جب تک ہم نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے اس کے متعلق پوچھ نہ لیں ہم یہ بکریاں نہیں لے سکتے۔ انھوں نے آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے پوچھا تو آپ مسکرائے اور فرمایا: ''تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ (سورہ فاتحہ) دم والی ہے (یعنی اس سے دم کیا جاتا ہے)؟ بکریاں لے لو اور ان میں سے میرے لیے بھی ایک حصہ لگاؤ۔'' (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- بیماروں کے علاج کے لیے دوا، ڈاکٹرس اور دم کرنے والوں کو تلاشنے کی مشروعیت کا بیان۔
- (إِنَّكُمْ لَمْ تَقْرُونَا): تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی۔ (حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا): تم ہمارے لیے بغیر کسی تحدید کے مالی انعام وصلہ دو۔ (مِنَ الشَّاءِ) : بکریوں میں سے۔

- اس حدیث میں قرآنی رقیہ پر اجرت لینے اوراس کے ابتدا کرنے سے پہلے شرط لگانے کا جواز ہے۔
اور یہ ایک جائز و مباح امر ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔
- **شرعی رقیہ کی شرائط:**

1. قرآن کریم کی آیات اور سنتِ نبویہ کے نصوص سے ہو۔
2. واضح اور قابل فہم عربی زبان میں ہو۔
3. یہ اعتقاد نہ رکھا جائے کہ رقیہ بذات خود موئثر ہے، بلکہ یہ اللہ عزوجل کی تقدیر سے ہے۔

آج کی حدیث

٢٣١- عن عائشة رضي الله عنها : (أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا اشتكى يقرأ على نفسه بالمعوذات وينفث، فلما اشتد وجعه كنت أقرأ عليه وأمسح بيده رجاء بركتها)

رواه البخاري ومسلم.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ جب بیمار ہوتے تو اپنے اوپر معوذات (سورہ الکافرون، الاخلاص، الناس) پڑھتے اور پھونک مارتے۔ جب آپ کی تکلیف زیادہ بڑھ گئی تو میں آپ پر اسے پڑھتی اور آپ کے ہاتھ کو اس پر برکت کی امید سے پھیرتی تھی۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- نفث کہتے ہیں: بغیر تھوک کے ہلکا پھونکنا یا معمولی تھوک کے ساتھ پھونکنا۔ اور پھونکنے کا طریقہ یہ ہے کہ: پڑھنے کے دوران اپنے ہاتھ پر پھونکے یا پڑھنے کے آخر میں پھونکے اور پھر ان دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرہ پر اور اپنے جسم کے حصہ پر جتنا ہو سکے پھیرے۔
- مسلمان کے لیے اپنے آپ پر دم کرنے میں کوئی حرج نہیں، یہ اس کے لیے جائز ہے، بلکہ یہ سنت حسنہ ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اوپر دم کیا ہے اور بعض صحابہ نے بھی اپنے آپ پر دم کیا ہے۔
- معوذات (الفلق، الناس، الاخلاص) سورتوں کی فضیلت اور ان کے عظیم فوائد اور انسان کے لیے ان سورتوں کی سخت ضرورت مند ہونے کا بیان، کوئی بھی شخص ان سورتوں سے کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ان سورتوں کی جادو، نظر بد اور تمام برائیوں کے دفاع میں خاص تاثیر ہے، نیز بندے کو معوذات کے ذریعہ پناہ طلب کرنے کی ضرورت، نفس کو کھانے پینے اور لباس کی ضرورت سے بڑھ کر ہے۔
- عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ان کا بلند مقام و درجہ۔

آج کی حدیث

٢٣٢- عن النعمان بن بشير رضي الله عنهما قال أعطاني أبي عَطِيَةً، فقالتْ عمرةُ بنتُ رواحَةَ: لا أَرْضى حتَّى تُشْهِدَ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ، فأتى رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ فقالَ: إنِّي أَعْطَيْتُ ابْنِي منْ عَمْرَةَ بنتِ رَواحةَ عطيَّةً، فَأَمَرتْني أن أُشْهدكَ يا رسولَ اللهِ، قالَ: (أعطيتَ سائرَ ولدكَ مثلَ هذا) قالَ: لا، قال : (فاتَّقوا اللهَ واعدِلوا بينَ أولادِكُم). قال: فَرَجَعَ فردَّ عَطِيِّتَهُ. رواه البخاري ومسلم.

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے ایک عطیہ دیا۔ تو عمرہ بنت رواحہ نے کہا: میں اس پر اس وقت تک راضی نہ ہوں گی جب تک رسول اللہ ﷺ کو اس پر گواہ نہ بناؤ، سو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، اور عرض کیا: میں نے عمرہ بنت رواحہ کے بطن سے پیدا ہونے والے اپنے اس بیٹے کو کچھ عطیہ دیا ہے، اس لیے اس (کی ماں) نے مجھے حکم دیا کہ اس پر آپ کو گواہ بناؤں اے اللہ کے رسول! آپ نے پوچھا: "کیا تم نے اسی طرح دیگر بیٹوں کو دیا ہے؟" انھوں نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ سے ڈرو اور اپنے اولاد کے درمیان انصاف سے کام لو۔" راوی کہتے ہیں: پس وہ واپس گئے اور اپنے عطیہ کو واپس لے لیا۔ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- عطایا کے سلسلے میں بعض اولاد کو بعض پر فضیلت دینا یا ان میں سے کسی کے لیے کوئی عطیہ خاص کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ سبھی لڑکے اسی کے بیٹے ہیں اور سب سے نیکی کی امید کی جاتی ہے۔ لہذا بعض کو چھوڑ کر بعض کے لیے عطیہ خاص کرنا جائز نہیں ہے۔
- شیخ ابن باز رحمہ اللہ کہتے ہیں: علمار حمہم اللہ کا (عطیہ دینے کے سلسلے میں) اختلاف ہے کہ کیا سبھی اولاد کے درمیان برابری کی جائے گی اس طرح کہ کیا لڑکے لڑکیوں کی طرح ہوں گے یا میراث کی طرح لڑکوں کو لڑکیوں پر فضیلت دی جائے گی؟ اس بارے میں اہلِ علم کے دو قول ہیں اور ان میں سے

زیادہ راجح یہی ہے کہ عطیہ بھی میراث کی طرح ہے، اوران کے مابین برابری اس طرح ہو گی ایک لڑکے کو دولڑکیوں کے برابر رکھا جائے گا، کیوں کہ یہی وہ مقدار ہے جسے اللہ نے ان کے لیے میراث میں مقرر فرمایا ہے، اوراللہ سبحانہ وتعالیٰ بہت بڑا حاکم اور حد درجہ انصاف کرنے والا ہے۔اس لیے مومن بھی اپنی اولاد کے لیے عطیہ دینے میں اسی طرح حصہ مقرر کرے گا، جس طرح کہ وہ ان کے لیے اپنی موت کے بعد ایک لڑکے کا حصہ دولڑکیوں کے حصہ کے برابر چھوڑتا ہے۔

- یقیناً اولاد کے درمیان عدل کرنے میں ان کی ضروریات کے تفاوت کا خیال رکھا جائے گا، چناں چہ یونیورسٹی میں پڑھنے والے بچہ کا خرچ ،ابتدائی درجہ میں پڑھنے والے بچہ کی طرح نہیں ہو گا، اور دوسال کے بچہ کا کھلونا آٹھ ،دس سال والے بچہ کے کھلونا کی طرح نہیں ہو گا۔اسی طرح بیٹی سونے سے مزیّن کی جائے گی،اس کا بیٹے کے لیے پہننا جائز نہیں۔اوراسی طرح دیگر امور میں۔

آج کی حدیث

٢٣٣- عن كعبٍ رضي الله عنه : أنه تقاضى ابنَ أبي حدردٍ دينًا كان لهُ عليه في المسجدِ، فارتفعت أصواتُهما حتى سمعها رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ وهو في بيته، فخرج إليهما حتى كشف سجفَ حجرتِه، فنادى : يا كعبُ . قال : لبيك يا رسولَ اللهِ، قال : ضع من دَينك هذا . فأومأ إليه : أي الشَّطرَ، قال : لقد فعلتُ يا رسولَ اللهِ، قال : قمْ فاقضِه. رواه البخاري

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ابن ابی حدرد سے مسجد میں اپنے قرض کا مطالبہ کیا اوران دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر میں اسے سن لیا۔ چناں چہ آپ ان کی طرف نکلے اوراپنے کمرے کے پردہ کو ہٹایا اور پکارا: ”اے کعب!“ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کے قرض کو معاف کر دو۔“ اورآپ نے آدھا معاف کرنے کا اشارہ کیا۔ کعب نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے معاف کر دیا۔ آپ ﷺ نے ابن ابی حدرد سے فرمایا: ”اٹھو اور اسے چکادو۔“ (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- ”تقاضاه“ : اپنے حق کا مطالبہ کیا اوراپنا قرض لینا چاہا۔ ”سجفَ حجرتِه“ : پردہ جو کمرے کے دروازے کو ڈھکے ہوئے تھی۔ ”الشطر“ : آدھا، نصف
- مسجد میں قرض چکانے کا مطالبہ جائز ہے۔
- صاحبِ حق سے شفاعت کرنے کی مشروعیت تاکہ وہ اپنے حق یا بعض (حق) سے مقروض کی حالت کا لحاظ کرتے ہوئے تنازل اختیار کرلے۔
- اللہ کی معصیت کے سوا دیگر امور میں شفاعت قبول کرنا۔
- لڑائی کرنے والوں کے درمیان صلح کرانے اوران کے درمیان سمجھوتہ کرانے کی مشروعیت۔
- گفتگو کے درمیان قابلِ فہم اشارہ کرنا اور اس پر اعتماد کرنا جائز ہے۔

آج کی حدیث

٢٣٤- عبد الله بن عمر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُما يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن من الشجر شجرة لا يسقط ورقها وإنها مثل المسلم فحدثوني ما هي فوقع الناس في شجر البوادي قال عبد الله ووقع في نفسي أنها النخلة فاستحييت ثم قالوا حدثنا ما هي يا رسول الله قال فقال هي النخلة قال فذكرت ذلك لعمر قال لأن تكون قلت هي النخلة أحب إلي من كذا وكذا. رواه البخاري ومسلم

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے جس کا پتہ نہیں گرتا اور یہ مسلمان کے مانند ہے، لہذا تم لوگ مجھے بتاؤ کہ وہ کیا ہے؟“ چناں چہ لوگ دیہاتوں کے درخت کے بارے میں سوچنے لگے۔ عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں میرے جی میں یہ خیال آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہے، لیکن میں شرم کی وجہ سے نہیں بتاسکا۔ پھر لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں اس کے بارے میں بتلائیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ کھجور کا درخت ہے“ کہتے ہیں کہ میں نے اس کا ذکر عمر سے کیا تو کہنے لگے: اگر تم یہ بتلا دیتے کہ وہ کھجور کا درخت ہے تو یہ میرے نزدیک فلاں فلاں چیز سے زیادہ محبوب ہوتی۔ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- حدیث میں کھجور کو مسلمان شخص سے کثرت خیر، ہمیشگی کا سایہ، عمدہ پھل، اور ہمیشہ پائے جانے سے تشبیہ دی گئی ہے، کیوں کہ اس کے پھل آنے سے لے کر برابر اس سے کھایا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ خشک ہو جائے، اسی طرح اس کے خشک ہو جانے کے بعد اس کی لکڑی، اس کی شاخ، اس کے پتے سے بہت زیادہ فائدے اٹھائے جاتے ہیں۔ اس سے ٹرنک، ایندھن، لاٹھی، چٹائی، رسی اور برتنیں وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ اور اس کی گٹھلی سے اونٹ کے لیے چارہ بنتا ہے، پھر اس کے پودوں کی

خوبصورتی اوراس کے شاندارانداز کے پھل، یہ سب کے سب منافع ہیں، اور خیر وجمال ہیں جس طرح مومن کثرتِ طاعات اور بہترین اخلاق کی وجہ سے مکمل طور سے سراپا خیر ہے۔

- جب چھوٹے بچے شعور اور حسنِ ادب سے متصف ہوں تو ان کا بڑوں کی مجالس میں حاضر ہونا مستحب ہے، تاکہ ان کے فہم و ادراک کی قوت کی نشوونما ہو سکے اوران کے افہام و سمجھ میں وسعت وکشادگی پیدا ہو سکے۔
- معلم کو چاہیے کہ پوشیدہ چیزوں سے متعلق طلبہ کے ذہنوں کا امتحان لے اور اگر وہ اسے نہ جان سکیں تو ان کے لیے اس چیز کی وضاحت کرنی چاہیے۔
- بعض دفع بڑے عالم پر وہ بات مخفی رہ جاتی ہے، جسے اس سے کمتر شخص جانتا ہے، کیوں کہ علم ایک وہبی چیز ہے اوراللہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔
- افہام میں زیادتی پیدا کرنے اور معانی کی تصویر کشی کرنے کے لیے مثالوں اور نظائر کو بیان کرنا تاکہ بات ذھن میں راسخ ہو جائے۔
- والد کو اپنے بچے کی شرافت اور حسنِ فہم سے خوشی ہوتی ہے۔

آج کی حدیث

٢٣٥- عن أنس بنِ مالكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أن جدتَه مُلَيْكَةَ، دعَتْ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم لطعامٍ صنَعَتْه له، فأكَلَ منه، ثم قال : قوموا فلأُصَلِّ لكم . قال أنسٌ : فقُمْتُ إلى حصيرٍ لنا، قد اسودَّ مِن طولِ ما لُبِسَ، فنَضَحْتُه بماءٍ، فقام رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وصفَفْتُ أنا واليتيمُ وراءَه، والعجوزُ مِن ورائِنا، فصلى لنا رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم ركعتين، ثم انصَرَفَ. رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی دادی مُلیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کے لیے دعوت دی، جسے انھوں نے آپ کے لیے تیار کیا تھا۔ آپ نے اس میں سے کھایا اور پھر فرمایا: ”تم لوگ کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں تمھیں نماز پڑھاؤں“ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک چٹائی کی طرف کھڑا ہوا جو کافی دنوں سے پڑے رہنے کی وجہ سے سیاہ ہو گئی تھی، میں نے اسے پانی سے صاف کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے۔ میں نے اور ایک چھوٹے بچے نے آپ کے پیچھے صف بنائی اور بڑھیا (دادی) ہمارے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی اور پھر واپس ہو گئے۔ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- عورت کا نام ذکر کرنا جائز ہے خواہ وہ ماں ہو یا بیوی ہو یا بیٹی ہو یا بہن۔ اور اس میں کوئی عیب اور حرج نہیں ہے۔ آپ ﷺ کے صحابہ عورت کے نام لینے میں کوئی حرج نہیں محسوس کرتے تھے، بلکہ آپ ﷺ سے جب پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ تو فرمایا کہ عائشہ ہیں۔[1]
- نبی ﷺ کے تواضع کا بیان کہ آپ معمولی چیز کی بھی دعوت قبول فرماتے تھے۔

---

[1] اسی طرح بیوی اپنے شوہر کا نام لے سکتی ہے جب کہ ہمارے معاشرے میں بعض مسلم خواتین اپنے شوہروں کا نام لینے سے ڈرتی ہیں اور یہ اعتقاد رکھتی ہیں کہ ان کا نام لینے سے نکاح پر اثر پڑے گا، جبکہ نام لینا جائز ہے، اور بہت ساری صحابیاتؓ سے اپنے شوہروں کا نام لینا ثابت ہے، بلکہ خود عائشہ رضی اللہ عنہا جب آپ ﷺ سے خوش ہوتیں تو نبی کریم ﷺ کا نام لے کر محمد کے رب کی قسم کھاتیں اور جب آپ سے ناراض ہوتیں تو ابراہیم کے رب کی قسم کھاتی تھیں۔ واللہ اعلم (مترجم)

- بطور تعلیم نماز ادا کرنا جائز ہے اور آپ ﷺ کے فرمان "فَلأُصَلِّ لَكُمْ" کا مفہوم ہے کہ میں تمھیں نماز پڑھاؤں یا یہ مطلب ہے کہ تمھیں تعلیم دینے کے لیے اس جگہ کو قابلِ شرف بنانے کے لیے نماز پڑھوں۔
- عورت مرد کے ساتھ صف بندی نہیں کرے گی، بلکہ ان کے پیچھے صف بنائے گی۔ اور اگر آدمی اپنی بیوی یا دیگر محارم کے ساتھ نماز پڑھائے تب بھی عورت اس کے پیچھے کھڑی ہوگی۔
- عورت تنہا صف کے پیچھے صف بنائے گی اور اس کی نماز صحیح ہوگی، اس کے برعکس جب کوئی آدمی کسی عذر کے بغیر صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھے تو نبی ﷺ کے اس فرمان "صف کے پیچھے تنہا شخص کی نماز نہیں ہوتی۔" [اسے امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے] کے مطابق اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔
- اس شخص کی نماز صحیح ہوگی جو تمیز و شعور رکھنے والے بچے کے ساتھ صف میں کھڑا ہو۔

آج کی حدیث

٢٣٦- عن جابر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قال قال لي رسولُ الله صلَّى اللهُ عليه وسلَّم: (هل نَكحتَ يا جابرُ؟) قُلتُ: نعم. قال: (ماذا أبكرًا أم ثَيبًا؟) قُلْت: لا بل ثَيبًا، قال: (فهلاَّ جاريةً تُلاعِبُكَ). قُلْت: يا رسولَ الله، إنَّ أبي قُتل يومَ أُحُدٍ، وترك تِسعَ بناتٍ، كُنَّ لي تِسعَ أخَواتٍ، فكرِهتُ أن أجمعَ اليهنَّ جاريةً خَرقاءَ مِثلَهُنَّ، ولكنِ امرأةً تَمْشُطُهُنَّ وتَقومُ عَليهِنَّ، قال: (أصَبتَ). رواه البخاري ومسلم

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مجھ سے کہا: ”اے جابر! کیا تونے نکاح کر لیا ہے؟“ میں نے کہا: جی ہاں، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”باکرہ (کنواری) یا ثیبہ (شوہر دیدہ) سے؟“ میں نے کہا: نہیں، بلکہ بیوہ سے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”تونے کنواری سے کیوں نہیں کیا جو تم سے کھیلتی“ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے والد گرامی احد کے دن شہید ہو گئے اور اپنے پیچھے نو بیٹیاں چھوڑیں ہیں، وہ میری نو بہنیں ہیں، اس لیے میں نے یہ ناپسند کیا کہ ان کے پاس ایک ایسی کنواری عورت کو لاؤں جو انہی کی طرح ناتجربہ کار ہو (یعنی جو بہتر طریقہ سے خود کی خدمت نہ کر سکے) لیکن میں نے ایک ایسی عورت سے شادی کی ہے، جو ان کو کنگھا دے سکے اور ان کی دیکھ بھال کر سکے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”تم نے ٹھیک کیا۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- جاریہ: چھوٹی دوشیزہ کو کہتے ہیں، خرقاء: وہ عورت جو بہتر ڈھنگ سے نہ اپنی خدمت کر سکے اور نہ دوسروں کی۔
- نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا اپنے اصحاب پر توجہ دینا اور ان کے احوال دریافت کرنا، اور ان کی رہنمائی بہترین اور اکمل چیز کی طرف کرنا۔
- کنواری عورت سے شادی کرنا زیادہ بہتر ہے نیز اس کے ساتھ دل لگی اور کھیل کود کرنا مندوب و محبوب ہے، یہ مکمل الفت و محبت سے عبارت ہوتی ہے، کیوں کہ بسا اوقات شوہر دیدہ (بیوہ) عورت کا

دل پہلے شوہر سے وابستہ ہوتا ہے، اس لیے کنواری عورت کے بر خلاف ایسی عورت کی محبت دوسرے شوہر کے ساتھ پورے طور پر نہیں ہو پاتی ہے۔

- عورت کا اپنے شوہر کی خدمت کرنے نیز اس کی رضامندی کے بموجب شوہر کے اہل وعیال اور اس کی دوسری بیوی کے بال بچوں کی خدمت کرنے کا جواز، البتہ بیوی کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں ہے۔
- جس شخص کی حالت جابر رضی اللہ عنہ کی طرح ہو تو اس کے حق میں کم عمر کی باکرہ عورت کے بالمقابل شادی شدہ بیوہ عورت سے شادی کرنا افضل ہے، البتہ دیگر حالات میں باکرہ کو ثیبہ پر مقدم کرنا بہتر ہے، کیوں کہ شوہر کی طبیعت و معیشت کی مناسبت اور اس کی چاہت کے اعتبار سے باکرہ کی نشو و نما میں سہولت و آسانی ہوتی ہے۔

آج کی حدیث

٢٣٧- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَارِيَةً وُجِدَ رَأْسُهَا قَدْ رُضَّ بَيْنَ حَجَرَيْنِ فَسَأَلُوهَا مَنْ صَنَعَ هَذَا بِكِ فُلَانٌ فُلَانٌ حَتَّى ذَكَرُوا يَهُودِيًّا فَأَوْمَتْ بِرَأْسِهَا فَأُخِذَ الْيَهُودِيُّ فَأَقَرَّ فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَضَّ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ. رواه البخاري ومسلم.

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچلا ہوا ملا تو لوگوں نے اس سے پوچھا: تمھارے ساتھ یہ کس نے کیا؟ فلاں نے؟ فلاں نے؟ یہاں تک کہ لوگوں نے ایک یہودی شخص کا تذکرہ کیا تو اس نے اپنے سر سے اس کی طرف اشارہ کیا۔ پس یہودی کو گرفتار کیا گیا اور اس نے اقبالِ جرم کر لیا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے سر کو پتھر کے ذریعہ کوٹنے کا حکم دیا۔ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- جاریہ کا اطلاق آزاد عورت اور لونڈی پر ہوتا ہے، جو بچی کی عمر میں ہو اور بالغ نہ ہو، اور یہاں ظاہر یہی ہے کہ یہ آزاد تھی، کیوں کہ دوسری روایت میں انصار کی بچی کا تذکرہ ہے۔
- بے شک قاتل کو اسی آلہ اور طریقہ سے قتل کیا جائے گا، جس سے اس نے مقتول کو قتل کیا ہو اگر ممکن ہو، ورنہ تلوار سے یا گولی مار کر قتل کیا جائے گا، جسے شرعی تنفیذی کمیٹی مناسب سمجھے گی۔
- علما نے کہا ہے: اگر کسی ایسے چیز سے قتل کیا ہے، جس سے بیشتر حالات میں قتل واقع ہو جاتی ہے تو یہ قتل عمد ہے، اور اگر کسی ایسے چیز سے قتل کیا ہے، جس سے عموماً قتل واقع نہیں ہوتی تو یہ "شبہ عمد" ہے یعنی جان بوجھ کر قتل کرنے کے مشابہ ہے۔
- زخم خوردہ شخص سے سوال کرنا جائز ہے کہ اسے کس نے زخمی کیا ہے؟ امام نوویؒ فرماتے ہیں: سوال کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ متہم شخص کا پتہ لگا کر اس سے مطالبہ کیا جا سکے، پس اگر وہ اقرار کرتا ہے تو اس کے خلاف قتل ثابت ہو گا، اور اگر انکار کرے تو اس کے قول کو قسم دلانے کے ساتھ مانا جائے گا اور مجرد زخمی شخص کے قول یا دعویٰ سے کچھ بھی لازم نہیں آئے گا۔
- ابن منذر فرماتے ہیں: اس بات پر علما کا اجماع ہے کہ آدمی کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا۔

آج کی حدیث

٢٣٨- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَمَا أَعْدَدْتَ لِلسَّاعَةِ قَالَ حُبَّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ قَالَ فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ فَمَا فَرِحْنَا بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحًا أَشَدَّ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ فَأَنَا أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِأَعْمَالِهِمْ. رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! قیامت کب واقع ہو گی؟ آپ نے فرمایا: ''تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟'' عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک تو ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن سے تو نے محبت کی ہے۔'' انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: ہم لوگوں کو اسلام کے بعد نبی ﷺ کے اس فرمان سے زیادہ کبھی کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اللہ اور اس کے رسول سے، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں گا، اگرچہ میں نے ان کے اعمال جیسا عمل نہیں کیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اس آدمی کے بارے میں حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری'' میں یہ صراحت کی ہے کہ یہ ذوالخویصرہ یمانی رضی اللہ عنہ تھے جنھوں نے سوال کرنے کے بعد مسجد میں پیشاب کر دیا تھا، پھر رسول اللہ ﷺ نے انھیں یہ سکھایا کہ مسجدیں نماز اور عبادت کے لیے ہیں۔

- حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: کرمانی نے کہا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے سائل کے ساتھ حکیمانہ اسلوب اختیار کیا ہے۔ اور وہ سائل کے مطالبہ کے بغیر اس چیز کا حاصل ہونا ہے جو اسے درپیش ہو یا جو اس کے لیے سب سے اہم ہو۔
- عالم کا سائل کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا اور اس کی توجہ اس چیز کی طرف مبذول کرانا جو اس کے لیے عظیم فوائد کے ساتھ لوٹے۔
- بے شک دار آخرت کے لیے تیاری کرنا اور موت کے بعد کے لیے عمل کرنا ہی اہم چیز ہے، جس کی طرف ہمتوں کو مصروف کرنا چاہیے۔
- اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کے شان کی عظمت۔ اور یہ محبت کرنے والے کے دل میں ایمانی حلاوت اور ایمان کے اصولوں میں سے ایک عظیم اصل ہے۔
- نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس حدیث میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور صالحین واہلِ خیر حضرات سے محبت کرنے کی فضیلت کا ذکر ہے، خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ۔ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کی فضیلت ان دونوں کے حکموں کو بجالانا ہے اور ان کی منع کردہ چیزوں سے اجتناب کرنا ہے اور شرعی آداب کا لحاظ رکھنا ہے۔ صالحین کی محبت سے فائدہ اٹھانے کے لیے صالحین جیسے عمل پائے جانے کی شرط نہیں ہے، کیوں کہ اگر وہ عمل کرتا تو وہ اُنہی میں سے ہوتا اور ان کی طرح ہوتا۔

آج کی حدیث

۲۳۹- عن أنس رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قال: قدم رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ المدينةَ ليس له خادمٌ، فأخذ أبو طلحةَ بيدي، فانطلق بي إلى رسول اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ فقال: يا رسولَ اللهِ، إن أنسًا غلام كيِّسٌ فلْيخدمكَ، قال : فخدمتُه في السفرِ والحضرِ، ما قال لي لشيءٍ صنعتُه لم صنعتَ هذا هكذا، ولا لشيءٍ لم أصنعْه لم تصنعْ هذا هكذا. رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے اوران کا کوئی خادم نہیں تھا۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! انس ہوشیار لڑکا ہے یہ آپ کی خدمت کرے گا۔ انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: میں نے سفر وحضر میں آپ ﷺ کی خدمت کی، آپ نے کبھی مجھے میرے کیے ہوئے کام کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ تم نے اسے ایسا کیوں کیا؟ اور کبھی کسی چیز کے بارے میں جسے میں نے نہیں کیا، یہ نہیں کہا کہ تو نے اسے ایسا کیوں نہیں کیا؟ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد :

- چھوٹے سے ہی انس رضی اللہ عنہ اوران کی نجابت وشرافت کی فضیلت۔ نبی ﷺ کے مدینہ تشریف لانے اور ان کی ماں ام سلیم کی ابو طلحہ رضی اللہ عنہم سے شادی کے بعد ان کی ابتدائی خدمت بیت نبوت میں رہی۔
- نبی ﷺ کے کمالِ اخلاق، حسن معاشرت، حلم وبردباری اور عفوودرگزر کا بیان۔
- گذری چیز پر سزا کے ترک کرنے کا بیان، کیوں کہ یہاں پر اس بات کی چھوٹ اور گنجائش ہے کہ ضرورت پڑنے پر اس کام کو دوبارہ کرنے کا حکم دیا جائے۔
- زبان کو زجر وتوبیخ اور ملامت ومذمت والے الفاظ استعمال کرنے سے پاک رکھنا۔
- اہل وعیال، نوکر چاکر اور اپنے ماتحت کام کرنے والے دیگر لوگوں کی دل جوئی کرتے رہنا چاہیے۔

- حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یہ تمام باتیں ان امور و معاملات کے بارے میں ہیں جن کا تعلق انسان کے اپنے معاملے اور حصے سے ہوں لیکن اگر یہ امور و معاملات شرعاً لازم ہوں تو ان میں چشم پوشی اور عفو و درگزر سے کام لینا درست نہیں ہے، کیوں کہ اس کا تعلق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے باب سے ہے۔

آج کی حدیث

٢٤٠- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ فِي الطُّرُقَاتِ) قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَنَا بُدٌّ مِنْ مَجَالِسِنَا نَتَحَدَّثُ فِيهَا. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجْلِسَ فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ قَالُوا: وَمَا حَقُّهُ؟ قَالَ: (غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْأَذَى وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنْ الْمُنْكَرِ) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم لوگ راستوں میں بیٹھنے سے بچو!“ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے اپنی مجلسوں میں بیٹھے بغیر چارہ نہیں ہے، وہیں ہم ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تمھارے بیٹھنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تو راستے کا حق دو۔“ لوگوں نے کہا: راستے کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نگاہ پست رکھنا، تکلیف دینے والی چیز کو دور کرنا، سلام کا جواب دینا، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- راستوں میں بیٹھنے کی ممانعت۔ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ گذر گاہیں ہیں بیٹھنے کی جگہیں نہیں ہیں اور پھر راستے میں بیٹھنے والا فتنہ اور تکلیف سے دوچار ہوتا ہے، خواہ خود اس کے ساتھ ایسا معاملہ ہو یا پھر اس کی طرف سے راستہ گذرنے والوں کے ساتھ یہ معاملہ پیش آئے۔
- آپ ﷺ کے فرمان (مَا لَنَا بُدٌّ) کا مفہوم ہے: ہمارے لیے اس کے سوا کوئی جائے مفر نہیں ہے۔ ایسا ان لوگوں نے راستوں میں بیٹھنے کی حاجت و ضرورت کی وجہ سے کہا تھا۔
- راستے کے بہت سے حقوق ہیں، لیکن نبی ﷺ نے اس حدیث میں اہم واجب امور کے ذکر پر ہی اکتفا کیا ہے۔

- راستے میں بیٹھنے والوں پر لوگوں سے اپنی نگاہیں پست رکھنا واجب ہے کہ کہیں وہ فتنہ کے نہ شکار ہو جائیں، یا اپنی نگاہوں سے دوسروں کو تکلیف دیں، کیوں کہ نظر بد حق ہے۔
- راستہ سے گذرنے والوں کے لیے تکلیف پہنچانے والی چیز کو دور کرنا واجب ہے۔ اور جب وہ سلام کریں تو انھیں سلام کا جواب دینا بھی واجب ہے۔
- راستے کے حقوق میں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا ہے، اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو تم اس راستہ میں نہ بیٹھو۔
- اس حدیث سے ایک فقہی قاعدہ پر استدلال کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ (درء المفسدة أولى من جلب المصلحة) یعنی ”مفاسد کا دور کرنا مصالح کے حصول پر مقدم اور فوقیت رکھتا ہے۔“

آج کی حدیث

٢٤١- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَثَرَ صُفْرَةٍ فَقَالَ (مَا هَذَا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ. قَالَ: فَبَارَكَ اللَّهُ لَكَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ) رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عبد الرحمان بن عوف پر زرد نشان کا اثر دیکھا تو فرمایا: ”یہ کیا ہے؟“ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے سونے کی ایک گٹھلی کے وزن پر ایک عورت سے شادی کی ہے۔ (راوی کہتے ہیں کہ پھر) آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تمھارے لیے برکت عطا کرے، تم ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی ہو۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- دولہن بعض رنگوں، تیلوں اور خوشبوؤں کو استعمال کرتی ہے تاکہ اپنے شوہر کے لیے سج دھج سکے، اور ان رنگوں کا اثر کبھی شوہر کے کپڑے اور اس کے جسم پر بعد میں باقی رہ جاتا ہے، اور اسی چیز کو نبی ﷺ نے عبد الرحمان بن عوف پر دیکھا اور اس کے بارے میں دریافت کیا، اس پر انھوں نے کہا: میں نے شادی کی ہے۔
- امام اور لوگوں میں سے افضل شخص کے لیے اپنے ساتھیوں کا پتہ لگانا اور ان کی تبدیلئ حالات کے بارے میں سوال کرنا مستحب ہے۔
- سونے کی ایک گٹھلی کا وزن، چاندی کے پانچ درہم کی قیمت کے برابر ہوتا ہے۔
- مہر دینا ضروری ہے اور یہ کم ہونا چاہیے، کیوں کہ سونے کی گٹھلی کا وزن بہت کم ہوتا ہے۔ نیز کم سے کم مہر کی کوئی حد نہیں ہے اور نہ زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد ہے یعنی کہ اس کے اول اور آخر کی کوئی حد نہیں

ہے۔ البتہ مہر میں حد سے تجاوز کرنا اور اسے بھاری بھر کم رکھنا درست نہیں ہے۔ معمولی اور کم مہر کا ہونا جائز ہے اور یہ شادی میں برکت کا سبب ہے۔

- دولہے کو برکت کی دعا دی جائی گی۔ عبد الرحمان بن عوف نبوی دعا کی برکت سے شرف یاب ہوئے۔ (برکت کی حالت بیان کرتے ہوئے وہ خود) کہتے ہیں: تم مجھے دیکھوگے کہ اگر میں کوئی پتھر اٹھاتا ہوں تو یہ امید کرتا ہوں کہ میں سونا یا چاندی حاصل کر رہا ہوں۔
- ولیمے کا استحباب اور یہ سنت و برحق ہے۔ تنگی و کشادگی، شوہر کی حالت اور مدعوین کی تعداد کے مطابق ولیمے میں ایک بکری کا کرنا یا زیادہ کا کرنا مسنون ہے۔

آج کی حدیث

٢٤٢- عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ إِلَّا فِي رُبْعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا). رواه البخاري ومسلم

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چور کا ہاتھ چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ پر کاٹا جائے گا۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- چوری میں ہاتھ کاٹنے کا نصاب چوتھائی دینار سونا ہے یا تین درہم چاندی کی قیمت ہے یا اس کے مقدار نقدی سکہ ہے۔
- اس حدیث میں ان لوگوں کی تردید ہے، جو یہ خیال کرتے ہیں کہ چور کا ہاتھ تھوڑے یا زیادہ مال میں کاٹا جائے گا۔
- ہاتھ کا کاٹنا چور کے لیے ایک شرعی حد اور سزا ہے۔ چور وہ ہے جو خفیہ طور پر کسی کے محفوظ مال کو لے لے۔ نیز غاصب، لٹیرا اور اچکنے والا چور نہیں ہے، ایسے لوگوں کے لیے تعزیری سزائیں مقرر ہیں جنھیں قاضی طے کرے گا۔
- بے شک حد کا قیام اس برائی کے لیے کفارہ ہوتا ہے جس کے لیے حد قائم کیا گیا ہے اور اس پر اجماع ہے۔
- علما کے یہاں چور کے ہاتھ کاٹنے سے متعلق کچھ شروط ہیں، جن میں سے سب سے اہم شرط یہ ہے کہ مال مسروق اسی جیسے حفاظتی جگہ میں ہو اور یہ حفاظتی جگہ مالوں، شہروں اور حاکموں کے اختلاف کے مطابق مختلف ہوتا ہے۔
- اس اہم حکم کے اندر ایک عظیم تشریعی حکمت پائی جاتی ہے۔ اور سب کے سب حدود رحمت و نعمت ہیں۔
- چوری کے حد کا قیام لوگوں کے اموال اور ان کے پراپرٹیز (جائداد) کی حفاظت کرتا ہے۔

آج کی حدیث

٢٤٣- عن سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه قال مرضت فعادني النبي صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله! ادع الله أن لا يردني على عقبي. قال: (لعل الله يرفعك وينفع بك ناسا) قلت: أريد أن أوصي وإنما لي ابنة. قلت: أوصي بالنصف. قال: (النصف كثير) قلت: فالثلث. قال: (الثلث والثلث كثير أو كبير) قال: فأوصى الناس بالثلث وجاز ذلك لهم. رواه البخاري ومسلم

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ: میں بیمار ہوا تو نبی ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ مجھے میری ایڑی کے بل واپس نہ کرے۔ (یعنی مکہ میں مجھے موت نہ آئے) آپ نے فرمایا: ”شاید اللہ تمھیں لمبی عمر عطا فرمائے اور تمھارے ذریعہ لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔“ میں نے کہا: میں وصیت کرنا چاہتا ہوں اور میری ایک بیٹی ہے، کیا میں آدھے مال کی وصیت کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”آدھا زیادہ ہے۔“ میں نے کہا: تہائی؟ آپ نے فرمائی: ”تہائی کرسکتے ہو، البتہ یہ بھی زیادہ ہے یا بڑی ہے۔“ راوی کہتے ہیں کہ: لوگ ایک تہائی مال کی وصیت کرنے لگے کیونکہ تہائی کی مقدار ان کے لیے جائز تھی۔ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- بیمار شخص کی تیاری داری کرنے کی مشروعیت اور یہ مسلمان کے حقوق میں سے ہے کہ جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کی جائے۔ تیمار داری کا مریض کی ذات پر اچھا اثر پڑتا ہے اور اللہ کے نزدیک تیمار داری کا اجر بہت بڑا ہے۔
- اہلِ خیر وصلاح سے دعا طلب کرنے کی مشروعیت کا بیان۔
- مسلمان شخص کا اپنے مسلم بھائی کے لیے دنیا وآخرت کے بھلائی کی دعا کی مشروعیت۔

- مالِ حلال کا جمع کرنا جائز ہے، جیسا کہ سعد رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحابِ ثروت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا۔
- مرض الموت میں مبتلا مریض کے لیے تہائی مال سے زیادہ مال کا صدقہ کرنا جائز نہیں ہے تا کہ ورثہ کا حق متاثر نہ ہو۔
- علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس کا کوئی وارث ہو تو اس کی اس وصیت کو جو تہائی مال سے زیادہ پر مشتمل ہو، ورثاء کی اجازت کے بغیر نافذ نہیں کیا جائے گا۔
- یہ حدیث نبوی معجزات میں سے ہے، جیسا کہ سعد رضی اللہ عنہ فتحِ عراق وغیرہ تک زندہ رہے اور ان کے ذریعہ بہت سارے لوگوں نے اپنے دین اور دنیا میں فائدہ حاصل کیا اور کفار کو ان کے ذریعہ تکلیف ونقصان پہنچی۔

آج کی حدیث

٢٤٤- عن جابر رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (مثلي ومثلكم كمثل رجل أوقد ناراً فجعل الجنادب والفراش يقعن فيها وهو يذبهن عنها وأنا آخذ بحجزكم عن النار وأنتم تفلتون من يدي) رواه مسلم.

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری مثال اور تمھاری مثال اس آدمی کی طرح ہے، جو آگ روشن کرے اور پھر اس میں کیڑے مکوڑے، جگنو اور پتنگے گرنے لگیں اور وہ ان کو اس سے دور کر رہا ہو۔ میں تمھاری کمروں کو پکڑ تم کو آگ سے دور کر رہا ہوں اور تم ہو کہ میرے ہاتھ کو چھڑا کر بھاگے جا رہے ہو۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- جنادب جمع ہے ”جندب“ کی، اور یہ ٹڈی کی طرح ایک مخلوق ہے، جس کی ٹڈی کی طرح یا اس سے چھوٹے چار بازو ہوتے ہیں، وہ اڑتا ہے اور رات میں بہت تیز صر صر کی آواز نکالتا ہے۔ فراش جمع ہے ”فَرَاشة“ کی اور یہ معروف و مشہور ہے، جسے عام طور پر پروانہ اور تتلی کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کے فرمان (بحُجُزِكُمْ) ”حُجُز“ جمع ہے ”حجزة“ کی، انسانی جسم کے درمیان میں ازار یا شلوار باندھنے کی جگہ کو کہتے ہیں یعنی کمر کا حصہ۔
- نبی ﷺ کا اپنی امت کے ساتھ انتہائی خیر خواہی کرنا نیز ان کے ساتھ شفقت و رحمت اور ان کی نجات کی حرص رکھنا۔
- معلمین اور خیر کی طرف رہنمائی کرنے والوں کو تعلیم وارشاد میں مثالیں اختیار کر کے اپنے بیان کی وضاحت کرنے کی تنبیہ، کیوں کہ مثالوں کے ذریعہ بات کی وضاحت ہوتی ہے۔

- نافرمانوں کو پتنگوں او جھینگروں سے جہالت اور عدم تمیز میں اور نفس کو ہلاک کرنے کے اسباب اپنانے میں تشبیہ دینا۔
- اس بات کا اشارہ کہ جہنم شہوتوں سے گھیر دی گئی ہے۔
- نبی مصطفیٰ ﷺ کی سنت کی اتباع کرنے اورآپ کے لائے ہوے حق اور ہدایت کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کی ترغیب۔
- مسلمان کو اپنے نفس وغیرہ کو تباہی سے نجات وگلوخلاصی دلانے کی تنبیہ۔

آج کی حدیث

٢٤٥- عَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ (غَطُّوا الْإِنَاءَ وَأَوْكُوا السِّقَاءَ فَإِنَّ فِي السَّنَةِ لَيْلَةً يَنْزِلُ فِيهَا وَبَاءٌ لَا يَمُرُّ بِإِنَاءٍ لَيْسَ عَلَيْهِ غِطَاءٌ أَوْ سِقَاءٍ لَيْسَ عَلَيْهِ وِكَاءٌ إِلَّا نَزَلَ فِيهِ مِنْ ذَلِكَ الْوَبَاءِ) رواه مسلم

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”برتن کو ڈھک دو اور مشکیزہ کے منھ کو باندھ دو، کیوں کہ سال میں ایک ایسی رات ہے، جس میں وبا نازل ہوتی ہے، جب وہ کسی ایسے برتن سے گذرتی ہے، جس پر کوئی ڈھکن نہ ہو یا مشکیزہ جس پر اس کا بندھن نہ ہو تو اس وبا میں سے اس میں (کچھ نہ کچھ) نازل ہو جاتی ہے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- السِّقَاءَ: سے مراد وہ مشکیزے ہیں، جس میں پانی کو محفوظ کیا جاتا ہے۔ وأوكوا: یعنی اسے باندھ دو، اور یہاں مقصود یہ ہے کہ مشکیزوں اور صراحیوں کے منھ کو کسی رسی اور بندھن سے باندھ دو تا کہ پانی کی حفاظت ہو سکے۔
- ابن قیم رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: ”اور یہ چیز اطبا کے علوم اور ان کی معارف حاصل نہیں کر سکتی۔ اور لوگوں میں جو تجربہ کار عقل مند حضرات ہیں انھیں اس کا بخوبی علم ہے۔“
- کھانے اور پینے کے برتن کو ڈھکنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس کی وجہ شیطان سے ان کی حفاظت ہو جاتی ہے، کیوں کہ شیطان کسی ڈھکن کو نہیں کھول سکتا اور نہ ہی کسی مشکیزہ کو کھول سکتا بشرطیکہ برتن ڈھکنے کے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کو لیا جائے (یعنی بسم اللہ کہہ کر بند کیا جائے)، خواہ برتن کی سوراخ یا منھ پر کوئی لکڑی ہی رکھ کر اس کو ڈھکا جائے۔
- برتنوں کے ڈھانکنے کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اسے اس وبا سے محفوظ کرنا ہے، جو سال میں ایک بار نازل ہوتی ہے۔ لیث بن سعد جو حدیث کے راویوں میں سے ایک ہیں فرماتے ہیں: ہمارے یہاں عجمی لوگ سال میں جنوری کے مہینے میں اس رات سے ڈرتے ہیں۔
- برتنوں کے ڈھانکنے کے ایک فائدہ یہ ہے کہ نجاست، گندگی اور کیڑوں مکوڑوں سے اس کی حفاظت کرنا ہے۔

- نبی ﷺ کا اپنی امت کو عام سلامتی امور کی تعلیم دینے کا حرص رکھنا جو نقصان کو روکتی ہے اور نفع کو لاتی ہے۔

آج کی حدیث

٢٤٦- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى مِائَةِ امْرَأَةٍ أَوْ تِسْعٍ وَتِسْعِينَ كُلُّهُنَّ يَأْتِي بِفَارِسٍ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَلَمْ يَقُلْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَلَمْ يَحْمِلْ مِنْهُنَّ إِلاَّ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ جَاءَتْ بِشِقِّ إنسان وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ قَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فُرْسَانًا أَجْمَعُونَ) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”سلیمان بن داوٗد علیہما السلام نے کہا کہ آج رات میں سو بیویوں یا ننانوے بیویوں کے پاس چکر لگاؤں گا اور ہر بیوی ایک شہسوار جنے گی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ ان سے ان کے ساتھی نے کہا ان شاء اللہ، مگر انھوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا۔ چناں چہ ان میں سے صرف ایک عورت کو حمل ہوا اور اس نے ایک نصف انسان (ناقص و ناتمام بچے) کو جنم دیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، اگر وہ ان شاء اللہ کہے ہوتے تو سب کے سب اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے شہسوار پیدا ہوتے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- طواف یعنی چکر لگانے سے یہاں مراد جماع کرنے سے کنایہ ہے۔ گویا کہ انھوں نے کہا: آج میں ساری بیویوں سے ہم بستری کروں گا۔
- عدد کا مفہوم حجت نہیں ہے، اور یہ بذاتہ مقصود نہیں ہے، بلکہ اس سے کثرت مراد ہے، جیسے آپ اپنے ساتھی سے کہیں: میں سو بار آپ کی زیارت کے لیے آیا مگر آپ کو نہ پایا، اور حقیقت میں تم نے سو کا عدد مراد نہیں لیا ہے، بلکہ اس سے تمھاری مراد یہ ہے کہ تم کئی بار اس کی زیارت کے لیے آئے ہو۔
- حافظ ابن حجر ”فتح الباری“ میں کہتے ہیں: ”اس حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ انبیا کو جماع کی قوت عطا کی گئی تھی جس پر صحیح دلیلیں موجود ہیں، نیز عبادت اور علوم میں مشغول رہنے کے باوجود بھی

انھیں قوتِ مردانگی اور کمالِ رجولیت عطا کی گئی تھی۔ نبی کریم ﷺ کے لیے یہ بڑا معجزہ ثابت ہوا، کیونکہ آپ اپنے رب کی عبادت اور علوم میں مشغول رہنے اور مخلوق کا معالجہ کرنے کے ساتھ ساتھ کم کھاتے اور پیتے تھے جو کثرت جماع کی وجہ سے بدن کی کمزوری کا متقاضی تھا،اس کے باوجود بھی آپ ﷺ ایک رات میں ایک غسل سے گیارہ بیویوں کا چکر لگاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ: جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہو گا تو اس کی شہوت بھی انتہائی شدید ہو گی، کیوں کہ جو تقویٰ نہیں اختیار کرتا وہ نظرِ حرام وغیرہ کے مشاہدہ سے تسلی وخوشی حاصل کر لیتا ہے۔

- بے شک استثنا قسم نہ پائے جانے کی صورت میں وجہ جواز اور عذر کی حیثیت رکھتا ہے۔ بے شک جو کوئی شخص قسم کھائے اور ’’ان شاء اللہ‘‘ کہے یعنی استثنائی صورت اپنائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہو گا یعنی وہ قسم توڑنے والا نہیں ہو گا۔

آج کی حدیث

۲۴۷- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قال: (العجماء جرحها جبار، والبئر جبار، والمعدن جبار، وفي الركاز الخمس) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جانور کے (زخم و نقصان پہنچانے پر) کوئی تاوان نہیں ہے، کنواں کی کھدائی میں (ہلاک ہونے پر) کوئی تاوان نہیں، کان کی کھدائی میں (ہلاک ہونے پر) کوئی تاوان نہیں اور جاہلیت کے دفینہ میں (بیت المال کا) پانچواں حصّہ ہے۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (العجماء) سے مقصود چوپائے ہیں، اور انھیں عجما اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ بولتے نہیں، اور (جبار) کے معنی ہدر یعنی معاف کے ہے۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ جانور جو اپنے مالک سے بھاگ جائے جب وہ کسی چیز کو نقصان پہنچائے اور اسے تباہ کر دے تو اس کے مالک پر کوئی گارنٹی اور ضمانت نہیں ہے۔
- امام نووی "شرح مسلم" میں کہتے ہیں: "علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ دن میں اگر کوئی جانور نقصان پہنچائے اور اس کے ساتھ کوئی نہ ہو تو اس میں کوئی گارنٹی نہیں ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ کوئی سوار یا ڈرائیور ہو یا قائد و رہبر ہو تو جمہور علما کے یہاں کسی چیز کو نقصان پہنچانے پر اس کی ضمانت واجب ہو گی۔"
- المعدن: معدن (کان) زمین کے اندر اس کی جنس کے علاوہ سونے یا چاندی، یا لوہا، یا تانبہ، یا پیتل وغیرہ کا پایا جانا۔ اور یہاں مراد یہ ہے کہ جو شخص کسی کو کانوں میں سے کسی کان کی کھدائی کے لیے اجرت پر رکھے اور وہ اس کام کی وجہ سے ہلاک ہو جائے تو وہ ہدر ہو گا یعنی کھدائی کروانے والے کے ذمہ کچھ جرمانہ اور تاوان نہ ہو گا۔
- (والبئر جبار) کسی شخص کو کنواں کھودنے کے لیے اجرت پر رکھا جائے اور وہ اس میں گر کر مر جائے تو اس کا خون بے کار جائے گا۔

- الرکاز (مال مدفون) سونا، چاندی، جواہرات اور موتی میں سے جسے جاہلیت میں زمین کے اندر دفن کر دیا گیا ہو اور جس پر کوئی ایسی نشانی ہو جو اسلام سے پہلے کے ہونے پر دلالت کرے، تو جو شخص بھی اس قسم کا کوئی چیز پائے تو اسے پانچ حصے میں تقسیم کرے گا، اور اس کا پانچواں حصہ مسلمانوں کے بیت المال میں دے گا اور بقیہ چار حصے خود لے گا۔

آج کی حدیث

٢٤٨- عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ يَطَأُ فِي سَوَادٍ وَيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ فَأُتِيَ بِهِ لِيُضَحِّيَ بِهِ فَقَالَ لَهَا يَا عَائِشَةُ هَلُمِّي الْمُدْيَةَ ثُمَّ قَالَ اشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ فَفَعَلَتْ ثُمَّ أَخَذَهَا وَأَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ ثُمَّ ذَبَحَهُ ثُمَّ قَالَ بِاسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ضَحَّى بِهِ. رواه مسلم

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگوں والا مینڈھا لانے کا حکم دیا، جو سیاہی میں چلتا ہو، سیاہی میں بیٹھتا ہو اور سیاہی میں دیکھتا ہو، چناں چہ ایسا مینڈھا لایا گیا تاکہ اس کی قربانی کی جائے، آپ ﷺ نے عائشہ سے کہا: چھری لاؤ۔ اور فرمایا: اسے پتھر سے تیز کرلو۔ کہتی ہیں میں نے اسے تیز کیا، پھر آپ ﷺ نے چھری لی اور مینڈھا کو پکڑ کر لٹایا اور پھر (بِاسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ) پڑھا اور اس کی قربانی کی۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- فرمانِ نبوی (يمشي في سواد) کا مطلب ہے کہ اس کے دونوں ٹانگ کالے ہوں۔ (ویأکل فی سواد) یعنی اس کا پیٹ سیاہ ہو۔ (وینظر فی سواد) یعنی اس کے دونوں آنکھ کے اردگرد سیاہی ہو۔ اور اس کا بقیہ حصہ سفید تھا اور وہ بہت خوبصورت تھا۔ "المدية" چھری کو کہتے ہیں۔ اور (اشحذيها) کا معنی ہے اس کے دھار کو تیز کردو۔
- امام نووی کہتے ہیں: اس حدیث میں تقدیم وتاخیر ہے اور تقدیر کلام یوں ہے: "اسے لٹایا پھر یہ دعا (باسم الله اللهم تقبل من محمد وآل محمد وأمته) پڑھ کر اسے ذبح کیا۔"
- قربانی کرنا اور اس کا بغیر وکیل بنائے خود ذبح کرنا مستحب ہے اور ذبح کے وقت "بسم اللہ اللہ اکبر" کہا جائے گا۔

- سینگ والے جانور کی قربانی کرنا اور ذبح میں نرمی کرنا، چھری تیز کرنا اور بکری کو ذبح کرتے وقت لٹانا مستحب ہے۔
- علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ذبح کے وقت بکری کو بائیں پہلو پر لٹانا ہو گا، کیوں کہ ذبح کرنے والے کے لیے چھری کو داہنے میں لینے اور اس کے سر کو بائیں سے پکڑنے میں آسانی ہو گی۔
- ایک بکری کا تمام گھر والوں کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے۔
- بیوی اور گھر والوں کا قربانی کرنے والے کے ساتھ اس عبادت کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کرنے میں مشارکت کرنا درست ہے۔

آج کی حدیث

٢٤٩- عن أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ رضي الله عنها، أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ : (لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُولُ خَيْرًا وَيَنْمِي خَيْرًا). قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : وَلَمْ أَسْمَعْ يُرَخَّصُ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُ النَّاسُ كَذِبٌ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ : الْحَرْبُ، وَالْإِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ، وَحَدِيثُ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ وَحَدِيثُ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا. رواه مسلم

سیدہ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جو شخص لوگوں کے درمیان صلح کرائے اور اچھی بات کہے یا کوئی اچھی بات پہنچائے (منسوب کرے) وہ جھوٹا نہیں ہے۔“ ابن شہاب کہتے ہیں: میں نے لوگوں کی باتوں میں سے صرف تین چیز میں جھوٹ بولنے کی رخصت کے بارے میں سنا ہے: جنگ میں، لوگوں کے درمیان صلح کرانے میں اور خاوند کا اپنی بیوی سے (راضی کرنے کی) بات اور بیوی کا اپنے شوہر سے (اسے خوش) کرنے کی بات۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اصل میں جھوٹ بولنا حرام ہے، البتہ ان تین امور میں جھوٹ بولنے کی رخصت دی گئی ہے کیوں کہ اس پر عظیم مصلحت مرتب ہوتے ہیں۔
- دو جھگڑنے والے مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے۔
- دشمن کو دھوکہ دینے کے لیے حالتِ جنگ میں جھوٹ بولنا جائز ہے۔
- شوہر کا بیوی کو اپنے دل میں پائی جانے والی بات کے خلاف خبر دینا جائز ہے، اسی طرح بیوی کا شوہر کو۔

ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”مصلحت میں سے ہے: آدمی کا اپنی بیوی سے بات کرنا، اور عورت کا اپنے شوہر سے ایسی گفتگو کرنا جو الفت و محبت کو واجب کرے، جیسے بیوی سے کہے: تم میرے نزدیک

بہت قیمتی ہو، اور تم مجھے ساری عورتوں سے زیادہ محبوب ہو، اوراس طرح کی محبت پر مبنی باتیں، اگر چہ وہ ان میں جھوٹا ہی ہو۔ لیکن اس کا مقصد محبت پیدا کرنا ہو اور مصلحت اس بات کا متقاضی ہو۔"

- بیان کیا جاتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: میں تمھیں اللہ کی قسم کا واسطہ دیتا ہوں کیا تم مجھ سے پیار کرتی ہو؟ اس نے کہا: اگر تم مجھے اللہ کا واسطہ دیتے ہو تو نہیں، چناں چہ وہ نکلا اور عمرؓ کے پاس آیا۔ عمرؓ نے اس عورت کے پاس بھیجوا کر کہا: تو ہے جو اپنے شوہر سے کہتی ہے کہ: میں تجھ سے محبت نہیں کرتی؟ اس عورت نے کہا: اے امیر المومنین! مجھے اللہ کا واسطہ کیا میں جھوٹ بول سکتی ہوں؟ عمرؓ نے کہا: ہاں، تم جھوٹ بول سکتی ہو۔ ہر گھر محبت پر قائم نہیں ہوتے، لیکن لوگ اسلام اوراحسان کے ساتھ باہم معاشرت کرتے ہیں۔"

آج کی حدیث

٢٥٠- عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَمْرٍ فَتَنَزَّهَ عَنْهُ نَاسٌ مِنْ النَّاس فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَضِبَ حَتَّى بَانَ الْغَضَبُ فِي وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ: (مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْغَبُونَ عَمَّا رُخِّصَ لِي فِيهِ فَوَاللَّهِ لَأَنَا أَعْلَمُهُمْ بِاللَّهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً). رواه مسلم

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ایک معاملہ میں رخصت دی، لوگوں میں سے بعض نے اس سے دوری اختیار کیا (یعنی اس رخصت کو نہیں لیا)۔ جب نبی ﷺ تک یہ بات پہنچی تو غصہ ہوگئے یہاں تک کہ آپ کے چہرہ پر غضب نمایاں ہوگیا، پھر فرمایا: ”ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جو اس چیز سے بے رغبتی ظاہر کرتے ہیں، جس میں انھیں رخصت عطا کی گئی ہے، اللہ کی قسم! میں اللہ کے بارے میں ان سے زیادہ علم رکھنے والا ہوں اور ان سے زیادہ میں اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- نبی ﷺ اپنے صحابہ کو اسی چیز کا حکم دیتے تھے جس کی وہ طاقت رکھتے تھے اور جس پر ان کے لیے مداومت کرنا آسان ہوتا تھا، تاکہ وہ سستی اور اکتاہٹ کا شکار ہو کر اس کام کو چھوڑ نہ دیں۔
- رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور اطاعت کرنا واجب ہے۔
- رسول اللہ ﷺ جن امور کو انجام دیتے تھے اور جن امور سے بچتے تھے ان کے متعلق اللہ کی شریعت اور اس کی حکمت کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور وہ لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے تھے، لہٰذا آپ ﷺ کی اقتدا اور آپ کی پیروی کرنا ضروری ہے۔
- بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قرب حاصل کرنا اور اس کے لیے خشیت اختیار کرنا اس کے حکم کے مطابق ہوگا، نہ کہ دلی خیالات وتصورات کے ذریعہ اور ان اعمال کو تکلف کے طور پر کرنے سے جس کا اس نے حکم نہیں دیا ہے۔
- منکر وناپسندیدہ بات دیکھتے وقت یا اللہ تعالیٰ کے اوامر کو چھوڑے جانے کے وقت یا اس شخص کے اللہ عزوجل کے شرع کی تابعداری سے رک جانے کے وقت جو تمہاری ولایت کے تحت ہے، غضب کا اظہار کرنا جائز ومشروع ہے۔

- اسلام آسانی، رواداری اور وسطیت واعتدال کا دین ہے۔

آج کی حدیث

٢٥١- عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ رضي الله عنهم عَامَ حَجَّ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِنْ شَعَرٍ كَانَتْ فِي يَدِ حَرَسِيٍّ يَقُولُ يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هَذِهِ وَيَقُولُ إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ حِينَ اتَّخَذَ هَذِهِ نِسَاؤُهُمْ. رواه البخاري ومسلم

سیدنا حمید بن عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: انھوں نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو حج کے سال منبر پر کہتے سنا، اور وہ بال کا ایک گچھا لیے ہوئے تھے جو ان کے چوکیدار کے ہاتھ میں تھا اور کہہ رہے تھے: اے مدینہ والو! تمھارے علما کہاں گئے؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا ہے کہ وہ اس جیسی چیزوں سے منع فرماتے تھے اور فرماتے: ”بے شک بنو اسرائیل ہلاک کر دیئے گئے، جس وقت ان کی عورتوں نے اسے استعمال کیا۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کا فرمان (قُصّة) قاف کے ضمہ اور صاد کے تشدید کے ساتھ ہے، یعنی پیشانی کے بال کا ٹکڑا، اور حَرَسِيٌّ کا معنی: حارس وچوکیدار ہے۔
- امام کا خطبہ کے لیے منبر پر چڑھنا۔
- خطیب کا دورانِ خطبہ کسی ایسی چیز کا لینا جس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ وہ دینی معاملہ سے تعلق رکھتا ہے تاکہ جو اس سے جاہل ہو جان سکیں۔
- اللہ عزوجل جب کسی قوم کو کسی عمل کی وجہ سے ہلاک کر دے تو ہر مومن کو اس عمل سے بچنا واجب ہے۔

- عورت کا بال ادھار لینا اوراس کو اپنے بال سے جوڑنا حرام ہے۔اور شریعت نے واصلہ اور مستوصلہ پر لعنت کی ہے اور جب بنی اسرائیل میں اس کا ظہور ہوا تو اللہ نے انھیں اس کے سبب ہلاک کر دیا۔
- مسلمانوں کے حکمراں یاان کے نائب کو منکرات کا انکار کرنا چاہیے اور لوگوں کو اس سے باز رکھنا چاہیے۔
- مسلمانوں کے علما اور طلبۂ علم پر واجب ہے کہ مسلمانوں کو منکرات میں واقع ہونے اور کفار کی مشابہت اختیار کرنے سے ڈرائیں بالخصوص ان شرعی مخالفات میں جس میں عورتیں واقع ہوتی ہیں اور جو سابقہ امتوں کے ہلاکت کا سبب ہیں۔
- بے شک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا اس امت کے امن کی روح اور سفینۂ نجات ہے۔

آج کی حدیث

٢٥٢- عن أبي هريرة وحذيفة رضي الله عنهما قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((أَضَلَّ اللهُ عَنِ الجُمُعَةِ مَنْ كَانَ قَبْلَنَا، فَكَانَ لِلْيَهُودِ يَوْمُ السَّبْتِ وَكَانَ لِلنَّصَارَى يَوْمُ الْأَحَدِ، فَجَاءَ اللهُ بِنَا فَهَدَانَا اللهُ لِيَوْمِ الجُمُعَةِ، فَجَعَلَ الجُمُعَةَ وَالسَّبْتَ وَالْأَحَدَ وَكَذَلِكَ هُمْ تَبَعٌ لَنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، نَحْنُ الْآخِرُونَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا، وَالْأَوَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ المَقْضِيُّ لَهُمْ قَبْلَ الخَلَائِقِ)). رواه مسلم

سیدنا ابو ہریرہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ نے جمعہ کے سبب ہم سے پہلی امتوں کو ہلاک کر دیا، یہود کے لیے سنیچر کا دن تھا اور نصاریٰ کے لیے اتوار کا دن (مگر انھوں نے اس کا انتخاب نہ کیا) پھر اللہ نے ہمیں وجود بخشا اور جمعہ کے دن کی ہمیں توفیق دی۔ چناں چہ اس نے جمعہ سنیچر اور اتوار بنایا۔ اسی طرح وہ لوگ قیامت کے دن ہمارے تابع ہوں گے، ہم دنیا میں سب سے آخر میں آنے والے ہیں اور قیامت کے دن تمام مخلوقات سے پہلے ہمارے لیے فیصلہ کیا جائے گا۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کے فرمان: (ہم دنیا میں سب سے آخر میں وجود میں آئے اور روز قیامت پہلے ہوں گے) سے مراد یہ ہے کہ: ہم زمانی ترتیب کے اعتبار سے دنیا کی ساری قوموں سے آخر میں ہیں، لیکن روزِ قیامت فضیلت اور دخولِ جنت میں سبقت لے جانے والے ہوں گے، کیوں کہ یہ امت سب سے پہلی امت ہو گی، جسے جمع کیا جائے گا اور سب سے پہلے اس کا حساب و کتاب ہو گا اور سب سے پہلے ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔
- امت محمدیہ ﷺ کی فضیلت۔ اللہ نے اس امت کو چند عظیم خوشی کے تہواروں اور دنوں کی خصوصیت سے نوازا ہے اور اُنہی عظیم دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے، جس کی توفیق یہود و نصاریٰ کو ان کے زمانہ میں نہیں ملی۔

- **اہل سنت کا مذہب کہ بے شک ہدایت وگمراہی اور خیر وشر [۱] سب اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہوتا ہے اور یہ اللہ عزوجل کا فعل ہے۔**

---

[۱] "یہ بات ذہن میں رہے کہ اللہ شر محض پر مبنی کوئی فیصلہ نہیں کرتا اور نہ اس کی تخلیق کرتا ہے، رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: (والخیر کله في یدیک، والشر لیس إلیک) (صحیح مسلم کی حدیث رقم: ۷۷۱ کا ایک حصہ ہے) "یعنی تو شر محض کو پیدا نہیں کرتا بلکہ ہر وہ چیز جسے تو پیدا کرتا ہے وہ مبنی بر حکمت ہوتی ہے، تو وہ اس لحاظ سے خیر ہے۔ لیکن بعض لوگوں کے لیے اس میں کچھ شر بھی ہے، لیکن یہ شر جزئی اور اضافی ہے۔ رہا کلی شر یا شر مطلق تو اللہ کی ذات اس سے پاک ومنزہ ہے اور یہی وہ شر ہے جس کی نسبت اس کی جانب کرنا درست نہیں، اسی وجہ سے تنہا شر کی نسبت اس کی جانب نہیں کی جاسکتی بلکہ شر مطلق عام مخلوقات میں داخل ہوگا۔ ارشاد باری ہے: (اللہ خالق کل شيء) [الزمر: ۶۲] "اللہ ہی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔" نیز ارشاد ہے: (قل کلٌ مِن عندِ اللہ) [النساء: ۷۸] "آپ کہہ دیجیے کہ ہر چیز اللہ کی جانب سے ہے۔" یا اس کی نسبت سبب کی طرف کی جائے گی ارشاد باری ہے: (مِن شرِّ ما خلق) [الفلق: ۲] "میں اس چیز کی برائی سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں جو اس نے پیدا کی۔" یا اس کا فاعل حذف کر دیا جائے گا مثلا: ارشاد باری ہے: (وأنّا لا ندري أشرٌّ أُریدَ بِمَن في الأرض أم أرادَ بھم ربُّھُم رشدًا) [الجن: ۱۰] "اور ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے، یا ان کے ساتھ ان کے رب نے کسی بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔" [شرح عقیدہ طحاویہ: از ابن أبي العز الحنفی، ص ۳۵۴-۳۵۵، تصرف کے ساتھ۔

لہٰذا خیر اور شر دونوں کا فیصلہ اللہ ہی کرتا ہے۔ رہا خیر کا فیصلہ تو تو فیصلہ اور فیصلہ کی ہوئی چیز دونوں خیر محض پر مبنی ہوتے ہیں، اس کی مثال یہ ہے کہ اللہ لوگوں کے لیے کشادگی رزق، امن وسلامتی اور ہدایت ونصرت وغیرہ چیزوں کے فیصلے کرتا ہے تو یہ قضاء (فیصلہ) اور مقضی (فیصلہ کی ہوئی چیز) دونوں پر مبنی بر خیر ہوتے ہیں۔

رہا شر کے فیصلے کا معاملہ، تو وہ قدرے اس سے جدا ہے اس میں شر قضاء (فیصلے) میں نہیں ہوتا ہے بلکہ شر مقضی (فیصلہ کی ہوئی چیز) میں ہوتا ہے، اس کی مثال قحط اور بارش کا نہ ہونا ہے، یہ شر ہے، لیکن اس کے متعلق اللہ کا فیصلہ سر تا سر خیر پر مبنی ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ظھر الفساد في البر والبحر بما کسبت أیدي الناس لیذیقھم بعض الذي عملوا لعلھم یرجعون) [الروم: ۴۱] ترجمہ: "خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے فساد پھیل گیا ہے، اس لیے کہ انہیں ان کے بعض کیے ہوئے کا پھل انہیں چکھادے، بہت ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں۔" اس قضاء کی ایک انتہائی قابل قدر غایت ہے اور وہ اللہ کی نافرمانی سے اس کی اطاعت وفرمانبرداری کی جانب رجوع ہے، اسی لیے شر مقضی میں ہے نہ کہ قضاء میں، قضا تو مکمل خیر ہے، ہم رسول ﷺ سے ثابت دعاء قنوت میں کہتے ہیں: (وقنا شرَّ ما قضیتَ) (یہ سنن اربعہ کی روایت کا ایک حصہ ہے، علامہ البانی نے سنن ابی داود، رقم: ۱۴۲۵ میں اسے صحیح کہا ہے)۔ ترجمہ "ہمیں اس چیز کے شر سے بچالے جس کا تونے فیصلہ کرلیا ہے۔" اس میں لفظ "ما" اسم موصول ہے، اللہ تعالیٰ شر کا فیصلہ اس حکمت کی بنا پر کرتا ہے جو حد درجہ لائق ستائش ہے۔ (مجموعہ فتاوی ورسائل، شیخ ابن عثیمین: ۱۴/ ۱۵۲، ۱۵۱، معمولی تصرّف کے ساتھ)۔" ماخوذ از کتاب: قضاوقدر پر ایمان اور دعا کی اثر انگیزی، ص ۸۰ تا ۸۲، تالیف: فہد بن عید الکرمانی، ترجمہ: رفیق احمد اقبال احمد سلفی، تقدیم واشراف: شیخ صلاح الدین مقبول احمد سلفی، ناشر: دار الثقافہ، شاہین باغ۔ دہلی)۔

- جمعہ شرعی اعتبار سے ہفتہ کا پہلا دن ہے۔ اس کی دلیل پورے ہفتہ کو جمعہ کا نام دینا ہے اور دیگر لوگ ہفتہ کو سبت کہا کرتے تھے۔

آج کی حدیث

۲۵۳- عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ قَالَ: ((الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَآوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ وَلَا مُؤْوِيَ)). رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بستر پر جاتے تو فرماتے: ”تمام تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے ہمیں کھانا پانی اور ٹھکانا عطا کیا اور ہمارے لیے کافی ہوا، پس کتنے ایسے ہیں جن کا کوئی کفایت کرنے والا نہیں ہے اور نہ ان کو ٹھکانا دینے والا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- فرمانِ نبوی (وَآوَانَا) کا مطلب: ہمیں ہمارے ٹھکانا و پناہ گاہ کی طرف لوٹایا، کیوں کہ کتنے ہی لوگ ہیں جن کے لیے اللہ شریروں کے شرارت سے کافی نہیں ہوتا بلکہ ان کو اوران کی شرارتوں کو چھوڑ دیتا ہے، یہاں تک کہ ان پر ان کے دشمنوں کا غلبہ ہو جاتا ہے اور وہ ٹھکانے کے بغیر دھتکارے ہوئے اور زمین میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور گرمی، ٹھنڈی کی تکلیف سے دوچار ہوتے ہیں۔ المأوی: منزل اور ٹھکانا کو کہتے ہیں۔
- بے شک کھانا پانی، نیند، راحت اور امن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے، لہذا ہم پر اس کی حمد کرنا واجب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے کھانا اور پانی عطا کرنے پر بندہ کے تعریف کرنے کو پسند کرتا ہے۔
- سونے کے وقت کھانے، پینے اور ضروری امور سے فراغت پانے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی تعریف و حمد بیان کرنی چاہیے، کیوں کہ نیند آسودگی، سیر ابی، ضروری امور کی انجام دہی سے دلی و ذہنی فراغت اور برائیوں سے محفوظ ہونے کی فرع ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی ہم پر عظیم نعمتوں میں سے ہے کہ اس نے ہم سے تکلیف دینے والی چیزوں کے شر کو دور کیا، اور ہمارے امور کے لیے کافی ہوا اور ہماری ضروریات کی تکمیل فرمائی۔

- اللہ تعالیٰ کے صفات میں سے ہے کہ وہ اپنے بندوں کے لیے ہر اس چیز کے لیے کافی ہے، جس کے وہ محتاج ہیں اور جس کی طرف مجبور ہیں۔ جو شخص اس پر ایمان لایا، اس پر بھروسہ کیا اور اپنے دین و دنیا کی حاجات کو اس سے طلب کیا تو اس کے لیے خصوصی کفایت نصیب ہو گی۔
- یہ دعا نبی ﷺ کے ان دعاوؤں میں سے ہے جو سونے کے وقت کہا کرتے تھے، لہذا مسلمان شخص کو چاہیے کہ اسے یاد کر لے اور اسے اسی طرح کہے جیسے نبی ﷺ کہا کرتے تھے اور ہم اپنی نیند اور بیداری میں اپنے رب کی حفاظت کے زیادہ محتاج ہیں۔

آج کی حدیث

٢٥٤- عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رضي الله عنها أَنَّ النبي صلى الله عليه وسلم دخل عليها فَزِعًا، يقول: «لا إله إلا الله، وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قد اقْتَرَب، فُتِحَ اليوم من رَدْمِ يَأْجُوجَ ومَأجُوجَ مثل هذه وحلَّق بأُصبُعيه الإبهامِ والتي تَلِيها، فقلت: يا رسول الله، أنَهْلِكُ وفينا الصَّالِحُون؟ قال: نعم، إِذَا كَثُرَ الخَبَثُ. رواه البخاري ومسلم

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: نبی ﷺ ایک دن ان کے پاس گھبرائے ہوئے داخل ہوئے اور فرمارہے تھے: ”اللہ کے علاوہ کوئی برحق معبود نہیں، عرب کی تباہی اس شر کی وجہ سے ہے، جو قریب ہے، آج یاجوج وماجوج کی دیوار (باندھ) میں اس مقدار کھولا جاچکا ہے اور آپ ﷺ نے اپنے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے ایک دائرہ بنا کر اس کی مقدار بتائی۔“ زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم ہلاک ہوجائیں گے جب کہ ہمارے درمیان نیک لوگ موجود ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں، جب برائی زیادہ ہوجائے گی۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

الرَدْم کا معنی: وہ باندھ جسے ذوالقرنین نے لوہے کے ٹکڑے سے بنایا تھا تاکہ لوگوں پر یاجوج وماجوج کے نکلنے کو روکا جاسکے اور یاجوج وماجوج یافث بن نوح کی اولاد سے ایک قبیلہ ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یاجوج ایک قوم ہے اور ماجوج الگ قوم ہے اور ہر قوم چار لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ ان میں سے کوئی نہیں مرے گا یہاں تک کہ اپنی قوم کے ہزار شخص میں سب کو ہتھیار اٹھائے دیکھ نہ لے اور جب وہ کسی چیز سے گزریں گے تو نکلتے ہی اسے کھالیں گے اور جو ان میں سے مرجائے گا وہ اسے کھالیں گے۔

- یاجوج اور ماجوج کا خروج قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے۔
- گھبراہٹ کے وقت اللہ کے ذکر اور خاص کر ”لا الہ الا اللہ“ کہنے کی فضیلت۔

- ”إِذَا كَثُرَ الخَبَثُ“ کا مطلب ہے معاصی وفواحش کا سماج میں بڑھ جانا اوراس کے منع کرنے سے نیکوکاروں کا کمزور پڑ جانا۔ لہذا مصائب عام ہو جائیں گے اور تمام لوگ ایسی عمومی سزاؤں سے دوچار ہوں گے جس میں نیک وبرے سب ہلاک ہو جائیں گے۔
- امّت کی ہلاکت سے نجات چند مصلحین کے ذریعہ ہوتی ہے، اور نیک لوگوں کی کثرت سے نجات نہیں حاصل ہوتی۔
- عرب کو خصوصیت سے اس لیے ذکر کیا گیا ہے کیوں کہ یہ سب سے پہلے اسلام میں داخل ہوئے اوراس بات سے ڈرانے کے لیے کہ جب فتنے واقع ہوں گے تو تیزی سے ان لوگوں کی ہلاکت ہو گی۔

آج کی حدیث

٢٥٥- عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ الْأَنْصَارِ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ ((الْحَمْوُ الْمَوْتُ)). قَالَ اللَّيْثُ بْنَ سَعْدٍ الْحَمْوُ أَخُ الزَّوْجِ وَمَا أَشْبَهَهُ مِنْ أَقَارِبِ الزَّوْجِ ابْنُ الْعَمِّ وَنَحْوُهُ. رواه البخاري ومسلم

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم (اجنبیہ) عورتوں پر داخل ہونے سے بچو، اس پر ایک انصاری آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! دیور کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک دیور موت ہے۔“ لیث بن سعد راوی کہتے ہیں: حمو شوہر کے بھائی یا شوہر کے قریبی رشتہ دار چچا کے بیٹے وغیرہ ہیں۔ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اجنبیہ عورت پر داخل ہونے اور ان کے ساتھ خلوت اختیار کرنے کی ممانعت فواحش میں وقوع کے ذرائع سے روکنے کے لیے ہے۔
- یہ شوہر کے بھائی اور اس کے اقارب میں سے اجانب کے بارے میں عام ہے، جو عورت کے محارم میں سے نہ ہوں۔ ابن دقیق العید فرماتے ہیں: ”اس چیز کا اعتبار کرنا ضروری ہے کہ یہ داخلہ خلوت کا متقاضی ہو، اگر یہ اس کا متقاضی نہ ہو تو منع نہیں ہے۔“
- دیور کے داخلہ کو موت کی طرح خطرناک قرار دیا گیا ہے، کیوں کہ لوگ اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے گھر داخل ہونے کو برا نہیں سمجھتے۔
- حدیث میں حرام قرار دینا وسائل کو حرام قرار دینے کی قبیل سے ہے۔ اور وسائل مقاصد کا احکام رکھتے ہیں۔
- فساد کی عمومی جگہوں سے دوری اپنانا برائی میں واقع ہونے کی ڈر سے ہے۔

- شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کنواروں کو شادی شدہ لوگوں کے درمیان نہ رہنے کا حکم دیتے تھے، اسی طرح شادی شدہ لوگوں کو کنواروں کے درمیان سکونت اختیار کرنے سے منع فرماتے تھے۔ مہاجرین جب نبی ﷺ کے عہد میں مدینہ تشریف لائے تو ان کے ساتھ سکونت کے معاملہ میں یہی طریقہ اپنایا گیا۔
- اپنے بھائی کے گھروں کی دیکھ بھال کرنے اور ان کی ضروریات کو پوری کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے، بلکہ یہ بہترین صلہ ہے، البتہ ان کی بیویوں اور ان کی محرمات سے خلوت اختیار کیے بغیر یہ صلہ رحمی کی جائے گی۔
- پاک دامن عورت اپنے دین اور اپنی کرامت کی حفاظت کی خاطر اپنے محارم کے بغیر نہیں رہے گی۔

آج کی حدیث

٢٥٦- عَنْ أَبِي وَائِلٍ رضي الله عنه قال خَطَبَنَا عَمَّارٌ رضي الله عنه فَأَوْجَزَ وَأَبْلَغَ فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا يَا أَبَا الْيَقْظَانِ لَقَدْ أَبْلَغْتَ وَأَوْجَزْتَ فَلَوْ كُنْتَ تَنَفَّسْتَ فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((إِنَّ طُولَ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِهِ مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهِ فَأَطِيلُوا الصَّلَاةَ وَاقْصُرُوا الْخُطْبَةَ وَإِنَّ مِنْ الْبَيَانِ سِحْرًا)) رواه مسلم

سیدنا ابووائل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عمار رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا اور نہایت ہی بلیغ اور مختصر خطبہ دیا، جب وہ (منبر) سے اترے، ہم نے کہا: اے ابو الیقظان! تم نے نہایت بلیغ اور مختصر خطبہ دیا، اگر تم کچھ لمبا کرتے تو بہتر تھا۔ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ”بے شک آدمی کا نماز کو لمبا کرنا اور خطبہ کو مختصر کرنا اس کے سمجھدار ہونے کی پہچان ہے، لہذا نماز لمبی کرو اور خطبہ مختصر کرو، اور (یاد رکھو) بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔ (یعنی جادو کی طرح اثر رکھتے ہیں)“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (لو كنتَ تنفستَ) :کاش تم لمبا کرتے۔ اور (مَئِنَّةٌ) کا معنی علامت ونشانی ہے۔
- نماز کا اعتدال کے ساتھ لمبا کرنا جو لوگوں پر شاق نہ گذرے مستحب ہے۔
- خطبہ کا اس قدر مختصر کرنا جو موضوعِ خطبہ کے مخل ہونے کا باعث نہ ہو مستحب ہے۔
- شرعی مصالح اور اس کے اعتماد کرنے میں زبان وبیان کا استعمال کرنا مستحب ہے، خواہ وہ نثر کے ذریعہ ہو یا شعر کے ذریعہ ہو۔ نبی ﷺ کے بعض خطبا تھے، جو آپ کا اور آپ کے دین کا دفاع کرتے تھے، جیسے ثابت بن قیس بن شماس وغیرہ۔ اسی طرح آپ کے کچھ شعراء تھے، جیسے حسان بن ثابت وغیرہ۔
- خطبہ کا فصیح وبلیغ اور موثر ہونا مستحب ہے، تاکہ اس سے مطلوبہ فائدہ حاصل ہو، کیوں کہ مقصود یہ نہیں ہے کہ لوگ نکلیں اور خطیب کی تعریف کریں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ لوگ نکلیں اور خطبہ سے

متاثر ہو کر غلطی اور خواہشات سے باز آجائیں اور بھلائی اور درستی کی طرف متوجہ ہو جائیں اور یہ خطیب کی صلاحیت اور اس کی قدرت پر منحصر ہے۔

- خصوصی طور پر امامت وخطابت کا سب سے زیادہ مستحق فقیہ شخص ہے، کیوں کہ نبی ﷺ کا فرمان (مئنة من فقهه) فقیہ کے اختیار کرنے اور امامت وخطابت کے لائق ہونے کی دلیل ہے۔

آج کی حدیث

٢٥٧- عَنْ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اشْتَرَى طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ قَالَ وَكُنَّا نَشْتَرِي الطَّعَامَ مِنْ الرُّكْبَانِ جِزَافًا فَنَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَبِيعَهُ حَتَّى نَنْقُلَهُ مِنْ مَكَانِهِ. رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص غلہ خریدے تو اسے پورے طور پر قبضہ میں لینے سے پہلے نہ بیچے۔“ انھوں (حضرت ابن عمر) نے کہا: ہم قافلہ والوں سے (ماپ اور وزن کے بغیر) اندازہ سے غلہ خریدا کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس کو اس کی جگہ سے منتقل کرنے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول (جزافًا) کا معنی: ظن و تخمین اور تجربہ کو بروئے کار لاتے ہوئے ماپ وزن اور شمار کیے بغیر بیچنا۔ اور ایسا کرنے والے لوگ مارے جاتے تھے۔
- خرید و فروخت سے انسان کا مقام اور اس کے رتبہ میں کمی نہیں آتی، کیوں کہ صحابۂ کرام سب سے بہتر صدی کے لوگ تھے اور وہ خرید و فروخت کیا کرتے تھے۔
- جب حدیث میں قبضہ سے پہلے غلہ بیچنے کی تاکیدی ممانعت ہے، تو غلہ کے علاوہ چیزوں کا بھی حکم غلہ ہی کی طرح ہوگا۔ اور غلہ کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کیوں کہ اس زمانہ میں عام طور پر اسی کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔
- غلہ یا کسی بھی سامان کا جس کا نقل کرنا ممکن ہو اس جگہ بیچنا جائز نہیں ہے جہاں وہ پہلے بیچا گیا ہو، بلکہ خریدار کے لیے اسے دوسرے جگہ منتقل کرنا ضروری ہے، اور اسی سے مشتری کا سامان پر قبضہ مکمل ہوگا پھر وہ اگر بیچنا چاہے تو بیچ سکتا ہے۔

- ہر چیز کا قبضہ اس کے مطابق ہو گا۔ جو چیز ہاتھ میں لی جانے والی ہو، جیسے درہم و دینار اور کپڑا وغیرہ تو انھیں بیچنے والے کے ہاتھ اور ملکیت سے لے کر اپنے ہاتھ و ملکیت میں لینے سے قبضہ حاصل ہو گا۔ اور جو چیز منتقل کی جانے والی نہ ہو، جیسے غیر منقولہ جائداد مثلاً عمارتیں، بلڈنگیں، زمین اور درخت پر لگے پھل وغیرہ تو اسے خالی کرا کے قبضہ حاصل ہو گا۔ اور جو چیز عادتاً منتقل کی جاتی ہوں، جیسے لکڑیاں، بیج اور اس کے مانند چیزیں اور جانور وغیرہ تو انھیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر کے قبضہ حاصل ہو گا اور اس میں بیچنے والے کا کوئی کردار و تعلق نہیں ہو گا۔
- قبضہ حاصل کرنے سے پہلے سامان کا بیچنا باطل ہے۔

آج کی حدیث

۲۵۸- عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا كَانَتْ إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ مِنْ أَهْلِهَا فَاجْتَمَعَ لِذَلِكَ النِّسَاءُ ثُمَّ تَفَرَّقْنَ إِلَّا أَهْلَهَا وَخَاصَّتَهَا أَمَرَتْ بِبُرْمَةٍ مِنْ تَلْبِينَةٍ فَطُبِخَتْ ثُمَّ صُنِعَ ثَرِيدٌ فَصُبَّتْ التَّلْبِينَةُ عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَتْ كُلْنَ مِنْهَا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ التَّلْبِينَةُ مُجِمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيضِ تُذْهِبُ بَعْضَ الْحُزْنِ. رواه البخاري ومسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ : جب ان کے خاندان میں سے کسی فرد کا انتقال ہوتا تو عورتیں (اس کی تعزیت کے لیے) جمع ہو جاتیں، پھر ان کے گھر والے اور خاص عورتیں رہ جاتیں اور باقی عورتیں چلی جاتیں، تلبینے کی ایک ہانڈی پکانے کا حکم ہوتا اور تلبینہ پکایا جاتا، پھر ثرید (گوشت وروٹی کا سالن) بنایا جاتا اور اس پر تلبینہ ڈالا جاتا، پھر وہ کہتیں: اسے کھاؤ! کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرتے ہوئے سنا ہے کہ: ”تلبینہ بیمار کے دل کو راحت بخشتا ہے اور غم کو ہلکا کرتا ہے۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اللہ تعالیٰ نے میت والوں پر جو کچھ مقدر کر دیا ہے اس پر ان کی غم خواری اور انھیں صبر ودلاسہ دینے کے لیے اکٹھا ہونا جائز ہے اور یہ تین دن سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔
- تلبینہ یہ ایک ستو ہے جو آٹا یا جو کا بنایا جاتا ہے اور اس میں شہد کو شامل کر دیا جاتا ہے۔ اسے تلبینہ دودھ کی سی سفیدی اور اس جیسی نرمی میں مشابہت کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ اور (مُجِمَّةٌ) کا معنی ہے: مریض کے دل کو راحت پہنچانے والا، اور غمزدہ سے غم کو ہلکا کرنے والا، اور دل کو چست وپھرتیلا اور راحت عطا کرنے والا۔
- فنِ طب میں ماہر دکتورہ صہبا بندق کا کہنا ہے: تلبینہ امراضِ قلب اور خونی دورہ کے علاج کے لیے مددگار ثابت ہوتی ہے۔ یہ شریانوں یعنی دل سے بدن میں خون پہنچانے والی باریک رگوں کو سخت ہونے

سے محفوظ رکھتی ہے، بالخصوص دل کو غذا فراہم کرنے والی تاج نما شریانوں کو سخت و منجمد ہونے سے بچاتی ہے۔ اسی طرح یہ سینے کی تکلیف کو دور کرتی ہے یعنی سینے کو اس درد و گھٹن سے بچاتی ہے جس سے مر جانے کا احساس ہوتا ہے اور پانی کی کمی کو دور کرتی ہے، دل کے پٹھوں کو بھر دیتی ہے۔ حقیقی معنوں میں مذکورہ بیماریوں اور دلی امراض سے دوچار ہونے والوں کے لیے تلبینہ اپنے اندر کافی اہمیت اور عمدہ جسمانی خوبی رکھتی ہے، جو مریض کی حالت کو بگڑنے سے بچاتی ہے اور ان کی بیماری کو مزید بڑھنے سے روکتی ہے۔ اور یہ سب کچھ نبی ﷺ کے فرمان "التلبينة مجمة لفؤاد المريض..." کے معجزہ کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی تلبینہ دل کے مریض کے لیے آرام دہ اور راحت بخش ہوتا ہے۔"

آج کی حدیث

٢٥٩- عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ كُنْتُ أَشْرَبُ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضِعِ فِيَّ فَيَشْرَبُ وَأَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضِعِ فِيَّ. رواه مسلم

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ :میں حیض سے ہوتی تھی اور (برتن سے) پانی پیتی اور پھر اسے نبی ﷺ کو دے دیتی ، آپ ﷺ اپنے منہ کو اسی جگہ رکھتے جہاں میں رکھی ہوتی، پھر آپ اسے نوش فرماتے۔ میں ہڈی سے گوشت نوچتی جب کہ میں حالتِ حیض میں ہوتی تھی اور میں اسے نبی ﷺ کو دیتی تو آپ ﷺ اپنے منہ کو اسی جگہ رکھتے جہاں میں رکھی ہوتی تھی۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- العَرْقُ :وہ ہڈی جس پر کچھ گوشت لگا رہ جائے۔ أَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ :یعنی دانتوں سے اس ہڈی میں باقی شدہ گوشت کو نوچنا۔
- حائضہ کے برتن سے کھانے پینے کا تعلق اس کے حیض کی ناپاکی سے نہیں ہوتا، برخلاف یہود کے جو حیض یا نفاس کے وقت عورت کو گندہ سمجھتے تھے اور اسے گھر کے کسی کوٹھری میں تنہا کر دیتے تھے۔
- نبی ﷺ نے صرف ان کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانے پر اکتفا نہیں کیا ،بلکہ اسی ہڈی سے کھاتے اور اسی جگہ اپنا منہ رکھتے جہاں وہ اپنا منہ رکھتی تھیں اور پانی پیتے وقت جہاں وہ اپنا ہونٹ رکھتی تھیں اسی جگہ آپ اپنا منہ رکھتے تھے۔ اور اس میں آپ ﷺ کے اچھے اخلاق اور اپنی بیوی کے ساتھ حسنِ معاشرت اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے تواضع و محبت کرنے کی دلیل ہے۔
- بیوی کے ساتھ حسنِ معاشرت اور اس کی چاہت کا خیال رکھنا اور اس کے لیے محبت کا اظہار کرنا۔ اس سے اس کے دل میں خوشی پیدا ہوتی ہے اور اس کا شوہر سے مزید تعلق وابستہ اور قائم ہو جاتا ہے۔

آج کی حدیث

٢٦٠- عنَ أَبُي رِفَاعَةَ رضي الله عنه قال انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَجُلٌ غَرِيبٌ جَاءَ يَسْأَلُ عَنْ دِينِهِ لَا يَدْرِي مَا دِينُهُ قَالَ فَأَقْبَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَرَكَ خُطْبَتَهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَيَّ فَأُتِيَ بِكُرْسِيٍّ حَسِبْتُ قَوَائِمَهُ حَدِيدًا قَالَ فَقَعَدَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعَلَ يُعَلِّمُنِي مِمَّا عَلَّمَهُ اللَّهُ ثُمَّ أَتَى خُطْبَتَهُ فَأَتَمَّ آخِرَهَا. رواه مسلم

سیدنا ابورفاعہ (تمیم بن اُسید عدوی) رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نبی ﷺ کے پاس اس وقت پہنچا جب آپ خطبہ دے رہے تھے، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ایک اجنبی و پردیسی آدمی آکر اپنے دین کے بارے میں پوچھتا ہے، مجھے نہیں معلوم اس کا دین کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں: رسول ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور خطبہ کو ترک کر دیا یہاں تک کہ میرے پاس تشریف لائے، اور ایک ایسی کرسی لائی گئی جس کے پائے لوہے کے تھے۔ انھوں نے کہا: پھر آپ ﷺ اس پر بیٹھ گئے اور مجھے ان باتوں کو سکھلانے لگے جسے اللہ نے ان کو سکھلایا، پھر اپنا خطبہ دیا اور اسے آخر تک مکمل کیا۔'' (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- عالم سے سوال کرنے میں سائل کو لطیفانہ عبارت استعمال کرنا مستحب ہے۔
- نبی ﷺ مسلمانوں کے ساتھ تواضع اختیار کرتے، ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرتے اور اپنے بازو کو ان کے لیے پست رکھتے تھے۔
- سائل کو جواب دینے میں مبادرت کرنا اور ان میں سب سے اہم امور کو مقدم رکھنا۔ اور شاید سائل نے ایمان اور اس کے اہم قواعد کے بارے میں پوچھا تھا۔ علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص ایمان

اوراسلام میں داخل ہونے کی کیفیت کے بارے میں پوچھے تو اس کا جواب اوراس کی تعلیم فوری طور پر دیناواجب ہے۔

- نبی ﷺ کرسی پراس لیے بیٹھے تھے تاکہ باقی لوگ آپ کی بات کو سن سکیں اورآپ کی بہترین شخصیت کامشاہدہ کرسکیں۔
- شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اگر کوئی کہنے والا کہے کہ کیاعام لوگوں کی مصلحت کی رعایت کرنا ،خاص لوگوں کی مصلحت سے بڑھ کر نہیں ہونی چاہیے؟ جب کہ اس آدمی کی حاجت خاص تھی اورآپ ﷺ ایک جماعت کو خطبہ دے رہے تھے؟ تو (اس کے جواب میں) ہم کہیں گے: ہاں، اگرعام لوگوں کی مصلحت فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو مصلحتِ عامہ کی رعایت کرنازیادہ بہتر ہے، لیکن یہاں مصلحتِ عامہ فوت نہیں ہورہاہے، بلکہ یہ لوگ بھی آپ ﷺ کی طرف سے اجنبی شخص کو دی جانے والی تعلیم سے مستفید ہوں گے۔"

آج کی حدیث

۲۶۱– عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ أَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَتَحَوَّلُوا إِلَى قُرْبِ الْمَسْجِدِ فَكَرِهَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ تُعْرَى الْمَدِينَةُ وَقَالَ يَا بَنِي سَلِمَةَ أَلاَ تَحْتَسِبُونَ آثَارَكُمْ فَأَقَامُوا. رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: بنو سلمہ کے لوگوں نے مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے ویران ہو جانے کی وجہ سے اسے ناپسند کیا اور فرمایا: اے بنو سلمہ! کیا تمھیں اپنے آثار (قدموں کے نشانات سے) ثواب کی امید نہیں ہے؟ چناں چہ وہ لوگ (وہیں) پر مقیم رہے۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کے فرمان (أن تعرى المدينة) کا مطلب ہے: اس کی بعض جگہیں خالی ہو جائیں گی۔ اور نبی ﷺ نے بنو سلمہ کو اپنے دیار میں ٹھہرے رہنے کی ترغیب دی، کیوں کہ مدینہ کا کشادہ ہونا دشمنوں کی نظر میں زیادہ ڈر پیدا کرتا تھا۔
- نبی ﷺ کا ان کو اپنے دور گھر میں باقی رہنے کی ترغیب دینے کا سبب انھیں مشقت میں ڈالنا نہیں تھا اور نہ ایسی مشقت میں ڈالنا مقصود تھا کہ وہ اس پر اجر دیے جائیں گے، بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ آپ ﷺ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ تمام لوگوں کے مسجد نبوی کے قریب منتقل ہو جانے پر مدینہ منورہ خالی و ویران ہو جائے گا۔
- مسجد نبوی کے قریب سکونت اختیار کرنا مستحب ہے سوائے اس شخص کے جسے کوئی اور منفعت حاصل ہو یا وہ شخص جو کثرت سے پیدل چل کر جانے پر زیادہ اجر کا ارادہ کرے جب تک وہ اسے اپنے نفس پر بوجھ نہ سمجھے۔ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس کی توجیہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام نے مسجدِ نبوی سے قریب سکونت اختیار کرنے کا مطالبہ اس فضیلت کی وجہ سے کیا تھا جو انھوں نے آپ ﷺ سے جانا تھا۔ لہذا نبی ﷺ نے ان لوگوں کو اس سے منع نہیں کیا، بلکہ آپ ﷺ نے لوگوں کا مدینہ کے حصے کو خالی کر دینے کی وجہ سے ہونے والی خرابی اور مفسدہ کے دور کرنے کو مذکورہ مصلحت پر فوقیت و ترجیح دی اور انھیں بتلایا کہ مسجد تک ان کے (پیدل) تشریف لے جانے کی جو فضیلت ہے وہ مسجد نبوی کے قریب ٹھہرنے کے قائم مقام یا اس سے زیادہ بہتر ہے۔

آج کی حدیث

٢٦٢- عن عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسُبْحَانَ اللهِ وَلاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللَّهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِى أَوْ دَعَا اسْتُجِيبَ فَإِنْ تَوَضَّأَ وَصَلَّى قُبِلَتْ صَلاَتُهُ. رواه البخاري

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص رات کو نیند سے بیدار ہو اور کہے: لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَلاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللَّهِ ”اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ ساری بادشاہت اسی کی لیے ہے۔ اور تمام تعریفات اسی کی ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ اللہ پاک ہے۔ اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ نیکی کرنے کی اور برائی سے بچنے کی طاقت اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔“ پھر یہ دعا پڑھے: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِى ”اے اللہ! مجھے بخش دے“ یا کوئی اور دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے اور اگر وہ وضو کر کے نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز قبول ہو جاتی ہے۔“ (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (مَن تَعارَّ منَ الليلِ): نیند سے اٹھا اور بیدار ہوا۔
- اس حدیث میں نیند سے بیدار ہونے والے شخص کے لیے دو عظیم بشارتیں ہیں: **پہلی بشارت:** اگر یہ دعا کرے «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي» ”اے میرے اللہ! مجھے بخش دے“ یا کوئی اور دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ **دوسری بشارت:** اگر اٹھ کر وضو کرے اور نماز پڑھے تو اس کی نماز مقبول ہوتی ہے۔
- ابن بطال رحمہ اللہ کہتے ہیں: ” اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبانی اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ جو شخص اپنی نیند سے بیدار ہوا اور اپنی زبان سے اپنے رب کی توحید کا نغمہ گنگنایا، اس کے لیے ہر طرح کی

بادشاہت کا اقرار کیا، اس کی نعمت کا اعتراف کیا، اور پھر وہ اس کی تعریف بیان کرتا ہے اور اس کی تسبیح کے ذریعہ اس کو اس چیز سے پاک ومنزہ قرار دیتا ہے جو اس کی شان کے لائق وزیبا نہیں۔ تکبیر کے ذریعہ اس کی خضوع اختیار کرتا ہے اور اپنے لیے اس کی مدد کے بغیر قدرت سے عاجزی کو تسلیم کرتا ہے۔ ایسی صورت میں جب وہ دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے گا اور جب نماز پڑھے گا تو اس کی نماز قبول ہوگی۔ لہذا جس شخص کو یہ حدیث پہنچے اس کو اس پر عمل کرنے کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کے لیے اپنی نیت کو خالص رکھنی چاہیے۔''

- صحیح بخاری کے راوی ابو عبد اللہ فربری کہتے ہیں: ''میں نے اس دعا کو بیداری کے وقت اپنی زبان پر جاری کیا، پھر میں سو گیا، تو میرے پاس ایک آنے والا آیا اور یہ آیت پڑھی: (وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ) [الحج: ٢٤] '' ان کو پاکیزہ بات کی رہنمائی کر دی گئی اور قابلِ صد تعریف راہ کی ہدایت کر دی گئی۔''

آج کی حدیث

٢٦٣– عَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه أَنَّهُ قَالَ: جَاءَ سُلَيْكٌ الْغَطَفَانِيُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَعَدَ سُلَيْكٌ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَكَعْتَ رَكْعَتَيْنِ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَارْكَعْهُمَا. رواه مسلم

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن تشریف لائے جب کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے تو سلیک نماز پڑھنے سے پہلے ہی بیٹھ گئے۔ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ”کیا تو نے دو رکعت نماز پڑھ لی ہے ؟“ انھوں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اٹھو اور دو رکعت نماز پڑھو۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- تحیۃ المسجد سنت موکدہ ہے، لہذا مسجد میں داخل ہونے والے کو دو رکعت پڑھے بغیر بیٹھنا نہیں چاہیے، اگرچہ جمعہ کا دن ہو اور امام حالتِ خطبہ میں ہو۔
- جو شخص خطبۂ جمعہ کے دوران تحیۃ المسجد کی نماز پڑھے اسے خطبہ کی رعایت کرتے ہوئے تحیۃ المسجد کو ہلکا پڑھنا چاہیے۔
- نبی ﷺ کا اس شخص کے لیے جو مسجد میں داخل ہو کر بیٹھ گیا اسے دو رکعت پڑھنے کا حکم دینا تحیۃ المسجد کی مشروعیت کے لیے زیادہ واضح و تاکیدی ہے، خواہ خطبۂ جمعہ کے دوران ہی ہو، بلکہ اگر وہ جہالت کی وجہ سے یا بھول کر بیٹھ جائے تو اس کے لیے اٹھ کر ان دونوں رکعتوں کا پڑھنا مشروع ہے۔
- اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا اور امام نکل (خطبہ دینے کے لیے) چکا ہو لیکن خطبہ شروع نہ کیا ہو ، بلکہ مؤذن اذان دینا شروع کیا ہو تو اس کے لیے تحیۃ المسجد کا پڑھنا مستحب ہے، اگرچہ اذان ہو رہی ہو۔ اور اسے ان دونوں کو ہلکا کرنا چاہیے، تا کہ ابتدا سے خطبہ کو سن سکے، اور یہ اذان کے ختم کیے جانے

کی انتظار سے بہتر ہے، کیوں کہ خطبہ کا سننا واجب ہے اور موذن کا جواب دینا واجب نہیں ہے اور واجب کی حفاظت کرنا غیر واجب کی حفاظت سے سے زیادہ بہتر ہے۔

آج کی حدیث

٢٦٤–عن عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّ رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْذَنُوا لَهُ فَلَبِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ أَوْ بِئْسَ رَجُلُ الْعَشِيرَةِ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ أَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ. قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! قُلْتَ لَهُ الَّذِي قُلْتَ ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ الْقَوْلَ قَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ وَدعَهُ أَوْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ. رواه البخاري ومسلم

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ : ایک شخص نے نبی ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے کہا:"اس کو اجازت دے دو، وہ قبیلہ کا نہایت برا بیٹا یا قبیلہ کا برا آدمی ہے۔" جب وہ داخل ہوا تو آپ ﷺ نے اس سے نرمی سے بات کی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ!: آپ نے اس کے بارے میں ایسا ویسا کہا تھا اور پھر آپ نے اس سے نرمی سے بات کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"اے عائشہ! قیامت کے دن اللہ کے نزدیک مرتبہ کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے بدتر وہ شخص ہے جسے لوگ اس کی بدزبانی سے محفوظ رہنے کے لیے چھوڑدیں یا ترک کردیں۔" (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- عَشِيرَة : جماعت ،قبیلہ، یا آدمی کے اہل واقارب جو اصول میں سے ہوں جیسے باپ، دادا اور جو اوپر تک جائیں۔
- آپ ﷺ کا اس آدمی کو (بئس أخو العشيرة) سے متصف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی حالت کا پتہ چل جائے اوراس سے بچا جاسکے۔ اور یہ غیبت کے طور پر نہیں تھا۔
- (بئس أخو العشيرة) سے متنبہ کرنا مقصود تھا۔ لہٰذا ایسوں سے جدل مناظرہ اور بحث و مناقشہ نہیں کیا جائے گا۔ پس جو شخص مومنوں کے علاوہ راستہ پر ہو تو اسے جان لینا چاہیے کہ اس میں کوئی

حیلہ نہیں ہے اور جو کوئی اس حالت میں مبتلا ہو آپ کے لیے ضروری ہے کہ آپ اس سے خوش اخلاقی سے پیش آئیں۔

- رسول اللہ ﷺ کا اس آدمی سے گفتگو میں نرمی کا انداز اختیار کرنا بطور تالیف تھا اور اس عظیم فتنہ و فساد کو دور کرنا تھا جو اس سے اعراض کرنے کی صورت میں متوقع تھی۔
- مسلمانوں کی جماعت سے اختلاف وعلاحدگی اختیار کرنے سے دوری اختیار کرنا اور اسی قبیل سے ہے کہ ایسے بداخلاق اشخاص سے دوری اختیار کی جائے جو عام لوگوں کے سامنے زبان درازی اور فحش گوئی سے کام لیتے ہیں تاکہ ان کی بری باتوں سے عوام متاثر نہ ہو سکیں۔

آج کی حدیث

٢٦٥- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ قَالَ بِاسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبْ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَإِنَّهُ إِنْ يُقَدَّرْ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِي ذَلِكَ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ أَبَدًا. رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص جب اپنی بیوی کے پاس آنے کا (یعنی جماع کرنے کا) ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے: "بِاسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبْ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا" "اللہ کے نام سے، اے میرے مولی! ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور جو کچھ ہمیں عطا کرے اسے بھی شیطان سے محفوظ رکھ" پس اگر (اللہ کی توفیق سے) ان دونوں کے درمیان کوئی اولاد ٹھہر جاتی ہے تو اسے کبھی شیطان نقصان نہیں دے سکے گا۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- لم يضره شيطان کا معنی: یعنی اسے نہیں پچھاڑے گا اور اس کو فساد نہیں لاحق ہو گا۔ اور کہا گیا ہے کہ: وہ بچے کے باپ کے ساتھ اس کی ماں سے جماع کرنے میں شریک نہیں ہو سکے گا اور جو شخص اس دعا کو نہیں پڑھے گا تو شیطان اس کی بیوی سے جماع کرنے میں شریک ہو گا۔
- ہر کام کے وقت بسم اللہ اور دعا کرنا اور اس کا التزام کرنا مستحب ہے، حتی کہ لطف اندوزی اور لذت کی حالت میں بھی، جیسے جماع وغیرہ۔
- اللہ کے ذکر کے ذریعہ شیطان سے محفوظ رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرنا چاہیے اور اسی سے ہر برائی سے پناہ مانگنا چاہیے۔
- اس بات کی ترغیب کہ مومن کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کسی بھی عمل کی توفیق اور اس پر مدد صرف اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے۔

- شیطان ابن آدم کے ساتھ ہمیشہ لگا رہتا ہے وہ اس سے صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دور ہوتا ہے۔
- حدثِ اکبر کا مرتکب شخص اللہ تعالیٰ سے دعا اور اس کا ذکر کر سکتا ہے۔ البتہ اس کے لیے صرف قرآن پڑھنا منع ہے یہاں تک کہ وہ غسل کرلے۔

آج کی حدیث

٢٦٦- عن ابْنِ عَبَّاس رضي الله عنهما يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَقُولُ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ وَلَا تُسَافِرْ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ امْرَأَتِي خَرَجَتْ حَاجَّةً وَإِنِّي اكْتُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا قَالَ انْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ. رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ خطبہ دیتے ہوئے سنا کہ: ''کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ ہرگز خلوت نہ اختیار کرے مگر اس کے ساتھ کوئی محرَم ہو۔ اور کوئی عورت بغیر کسی محرَم کے سفر نہ کرے۔'' ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بے شک میری بیوی حج پر نکلی ہے، اور میں فلاں فلاں غزوہ میں لکھدیا گیا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔'' (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آدمی کا اپنے محارم کے علاوہ کسی عورت سے ایسی جگہ میں خلوت اختیار کرنا جہاں اس کے ساتھ کوئی نہ ہو حرام ہے، کیوں کہ یہ اسے زنا یا اس کے مقدمات تک پہنچانے کا سبب ہے۔
- ہر وہ مسافت جسے سفر کہا جائے خواہ مختصر ہو یا لمبی، اس سے عورت کو، شوہر یا محرَم کے بغیر جانے سے روکا جائے گا۔
- عورت کی حج کے لیے محرم کا پایا جانا واجبی شرط ہے، لہذا عورت پر اس وقت تک حج واجب نہ ہو گا جب تک کہ اس کا محرم یا شوہر نہ ہو۔ اگر وہ بغیر محرم کے حج کرے تو گنہگار ہو گی اور اس کا حج صحیح ہو گا۔ اگر عورت مر جائے اور محرم کے نہ پائے جانے کی وجہ سے حج نہ کر سکے تو وہ حج کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے پر گنہگار نہ ہو گی۔

- محرم اس کا شوہر ہے یا وہ شخص ہے جس پر عورت ہمیشہ کے لیے حرام ہو، یعنی اس سے اس کا نکاح ہمیشہ کے لیے جائز نہ ہو، رہی بات بہن کا شوہر، یا شوہر کا بھائی تو یہ اس کے لیے محرَم نہیں ہیں، کیوں کہ یہ ایک مدت کے لیے اس پر حرام رہتے ہیں نہ کہ ہمیشہ کے لیے۔
- محرم کے لیے شرط ہے کہ وہ بالغ اور عاقل ہو، کیوں کہ محرم سے مقصود عورت کی حفاظت کرنا ہے اور یہ صرف عاقل اور بالغ سے حاصل ہوتا ہے۔
- جب عورت کے لیے فریضۂ حج کی ادائیگی کا سفر بغیر محرم کے جائز نہیں ہے، تو دیگر سفریں بدرجہ اولی حرام ہوں گی، بلکہ گناہ میں بڑھ چڑھ کر ہوں گی۔ اور جب اس کا سفر کسی اجنبی ڈرائیور کے ساتھ ہو تو اس کا گناہ مزید بڑا ہو گا۔

آج کی حدیث

۲۶۷- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بن مَسْعُودٍ رضي الله عنه قَالَ : عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم التَّشَهُّدَ - كَفِّي بَيْنَ كَفَّيْهِ - كَمَا يُعَلِّمُنِي السُّورَةَ مِنْ الْقُرْآنِ :(التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ،السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ) رواه البخاري ومسلم

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تشہد اس طرح سکھایا جس طرح قرآن کی سورت سکھلاتے تھے اور اس دوران میری ہتھیلی آپ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی:(التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ , وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ) "تمام قولی عبادات، بدنی عبادات اور مالی عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اے نبی! آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی، رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی سلامتی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی (سچا) معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- نبی ﷺ کا اپنے صحابہ کے ساتھ عمومی توجہ کرنا اور ابن مسعود کے ساتھ خصوصی توجہ دینا۔ حتی کہ بعض صحابہ یہ گمان کرتے تھے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبوی خاندان سے ہیں، کیوں کہ وہ نبی ﷺ کے یہاں کثرت سے داخل ہوتے تھے۔ لہذا ایک مربی شخص کے لیے تربیت دینے والوں پر توجہ دینا مستحب ہے، جیسے معلم کا اپنے طلبہ کو۔ اسی طرح جس شخص کے اندر کوئی امتیازی خوبی ہو یا اس کے اندر شرافت کو محسوس کرے تو اس پر (خصوصی) توجہ دے، اور اس کے ہاتھ اور ہتھیلی کو پکڑے تاکہ اسے اہم معلومات کی جان کاری دے۔

- لوگوں کو نماز کے اذکار کی تعلیم دینا، کیوں کہ نبی ﷺ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نماز کے اذکار میں سے ایک ذکر (دعا) کو سکھلایا۔
- نبی ﷺ صحابہ کرام کو قرآن کی سورت سکھایا کرتے تھے تا کہ وہ اسے یاد کر سکیں۔
- آپ ﷺ کا فرمان (التحیات) جمع ہے تحیۃ کا یعنی تعظیم کی تمام قسموں کا مستحق اللہ ہے، اورآپ کا فرمان (والصلوات) یعنی فرائض ونوافل اور کہا گیا ہے کہ دعائیں مراد ہیں۔ اورآپ کا فرمان (والطیبات)یعنی پاکیزہ و بہتر کلام جس کے ذریعہ اللہ کی تعریف بیان کی جائے۔ اور کہا گیا ہے کہ: اس سے اعمالِ صالحہ مراد ہیں۔
- یہی تشہد اول کا سب سے بہتر صیغہ ہے کیوں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے ضبط و محفوظ کیا ہے۔ اوراسی کا صحابہ اوران کے بعد کے لوگوں نے اہتمام کیا ہے اور بخاری و مسلم نے صحیحین کے اندراس کی تخریج پر اتفاق کیا ہے۔

آج کی حدیث

٢٦٨- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ عَلَى الصَّدَقَةِ فَقِيلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِيلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَالْعَبَّاسُ عَمُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا فَأَغْنَاهُ اللَّهُ وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُونَ خَالِدًا قَدْ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتَادَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَمَّا الْعَبَّاسُ فَهِيَ عَلَيَّ وَمِثْلُهَا مَعَهَا ثُمَّ قَالَ يَا عُمَرُ أَمَا شَعَرْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو صدقہ کی وصولی پر بھیجا تو ان سے کہا گیا کہ: ابن جمیل، خالد بن ولید اور رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس نے زکاۃ دینے سے منع کر دیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ابن جمیل تو اس کے علاوہ کسی اور بات کا بدلہ نہیں لے رہا کہ وہ پہلے فقیر تھا تو اللہ نے اسے غنی کر دیا، رہے خالد تو تم ان پر زیادتی کر رہے ہو۔ انھوں نے اپنی زرہیں اور ہتھیار (جنگی ساز و سامان) اللہ کی راہ میں وقف کر رکھے ہیں، باقی رہے عباس تو ان کی زکاۃ میرے ذمے ہے اور اُتنی ہی اس کے ساتھ اور بھی۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے عمر! کیا تمھیں معلوم نہیں کہ انسان کا چچا اس کے باپ جیسا ہوتا ہے؟“ (ان کی زکاۃ تم مجھ سے طلب کر سکتے تھے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- زکاۃ کی وصولی کے لیے کسی فاضل شخص کو بھیجنا جائز ہے۔
- کسی آدمی کی حالت کو بیان کرنے کے لیے اس کے اندر پائی جانے والی صفات کو بیان کرنا جائز ہے جب کہ مصلحت اس چیز کی متقاضی ہو۔
- زکاۃ کے منع کرنے سے متعلق ابن جمیل کا واقعہ ہی سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے نزول کا صحیح سبب ہے: ﴿وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ (٧٥) فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ (٧٦) فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَى يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ﴾.

”ان میں وہ بھی ہیں، جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے مال دے گا تو ہم

ضرور صدقہ وخیرات کریں گے اور پکی طرح نیکو کاروں میں ہو جائیں گے، لیکن جب اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا تو یہ اس میں بخیلی کرنے لگے اور ٹال مٹول کر کے منھ موڑ لیا پس اس کی سزا میں اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا اللہ سے ملنے کے دنوں تک، کیونکہ انہوں نے اللہ سے کئے ہوئے وعدے کا خلاف کیا اور کیوں کہ جھوٹ بولتے رہے۔"[التوبہ:۷۵۔۷۷]

- جو چیز روک دی جائے اور اسے وقف کر دی جائے وہ وقف ہے، اس میں کوئی زکاۃ نہیں ہو گی، اگر چہ اس کا مالک اس سے نفع حاصل کرے، کیوں کہ اس کی اصل روک دی گئی ہے۔
- آپ ﷺ کے اس فرمان "وَأَمَّا الْعَبَّاسُ: فَهِيَ عَلَيَّ وَمِثْلُهَا" "اور رہے عباس تو ان کی زکاۃ میرے ذمے ہے اور اُتنی ہی اس کے ساتھ اور بھی۔" کی وجہ یہ ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے زکاۃ کے مال کو دو سال کے لیے پیشگی ادا کر دیا تھا۔
- ضرورت کے وقت زکاۃ کو پیشگی طور پر دینا جائز ہے، پس اگر لوگوں کو ضرورت ہو اور زکاۃ پیشگی دے دی جائے تو کافی ہو گی اور صاحبِ مال سے دوسری مرتبہ مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔
- چچا کے حق کی تعظیم کرنا، اور چچا کے لیے بھی احترام وتوقیر کا ویسے ہی حق ہے جیسے باپ کا احترام اور اس کی توقیر کی جاتی ہے۔

آج کی حدیث

٢٦٩- عن عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ جَاءَتْنِي امْرَأَةٌ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا فَسَأَلَتْنِي فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا فَأَخَذَتْهَا فقسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا شَيْئًا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ وَابْنَتَاهَا فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ حَدِيثَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ابْتُلِيَ مِنْ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنْ النَّارِ. رواه البخاري ومسلم

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: ایک عورت میرے پاس آئی اور اس کے ساتھ دو بیٹیاں تھیں، وہ مجھ سے مانگنے لگی، جب کہ میں نے اپنے پاس سوائے ایک کھجور کے کچھ نہیں پایا، میں نے اس کو اسے دیدیا، اس نے اس کو لیا اور اپنی دونوں بچیوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور خود اس میں سے کچھ نہیں کھایا، پھر وہ کھڑی ہوئی اور وہ اور اس کی دونوں بیٹیاں چلی گئیں۔ پھر نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے آپ کو اس عورت کی بات بتائی تو نبی ﷺ نے فرمایا: "جو کوئی بچیوں میں سے کسی چیز کے ذریعہ آزمایا جائے اور ان کی اچھی تربیت کرے تو یہ بچیاں اس کے لیے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ بنیں گی۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- صدقہ کی فضیلت اگرچہ تھوڑی چیز ہی کیوں نہ ہو۔
- عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھیں جو کسی سائل کو واپس نہ کرتی تھیں۔ یہاں ان کے پاس صرف ایک کھجور تھا، جسے انھوں نے اس عورت کو دے دیا تاکہ وہ خالی ہاتھ نہ لوٹے، جب کہ ان کے بارے میں آیا ہے کہ انھوں نے ایک دوسرے سائل کو دس ہزار درہم سے مدد فرمائی۔
- عورت کا کھجور کو اپنی بیٹیوں کے درمیان تقسیم کرنا یہ اس رحمت کی وجہ سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے ماؤں کی دلوں میں رکھا ہے۔

- بے شک صبر واحتساب (اجر) کے ساتھ بیٹیوں پر خرچ کرنا اور ان کی دیکھ بھال کرنا اور فضائل وحشمت اور حیا پر ان کی تربیت ونگرانی کرنا ایسے نیک اعمال میں سے ہیں جو جہنم سے نجات دیتی ہیں۔
- آپ ﷺ کا فرمان (من ابتلي من البنات بشيء) جو ان بچیوں کے ساتھ آزمایا جائے، آپ ﷺ نے اسے ابتلا کا نام دیا ہے، کیوں کہ جاہلی عادت میں لوگ ان کو ناپسند کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ﴾ "ان میں سے جب کسی کو لڑکی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے۔" [النحل:۵۸]

آج کی حدیث

٢٧٠- عن الْحَكَمِ بْنِ مِينَاءَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ وَأَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَاهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَلَى أَعْوَادِ مِنْبَرِهِ لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمْ الْجُمُعَاتِ أَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُونُنَّ مِنْ الْغَافِلِينَ. رواہ مسلم

جناب حکم بن مینار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے ان سے بیان کیا کہ ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے منبر کے ستونوں پر یہ کہتے ہوئے سنا: ”لوگ ضرور باضرور جمعہ ترک کرنے سے باز آجائیں! ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگادے گا اور پھر وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جمعہ کی نماز اہلِ وجوب پر فرض عین ہے۔
- اقوام سے مراد یہاں آدمی ہیں، کیوں کہ عورتوں سے جمعہ کی ادائیگی کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔
- منبر کا بنانا مستحب ہے اور یہ ایسی سنت ہے جس پر اجماع ہے۔
- آپ ﷺ کا فرمان (أَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ) یعنی اللہ اپنے لطف و کرم اور مہربانی کو روک دے گا، اور ختم کا معنی مہر و ٹھپا لگانا اور ڈھکنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں کہا گیا ہے: (خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ) یعنی ان کے دلوں پر مہر لگا دیا ہے۔
- قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”یعنی ان دونوں باتوں میں سے ایک ہو کر رہے گا، یا تو وہ جمعے کے ترک سے باز آجائیں، یا تو اللہ ان کے دلوں پر مہر لگادے گا، کیوں کہ جمعہ ترک کرنے کا عادی ہونا دل پر زنگ لگا دیتا ہے، اور دلوں میں طاعت سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے اور یہ اُنھیں اس حالت تک پہنچا دیتا ہے کہ وہ غافلوں میں سے ہو جاتے ہیں۔“

آج کی حدیث

۲۷۱- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ((أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا تَرَكَتْ الْفَرَائِضُ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ.)) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فرائض (مقرر حصے) ان کے حق داروں کو دو اور جو باقی رہ جائے وہ اس (میّت) کے قریبی مرد مذکر رشتہ دار کے لیے ہے۔'' (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اصطلاح میں فرائض کا معنی: وراثت کی شرعی تقسیم اور اس سے متعلقہ مسائل و حساب کی جانکاری۔
- اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرائض کی تقسیم کی ذمہ داری لی ہے اور اسے کسی دوسرے کے حوالے نہیں کیا ہے۔ اور یہ اپنی کتاب کے اندر سورہ نساء کی تین آیتوں میں (واضح فرمایا ہے) اور نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ان مقررہ فرائض کو انھیں دیا جائے جن کا نام اللہ نے لیا ہے، اور ان اصحابِ فروض ورثاء کے درمیان تقسیم کرنے کے بعد جو مال بچ رہے اس کا مستحق میت کا قریبی مذکر رشتہ دار ہے۔ پس جو مال ان اصحاب فروض کے پانے کے بعد بچ جائے تو اس کا حق دار میت کا قریبی مذکر رشتہ دار ہے۔
- وراثت کی تقسیم اصحابِ فروض اور تعصیب کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اصحابِ فروض کے مقرر حصّے چھ ہیں: نصف (آدھا)، ربع (چوتھائی)، ثمن (آٹھواں)، ثلثان (دو تہائی)، ثلث (ایک تہائی)، سدس (چھٹواں)۔ اور تعصیب مقرر حصہ کے بغیر وارث ہونا ہے۔
- اصحاب الفروض ورثاء کو مقدم کیا جائے گا اور انھیں ان کا میراث دیا جائے گا۔ اور پھر جو مال باقی رہ جائے گا وہ اس شخص کو دیا جائے گا جو کسی متعین حصہ کے بغیر پائے گا۔

- میت کا عصبہ ذکور میں سے قریبی شخص ہوتا ہے، جو ذکور کے ذریعہ آتے ہیں۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ: ہر وہ وارث جو تمام مال تقسیم ہو جانے کے بعد اکیلا باقی رہ جائے اور اصحابِ فروض سے بچے ہوئے مال کو لے اور جب مسئلہ میں اصحاب فروض کے درمیان مکمل مال تقسیم ہو جائے تو اس کا حق ساقط ہو جائے گا۔
- شیخ عبد المحسن العباد کہتے ہیں: نبی ﷺ کے فرمان (فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ) میں ''رَجُلٍ'' کے بعد ''ذَكَرٍ'' کے ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ: آدمی بڑا ہوتا ہے، اور اس میں قوت و مردانگی پائی جاتی ہے، لہذا اس کی طرف ''ذکر'' کی اضافت اس لیے کی گئی ہے کہ میراث ''ذکوریت'' سے مربوط ہے، نہ کہ مردانگی اور قوت سے۔ لہذا اس میں بہت بڑا شخص اور بہت چھوٹا شخص دونوں برابر ہوتے ہیں۔

آج کی حدیث

٢٧٢- عن أسامة بن زيد رضي الله عنهما قال : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : يُؤتى بالرجل يوم القيامة فيلقى في النار فتندلق أقتاب بطنه فيدور بها كما يدور الحمار بالرحى فيجتمع إليه أهل النار فيقولون يا فلان ما لك ألم تكن تأمر بالمعروف وتنهى عن المنكر فيقول بلى قد كنت آمر بالمعروف ولا آتيه وأنهى عن المنكر وآتيه. رواه البخاري ومسلم

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا، اس کے پیٹ کی انتڑیاں باہر نکل جائیں گی، پھر وہ اس کے ساتھ اسی طرح چکر لگائے گا جس طرح گدھا چکی کے ارد گرد چکر لگاتا ہے۔ اس کے پاس جہنمی لوگ اکھٹا ہوں گے اور کہیں گے اے فلاں! تجھے کیا ہوا؟ کیا تو بھلائی کا حکم اور برائی سے منع نہیں کرتا تھا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں، میں بھلائی کا حکم دیتا تھا اور خود اسے نہیں کرتا تھا اور برائی سے روکتا تھا اور خود اس میں ملوّث رہتا تھا۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کے فرمان (فتندلق أقتاب بطنه فيدور بها كما يدور الحمار بالرحى) کا مطلب ہے کہ اس کی انتڑیاں اور پیٹ کے اندر کی چیزیں (جگر، پسلی، اوجھ وغیرہ) پیٹ سے تیزی سے باہر آجائیں گی اور وہ اسی کے ساتھ آگ میں گھومے گا جیسے چکی کے ساتھ گدھا گھومتا ہے۔ اور ”رحی“ کے معنی پیسنے کا پتھر ہے، جسے موجودہ دور کی پسائی مشین کی ایجاد سے پہلے پچھلے زمانے میں دانوں کو پیسنے کے لیے گھماتے تھے۔
- اس شخص کے لیے سخت وعید ہے جس کے افعال اس کے اقوال کے مخالف ہوں، یعنی اس شخص کے حق میں جو بھلائی کا حکم دے اور خود اسے نہ کرے اور برائی سے روکے اور خود اس کا مرتکب ہو۔

- علم پر عمل کرنا ضروری ہے، کیوں کہ تعلیم کا مقصد اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے عمل کرنا ہے۔
- نفاق اور منافقین کے طریقے کو اختیار کرنے کی ممانعت، اس لیے کہ نفاق انسان کا باطن کے خلاف ظاہر کرنے کا نام ہے، اور جس شخص کو یہ عذاب دیا گیا ہے اس کے اقوال اس کے افعال کے خلاف تھے۔
- انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنی ذات کی اصلاح کرے، اپنے آپ کو اللہ کے حکم پر قائم رکھنے کی کوشش کرے یعنی کہ اوامر کو بجالائے اور نواہی سے اجتناب کرے۔
- انسان پر واجب ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کرے، اور اللہ کی طرف دعوت دے، حتیٰ کہ اگر وہ جس چیز کا حکم دے رہا ہے اور جس سے روک رہا ہے اس پر عمل پیرا نہ ہو، کیوں کہ انسان خطا اور لغزش سے دوچار ہوتا ہے، اور اس سے صرف انبیا و رسل ہی محفوظ رہتے ہیں۔[1]

---

[1] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: (وأما من قال: لا يأمر بالمعروف إلا من ليست فيه وصمة، فإن أراد أنه الأولى فجيد، وإلا فيستلزم سد باب الأمر بالمعروف إذا لم يكن هناك غيره) (فتح الباری:۵۳،۱۳) ”جو شخص یہ کہتا ہے کہ بھلائی کا حکم وہی دے گا جس کے پاس کوئی عیب نہ ہو، تو اگر اس سے اس کا ارادہ افضل اور بہتر کا ہے تو ٹھیک ہے، اور اگر بات کچھ اور ہے تو اس سے امر بالمعروف کا دروازہ بند کرنا لازم آئے گا جب کہ اس کے سوا کوئی اور فرد نہ ہو۔“ اسی طرح ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی معصیت کے باوجود بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کو جائز قرار دیا ہے، جیسا کہ سورہ بقرہ آیت ۴۴ (أتأمرون الناسَ بالبرّ وتَنسونَ أنفسَكم) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: (فكل من الأمر بالمعروف وفعله واجب لا يسقط أحدهما بترك الآخر على أصح قولي العلماء من السلف والخلف، وذهب بعضهم إلى أن مرتكب المعاصي لا ينهى غيره عنها وهذا ضعيف، وأضعف منه تمسكهم بهذه الآية فإنه لا حجة لهم فيها، والصحيح: أن العالم يأمر بالمعروف وإن لم يفعله، وينهى عن المنكر وإن ارتكبه) ”معروف کا حکم دینا اور اسے عملی جامہ پہنانا واجب ہے، علمائے سلف وخلف کے صحیح ترین قول کے مطابق ان دونوں میں سے کسی ایک کے ترک کرنے سے دوسرا ساقط نہیں ہوگا۔ اور بعض اہل علم اس جانب گئے ہیں کہ معاصی کا ارتکاب کرنے والا دوسروں کو اس سے نہیں روکے گا، حالاں کہ یہ کمزور رائے ہے اور اس سے بھی زیادہ کمزور بات آیتِ کریمہ سے اس بات کی دلیل پکڑنا ہے، جب کہ اس میں ان کے لیے کوئی حجت نہیں ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ عالم معروف کا حکم دے گا اگرچہ وہ اس پر عمل نہ کرتا ہو اور منکر سے روکے گا اگرچہ وہ اس کا مرتکب ہو۔“ (مترجم)

آج کی حدیث

۲۷۳- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ أَضْحَى أَوْ فِطْرٍ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلَتْ الْمَرْأَةُ تُلْقِي خُرْصَهَا وَتُلْقِي سِخَابَهَا. رواه مسلم

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے دن نکلے اور دو رکعتیں نماز پڑھی، اس سے پہلے اوراس کے بعد کوئی نماز نہیں پڑھی۔ پھر عورتوں کے پاس آئے اورآپ کے ساتھ بلال تھے، آپ ﷺ نے ان کو صدقہ کا حکم دیا، چناں چہ عورتیں اپنی بالی اور ہار کو ڈالنے لگیں۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- فرمانِ رسول ﷺ (وَتُلْقِي سِخَابَهَا) میں "سِخَاب" کا معنی ہے: پیسٹری خوشبو کا ہار جو منکوں کے طرز پر موتیوں کے علاوہ لونگ یا کستوری یا ان کے علاوہ خوشبو سے ملا کر بنا ہو۔
- نمازِ عید خطبہ سے پہلے پڑھی جائی گی، اس کے پہلے اور بعد میں کوئی سنن راتبہ نہیں ہے، اسی طرح نمازِ عید کے لیے کوئی تحیۃ المسجد نہیں ہے، بلکہ جو عید گاہ پہنچے وہ وہاں بغیر کسی نماز کے امام کے آنے تک بیٹھا رہے۔
- جب امام کی آواز عورتوں کو نہ سنائی دے تو اس کے لیے مشروع ہے کہ وہ عورتوں کے پاس جائے اور انھیں نصیحت و وعظ فرمائے، کیوں وہ اس چیز کی حاجت مند ہوتی ہیں۔ اگر ان تک خطبہ کی آواز نہ پہنچے تو ان کو وعظ و نصیحت کرے گا اور انھیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے پر ابھارے گا۔ اسی طرح شوہروں کے حقوق وغیرہ میں سے جو ان پر مخفی رہ جائے وہ ان کو بتلائے گا اور انھیں صدقہ کا حکم دے گا، البتہ اگر خطبہ ان تک پہنچتا ہے جیسا کہ موجودہ وقت میں لاؤڈ اسپیکر کا انتظام ہے، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں اور جماعت کے اطراف میں خطبہ پہنچانا آسان کر دیا ہے، تو یہ کافی ہو گا۔ والحمد للہ

- عاقل و بالغ عورت صدقہ کر سکتی ہے اور اپنے مال کا کچھ حصہ نکال سکتی ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر سے اجازت لے۔

آج کی حدیث

٢٧٤- عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رضي الله عنها قَالَتْ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُخْرِجَهُنَّ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى الْعَوَاتِقَ وَالْحُيَّضَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلَاةَ وَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِحْدَانَا لَا يَكُونُ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَ لِتُلْبِسْهَا أُخْتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا. رواه البخاري ومسلم

سیدنا ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں بالغہ، حائضہ اور پردہ نشین (باکرہ) عورتوں کو باہر نکالیں، لیکن حائضہ نماز سے الگ رہے گی اور وہ خیر و بھلائی نیز مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوگی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو کیا کرے؟ فرمایا: اسے اس کی بہن اپنی چادر کو پہنادے۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد :

- عواتق جمع ہے عاتق کی: وہ عورت جو بالغ ہو جائے یا بلوغت کے قریب ہو جائے، یا شادی کے لائق ہو جائے۔ (ذوات الخذور) کا معنی: باکرہ ہے۔ جلباب: چادر کے علاوہ ایک کشادہ کپڑا جو اس کے سینہ اور پیٹھ کو ڈھاک لے، اور کہا گیا کہ یہ: اوڑھنی، ڈوپٹہ اور ملاءۃ (ایک قسم کا اوڑھنے کا کپڑا) کی طرح ہے۔
- جب عورت عدت میں نہ ہو اور اس کا باہر نکلنا فتنے کا باعث نہ ہو اور نہ ہی عورت کے پاس کوئی عذر ہو تو ایسی صورت میں عورتوں کا عیدین میں عید گاہ جانا مستحب ہے اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو، جوان ہو یا بوڑھی ہو یا حائضہ ہو وغیرہ۔ البتہ یہ بات ضروری ہے کہ وہ شرعی پردہ

میں نکلے گی اور جس عورت کے پاس کوئی چادر نہ ہو تو وہ اپنی اس بہن سے ادھار لے لے گی جس کے پاس اس کی ضرورت سے زیادہ چادر ہو۔

- حائضہ عورت عورتوں کے ساتھ عید کی نماز کے لیے جائے گی، لیکن عید کے مصلی میں نہیں داخل ہو گی بلکہ نماز کی جگہ سے باہر بیٹھے گی جہاں سے وہ صرف خطبہ کو سنے گی، کیوں کہ عید گاہ ایک مسجد ہے اور مسجد میں حائضہ کا ٹھہرنا جائز نہیں ہے۔
- نماز کے لیے جانے والی عورت کو خوشبو اور زینت کے ساتھ نکلنا جائز نہیں ہے، بلکہ اس کا پردہ کے ساتھ نکلنا واجب ہے۔
- حائضہ کا بھلائی کی محفلوں، مسلمانوں کی دعا، ذکر اور علمی حلقے وغیرہ میں حاضر ہونا مستحب ہے۔

آج کی حدیث

٢٧٥- عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ قَالَتْ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ فَغَاضَبَنِي فَخَرَجَ فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم لإِنْسَانٍ انْظُرْ أَيْنَ هُوَ فَجَاءَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَهْوَ مُضْطَجِعٌ قَدْ سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ شِقِّهِ وَأَصَابَهُ تُرَابٌ فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَمْسَحُهُ عَنْهُ وَيَقُولُ قُمْ أَبَا تُرَابٍ قُمْ أَبَا تُرَابٍ. رواه البخاري ومسلم

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور گھر میں علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا، اس پر آپ نے کہا: تمھارے چچازاد کہاں ہیں؟ فاطمہ نے کہا: میرے اوران کے درمیان کچھ بات ہوگئی تھی اور وہ مجھ پر غصہ ہوگئے اور میرے پاس (یعنی گھر میں) قیلولہ کیے بغیر نکل گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو کہا دیکھو کہ وہ کہاں ہیں؟ وہ واپس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ مسجد میں سورہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں اوران کے بدن کے ایک جانب سے چادر گرگئی ہے جس سے ان کے جسم کو مٹی لگ گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے جسم سے مٹی کو پوچھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے: اٹھو، اے ابوتراب! اٹھو، اے ابوتراب! (مٹی والے)۔ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (يَقِلْ) قیلولہ سے ہے یعنی دوپہر کے وقت کچھ دیر سونا۔
- ابن عم کا اطلاق باپ کے اقارب پر بھی ہوتا ہے، اس لیے کہ علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا کے والد کے چچا کے بیٹے تھے نہ کہ ان کے چچا کے بیٹے تھے۔ اوراس میں ان کو اس بات کی طرف رہنمائی کرنا مقصود ہے کہ وہ اسی لقب سے ان کو پکاریں، کیوں کہ اس میں قرابت کے ذکر سے شفقت کا اظہار پایا جاتا ہے۔ گویا کہ آپ ﷺ ان دونوں کے درمیان جو کچھ ہوا تھا اسے سمجھ گئے تھے، اسی لیے آپ نے ان دونوں کے درمیان جو قریبی قرابت ہے اس کا تذکرہ کرکے ان پر شفقت ومہربانی کا ارادہ فرمایا۔

- مسجد میں سونا جائز ہے۔
- ناراض شخص سے اس بات کے ذریعہ مذاق کرنا جائز ہے، جس سے وہ غصہ نہ ہو، بلکہ اس سے اس کو انسیت حاصل ہو اور وہ اس کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کا سبب ہو۔
- اولاد کے بغیر کنّیت رکھنا، جس کے پاس پہلے سے کنّیت ہو اس کی کنّیت رکھنا جائز ہے۔ اور کنیت کے ذریعہ اس شخص کو پکارنا جائز ہے جو اس سے ناراض نہ ہو۔
- داماد کی مدارات (دل جوئی) کرنا اور بیوی سے اس کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنا۔
- والد کا اپنی بیٹی کے گھر اس کے شوہر کی اجازت کے بغیر داخل ہونا جائز ہے جب کہ اسے اس کی رضامندی کا علم ہو۔ یعنی اسے یہ معلوم ہو کہ بیٹی کا شوہر اس کے داخل ہونے پر ناراض نہیں ہو گا۔)
- علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان۔

آج کی حدیث

٢٧٦-   عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال خير نساء ركبن الإبل صالحُ نساء قريش أحناه على ولد في صغره وأرعاه على زوج في ذات يده. رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اونٹ کی سواری کرنے والی عورتوں میں سے سب سے بہتر قریش کی نیک عورتیں ہیں جو اپنے بچے سے اس کی صغر سنی میں بہت شفقت کرنے والی ہوتی ہیں اور اپنے شوہر کے مال کا زیادہ خیال رکھنے والی ہوتی ہیں۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (أحْناهُ) : زیادہ شفقت کرنے والی۔ اور اپنے بچوں پر شفقت کرنے والی وہ ہے جو ان کی یتیمی پر ان کی دیکھ بھال کرتی ہے اور (دوسری) شادی نہیں کرتی ہے۔ (وأرعاه على زوج) یعنی اپنے شوہر کے مال میں امانت اختیار کر کے، اسے محفوظ کر کے اور فضول خرچی کو ترک کر کے اس کی بہت زیادہ حفاظت کرنے والی ہے۔
- آپ ﷺ کا فرمان (ركبن الإبل) میں عربوں کی طرف اشارہ ہے کیوں کہ انہی میں کثرت سے اونٹوں کی سواری پائی جاتی ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ عرب مطلق طور پر مجموعی اعتبار سے دوسرے لوگوں سے بہتر ہیں۔ لہٰذا اس سے قریش کی نیک عورتوں کی عرب اور غیر عرب کی عورتوں پر مطلقا فضیلت کا پتہ چلتا ہے۔
- قرشیہ صالحہ عورتوں سے نکاح کی ترغیب اور یہ اس بات کی متقاضی ہے کہ جب بھی دینی درستی کے ساتھ اعلیٰ نسب پایا جائے گا تو استحباب تاکیدی ہو جائے گا۔
- بچوں کے ساتھ شفقت و مہربانی اور ان کی اچھی تربیت و نگرانی کی فضیلت نیز شوہر کے مال کی حفاظت اور اس میں حسنِ تدبیر اختیار کرنے کی فضیلت۔

- شوہر کا اپنی بیوی پر معروف طریقہ سے خرچ کرنے کی مشروعیت۔

آج کی حدیث

٢٧٧- عَنْ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رضي الله عنهما قال سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنْ النَّاسِ فَمَنْ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللَّهِ مَحَارِمُهُ أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ.) رواه البخاري ومسلم

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: ”حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اوران دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں، جن کے بارے میں بہتیرے لوگ نہیں جانتے۔ پس جو شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کی حفاظت کرلی۔ اور جو شبہات میں واقع ہوا وہ حرام میں واقع ہو گیا، اس چرواہا کے مانند جو چراگاہ کے گرد چراتا ہے اور قریب ہے کہ وہ اس میں واقع ہو جائے۔ خبردار! بے شک ہر بادشاہ کا ایک چراگاہ ہے اوراللہ کا چراگاہ اس کے محارم ہیں، خبردار! بے شک جسم میں ایک لوتھڑا ہے، جب وہ درست رہتا ہے تو سارا جسم درست رہتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے اور یہ دل ہے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- شریعت اسلامی کی حلال اور حرام چیزیں واضح ہیں اوراس کی مشتبہ چیزوں کو صرف علماہی جانتے ہیں۔
- مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ شبہات کی جگہوں سے دور رہیں، تاکہ اس کا دین گناہ سے اوراس کی عزت وآبرو برائی سے محفوظ رہے۔
- جب انسان مشتبہ امور میں واقع ہو جاتا ہے تواس پر واضح امور میں واقع ہونا آسان ہو جاتا ہے۔

- حدیث میں اس شخص کے لیے دلیل ہے جو "سد الذرائع إلى المحرمات" (محرمات کی طرف لے جانے والے ذرائع کا روکنا) اور "تحريم الوسائل إلى المحرمات" (محرمات کی طرف لے جانے والے وسائل کی حرمت) کے قاعدہ کی بات کرتا ہے۔
- کسی بات کی وضاحت کرنے کے لیے مثالوں کو بیان کرنا جائز ہے تاکہ اس کا سمجھنا قریب تر اور آسان ہو جائے۔
- حلال کھانے سے دل روشن رہتا ہے اور اعضاو جوارح درست رہتے ہیں، اوراس کے برعکس یہ بات بھی صحیح ہے کہ حرام کھانے سے دل تاریک ہوتا ہے اور اعضاو جوارح درست نہیں رہتے۔
- دل کے مرتبہ کی عظمت پر تنبیہ اوراس کے اصلاح کی ترغیب، کیوں کہ یہ جسم کا بادشاہ ہے، اس کے درستی سے بدن درست رہتا ہے اوراس کے بگاڑ سے بدن بگڑ جاتا ہے۔
- شبہات سے بچنا دل کے درستی سے ہوتا ہے، شبہات اور پھر محرمات میں واقع ہونا دل کے فساد کی وجہ سے ہوتا ہے۔
- علم کی فضیلت کا بیان، اس طور سے کہ عالم کے نزدیک تمام حرام و حلال اور مشتبہ چیزیں واضح ہوتی ہیں۔

آج کی حدیث

۲۷۸- عن أَبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ أَتَى جِبْرِيلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ خَدِيجَةُ قَدْ أَتَتْكَ مَعَهَا إِنَاءٌ فِيهِ إِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا عَزَّ وَجَلَّ وَمِنِّي وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ. رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا: یہ خدیجہ ہیں، آپ کے پاس آئی ہیں، ان کے ساتھ ایک برتن ہے، جس میں سالن یا کھانا یا مشروب ہے، پس جب یہ آپ کے پاس آئیں تو انھیں ان کے رب عزوجل کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہیں اور انھیں جنت میں ایک ایسے موتی کے گھر کی بشارت دے دیں جس میں نہ کوئی شور ہو گا اور نہ کوئی تھکاوٹ۔ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (ببيت من قصب) : موتی سے بھرا ہوا کشادہ گھر جیسے شاندار محل۔ (لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ) : جس میں کوئی شور و جھگڑا اور تعب و مشقت نہ ہو گا۔
- دیگر روایات میں آیا ہے کہ جب آپ ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جبرئیل علیہ السلام کا پیغام پہنچایا تو انھوں نے کہا: یقیناً اللہ ہی سلام ہے، اور جبرئیل پر سلام ہو اور آپ پر اے اللہ کے رسول سلامتی اور اللہ کی رحمت و برکت نازل ہو۔
- ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا بیان اور اس چیز کا بیان کہ اللہ نے انھیں سلام اور بشارت کی خصوصیات سے نوازا ہے۔
- سہیلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: جنت میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا شور و شغف اور تعب و مشقت کی صفت سے خالی اور پاک ہونے کی نفی کی مناسبت یوں ہے کہ آپ ﷺ نے جب اسلام کی طرف دعوت دی تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسے رضامندی سے قبول فرمایا، انھیں اس سلسلہ میں کسی آواز

کے بلند کرنے، جھگڑا کرنے اوراس سلسلے میں تھکاوٹ کی حاجت نہیں ہوئی، بلکہ انھوں نے آپ ﷺ کی طرف سے تمام تھکاوٹ کو دور کیا، ہر وحشت سے انسیت بخشی، اورآپ کے لیے تمام طرح کی مشکلوں کو آسان بنایا۔ لہذا مناسب ہوا کہ ان کا گھر جس کی ان کے رب نے انھیں بشارت دی، ان کے اس عمل کی وجہ سے اسی صفت کے مقابل ہو۔

- عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: ”مجھے کسی عورت پر اتنا غیرت نہیں آتا جتنا خدیجہ پر آتا ہے، حالاں کہ وہ میری شادی سے تین سال پہلے وفات پا چکی تھیں، وہ اس لیے کہ میں آپ ﷺ کو برابر ان کا ذکر کرتے سنتی اوران کے رب عزوجل نے انھیں جنت میں موتی کے محل کی بشارت دی ہے۔ آپ ﷺ بکری ذبح کرتے اور پھر اسے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے پاس ہدیہ بھجواتے تھے۔“

آج کی حدیث

٢٧٩- عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه أَنَّ امْرَأَةً يَهُودِيَّةً أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَسْمُومَةٍ فَأَكَلَ مِنْهَا فَجِيءَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهَا عَنْ ذَلِكَ فَقَالَتْ أَرَدْتُ لِأَقْتُلَكَ قَالَ مَا كَانَ اللَّهُ لِيُسَلِّطَكِ عَلَى ذَاكِ قَالَ أَوْ قَالَ عَلَيَّ قَالَ قَالُوا أَلَا نَقْتُلُهَا قَالَ لَا قَالَ فَمَا زِلْتُ أَعْرِفُهَا فِي لَهَوَاتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس زہر آلود (پکی ہوئی) بکری لے کر آئی۔ آپ ﷺ نے اس میں سے کچھ کھالیا (آپ کو اس کے زہر آلود ہونے کا پتہ چل گیا) تو اس عورت کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا، آپ نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا: میں آپ کو قتل کرنا چاہتی تھی۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا کہ تجھے اس قتل پر مسلط کرے یا یہ فرمایا کہ: تجھے مجھ پر مسلط کرے۔ راوی (انس) کہتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا: کیا ہم اسے قتل نہ کردیں؟ آپ ﷺ نے کہا: "نہیں" انس کہتے ہیں کہ: میں اس زہر کے اثرات کو اب بھی رسول اللہ ﷺ کے حلق کے کوا (دہنِ مبارک کے اندرونی حصے) میں محسوس کرتا ہوں۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (لهوات) : حلق کی جانب منہ کا اوپری چھت یعنی (حلق کا کوّا) اور شاید زہر نے اس میں اپنا اثر چھوڑ رکھا تھا جسے انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے گفتگو فرماتے وقت یا آپ ﷺ کے ہنسی کے وقت محسوس کرتے تھے۔
- یہ عورت زینب بنت حارث یہودیہ تھی جو خیبر میں اپنے گھر والوں کے قتل کا انتقام لینا چاہتی تھی۔ خیبر کے مقتولین میں سے اس کا چچا سردار مرحب بھی تھا، جسے علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ وہ حیرت میں پڑگئی کہ نبی ﷺ اس کے زہر سے کیسے باخبر ہوگئے، اس لیے اس نے پوچھا کہ آپ کو

کس نے خبر دی؟ آپ ﷺ نے بکری کا پایہ اٹھایا اور کہا اس نے مجھے خبر دیا، چناں چہ وہ اسلام لے آئی اور آپ ﷺ نے اسے قتل کرنے سے منع فرمایا۔ لیکن آپ ﷺ کے ساتھ بکری کے کھانے میں بشر بن براء بن معرور تھے جن کا چند دنوں کے بعد انتقال ہو گیا، کیوں کہ انھوں نے زہر آلود گوشت کے لقمہ کو نگل لیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو بشر بن براء کے اولیا کے حوالہ کر دیا اور انھوں نے اسے قصاص کے طور پر قتل کر دیا۔

- نبوت کی نشانیوں میں سے رسول ﷺ کا ہڈی کے زہر آلود ہونے کا خبر دینا ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے اس لقمہ کو نہیں نگلا اور اس کو اپنے منھ سے تھوک دیا، لیکن تھوک کا اثر باقی رہ گیا۔ اسی لیے آپ ﷺ جب بھی زہر کا اثر محسوس کرتے آپ کے کندھے کا رگ درد کرنے لگتا، اس کے بعد آپ ﷺ تین سال زندہ رہے۔ آپ ﷺ نے اپنی موت کے وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی کہ وہ زہر کے اثر کو محسوس کر رہے ہیں اور ان کی رگیں کٹی جا رہی ہیں۔
- انبیا کے قتل اور مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی میں یہودیوں کی سازش نہیں رُکی۔ اللہ انھیں رسوا کرے۔

آج کی حدیث

۲۸۰- عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلى الله عليه وسلم لَوْلاَ بَنُو إِسْرَائِيلَ لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ وَلَوْلاَ حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ أُنْثَى زَوْجَهَا الدَّهْرَ. رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اگر بنو اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت بدبودار اور خراب نہ ہوتا۔ اور اگر حوّا نہ ہوتیں تو عورت اپنے شوہر کے ساتھ زمانہ بھر خیانت نہ کرتی۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ): گوشت بدبودار اور خراب نہ ہوتا اور نہ اس میں تبدیلی واقع ہوتی۔ علما کا کہنا ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ بنو اسرائیل پر جب اللہ تعالیٰ نے من و سلوی کا نزول فرمایا تو ان کو اس کی ذخیرہ اندوزی سے روک دیا گیا، لیکن انھوں نے اسے جمع کر کے رکھا اور وہ خراب اور بدبودار ہو گیا۔ اسی وقت سے ذخیرہ اندوزی اور اسے جمع کر کے رکھنے سے گوشت میں خرابی جاری رہی۔
- بنو اسرائیل کو ان کے ذخیرہ اندوزی کرنے کی وجہ سے سزا دی گئی کہ ان کا کھانا خراب ہو گیا اور جب وہ خراب ہو گیا تو اسے کھایا نہیں گیا۔ لہٰذا ابتدا میں اگر کھانا جمع نہ کیا جاتا تو بدبودار نہ ہوتا، لیکن یہ بنو اسرائیل اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے لیے سزا بن گئی۔
- اس حدیث میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی کا تذکرہ ہے، اس طور سے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ انسان کی نافرمانی کی وجہ سے اس کے کھانے میں عیب پیدا فرما دیتا ہے اور اس سزا کی نحوست اس پر اور اس کے بعد کے لوگوں پر ہوتی ہے۔
- آدم علیہ السلام کی بیوی کا نام حوا علیہا السلام ہے۔
- یہاں خیانت سے مراد زنا کی خیانت نہیں ہے، کیوں کہ یہ انبیا اور رسولوں کی بیویوں کے ساتھ ممکن نہیں ہے، بلکہ ان کی خیانت سے مراد اپنے شوہروں کی مخالفت کرنا ہے۔ اور بقیہ لوگوں کی بیویوں کی

ان کے ساتھ خیانت ان کی طبیعتوں کے مطابق ہوتا ہے۔ لیکن عورتوں کو شوہروں کو دھوکا دینا خاتونِ اول حوا علیہا السلام سے ورثہ میں ملا ہے جنھوں نے اپنے شوہر آدم علیہ السلام کو اس قدر بھڑکایا کہ ان کو درخت سے کھانے پر مطمئن کر دیا۔

- حوا علیہا السلام ہی ہیں جنھوں نے آدم علیہ السلام کے لیے درخت کا کھانا خوش گوار بنایا، جب شیطان نے ان دونوں کو وسوسہ دلایا۔ چناں چہ آدم علیہ السلام پر شیطان کا دھوکا دینا اور اس کا مزین بنانا اور ان کی بیوی کا اسے اچھا بنا کر پیش کرنا جمع ہو گیا اور (ممنوعہ درخت سے) کھانے کا واقعہ پیش آیا، لیکن جب ان دونوں نے توبہ کی اور ندامت کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔
- بھلائی کے کرنے اور شر سے بچنے پر عورت کو اپنے شوہر کی مدد کرنے کی ترغیب دینا۔

آج کی حدیث

۲۸۱- عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ فَأَرْسَلَتْ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِصَحْفَةٍ فِيهَا طَعَامٌ فَضَرَبَتِ الَّتِي النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِي بَيْتِهَا يَدَ الْخَادِمِ فَسَقَطَتِ الصَّحْفَةُ فَانْفَلَقَتْ فَجَمَعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِلَقَ الصَّحْفَةِ ثُمَّ جَعَلَ يَجْمَعُ فِيهَا الطَّعَامَ الَّذِي كَانَ فِي الصَّحْفَةِ وَيَقُولُ غَارَتْ أُمُّكُمْ ثُمَّ حَبَسَ الْخَادِمَ حَتَّى أُتِيَ بِصَحْفَةٍ مِنْ عِنْدِ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا فَدَفَعَ الصَّحْفَةَ الصَّحِيحَةَ إِلَى الَّتِي كُسِرَتْ صَحْفَتُهَا وَأَمْسَكَ الْمَكْسُورَةَ فِي بَيْتِ الَّتِي كَسَرَتْ. رواه مسلم

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنی بیویوں میں سے کسی کے پاس تشریف فرماتھے کہ امہات المؤمنین میں سے ایک بیوی نے ایک پیالہ بھیجوایا جس میں کھانا تھا۔ وہ خاتون جن کے گھر نبی ﷺ تشریف فرماتھے انھوں نے خادم کے ہاتھ میں مارا اور پیالہ گر کر دو ٹکڑا ہو گیا۔ نبی ﷺ نے اس ٹوٹے پیالے کو اکھٹا کیا اور اس میں جو کھانا تھا اسے بھی جمع کرنے لگے اور فرمایا: ”تمھاری ماں کو غیرت آگئی“ پھر خادم کو روکے رکھا یہاں تک کہ اس بیوی کے گھر سے ایک پیالہ لایا گیا جس کے یہاں آپ تشریف فرماتھے۔ پھر اس صحیح پیالہ کو اس بیوی کے پاس بھیجوایا جس کا پیالہ ٹوٹ گیا تھا اور ٹوٹا ہوا پیالہ اس بیوی کے گھر میں رہنے دیا جنھوں نے اسے توڑا تھا۔ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- غیرت کھانے والی بیوی سے مواخذہ نہ کرنے، اس کے ساتھ احسان کرنے اور اس کی جانب سے صادر ہونے والی فعل کو برداشت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، بالخصوص ایسی عورت جو نو عمر ہو اور اس کی کئی سوکنیں ہوں، کیوں کہ اس حالت میں اس کے عقل پر سخت غصہ کی وجہ سے تالا پڑ جاتا ہے اور نفس غیرت سے مرکّب ہے، لہذا وہ اس کے دفاع پر قابو نہیں رکھتا۔
- نبی ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی شفقت و مہربانی سے ڈھک لیا، اور ہدیہ بھیجنے والی عورت کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ فرمایا، چناں چہ وہ سب آپ کے قول اور فعل سے راضی ہو گئیں۔

- نبی ﷺ نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ جو شخص کسی چیز کو اس کے مالک کی اجازت کے بغیر تباہ کر دے تو وہ اس کے مثل تاوان دے گا اور اسی کے مثل کا ضامن ہو گا، چناں چہ آپ ﷺ نے صحیح سلامت پیالہ ہدیہ دینے والی عورت کو دیا اور ٹوٹے پیالے کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس روک لیا اور صرف پیالہ کے تاوان پر اکتفا کیا اور کھانے کا تاوان نہیں دیا، کیوں کہ وہ ہدیہ تھا اور اس کا برباد کرنا قبول کے حکم میں تھا، اسی لیے ان دونوں کے ضمان میں برابری کا معاملہ فرمایا یعنی برتن کے بدلہ برتن دیا۔ اور یہ عین انصاف ہے اور قیاس کے بالکل موافق ہے۔
- الفت و محبت، حسنِ معاشرت اور بھلائی کی خاطر شوہروں کو اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو برداشت کریں اور ان کی ایسی تصرّفات سے چشم پوشی اختیار کریں جس کا آسانی سے حل کرنا اور اس کے مثل بدلہ چکانا ممکن ہو۔

آج کی حدیث

۲۸۲- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بن مسعودٍ رضي الله عنه قَالَ: خَمْسٌ قَدْ مَضَيْنَ الدُّخَانُ وَاللِّزَامُ وَالرُّومُ وَالْبَطْشَةُ وَالْقَمَرُ. رواه البخاري

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پانچ چیزیں گذر چکیں: ”دھواں کا ظاہر ہونا، بدر کے دن مشرکین کے لیے عذاب کا لازم ہونا، روم کی مغلوبی وشکست، بدر کے دن کافروں کی پکڑ اور چاند کا دو ٹکڑا ہونا۔“ (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (خَمْسٌ قَدْ مَضَيْنَ) : قیامت کی نشانیوں میں سے پانچ چیزیں واقع ہو چکیں۔
- دھواں سے مراد نبی ﷺ کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد مشرکین کو مکہ میں لاحق ہونے والی قحط سالی ہے۔ اور یہ اس وقت ہوا، جب قریش نبی ﷺ پر غالب آگئے اور آپ کی نافرمانی کی تو آپ نے ان کو یہ بد دعا دی: اے میرے اللہ! ان پر یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی طرح سات سال قحط بھیج کر ان کے خلاف میری مدد فرما، چناں چہ وہ ایسی قحط سالی میں مبتلا کیے گئے جس میں انھوں نے بھوک کی وجہ سے ہڈیاں اور مردے کھائے، یہاں تک کہ ان میں سے ہر شخص کو بھوک کی وجہ سے اپنے اور آسمان کے درمیان دھواں کی طرح دکھائی دیتا تھا۔ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے فرمایا: مضر کے لیے بارش طلب کریں تاکہ ان سے عذاب ٹل جائے، چناں چہ آپ ﷺ نے دعا کی اور ان سے یہ عذاب ٹل گیا۔
- اللِّزام : بدر کے دن مشرکوں کو پہنچنے والا عذاب۔ ابن کثیر رحمہ اللہ، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا) کے بارے میں کہتے ہیں: عنقریب تمھارا یہ جھٹلانا تمھارے لیے لازم ہو جائے گا، یعنی تمھاری یہ تکذیب دنیا و آخرت میں تمھاری ہلاکت و تباہی اور عذاب کا متقاضی ہو گا۔ اور اس تباہی میں بدر کا دن بھی داخل ہے۔ یعنی بدر کے دن وہ قتل اور قید سے دوچار ہوئے۔

- الروم :اس سے مراد روم کی مغلوبیت ہے جس کا بیان اللہ تعالیٰ کے فرمان﴿الٓمٓ ۞ غُلِبَتِ ٱلرُّومُ ۞﴾[الف، لام، میم۔ رومی مغلوب ہو گئے۔] میں ہے۔
- البطشة :بدر کے دن کفار قریش قتل کیے گئے اور قیدی بنائے گیے، یہی بڑی پکڑ ہے جس کا بیان سورہ دخان کے اندر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے: (يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنتَقِمُونَ) ”جس دن ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے، بالیقین ہم بدلہ لینے والے ہیں۔“
- القمر: سے مراد کفارِ قریش کے سامنے چاند کا الگ الگ دو ٹکڑے ہونا ہے، یہاں تک کہ ان لوگوں پہاڑ کو چاند کے دونوں ٹکڑوں کے بیچ میں دیکھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے لیے بطور معجزہ اور نشانی کے تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ قمر میں اس کا تذکرہ کیا ہے: (اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانشَقَّ الْقَمَرُ) ”قیامت قریب ہو گئی اور چاند پھٹ گیا“

آج کی حدیث

٢٨٣- عن عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضي الله عنهما وَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ أَلَسْنَا مِنْ فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ؟ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ أَلَكَ امْرَأَةٌ تَأْوِي إِلَيْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ أَلَكَ مَسْكَنٌ تَسْكُنُهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنْتَ مِنَ الأَغْنِيَاءِ قَالَ فَإِنَّ لِي خَادِمًا قَالَ فَأَنْتَ مِنَ الْمُلُوكِ. رواه مسلم

جناب عبد الرحمان الحُبُلیّ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے سنا، جب کہ ان سے ایک شخص نے پوچھا اور عرض کیا: کیا ہم فقرائے مہاجرین میں سے نہیں ہیں؟ اس پر عبد اللہ نے کہا: کیا تمھاری بیوی ہے، جس کے پاس آرام کرتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں، فرمایا: کیا تمھارے پاس رہائش گاہ ہے جہاں تم رہتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں، فرمایا: تب تم مال داروں میں سے ہو۔ اس نے کہا: میرے پاس ایک خادم (بھی) ہے، انھوں نے کہا: تب تو تم بادشاہوں میں سے ہو۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- عربوں کے قول (اغتنى فلانٌ) میں غنی ہونے کا مفہوم: مال دار ہونا اور اس کے مال کا زیادہ ہونا ہے، لیکن نبی ﷺ کے صحابہ کا یہ خیال تھا کہ غنی وہ ہے جو ایک گھر کا مالک ہو جس میں وہ رہتا ہو، اور اس کی ایک بیوی ہو جس کے پاس وہ پناہ لیتا ہو یعنی آرام کرتا ہو، اور یہ چیزیں ضروریاتِ زندگی کے لیے کافی ہیں۔
- جس کے پاس گھر، بیوی اور خدمت گزار خادم ہو وہ بادشاہوں کی سی زندگی بسر کرتا ہے۔
- جو شخص مکان کا مالک ہے اور اس کے پاس ایک دن کی روزی ہو وہ ایسا فقیر ہے، جو صدقہ کا مستحق نہیں ہے۔
- صحابہ رضی اللہ عنہم کا دنیا سے زہد و بے رغبتی اختیار کرنے اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے نے ان کو لوگوں میں سب سے خوش بخت اور سعادت مند بنا دیا۔
- سعادت مند لوگوں کی سعادت کا راز ان کی آرزوؤں کا حصول نہیں ہوتا، بلکہ جس چیز کے وہ مالک ہیں اس پر قناعت اختیار کرنا ہی سعادت ہے۔

آج کی حدیث

٢٨٤- عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: (لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكْثُرَ الْمَالُ وَيَفِيضَ حَتَّى يَخْرُجَ الرَّجُلُ بِزَكَاةِ مَالِهِ فَلاَ يَجِدُ أَحَدًا يَقْبَلُهَا مِنْهُ وَحَتَّى تَعُودَ أَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوجًا وَأَنْهَارًا). رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ مال کی فراوانی اور کثرت ہو جائے گی اور آدمی اپنے مال کی زکاۃ لے کر نکلے گا لیکن کسی کو اس کا لینے والا نہیں پائے گا اور یہاں تک کہ عرب کی سرزمین چراگاہوں اور نہروں سے بھر جائے گی۔'' (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کے فرمان: (حتى يكثُرَ المالُ ويَفيضَ) کا مفہوم: لوگوں کے ہاتھوں میں دولت عام ہو جائے گی، لہذا کوئی شخص زکاۃ کا محتاج نہ ہوگا۔ (مُرُوجًا) مرج کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ کشادہ زمین ہے، جس میں بکثرت پودے ہوں گے اور جس میں چوپائے چریں گے۔ (أَرْضُ الْعَرَبِ) جزیرۂ عرب کا حصہ۔
- زکاۃ نکالنے میں ٹال مٹول کرنے کی ممانعت، کیوں کہ اس میں تاخیر کرنا بسا اوقات اس کے عدمِ قبولیت کا سبب ہوتی ہے۔
- آخری زمانہ میں قیامت قائم ہونے سے پہلے شبہ جزیرۂ عرب چراگاہوں اور نہروں سے ڈھک جائے گی۔
- شبہ جزیرۂ عربیہ زمانۂ ماضی میں چراگاہوں، سبزہ زاروں اور نہروں والی تھی۔ موجودہ صحراوی اور خشک طبیعت وقتی اور عارضی حالت ہے۔
- یہ حدیث نبوت کی نشانیوں اور جدید سائنسی معجزات میں سے ہے۔
- ڈاکٹر زغلول نجار نے اپنی ایک تحقیق میں ذکر کیا ہے کہ جزیرۂ عرب گذشتہ تین ہزار سالوں میں سات بارش والی ادوار سے گزری ہے، جن میں آٹھ ادوار خشکی کے ہیں، اور اسی کا اس وقت آٹھواں دور گذر رہا ہے، نیز

جزیرۂ عرب میں نیا بارش والا دور آنے والا ہے، جس کے شواہد جنوب کی طرف نصف کرہ شمالی میں برف کا پگھلنا(Ice creep) ہے،اور موسم سرما میں گرمی کی ڈگری میں قابل نمایاں گراوٹ اور کمی ہے۔

آج کی حدیث

٢٨٥- عَنْ أَنَسِ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَتَاهُ جِبْرِيلُ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَأَخَذَهُ فَصَرَعَهُ فَشَقَّ عَنْ قَلْبِهِ فَاسْتَخْرَجَ الْقَلْبَ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ عَلَقَةً فَقَالَ هَذَا حَظُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ ثُمَّ غَسَلَهُ فِي طَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ لأَمَهُ ثُمَّ أَعَادَهُ فِي مَكَانِهِ وَجَاءَ الْغِلْمَانُ يَسْعَوْنَ إِلَى أُمِّهِ يَعْنِي ظِئْرَهُ فَقَالُوا إِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ فَاسْتَقْبَلُوهُ وَهُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ قَالَ أَنَسٌ وَقَدْ كُنْتُ أَرَى أَثَرَ ذَلِكَ الْمِخْيَطِ فِي صَدْرِهِ. رواه مسلم

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے جب کہ آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، چناں چہ انھوں نے آپ کو پکڑا، لٹایا، آپ کے دل کے حصے کو چاک کیا اور دل کو نکالا، پھر اس سے ایک لوتھڑا نکالا اور کہا: یہ آپ (کے دل میں) شیطانی حصہ تھا، پھر اسے سونے کے طشت میں زمزم کے پانی سے دھویا، پھر اس کو جوڑا اور اس کی جگہ لوٹا دیا۔ بچے آپ کی ماں یعنی آپ کی رضاعی ماں کے پاس دوڑے آئے اور کہنے لگے کہ: بے شک محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا گیا۔ (لوگ آپ کی طرف نکلے) اور آپ سے اس حال میں ملاقات کیا کہ آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: یقیناً میں آپ کے سینے میں اس سلے ہوئے نشان کو دیکھا کرتا تھا"۔ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (حظُّ الشيطان منك) یعنی وہ اس کا حصہ ہوتا اگر آپ کے ساتھ رہتا۔ الطَسْت : پیتل یا اس کے جیسے دھونے کے لیے استعمال کیا جانے والا بڑا اور گول ٹب۔ لَأَمَهُ : کا معنی ہے جمع کرنا، ایک دوسرے کے ساتھ ملانا تاکہ آپس جڑ جائے۔ ظِئْره : یعنی آپ کو دودھ پلانے والی اور وہ حلیمہ سعدیہ ہیں۔
- بے شک سینہ چاک کیے جانے کا حادثہ ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ دو مرتبہ پیش آیا، ایک مرتبہ جب آپ چھوٹے تھے اور دوسری مرتبہ اسراء کی رات میں، اور یہ آپ ﷺ کے معجزات میں سے ہے۔

- معجزہ شقِ صدر حسّی طور پر تھا نہ کہ معنوی۔ اس حدیث کو اور اس جیسی دیگر احادیث کو قبول و تسلیم کرنا واجب ہے۔ مجاز کے ذریعہ اس کی تاویل نہیں کرنی چاہیے، اس لیے کہ اس کے بارے میں تاویل کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے، کیوں کہ یہ قادرِ مطلق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت کے بارے میں صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر ہے۔
- اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شیطان سے محفوظ رہنے اوراس کا آپ پر مسلط ہونے سے دوری اختیار کرنے کے سلسلے میں واضح دلالت پائی جاتی ہے۔
- زمزم کے پانی کی فضیلت۔

آج کی حدیث

٢٨٦- عَنْ أَبِي مُوسَى رضي الله عنه قال كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا جَاءَهُ السَّائِلُ أَوْ طُلِبَتْ إِلَيْهِ حَاجَةٌ قَالَ اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا وَيَقْضِي اللَّهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صلى الله عليه وسلم مَا شَاءَ.

رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی سائل آتا یا آپ سے کوئی حاجت طلب کی جاتی تو کہتے: ”تم سفارش کر دیا کرو، اجر سے نوازے جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی زبان پر جو چاہتا ہے فیصلہ کر دیتا ہے۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کے فرمان: اشفعوا کا معنی: شفاعت ہے، یعنی لوگوں کی ضروریات کی تکمیل کے لیے سفارش کرنا یا واسطہ بننا۔
- حرام کام کے علاوہ میں سفارش کرنا دوسرے کے ساتھ احسان وبھلائی کرنا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا﴾ [النساء: ٨٥] ”جو شخص کسی نیکی یا بھلے کام کی سفارش کرے، اسے بھی اس کا کچھ حصہ ملے گا۔“
- جب کوئی معاملہ حاکم تک پہنچ جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کی حدود میں کوئی سفارش نہیں ہوگی۔
- ہر طریقہ سے خیر پہنچانے میں نبی ﷺ کا امت کے ساتھ رحمت ومہربانی کرنا۔
- سفارش کرنے والے کا اجر پانا، خواہ جس کی شفاعت کی گئی ہے اس کی حاجت پوری ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔
- انسان کے لیے شرعی اسباب کا اپنانا مطلوب ہے، البتہ اس کی حاجت اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مشیئت سے پوری ہوتی ہے۔

آج کی حدیث

٢٨٧- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَفَقَدَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عَنْهَا فَقَالُوا مَاتت قَالَ أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي قَالَ فَكَأَنَّهُمْ صَغَّرُوا أَمْرَهَا فَقَالَ دُلُّونِي عَلَى قَبْرِهَا فَدَلُّوهُ فَصَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ إِنَّ هَذِهِ الْقُبُورَ مَمْلُوءَةٌ ظُلْمَةً عَلَى أَهْلِهَا وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِي عَلَيْهِمْ. رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک کالی عورت مسجد میں جھاڑو لگایا کرتی تھی، رسول ﷺ نے اسے نہیں پایا تو اس کے بارے میں پوچھا، لوگوں نے کہا کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں نے مجھے کیوں نہیں خبر دی؟ راوی کہتے ہیں: گویا کہ ان لوگوں نے اس کے معاملہ کو معمولی سمجھا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے اس کی قبر کے بارے میں بتلاؤ۔ چناں چہ لوگوں نے اس کی رہنمائی فرمائی اور آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھا، پھر فرمایا: ”بے شک یہ قبریں ان میں رہنے والوں کے لیے تاریکیوں سے بھری رہتی ہیں اور میری ان پر نماز پڑھنے کی وجہ سے اللہ عزوجل ان کو منوّر کر دیتا ہے۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- تَقُمُّ: جھاڑو لگاتی تھی۔ آذَنْتُمُونِي: مجھے اس کی موت کی اطلاع دیتے۔
- نبی ﷺ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق اور اللہ کی اطاعت وعبادت انجام دینے کے مطابق تعظیم کرتے تھے۔
- مسجد کی صفائی کے لیے عورت کو ذمہ داری سونپنا اور یہ صرف آدمی کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ جو بھی اجر کی امید سے کام لے اور مسجد کی صفائی کرے اس کے لیے اجر ہے، خواہ عورت خود صفائی کرے یا کسی کو اس کی صفائی کے لیے اجرت پر رکھے۔
- دفن سے پہلے جس نے نماز جنازہ نہ ادا کی ہو اس کا قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

- نبی ﷺ کا اپنی امت کا اچھی طرح خیال رکھنا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ امت کے احوال کا جائزہ لیتے رہتے تھے اور ان کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے۔
- میت کو رات کے وقت دفنانا جائز ہے۔
- میت کے لیے دعا کرنے کی اہمیت اور یہ زندہ کی طرف سے میّت کے لیے بہترین عمل ہے۔

آج کی حدیث

۲۸۸- عَنْ مُحَمَّد بن سيرين قَالَ إِمَّا تَفَاخَرُوا وَإِمَّا تَذَاكَرُوا الرِّجَالُ فِي الْجَنَّةِ أَكْثَرُ أَمِ النِّسَاءُ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رضي الله عنه : أَوَلَمْ يَقُلْ أَبُو الْقَاسِمِ صلى الله عليه وسلم إِنَّ أَوَّلَ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّتِي تَلِيهَا عَلَى أَضْوَإِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ اثْنَتَانِ يُرَى مُخُّ سُوقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ وَمَا فِي الْجَنَّةِ أَعْزَبُ. رواه مسلم

جناب محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے بطور تفاخر یا علمی مذاکرہ کرتے ہوئے اس بات پر بحث کی کہ جنت میں مرد زیادہ ہوں گے یا عورتیں؟(اس پر) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا ابوالقاسم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: ”جنت میں جانے والی پہلی جماعت کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گی اور جو ان کے بعد جائے گی وہ آسمان میں چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہو گی۔ ان میں سے ہر شخص کی دو دو بیویاں ہوں گی ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے پیچھے سے نظر آئے گا۔ اور جنت میں کوئی کنوارا (غیر شادی شدہ) شخص نہیں ہو گا۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- ”زُمْرَةٍ“ کا معنی: جماعت ہے۔ اور ”أَعْزَبُ“ کا معنی: جس کی بیوی نہ ہو۔
- بے شک عورتیں جنت میں زیادہ ہوں گی۔
- آدم کی اولاد میں عورتیں سب سے زیادہ ہو گی۔
- سارے جنتی شادی شدہ ہوں گے۔
- فرمانِ نبوی: (لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ اثْنَتَانِ) سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیویاں آدمیوں کی جنس سے ہوں گی۔ ورنہ یہ بات ثابت ہے کہ جنتیوں میں سے ایک جنتی کے لیے حوروں کی کثیر تعداد ہو گی۔

- یقیناً دنیا میں انجام دیئے جانے والے نیک اعمال کے بموجب جنتی درجات و مراتب اور ہیئت و کیفیت میں ایک دوسرے سے متفاوت اور مختلف ہوں یعنی کسی کا درجہ بلند اور کسی کا ان سے کم ہو گا۔
- بے شک بامقصد گفتگو، بات چیت اور بحث و مناقشہ کے ذریعہ ہی دلیل کے ساتھ درستی کی معرفت تک پہنچا جا سکتا ہے اور اس سے مطمئن ہو کر اسے قبول کیا جا سکتا ہے۔

آج کی حدیث

٢٨٩- عَنْ أَبِي مُوسَى رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْأَشْعَرِيِّينَ إِذَا أَرْمَلُوا فِي الْغَزْوِ أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِينَةِ جَمَعُوا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اقْتَسَمُوهُ بَيْنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ. رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوموسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اشعری لوگ جب لڑائی میں ان کا توشہ ختم ہو جاتا یا مدینہ میں ان کے بچوں کا کھانا کم ہو جاتا تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا اسے ایک کپڑے میں جمع کرتے ،پھر اسے آپس میں ایک برتن میں برابر تقسیم کرتے۔ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- ابو موسی رضی اللہ عنہ کے قبیلہ اشعریین کی فضیلت۔
- ”أرملوا“ : ان کا توشہ ختم ہو جاتا یا بہت کم ہو جاتا۔ ”فهم مني وأنا منهم“ یعنی وہ مجھ سے جڑے ہوئے ہیں جب کہ وہ اس مواسات و غم خواری میں میرے فعل کو انجام دیں۔
- ان اشعریین کے یہاں عام طور پر ایثار و غم خواری اور سخاوت وفیاضی کی صفت پائی جاتی تھی۔
- بے شک ایثار و غم خواری ایسے اسلامی اخلاق میں سے ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک اور اس کی مخلوق کے نزدیک مسلمان کی شان کو بلند کرتے ہیں۔
- کھانے، تسلی دینے اور نفس پر ترجیح دینے کے بارے میں مکارمت یعنی سخاوت وفیاضی اپنانے کی ترغیب۔

آج کی حدیث

۲۹۰- عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللَّهِ الْأَلَدُّ الْخَصِمُ. رواه البخاري ومسلم

سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے مبغوض شخص سخت جھگڑا کرنے والا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کا یہ فرمان «أبغض الرجال» بطور تغلیب کے ہے، ورنہ اس میں مرد عورتیں سب شامل ہیں، تاہم یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یقیناً سخت جھگڑا اکثر مردوں کے یہاں پایا جاتا ہے۔ ”الْأَلَدّ“ کے معنی: سخت جھگڑالو کے ہیں اور یہ ”لديدَي الوادي“ ”وادی کے دو کنارے“ سے ماخوذ ہے۔ گویا وہ جانبین کا پہلو لیے ہوتا ہے، اس لیے اگر اس کے خلاف دلیل سے حجت پکڑی جائے تو وہ دوسری حجت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور جب بھی اس کے لیے کسی چیز کا تذکرہ کیا جائے تو وہ اسے دوسرے معنی پر محمول کرتا ہے۔
- جھگڑے میں شدت اختیار کرنے اور اسے بڑھاوا دینے کی ممانعت، جو شخص بھی اس صفت سے متصف ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں لوگوں میں سب سے زیادہ مبغوض ہو گا۔ اس لیے کہ کثرت سے جھگڑا کرنا اور اس میں شدت اختیار کرنا مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا سبب بنتا ہے، ان کے درمیان بغض وحسد پیدا کرتا ہے اور حقوق کو باطل قرار دیتا ہے اور پھر اس کے سبب اور دیگر مفاسد وخرابیاں بھی لازم آتی ہیں۔
- جب مسلمان کو اپنے حق کے دفاع کے لیے جھگڑا کرنا پڑے تو اسے اخوّت و بھائی چارہ کے آداب کو لازمی طور پر پکڑنا چاہیے۔ اور جھگڑا میں گالی وغیرہ بکنے سے بچنا چاہیے، کیوں کہ جھگڑا کرتے وقت گالی بکنا منافقین کی صفات میں سے ہے۔

- فحش ولچر اور ناپسندیدہ الفاظ سے زبان کو محفوظ رکھنے کی اہمیت۔

آج کی حدیث

۲۹۱- عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ((أعطيت خمساً لم يعطهن أحد قبلي: نصرت بالرعب مسيرة شهر، وجعلت لي الأرض مسجدا وطهورا، فأيما رجل من أمتي أدركته الصلاة فليصل. وأحلت لي المغانم ولم تحل لأحد قبلي، وأعطيت الشفاعة وكان النبي يبعث إلى قومه خاصة، وبعثت إلى الناس عامة.)) رواه البخاري ومسلم

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملیں: ایک ماہ کی مسافت سے (دشمن کے اندر) میرا رعب ڈال دیا گیا ہے۔ میرے لیے پوری زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے، لہذا میری امت کا کوئی شخص جہاں بھی نماز کے وقت کو پالے تو وہ اسے وہیں پڑھ لے۔ میرے لیے مال غنیمت کو حلال قرار دیا گیا ہے، جب کہ یہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا۔ مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے اور (پہلے کے) نبی کو خاص طور پر اس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔" (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ایسی خصوصیات وامتیازات سے نوازا ہے جنھیں کسی اور کو نہیں عطا کیا گیا۔
- اپنے نبی پر اللہ کے احسان وکرم کا نتیجہ ہے کہ ایک ماہ کی مسافت سے ہی دشمن کے دلوں میں آپ ﷺ کا رعب پیدا کر دیا ہے۔
- بے شک مدد اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جب چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اگر چہ بغیر ظاہری اسباب کے ہو۔
- زمین کی اصل پاک ہونا ہے، لہذا ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ نماز کے لیے خاص کرنا جائز نہیں ہے، جب تک کہ اس جگہ کی نجاست کا یقین نہ ہو جائے۔

- زمین کے تمام حصہ سے تیمم کرنا جائز ہے اوراس کے ذریعہ حدث یعنی ناپاکی زائل ہو جائے گی جس طرح پانی سے حدث زائل ہو جاتا ہے، کیوں کہ پانی اور مٹی دونوں طہوریت کے وصف میں مشترک ہیں۔
- اس امّت کے حق میں مالِ غنائم حلال ہیں۔
- نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے شفاعت کا اثبات۔
- جن وانس تمام لوگوں کے لیے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رسالت کی عمومیت۔
- اس امت کے ساتھ اللہ رب العالمین کی طرف سے آسانی کرنا اوراس سے مشقت اور بوجھ کا اٹھالینا۔

آج کی حدیث

٢٩٢- عن أبي بكر رضي الله عنه قال قلت للنبي صلى الله عليه وسلم وأنا في الغار لو أن أحدهم نظر تحت قدميه لأبصرنا فقال ما ظنك يا أبا بكر باثنين الله ثالثهما. رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں غارِ (ثور) میں تھا تو میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: اگر ان میں سے کوئی ہمارے قدموں کی طرف نگاہ ڈالے گا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے ابو بکر! تمھارا اس شخص کے بارے میں کیا گمان ہے جس کا تیسرا اللہ ہے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- حدیث میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظیم منقبت کا بیان۔
- نبی ﷺ کا اپنے رب تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا بیان۔
- مشرکین رسول اللہ ﷺ سے سخت دشمنی رکھتے تھے، نیز انھیں تکلیف دینے اور ان کو قتل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔
- سلامتی اور احتیاط کے اسباب اپنانے کا بیان، جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی غار میں چھپے رہے۔
- سفر میں ساتھی کا اپنانا اور اس کے لیے صاحبِ فضل و صلاح شخص کا انتخاب کرنا۔
- ایک ساتھی کا اپنے ساتھی کا خیال رکھنا اور اسے اطمئنان دلانا اور اس پر خوشی نچھاور کرنا۔
- رسول ﷺ کے اسوہ پر چلتے ہوئے دعاۃ الی اللہ کو تسلی دینا، ان کو ثابت قدم رکھنا اور دعوت کے پھیلانے میں لاحق ہونے والی پریشانیوں پر انھیں صبر کرنے کی ترغیب دینا چاہیے۔
- اس میں اللہ تعالیٰ کی معیّت کا بیان ہے، اور اس کی دو قسمیں ہیں: **عمومی معیت:** جو تمام مخلوق کو شامل ہے، جیسے معیت علم۔ **خصوصی معیت:** اللہ کا اپنے رسولوں اور ولیوں کی مدد و تائید کے ساتھ ہونا ہے۔

آج کی حدیث

٢٩٣- عن عمر رضي الله عنه أنه جاء إلى الحجر الأسود فقبله فقال : (إني أعلم أنك حجر لا تضر ولا تنفع ولولا إني رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يقبلك ما قبلتك). رواه البخاري ومسلم

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حجر اسود کے پاس آئے، اسے بوسہ دیا اور فرمایا: ”میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ تو نفع کا مالک ہے نہ نقصان کا۔ اگر میں نے نبی ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا[1]۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- حجر اسود کا بوسہ دینے کی مشروعیت، اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ یہ جنت میں سے ہے اور یہ دودھ سے زیادہ سفید تھا، لیکن بنی آدم کی خطاؤں نے اسے کالا کر دیا۔
- قول اور فعل کے ذریعہ سنتوں کی وضاحت۔
- رسول ﷺ کے افعال میں اصل یہی ہے کہ یہ امّت کے لیے تشریع ہے، جب تک وہ فعل خصوصیت پر نہ دلالت کرے۔
- دین کے تمام امور میں شریعت کو تسلیم کرنا واجب ہے اور یہ کسی امر یا نہی کی حکمت کی معرفت پر موقوف نہیں ہے۔
- اس بات کا بیان کہ حجر اسود بذات خود کسی نفع یا نقصان کا مصدر نہیں ہے۔
- امام یا عالم کے اوپر واجب ہے کہ جب لوگ اس کے کسی مشروع فعل سے غلط مفہوم نکالیں تو وہ فوراً حق کو بیان کر کے اشتباہ و التباس کو ختم کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ اندیشہ لاحق ہوا

---

[1] لیکن افسوس کہ بہتیرے مسلمان کعبہ اور مسجد نبوی کی دیواروں اور ان کی جالیوں کا بوسہ دیتے اور اسے چومتے ہیں، اسی طرح قبروں مزاروں اور آستانوں کا بوسہ دیتے اور اس سے ان کا مقصد تبرک کا حصول ہوتا ہے۔ جب کہ ایسا کرنا نبوی طریقے اور سلفِ صالحین کے منہج کے خلاف ہے، جس سے بچنا ضروری ہے۔ اسی طرح اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کعبۃ اللہ کے علاوہ دنیا میں کسی بھی جگہ کا طواف اور چکر لگانا جائز نہیں ہے۔ (مترجم)

کہ جاہل لوگ یہ نہ گمان کر بیٹھیں کہ حجرِ اسود کا استلام کرنا بعض پتھروں کی تعظیم کے باب سے ہے، جیسا کہ عرب لوگ جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔ اسی لیے عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس کا چھونا رسول اللہ ﷺ کے فعل کی اتباع میں ہے، نہ کہ یہ پتھر بذات خود نفع و نقصان دیتا ہے، جیسا کہ جاہلیت میں لوگ بتوں کے بارے میں یہ خیال رکھتے تھے۔

آج کی حدیث

٢٩٤- عن جرير بن عبد الله رضي الله عنه قال: ((بايعت رسول الله صلى الله عليه وسلم على إقام الصلاة وإيتاء الزكاة والنصح لكل مسلم)). رواه البخاري ومسلم

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے قائم کرنے، زکاۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے لیے خیر خواہی کرنے پر بیعت کیا۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- صحابہ رضی اللہ عنہم کا نبی ﷺ سے اسلام پر بیعت کرنا۔
- اسلام میں نماز، زکاۃ اور ان کی عظمتِ شان کی اہمیت کا بیان۔
- نبی ﷺ نے نماز اور زکاۃ کو حدیث میں ایک ساتھ ملایا ہے، جیسا کہ اللہ نے اپنے کتاب عزیز میں ان دونوں کو ملایا ہے۔
- نماز کو زکاۃ پر مقدم کرنا اور یہ توحید کے بعد اسلام کے عظیم ترین ارکان میں سے ہے۔
- مسلمان کی خیر خواہی کے معاملہ کی اہمیت اور شارع کا اس کے اہتمام کا بیان۔
- ایک مسلمان کا تمام مسلمانوں کے لیے نصیحت کرنے کی اہمیت جو ان کی دین و دنیا میں فائدہ مند اور نفع بخش ہو۔

آج کی حدیث

۲۹۵– عن أبی موسی الأشعري رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: ((على كل مسلم صدقة)). قالوا: فان لم يجد قال: ((فيعمل بيديه فينفع نفسه ويتصدق)) قالوا: فان لم يستطع أو لم يفعل؟ قال: ((فيعين ذا الحاجة الملهوف)) قالوا: فان لم يفعل؟ قال: ((فليأمر بالخير أو قال بالمعروف)) قال: فان لم يفعل؟ قال: ((فليمسك عن الشر فانه له صدقة)) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ہر مسلمان پر صدقہ ہے۔“ لوگوں نے عرض کیا: اگر وہ نہ پائے تو؟ آپ نے فرمایا: ”وہ اپنے ہاتھ سے کام کرے، جس سے وہ اپنے لیے فائدہ حاصل کرے اور پھر اسے صدقہ کرے۔“ لوگوں نے کہا: اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھے تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: ”کسی مصیبت زدہ کی فریاد رسی کرے۔“ لوگوں نے کہا: اگر وہ ایسا نہ کرے تو؟ آپ نے فرمایا: ”اسے چاہیے کہ خیر یعنی بھلائی کا حکم دے۔“ یا یہ کہا کہ ”معروف کا حکم دے۔“ لوگوں نے عرض کیا: اگر وہ ایسا نہ کرے تو؟ آپ نے فرمایا: ”وہ برائی سے رکا رہے اور یہی اس کے حق میں صدقہ ہے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- صدقہ کی ترغیب دی گئی ہے۔
- جس طرح مال خرچ کرنے پر صدقہ کا اطلاق ہوتا ہے اسی طرح تمام افعالِ خیر پر بھی صدقہ کا اطلاق ہوتا ہے۔
- استفادہ اور افادہ کی خاطر کام اور کمائی پر تنبیہ۔
- بہترین کام کرنے پر ابھارا گیا ہے، جتنا ممکن ہو آدمی کو فعلِ خیر کرنا چاہیے۔
- جو شخص خصال خیر میں سے کسی خصلت کا ارادہ کرے اور وہ اس پر مشکل ہو جائے تو اسے دوسری خصلت کی طرف منتقل ہونا چاہیے۔
- صدقہ پر قدرت رکھنے والے کے لیے صدقہ کرنا اس سے کم تر اعمال انجام دینے سے زیادہ بہتر ہے۔

- صدقہ اپنے عمومی معنی کے اعتبار سے صرف مال داروں کے ساتھ مختص نہیں ہے، بلکہ ہر قدرت رکھنے والا شخص اسے اکثر حالات میں بغیر مشقت انجام دے سکتا ہے۔
- محتاج کی اعانت کی ترغیب اور خاص طور سے مصیبت زدہ کی اعانت کی ترغیب۔
- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترغیب۔
- برائی کا ترک کرنا ایک عمل ہے، اور بندہ کا کمائی کرنا اگر اللہ کی وجہ سے ہے تو اس پر وہ ثواب دیا جائے گا۔

آج کی حدیث

٢٩٦- عن ابْن عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفْ إِلَّا بِاللَّهِ.)) وَكَانَتْ قُرَيْشٌ تَحْلِفُ بِآبَائِهَا. فَقَالَ: ((لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ)). رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص قسم کھانا چاہے تو وہ صرف اللہ کی قسم کھائے۔“ قریش اپنے باپوں کی قسم کھایا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے باپوں کی قسم نہ کھایا کرو۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- غیر اللہ کی قسم کھانا منع ہے خواہ جس کی قسم کھائی جارہی ہو وہ کتنا عظیم ہی کیوں نہ ہو، جیسے اللہ کے نبیوں، اس کے رسولوں، اس کے فرشتوں اور کعبہ کی قسم کھانا۔ لہذا کسی مسلمان کے لیے اپنے قسم میں یہ کہنا جائز نہیں ہے: قسم نبی کی، قسم جبرئیل کی، قسم کعبہ کی، میری زندگی کی قسم، تیری زندگی کی قسم، فلاں کے زندگی کی قسم اور دیگر مخلوقات کی قسم۔[1]
- علما نے کہا ہے: غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کا راز یہ ہے کہ کسی چیز کی قسم کھانے سے اس کی تعظیم لازم آتی اور حقیقت میں عظمت صرف اللہ کے لیے ہے۔
- اسلام نے جاہلیت کی بری عادات کا خاتمہ کیا ہے، جیسے باپوں کی قسم کھانا وغیرہ۔
- عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ”میں اللہ کی جھوٹی قسم کھاؤں یہ میرے نزدیک غیر اللہ کی سچی قسم کھانے سے زیادہ بہتر ہے۔“

[1] لیکن افسوس کہ بہتیرے مسلمان اپنے سر کی قسم، باپ کی قسم، ماں کی قسم اور وطن کی قسم وغیرہ کثرت سے کھاتے ہیں۔ حالاں کہ یہ سب غیر اللہ کی قسم میں داخل ہیں جو کہ شرک اصغر کے قبیل سے ہیں، اور اگر قسم میں غیر اللہ کی تعظیم مقصود ہو تو یہ شرک اکبر تک پہنچا سکتا ہے۔ اللہ اس سے ہمیں محفوظ رکھے۔ (مترجم)

آج کی حدیث

٢٩٧- عن أبي هريرة رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ((من أخذ أموال النّاس يريد أداءها أدّى الله عنه ومن أخذ أموال الناس يريد إتلافها أتلفه الله.)) رواه البخاري

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص لوگوں کا مال لے اور اسے ادا کرنا چاہے تو اللہ اس کی طرف سے ادا فرماتا ہے اور جو لوگوں کا مال اسے تباہ کرنے کے لیے لے تو اللہ اسے برباد کر دیتا ہے۔“ (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- یہ حدیث ہر اس شخص کو شامل ہے جو لوگوں کا مال کسی بھی مباح و جائز طریقہ سے لیتا ہو۔ اس میں قرض یا ادھار یا سپردگی (امانت) وغیرہ کے طریقہ سے مال کو لینا داخل ہو گا۔ جو شخص ان طریقوں میں سے کسی بھی طریقہ سے مال لے اور وہ لوگوں کا حق ادا کرنے کا عزم رکھتا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی میں مدد فرماتا ہے۔ اور یہ مدد دنیا میں ہوتی ہے کہ اللہ اس کی ادائیگی کو آسان بنا دیتا ہے یا صاحبِ حق اس پر مہربانی کرتا ہے تاکہ وہ قرض سے حلال ہو جائے یا دیگر طریقہ سے اللہ اس کی مدد فرماتا ہے۔ اور اگر دنیا میں اس کا چکانا آسان نہیں ہوتا تو آخرت میں اس کی مدد فرماتا ہے اس طور سے کہ اس کا خصوم اس سے خوش ہو جاتا ہے اور اس کی نیکیوں کو نہیں لیتا اور نہ ہی اس کی برائیاں اس کے کندھوں پر ڈالی جاتی ہیں۔
- جو لوگ دوسروں کے مال کو نہ ادا کرنے کی نیت سے لیتے ہیں ان لوگوں کے لیے سخت دھمکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تباہی کی دھمکی دی ہے۔
- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ کے قول (أتلفه الله) سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاہر میں دنیا کے اندر اس کی رزق یا جان میں تباہی واقع ہوتی ہے۔ اور یہ نبوت کی نشانی میں سے ایک نشانی ہے۔ جیسا کہ اس شخص کے بارے میں اس چیز کا مشاہدہ کرتے ہیں جو ان دو امور میں سے کسی چیز کا استعمال کرتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: تباہ کرنے سے مراد عذابِ آخرت ہے۔ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (أتلفه الله) کا مطلب ہے کہ اس کے ہاتھ سے وہ مال ختم ہو جاتا ہے اور وہ اس سے نفع نہیں اٹھا پاتا، کیوں کہ اس کی نیت میں کھوٹ ہوتا ہے اور اس پر قرض باقی رہ جاتا ہے اور اس کے ذریعہ وہ روزِ قیامت سزا پاتا ہے۔
- حسن ادائیگی کی نیت سے قرضہ وغیرہ لینے کا جواز۔

آج کی حدیث

٢٩٨- عَنْ أَبِي مُوسَى رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُمْلِي لِلظَّالِمِ فَإِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَأَ: (وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ). رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ عزو جل ظالم کو مہلت دیتا ہے اور جب اسے پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں۔ پھر آپ نے (سورۂ ہود: ١٠٢ کی) آیت کریمہ پڑھی: ”تیرے پروردگار کی پکڑ کا یہی طریقہ ہے جب کہ وہ بستیوں کے رہنے والے ظالموں کو پکڑتا ہے بیشک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور نہایت سخت ہے“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کے فرمان میں وارد لفظ ”يملي“ کا معنی: یہ املاء سے مشتق ہے یعنی مہلت دینا اور مؤخر کرنا اور اس کی عمر کو لمبی کرنا یہاں تک کہ وہ مزید ظلم کرے۔ اور (لم يفلته) کا معنی: اسے چھوڑتا نہیں یا کوئی شخص اسے اللہ کے عذاب سے نجات دلانے کی طاقت نہیں رکھتا۔
- مظلوم کو اس بات کی تسلی دینا کہ اللہ تعالیٰ یقیناً ظالم سے اس کا بدلہ دلا کر رہے گا۔
- ظالم کو دھمکی دینا تا کہ لمبی عمر اور دنیاوی زینت سے دھوکا نہ کھائے، کیوں کہ ظالم کا انجام خطرناک ہے اور دنیا و آخرت میں اس کا آخری انجام دردناک ہے۔
- جب انسان ظلم کی وجہ سے جلد سزا پا جاتا ہے تو ممکن ہے کہ وہ نصیحت و عبرت پکڑلے اور ظلم کرنا ترک کردے، لیکن جب اس کو ڈھیل دے دیا جاتا ہے اور وہ گناہ کرتا ہے یا زیادہ ظلم کرنے لگتا ہے تو اس کے عذاب میں بھی بڑھوتری کردی جاتی ہے۔ اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ چناں چہ وہ اچانک پکڑلیا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ اسے پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں۔
- عقل مند شخص جب ظلم کرتا ہے اور اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی تو وہ الٰہی تدبیر سے بے خوف نہیں رہتا، بلکہ وہ جانتا ہے کہ یہ تو بطور ڈھیل ہے، لہذا وہ مظلوم کے حقوق کو واپس کرنے میں جلدی کرتا ہے۔

- قرآن وحدیث کی سب سے بہتر تفسیر اللہ اوراس کے رسول ﷺ کے کلام سے ہوتی ہے۔

آج کی حدیث

٢٩٩- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ؟)) قَالُوا الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ: ((إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا وَقَذَفَ هَذَا وَأَكَلَ مَالَ هَذَا وَسَفَكَ دَمَ هَذَا وَضَرَبَ هَذَا فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ.)) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمھیں مفلس کے بارے میں معلوم ہے؟'' صحابہ نے کہا: ہم میں مفلس وہ ہے، جس کے پاس درہم اور کوئی سازوسامان نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا مفلس وہ ہے جو روزِ قیامت نماز، روزے اور زکاۃ کے ساتھ آئے گا حالاں کہ اس نے (دنیا میں) کسی کو گالی دی ہو گی، اور کسی پر اتہام لگایا ہو گا، اور کسی کا مال (ناحق) کھایا ہو گا، اور کسی کا (ناحق) خون بہایا ہو گا، اور کسی کو (ناحق) مارا ہو گا، چناں چہ اس کی نیکیاں اس (مظلوم) شخص کو دے دی جائیں گی، پس اگر اس کی نیکیاں اس کے بدلہ چکانے سے پہلے ختم ہو جائیں گی تو مظلوم کے گناہ کو لے کر اس (ظالم) پر ڈال دی جائیں گی اور پھر اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔'' (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کے فرمان (أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ) میں ''مَا'' استفہام کے لیے ہے، جس کے ذریعہ کوئی بات معلوم کی جاتی ہے یا خبر معلوم کیا جاتا ہے۔
- محرمات میں واقع ہونے سے بچنا بالخصوص مادی اور معنوی حقوق سے متعلق حقوق العباد سے بچنا۔
- محرمات میں واقع ہونا، بالخصوص لوگوں پر ظلم و زیادتی کرنا نیک اعمال کو خراب کر دیتا ہے اور روزِ قیامت ظالمین کے اجر و نفع کو ضائع کر دے گا۔

- ہدایت ور ہنمائی اور تربیت کے معاملے میں محاورتی اور سوال و جواب کا طریقہ اپنانے سے سامعین کے شوق و جذبے میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے، وہ پُر جوش ہوتے ہیں اور اپنی ساری توجہ اور نگاہ اسی جانب رکھتے ہیں۔
- حقیقی افلاس یہ ہے کہ قیامت کے دن آپ کے جان و مال کا خسارہ ہو جائے، آپ کی نیکیاں دوسروں کی جھولی میں چلی جائیں اور دوسروں کی برائیاں آپ کے سپرد ہو جائیں۔ اور ایسا دنیا میں آپ کی طرف سے دوسروں کو اذیت و تکلیف دینے کی وجہ سے ہو گا۔
- مخلوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ عدل و حق پر مبنی ہوتا ہے۔

آج کی حدیث

۳۰۰- عَنْ أَبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنْ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ. رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”روزِ قیامت حق داروں کا حق ضرور ادا کیا جائے گا، یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری سے بدلہ دلوایا جائے گا۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (يُقَاد) بدلہ وقصاص۔ (الجلحاء) بے سینگ والی (القرناء) سینگ والی۔
- دوبارہ زندہ کیے جانے اور حساب وجزا کے دن کا اثبات۔
- اللہ تعالیٰ کے عدل کا بیان اور وہ اپنے بندوں کو روزِ قیامت قصاص دلوائے گا اور یہ قصاص ظالم کی نیکیاں مظلوم کے سپرد کرکے اور مظلوم کی برائیاں ظالم کے سپرد کرکے ہوں گی۔
- ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ہر چیز کو اکٹھا کیا جائے گا یہاں تک کہ مکھی کو بھی۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ تمام حیوانوں اور چوپائیوں کو جمع کرے گا تاکہ ان کو انصاف کے ساتھ بدلہ دلوا سکے۔ (یہاں تک کہ کسی شخص کا دوسرے پر کوئی ذمہ نہیں رہ جائے گا۔ اللہ فرمائے گا: (كونوا ترابا) ”مٹی ہو جاؤ“ تو اس وقت کافر یہ تمنا ظاہر کریں گے: (يَاليتني كنتُ تراباً) ”اے کاش! میں مٹی ہو جاتا۔“
- صاحبِ حق کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں جلدی کرنے اور ظلم وجور کے بل پر لی گئی چیزوں کو ان کے مالکوں کے حوالے کرنے، یا موت سے پہلے اپنی جفاکاریوں پر ان سے معافی طلب کرنے میں جلدی کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

آج کی حدیث

٣٠١- عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: احْتَجَّتِ الجنَّة والنَّار، فقالتِ النَّار: فِيَّ الجبَّارون والمُتَكَبِّرُون. وقالتِ الجنَّة: فِيَّ ضُعَفَاء الناسِ ومساكِينُهُم، فقضى الله بَيْنَهُمَا: إِنك الجنَّة رحْمَتي أَرحم بك من أشاء، وإِنك النَّار عذابي أُعذب بك من أشاء، ولِكِلَيْكُمَا عليَّ مِلْؤُهَا. رواه مسلم

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جنت اور جہنم نے احتجاج (بحث و تکرار) کیا۔ جہنم نے کہا: میرے اندر ظالم اور متکبر لوگ جائیں گے۔ اور جنت نے کہا: میرے اندر کمزور اور مسکین لوگ رہیں گے۔ اللہ نے ان دونوں کے مابین فیصلہ فرمایا کہ: اے جنت! بے شک تو میری رحمت ہے، میں تیرے ذریعہ جس پر چاہوں گا رحم کروں گا (اور جہنم سے کہا:) بے شک تو میرا عذاب ہے اور میں تیرے ذریعہ جسے چاہوں گا عذاب دوں گا۔ اور تم دونوں کو میں ہی بھروں گا۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- ضعیف و کمزور مومنوں کو جنت کی بشارت اور جابر و مغرور لوگوں کو جہنم کی دھمکی دی گئی ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیئت سے لوگوں کو آزاد چھوڑ رکھا ہے، ان میں سے جو شخص جس عمل کو چاہتا ہے اپناتا ہے، جب کہ اللہ نے حق باطل سے واضح کر دیا ہے۔ اور اللہ سبحانہ اس بات کو جانتا ہے کہ ایک گروہ ایسا ہے، جو برائی کے راستہ کو اختیار کرے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا جسے وہ بھرے گا۔ اور ایک گروہ ایسا ہے، جو اس کے ارادہ سے بھلائی کے راستہ کو اختیار کرے گا اور اس کا ٹھکانا جنت ہو گا جسے وہ بھرے گا۔

- یہ حدیث علم غیب میں سے ہے اور یہ اپنے ظاہر پر محمول ہو گی۔ اللہ نے جنت و جہنم کو ایک دوسرے سے الگ رکھا ہے جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے ملے اور ان دونوں نے آپس میں ایک دوسرے سے بحث و مباحثہ کیا اور ان کے درمیان گفتگو ہوئی۔
- اللہ کے لیے عاجزی اختیار کرنا اور مومنوں کے لیے اپنے بازو کو نرم رکھنا رحمت الٰہی اور جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے۔
- جنت اللہ کی رحمت کا گھر ہے، اس کے ذریعہ اپنے اولیا میں سے جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے، اور جہنم اس کے عذاب کا گھر ہے اس کے ذریعہ اپنے دشمنوں میں سے جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔
- مناظرہ کا جائز ہونا اور یہ حق کے اظہار اور باطل کے ابطال کے لیے مشروع ہے۔
- فقیر اور کمزور لوگ ہی جنتی لوگ ہیں، کیوں کہ عموماً یہی لوگ حق کو تسلیم کرنے والے ہوتے ہیں اور جابر و مغرور لوگ ہی جہنمی ہیں کیوں کہ یہ لوگ حق کے بارے میں تکبر سے کام لیتے ہیں۔ ہم اللہ سے جہنم کی پناہ چاہتے ہیں۔

آج کی حدیث

٣٠٢- عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : رَدَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ التَّبَتُّلَ وَلَوْ أَذِنَ لَهُ لَاخْتَصَيْنَا. رواه البخاري ومسلم

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو تبتل یعنی ترکِ دنیا کی بنا پر شادی نہ کرنے کی اجازت نہیں دی، اگر انھیں اس کی اجازت دے دیتے تو ہم لوگ خصی ہو جاتے۔" (بخاری و مسلم)

- التَّبَتُّلَ: عبادت کرنے کے لیے عورتوں سے کٹ جانا یا کنارہ کشی اختیار کرنا۔ ولو أذن له : یعنی نکاح نہ کرنے اور عبادت کے لیے گوشہ نشین ہونے کی اجازت دے دیتے۔ (لاختصینا) : اختصاء یعنی خصی ہونے کا مطلب دونوں خصیوں کو کاٹ دینا یا انھیں کوٹ دینا۔ اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ: ہم عبادت کرنے اور دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے میں اس قدر مبالغہ سے کام لیتے کہ یہ ہمیں اختصاء تک پہنچا دیتا۔
- خصیہ کروانے کی ممانعت اور اس کی ممانعت کی حکمت افزائش نسل ہے تاکہ کافروں سے جہاد کرنا جاری رہے۔ ورنہ اگر اس کی اجازت دے دیتے تو وہ اسے کثرت سے کرتے جس کے نتیجہ میں نسل کشی ہوتی اور پھر نسل کشی کی وجہ سے مسلمان تعداد میں کم ہو جاتے اور کفار بڑھ جاتے۔ اور یہ صورتِ حال امتِ محمدیہ کی بعثت کے مقصود کے خلاف ہوتا۔
- انسانوں میں خصیہ کروانے کی ممانعت ہمیشہ کے لیے نہی تحریمی ہے اور اس کی حرمت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

- دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر کے عبادت کے لیے گوشہ نشینی کرنے سے روکا گیا ہے اور ایسا کرنا نفس کو سختی سے نکاح کرنے سے روکنا ہے۔
- نفس میں پیدا ہونے والے امور کے بارے میں علما سے سوال کیے بغیر اقدام نہیں کرنا چاہیے۔ بے جا سختی اور نفس کو دشواری میں ڈالنے سے بچنا چاہیے، معاملات میں سہولت و آسانی کو اختیار کرنا چاہیے اور کُلفت و مشقت کی راہ کو ترک کر دینا چاہیے نیز لذت کی چیزوں کو استعمال کرنے سے منع نہیں کرنا چاہیے بالخصوص جب ان کے ذریعہ بندہ پر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر گزاری مقصود ہو۔

آج کی حدیث

۳۰۳- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رجلا قال للنبي صلى الله عليه وسلم: أوصني. قال: (لاتغضب) فردد مرارا. قال: (لاتغضب) رواه البخاري

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے کہا کہ: مجھے وصیت کریں، آپ ﷺ نے فرمایا: "غصہ نہ کرو۔" اوراسے آپ نے کئی بار دھرایا۔ فرمایا: "غصہ نہ کرو۔" (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- سائل کی حالت کے مطابق سوال کا جواب دینا۔
- غصہ کرنے کی ممانعت کیوں کہ غصہ برائی کی جڑ ہے اوراس سے بچنا تمام بھلائی کی اصل وبنیاد ہے۔
- ایسے اخلاق کا حکم کہ جب آدمی اسے اپنالے اور وہ اس کی عادت بن جائے اور پھر اس کے اسباب کے پائے جانے پر غصہ اس سے دور ہو جائے۔ جیسے جودو کرم، حلم وبردباری اور حیا وغیرہ۔
- دین اسلام کی خوبیوں میں سے ہے کہ وہ برے اخلاق سے روکتا ہے۔
- عالم سے وصیت طلب کرنے کا جواز۔
- مزید وصیت طلب کرنے کا جواز۔
- اس حدیث میں "سد ذریعہ" کے قاعدہ کی شاہدودلیل ہے۔
- نبی ﷺ کی شمائل میں سے آپ کا جوامع الکلم سے نوازا جانا ہے۔
- کسی چیز سے روکنا درحقیقت اس کے اسباب سے روکنا ہے اوراس چیز کا حکم دینا ہے، جو اس کے ترک پر معاون ہو۔

آج کی حدیث

٣٠٤- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((من رآني في المنام فَسَيَرَانِي في اليَقظة أو كأنما رآني في الْيَقَظَةِ لا يَتَمَثَّلُ الشيطان بي.)) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے عنقریب بیداری میں دیکھے گا، یا گویا اس نے مجھے بیداری میں دیکھا، کیوں کہ شیطان میری شکل نہیں اختیار کرسکتا ہے۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- نبی ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ شیطان آپ کی صورت نہیں اختیار کرسکتا۔
- نبی ﷺ کے علاوہ دیگر لوگوں کی شکل میں شیطان کا خواب میں ظاہر ہونا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس چیز پر قدرت عطا کی ہے۔
- نبی ﷺ کو خواب میں دیکھنا خواب کے سچ ہونے اور اس کے راہِ حق پر ہونے کی علامت و پہچان ہے۔
- نبی ﷺ کو خواب میں دیکھنے سے آپ ﷺ کو اسی معروف صفت پر دیکھنا مراد ہے جو صفت ”شمائلِ محمدی ﷺ“ کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں مذکور ہے۔ اسی لیے ابن سیرین رحمہ اللہ سے کوئی یہ بیان کرتا کہ اس نے (خواب میں) نبی ﷺ کا مشاہدہ کیا ہے تو اس سے کہتے: اپنے خواب کی صفت بیان کرو، اگر وہ آپ ﷺ کا ایسا وصف بیان کرتا جسے آپ ﷺ کی صفت و وصف کے حوالے سے نہیں پہچانتے تو کہتے: تو نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا ہے۔
- خواب میں نبی ﷺ کو دیکھنے والے کے لیے بشارت کہ وہ شخص روزِ قیامت آپ ﷺ کا مشاہدہ کرے گا۔

آج کی حدیث

٣٠٥- عن المقدام بن معد يكرب رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ((ما أكل أحد طعاما قط خيرا من أن يأكل من عمل يده، وإن نبي الله داود صلى الله عليه وسلم كان يأكل من عمل يده.)) رواه البخاري

سیدنا مقدام بن معد یکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''آدمی نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھایا۔ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھایا کرتے تھے۔'' (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- مسلمان کو کام کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور یہ کہ اس کا رزق اس کے ہاتھ کی کمائی اور اس کی محنت کا ثمرہ ہونا چاہیے۔
- ہاتھ سے کام کرنے کی فضیلت۔ اور آدمی جو کام خود سے کرتا ہے وہ کسی واسطہ سے انجام دیئے جانے والے کام پر مقدّم ہے۔
- داؤد علیہ السلام کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا ہے کیوں کہ ان کا اپنے ہاتھ کی کمائی کھانے پر اکتفا کرنا ضرورت کی وجہ سے نہ تھا، کیوں کہ وہ زمین میں خلیفہ تھے، جیسا کہ ان کے بارے میں قرآن میں ذکر ہے، بلکہ انھوں نے افضل طریقہ سے کھانے کو اختیار کیا تھا۔ اسی لیے نبی ﷺ نے اسے مقامِ احتجاج میں ذکر کیا ہے، کیوں کہ کسی چیز کا دلیل کے ساتھ ذکر کرنا نفس میں زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔
- کمائی توکل کے منافی نہیں ہے۔
- کسی کام کو بطور پیشہ اپنانا دعوت الی اللہ کے فریضہ سے غافل نہیں کرتی اور نہ ہی یہ طلبِ علم سے بے توجہ کرتی ہے۔

آج کی حدیث

٣٠٦- عَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَذَكَرَ اللَّهَ عِنْدَ دُخُولِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ لَا مَبِيتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ وَإِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرْ اللَّهَ عِنْدَ دُخُولِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ أَدْرَكْتُمْ الْمَبِيتَ وَإِذَا لَمْ يَذْكُرْ اللَّهَ عِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ أَدْرَكْتُمْ الْمَبِيتَ وَالْعَشَاءَ. رواه مسلم

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور دخول کے وقت اور کھانے کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے: تمھارے لیے نہ رات گذارنے کی کوئی جگہ ہے اور نہ ہی کوئی کھانا ہے۔ اور جب بغیر ذکر کیے ہوئے گھر میں داخل ہوتا ہے تو شیطان کہتا ہے: تمھیں رات گذارنا نصیب ہو گیا، اور جب ذکر (بسم اللہ) کیے کھانا کھاتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ: تمھارے لیے رات گذارنا اور کھانا کھانا نصیب ہو گیا۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانے کے وقت اللہ کا ذکر کرنا اور بسم اللہ کہنا مستحب ہے۔
- ہر وہ چیز جس پر اللہ کا نام لیا جائے تو شیطان اس سے مایوس ہو جاتا ہے۔
- کھانے کے وقت اور گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کے ذکر کرنے میں اللہ تعالیٰ کے متعلق غفلت برتنے سے دوری پائی جاتی ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق غفلت میں پڑنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت میں واقع ہونے اور شیطان کی ضلالت و گمرہی میں پڑنے کا باعث بنتا ہے۔
- شیطان ابن آدم کے عمل، تصرف اور تمام امور میں مراقبہ و نگرانی کرتے رہتا ہے۔ جب انسان غافل ہو جاتا ہے تو وہ اس کی غفلت میں داخل ہوتا ہے اور اپنے مقصد کو پالیتا ہے۔
- ذکر تم کو شیطان سے دور رکھتا ہے اور تمھارے ہر چیز میں اس کے شریک ہونے سے روکتا ہے۔

- شیطان ان گھروں میں ٹھہرتا ہے جہاں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا جاتا اوران گھر والوں کے کھانا کو کھاتا ہے جب وہ اس پر اللہ کا نام نہیں لیتے۔ بلکہ جب آدمی اپنی بیوی سے جماع و ہم بستری کرتے وقت یہ دعا (بسم الله اللهم جنبنا الشيطان وجنب الشيطان ما رزقتنا) "بسم اللہ، اے میرے اللہ! ہمیں شیطان سے دور رکھ اور شیطان کو ہماری اولاد سے دور فرما" نہیں پڑھتا ہے تو شیطان اس میں بھی شریک ہو جاتا ہے اور اس کی اولاد میں اثر انداز ہوتا ہے۔
- ہر شیطان کے کچھ دوست اوراولیاہیں جو اس کی باتوں سے بشارت پکڑتے ہیں اوراس کے حکم کی اتباع کرتے ہیں۔

آج کی حدیث

۳۰۷- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (رُبَّ أشعثَ أغبرَ مدفوع بالأبواب لو أقسم على الله لأبرَّه) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کچھ غبار آلود، پراگندہ بال والے اور دروازوں سے دھتکارے ہوئے لوگ اگر اللہ پر کوئی قسم کھالیں تو وہ اسے پورا کرتا ہے۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- أشعث: جس کے پاس اپنے سر پر تیل لگانے کے لیے کچھ نہ ہو۔ أغبر: غبار آلود رنگ والا، غبار آلود کپڑے والا اور یہ سخت فقر و محتاجگی کی وجہ سے ہو۔ مدفوع بالأبواب: اس کا کوئی مرتبہ نہ ہو۔ جب وہ لوگوں کے پاس اجازت طلب کرے تو اسے اجازت نہ ملے، بلکہ دروازے سے دھتکار دیا جائے، کیوں کہ لوگوں کے یہاں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں، لیکن رب العالمین کے پاس اس کی قدر و منزلت ہوتی ہے۔
- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ آپ ﷺ کے فرمان (لو أقسم على الله لأبرَّه) کے بارے میں فرماتے ہیں: "یعنی اگر وہ کسی چیز کے بارے میں قسم کھائے اس امید کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے واقع کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے پوری کرتا ہے اور اس کی وجہ سے اسے واقع کر دیتا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ: یہ اس کی دعا قبول ہونے سے کنایہ ہے۔"
- اللہ تعالیٰ انسان کی صورت کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔
- انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے جسم و لباس کی صفائی سے زیادہ اپنے عمل اور دل کی صفائی کی طرف توجہ دے۔
- آدمی کا میزان اعمال سے بھاری ہوتا ہے نہ کہ ظاہری شکل و صورت، حسب و نسب اور مال و جائداد سے۔

- اللہ کے لیے عاجزی اوراس کے لیے انکساری وفروتنی کا اظہار کرنا دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ہے۔اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ متقیوں اور نیکوکاروں کی قسموں کو پورا کر دیتا ہے۔

آج کی حدیث

۳۰۸- عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى أُمِّ أَيْمَنَ نَزُورُهَا كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُورُهَا فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَيْهَا بَكَتْ فَقَالَا لَهَا مَا يُبْكِيكِ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ مَا أَبْكِي أَنْ لَا أَكُونَ أَعْلَمُ أَنَّ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنْ أَبْكِي أَنَّ الْوَحْيَ قَدْ انْقَطَعَ مِنْ السَّمَاءِ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا. رواه مسلم

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمارے ساتھ ام ایمن کی زیارت کرنے چلیں جس طرح رسول اللہ ﷺ ان کی زیارت کیا کرتے تھے۔ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں۔ ان دونوں نے ان سے کہا: کس چیز نے آپ کو رونے پر آمادہ کیا ہے؟ اللہ کے پاس اپنے رسول ﷺ کے لیے جو کچھ ہے وہ آپ ﷺ کے لیے بہتر ہے۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اس لیے نہیں روتی کہ مجھے یہ نہیں پتہ کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ رسول ﷺ کے لیے بہتر ہے، لیکن میں اس بات پر روتی ہوں کہ آسمان سے وحی آنے کا سلسلہ بند ہو گیا۔ ان کے اس قول کی وجہ سے ان دونوں (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کو رونا آ گیا اور وہ بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اُم ایمن رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی آزاد کردہ لونڈی ہیں، انھوں نے آپ ﷺ کو گود کھلایا اور بچپن میں آپ ﷺ کی خدمت کی۔
- صالحین کی زیارت کرنا، اسی طرح اپنے اس نیک دوست کی زیارت کرنا جو تمہاری زیارت کرتا ہے۔
- فاضل شخص کا اپنے سے کمتر شخص کی زیارت کرنا مستحب ہے۔
- ام اَیمن رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا بیان۔

- صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہر معاملہ میں رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا اسوہ پکڑنا۔
- صالحین اور ساتھیوں کی جدائی پر غمگین ہو کر رونا جائز ہے۔
- علم اور اس خیر کے کھونے پر غمگین ہو کر آنسو بہانا جائز ہے، جس کے ذریعہ وحی نازل ہوتی تھی۔ وحی کے منقطع ہونے کے بعد خواہشات مختلف ہو گئیں، اختلاف عام ہو گیا اور بہت سارے فِتَن و مصائب رونما ہوئے۔

آج کی حدیث

٣٠٩- عَنْ حُذَيْفَةَ رضي الله عنه قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ : جُعِلَتْ صُفُوفُنَا كَصُفُوفِ الْمَلَائِكَةِ، وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا، وَجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُورًا، إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ وَذَكَرَ خَصْلَةً أُخْرَى. رواه مسلم

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہمیں لوگوں پر تین چیزوں کے ذریعہ فضیلت عطا کی گئی ہے: ہماری صفوں کو فرشتوں کی صفوں کی طرح بنایا گیا ہے، ہمارے لیے پوری روئے زمین کو مسجد بنایا گیا ہے اوراس کی مٹی کو ہمارے لیے پاک بنایا گیا ہے، جب ہم پانی نہ پائیں۔ اور انھوں نے ایک دوسری خصلت کا تذکرہ کیا۔ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- تمام انبیائے کرام پر نبی ﷺ کو فضیلت حاصل ہے اور آپ کی بہت ساری خصوصیات ہیں۔ آپ ﷺ کی خصوصیات و فضائل سے متعلق بہت ساری تصنیفات بھی موجود ہیں۔
- یہ امّت بہترین امت ہے، اس طور سے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایسی خصوصیات سے نوازا ہے، جنھیں پچھلی امتوں میں سے کسی کو نہیں عطا کیا گیا تھا۔
- اپنے رب کی طاعت کے لیے قیام کے وقت فرشتوں کا صف بندی کرنا۔
- اپنی نمازوں اور عبادتوں میں فرشتوں کے افعال کی اقتدا و پیروی کرنا۔
- بے شک زمین کو نبی ﷺ اور آپ کی امت کے لیے مسجد بنایا گیا ہے، لہذا جہاں کہیں بھی نماز کا وقت ہو جائے تو وہیں نماز پڑھ لینی چاہیے، البتہ ممنوعہ اوقات میں نماز پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔
- یقیناً اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور ان کی امت کے معاملے کو آسان کیا ہے، چناں چہ ساری زمین کو ان کے لیے پاک بنایا ہے۔

- زمین کی اصل طہارت ہے، لہٰذا اس پر نماز پڑھنا اور اس سے تیمم کرنا درست ہے۔
- پانی کی موجودگی میں تیمم کرنا درست و جائز نہیں ہے۔
- آخری بات جسے راوی نے ذکر نہیں کیا وہ سورۂ بقرہ کی آخری آیتوں کا عرش کے نیچے سے نازل ہونا ہے، جسے آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کو نہیں عطا کیا گیا۔

آج کی حدیث

٣١٠- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (لا تبدءوا اليهود ولا النصارى بالسلام، فإذا لقيتم أحدهم في الطريق فاضطروه إلى أضيقه) رواه مسلم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہود ونصاریٰ سے سلام کرنے میں پہل نہ کرو۔ اور جب تم ان میں سے کسی سے راستہ میں ملاقات کرو تو اسے تنگ والی جگہ اختیار کرنے پر مجبور کردو۔'' (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- کسی مسلمان کے لیے یہود ونصاریٰ میں سے کسی سے بھی سلام کرنا جائز نہیں ہے۔
- ممانعت سے یہ بات سمجھ آئی کہ ان سے صرف سلام میں ابتدا کرنا منع ہے نہ کہ ان کے سلام کا جواب لوٹانا منع ہے۔ اوراس کی صراحت دوسری احادیث میں آئی ہوئی ہے۔ جیسے آپ ﷺ کا فرمان: ''جب تم سے اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ) میں سے کوئی سلام کرے تو اس کے جواب میں وعلیکم کہو۔''
- جب کوئی کتابی شخص راستہ میں مسلمان سے ملے تو مسلمان اسے سب سے تنگ راستہ اپنانے پر مجبور کردے گا، اور مسلمانوں کے لیے کشادہ راستہ ہوگا اور یہ ازدحام کے وقت ہوگا۔ اگر راستہ بھیڑ سے خالی ہو تو کوئی حرج نہیں اور تنگی اس طرح ہوگی کہ انھیں کوئی ضرر نہ پہنچنے پائے۔
- مسلمانوں کی عزت اور غیر مسلمین کی ذلت کا اظہار، کسی پر ظلم ڈھائے بغیر یا کسی کے ساتھ بدکلامی کیے بغیر ہو۔
- اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے کی وجہ سے کافروں پر سختی کرنا بسا اوقات ان کے اسلام لانے کا سبب ہوتا ہے اور وہ جہنم سے نجات پاجاتے ہیں، جب کہ یہ چیز انھیں سبب کی معرفت حاصل کرنے پر آمادہ کرے۔ اور ایسا اسی وقت ہوگا جب مسلمان اپنے دین کے تمام احکام پر کاربند ہوں گے۔ اور اسی میں سے ان باتوں کا اپنانا ہے، جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہیں۔

آج کی حدیث

٣١١- عن عوف بن مالك الأشجعي رضي الله عنه قال: كُنَّا عِنْدَ رَسولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلَّمَ، تِسْعَةً، أوْ ثَمانِيَةً، أوْ سَبْعَةً، فقالَ: ألا تُبايِعُونَ رَسولَ اللهِ؟ وكُنَّا حَدِيثَ عَهْدٍ بِبَيْعَةٍ، فَقُلْنا: قدْ بايَعْناكَ يا رَسولَ اللهِ، ثُمَّ قالَ: ألا تُبايِعُونَ رَسولَ اللهِ؟ فَقُلْنا: قدْ بايَعْناكَ يا رَسولَ اللهِ، ثُمَّ قالَ: ألا تُبايِعُونَ رَسولَ اللهِ؟ قالَ: فَبَسَطْنا أيْدِيَنا وقُلْنا: قدْ بايَعْناكَ يا رَسولَ اللهِ، فَعَلامَ نُبايِعُكَ؟ قالَ: علَى أنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ ولا تُشْرِكُوا به شيئًا، والصَّلَواتِ الخَمْسِ، وتُطِيعُوا، (وَأَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً)، ولا تَسْأَلُوا النَّاسَ شيئًا. فَلقَدْ رَأَيْتُ بَعْضَ أُولَئِكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُ أحَدِهِمْ، فَما يَسْأَلُ أحَدًا يُناوِلُهُ إيَّاهُ. رواه مسلم

سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس نو یا آٹھ یا سات کی تعداد میں تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم لوگ اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت نہیں کروگے؟" حالاں کہ ہم ابھی تازہ تازہ بیعت کرچکے تھے۔ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ سے بیعت کرلی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے کہا: کیا تم اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت نہیں کروگے؟ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ سے بیعت کرلی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگ اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت نہیں کروگے؟ راوی کہتے ہیں: ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ سے بیعت کرلی ہے، تو ہم آپ سے کس بات پر بیعت کریں؟ نبی ﷺ فرمایا: "(تم اس بات پر بیعت کرو کہ) تم اللہ کی عبادت کروگے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کروگے، پنج وقتہ نمازیں ادا کروگے اور تم اپنے حاکم کی اطاعت کروگے۔ (اور ایک بات آہستہ سے فرمائی کہ) تم لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کروگے۔" چناں چہ ہم نے ان افراد میں سے بعض لوگوں کو دیکھا کہ ان میں سے کسی کا کوڑا گر جاتا تو اسے اٹھانے کے لیے کسی کو حکم نہیں دیتے۔ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اللہ پر سچے ایمان، عبادت میں اخلاص اور شریعتِ الٰہی کی پابندی کرنے میں اللہ عزوجل کے ساتھ عہد کا تجدید کرنا مستحب ہے۔

- رسول اللہ ﷺ جب کبھی صحابہ کرام کو کسی کام کے لیے بلاتے یا انھیں کسی ضرورت کے لیے پکارتے تھے تو وہ اسے قبول فرماتے تھے اور آپ کے حکم کو تسلیم کرتے تھے۔
- بیعت کا پورا کرنا واجب ہے اور اس کا توڑنا ممنوع ہے۔
- مکارمِ اخلاق اپنانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ عزتِ نفس اور اپنی خودداری کی خاطر مخلوق کا احسان اٹھانے سے خود کا دامن بچانا بھی مکارمِ اخلاق میں سے ہے۔
- مسلمان کو اپنے آپ پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور تمام امور کی ذمہ داری لینی چاہیے اور اسے دوسروں پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔
- ہر وہ چیز جو مانگنے میں داخل ہو اس سے بچنا مستحب ہے یعنی مانگنے اور دستِ سوال دراز کرنے سے احتراز کرنا چاہیے خواہ مانگی جانے والی چیز کم تر اور نیات معمولی ہی کیوں نہ ہو۔

آج کی حدیث

٣١٢- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (اثنتان في الناس هما بهم كفر: الطعن في النسب والنياحة على الميت) رواه مسلم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگوں میں دو باتیں کفر کی ہیں: نسب میں طعن کرنا اور میّت پر نوحہ کرنا۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (هما بهم كفر) یعنی یہ دونوں عادتیں کفریہ ہیں، جن پر لوگ قائم ہیں، کیوں کہ یہ کفار کے اعمال میں سے ہیں۔ (الطعن في النسب) یعنی لوگوں کے نسبوں میں عیب اور کمی نکالنا۔ میت پر نوحہ کرنے سے مراد: تیز اور بلند آواز کے ساتھ میت کی خوبیاں شمار کرنا، اس لیے کہ اس طرح کی بلند آوازی میں تقدیرِ الٰہی پر ناراضگی کا اظہار پایا جاتا ہے۔
- نسبوں میں طعن کرنا اور اس میں نقص نکالنا حرام ہے۔
- نوحہ کرنا حرام ہے اور یہ کفار کی عادتوں میں سے ہے اور یہ کبیرہ گناہ ہے۔
- مصائب پر صبر کرنا واجب ہے۔
- یہ اعمال کفرِ اصغر میں سے ہیں جو انسان کو ملت اسلام سے خارج نہیں کرتی ہیں۔
- اختلاف تک پہنچانے والے تمام امور سے اسلام نے منع کیا ہے۔

آج کی حدیث

۳۱۳- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (يا نساء المسلمات لا تحقرن جارة لجارتها ولو فرسن شاة) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے مسلمان عورتوں! کوئی پڑوسن اپنی پڑوس والی عورت (کے ہدیہ) کو حقیر نہ جانے، اگرچہ بکری کا کُھر ہو۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد

- آپ ﷺ کا فرمان (فِرْسِن): بکری کے کُھر میں پایا جانے والا گوشت، اور یہ نہایت معمولی چیز ہوتا ہے۔ اس میں معمولی چیز کے ہدیہ دینے اور اسے قبول کرنے میں مبالغہ اختیار کرنے کی جانب اشارہ مقصود ہے نہ کہ کُھر کی حقیقت کا بیان مقصود ہے، کیوں کہ عام طور پر عادتاً کُھر کا ہدیہ نہیں دیا جاتا۔
- ذلیل و حقیر سمجھنے کی ممانعت، مسلمان عورت تھوڑی چیز کو حقیر نہ سمجھے بلکہ اسے اپنی پڑوسن کو بطور ہدیہ دے، اسی طرح جسے ہدیہ دیا جارہا ہے وہ اس ہدیہ کو حقیر نہ جانے اگرچہ وہ معمولی ہو۔ اسی طرح مومن شخص کو اپنے مومن بھائی کو اس کے تمام امور میں حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔
- ہدیہ لینے اور دینے کی ترغیب، اگرچہ معمولی ہو، کیوں کہ زیادہ دینا ہر وقت میسر نہیں ہوتا۔
- پڑوسی کو وصیت کرنا۔
- دو پڑوسیوں کے درمیان باہمی معاملہ کرنے میں تکلف ساقط ہو جاتا ہے یعنی ایسی صورت میں تکلف نہیں کرنا چاہیے۔
- حسبِ استطاعت دوسروں کے لیے بھلائی کرنے کی ترغیب۔

آج کی حدیث

٣١٤- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (اللهم اجعل رزق آل محمد قوتا) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اے میرے اللہ! محمد (ﷺ) کے گھر والوں کے رزق کو قُوت بنادے۔ (یعنی ایسا رزق عطا فرما جس سے زندگی کا گذارا ہو سکے۔)‘‘ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- قُوت کا معنی: جس سے جان بچ سکے اور ضرورت کے لیے کافی ہو۔ آل محمد سے مراد: آپ ﷺ کے گھر والے ہیں۔
- دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنے اور اس میں سے صرف بقدر حاجت چیزوں پر اکتفا کرنے کی فضیلت اور اس کی دعا بھی کرتے رہنا چاہیے۔
- دنیا سے بقدرِ ضرورت و کفالت روزی حاصل کرنے اور آخرت کی نعمتوں کو پانے کی غرض سے دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنے کی فضیلت۔
- آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں کے لیے دعا کیا کہ ان کے لیے بقدر ضرورت رزق ہو تاکہ وہ زیادہ ہونے پر سرکشی نہ اختیار کریں اور دنیا والے ان کی وسعتِ رزق پر حسد نہ کریں۔ جب انھیں کوئی فقیر شخص دیکھے گا تو قناعت اختیا کرے گا اور جب انھیں کوئی مال دار دیکھے گا تو وہ شرم کرے گا۔
- آپ ﷺ نے ضرورت بھر روزی طلب کیا، کیوں کہ قُوت وہ ہے جو بدن کو تقویت دے اور ضرورت کے لیے کافی ہو۔ اور ایسی حالت میں مال داری اور فقیری دونوں آفتوں سے سلامتی حاصل رہتی ہے۔

- دنیا سے بے رغبتی، بقدرِ ضرورت رزق کی طلب اور کم سے کم دنیا کی چاہت ایسے امور ہیں جو زمانے، حالات اور اشخاص کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔ لہذا عقل مند شخص کو چاہیے کہ اس کے لیے مناسب درمیانی صورت حال کو اپنانے کی کوشش کرے، اس طور سے کہ اسے فاقہ سے دوچار نہ ہونا پڑے اور نہ زیادہ فضول خرچی کے پیچھے پڑے جو اسے کشادگی اور رفاہیت پسندی تک پہنچادے۔ کیوں کہ ایسی حالت وہ مال کی ذخیرہ اندوزی کے انجام سے بہت کم ہی محفوظ رہ سکتا ہے، بالخصوص ہمارے اس دور میں جب کہ فتنوں کی بھرمار ہے اور مال داروں کے لیے فتنوں کے راستے آسان ہوگئے ہیں۔

آج کی حدیث

٣١٥- عن كَعْب بن مالك رضي الله عنه قال: قلتُ: يا رسولَ الله، إن مِن تَوبتي أن أَنْخَلِعَ مِنْ مالي؛ صدقةً إلى الله وإلى رسولِه، فقال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم: ((أمسِكْ عليك بعضَ مالِكَ؛ فهو خيرٌ لكَ.)) رواه البخاري ومسلم

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے مال سے اللہ اوراس کے رسول کے لیے صدقہ کر کے دست بردار ہو جاؤں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے مال کے کچھ حصہ کو اپنے پاس روک کر رکھو، کیوں کہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (أَنْخَلِعَ مِن مالي) یعنی میں اسے پورا صدقہ کر دوں۔ کعب رضی اللہ عنہ ان تین لوگوں میں سے تھے جو کسی نفاق اور عذر کے بغیر غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ جب نبی ﷺ اس غزوہ سے واپس آئے تو ان لوگوں کو چھوڑ دیا اوراپنے صحابہ کو بھی انھیں چھوڑنے کا حکم دے دیا۔ وہ لوگ برابر مہجوری کی کیفیت میں رہے یہاں تک کہ ان کی توبہ قبول ہوگئی۔ رضی اللہ عنہم۔ جس سے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام خوش ہوگئے۔ کعب رضی اللہ عنہ اللہ کے راضی ہونے اوراپنی توبہ کے قبول کیے جانے سے بہت خوش ہو کر اپنے تمام مال کو اللہ کے لیے صدقہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔
- جو شخص اپنے پورے مال کا صدقہ کرنے کی نذر مانے، وہ اس میں سے اتنا باقی رکھے گا جو اس کے لیے اوراس کے اہل وعیال کے لیے کافی ہو اور باقی کو نکال دے گا۔
- بہتر اوراچھا یہی ہے کہ انسان اپنے مال کو صدقے کے ذریعہ ختم نہ کرے، کیوں کہ اس کے ذمے اپنے نفس اوراپنے زیر کفالت لوگوں کے واجبی خرچے بھی ہیں۔

- اپنی ذات، بیوی اور قریبی لوگوں پر خرچ کرنا ایک عظیم عبادت ہے اور اچھی نیت کے ساتھ خرچ کرنا ایک عظیم صدقہ ہے۔
- بے شک صدقہ گناہوں کے مٹنے کا سبب ہے، کیوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور فقرا و مساکین کے ساتھ احسان و بھلائی کرنا پایا جاتا ہے اور یہ ان کی دعائیں پانے کا سبب ہے۔
- بار بار حاصل ہونے والی بالخصوص بڑی نعمتوں کا بطور شکر صدقہ کرنا مستحب ہے۔

آج کی حدیث

۳۱۶- عن جَابر رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الِاثْنَيْنِ وَطَعَامُ الِاثْنَيْنِ يَكْفِي الْأَرْبَعَةَ وَطَعَامُ الْأَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ.)) رواه البخاري ومسلم

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''ایک آدمی کا کھانا دو کے لیے کافی ہوتا ہے اور دو کا چار کے لیے کافی ہوتا ہے اور چار کا آٹھ کے لیے کافی ہوتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- سخاوت و غم خواری اور کرم نوازی کی ترغیب۔
- ساتھ مل کر کھانا کھانا مستحب ہے اور تنہا کھانے سے بچنا چاہیے۔
- وہ کھانا جو متعین تعداد کے لیے تیار کیا گیا ہے، اگر ایک ساتھ مل کر کھایا جائے تو وہ دوگنے آدمی کے لیے کافی ہوتا ہے۔
- زیادہ تعداد اور اکھٹے ہو کر کھانے سے برکت بڑھ جاتی ہے۔
- مکارمِ اخلاق اور کفایت پر قناعت اختیار کرنے کی ترغیب۔
- کھانا کھلانے کی ترغیب اگرچہ وہ کم ہی ہو۔

آج کی حدیث

۳۱۷- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: (نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يُشربَ من فِيْ السقاء أو القِرْبة) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صراحی یا مشکیزہ کے منھ سے پینے سے منع فرمایا ہے۔(بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (من فِيْ السقاء)یعنی مشکیزہ کے منھ سے۔السِّقاء :وہ برتن جس میں پانی رکھا جائے، اور یہ چمڑے سے بنایا جاتا تھا۔(القِربة) :وہ برتن جس میں پانی رکھا جاتا ہے اور یہ کبھی بڑا ہوتا ہے۔
- ممانعت کی علت یہ ہے کہ مشکیزہ کے اندر کا حصہ دکھائی نہیں دیتا، ہوسکتا ہے کہ اس کے اندر کوئی کیڑا یا سانپ ہو جو تکلیف پہنچائے، جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے صراحی کے منھ سے پانی پیا اور اس سے ایک سانپ نکلا۔ اور یہ علت موجودہ دور کے شیشے کی برتنوں میں پینے سے ظاہر نہیں ہوتی، کیوں کہ عام طور سے اس کا اندرونی حصہ نظر آتا ہے۔
- صراحی کے منھ سے پینے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات وہ بھری رہتی ہے اور اس سے ضرورت سے زیادہ پانی اچھل کر آجاتا ہے، جس سے اس کے حلق میں پانی اٹک سکتا ہے یا اس کے کپڑے بھیگ سکتے ہیں۔ اور یہ علت ان لوگوں کے یہاں موجود ہوتی ہے جو بڑے شیشے سے پیتے ہیں جیسا کہ بہتیرے لوگوں کو آپ نے دیکھا ہوگا۔
- اس کے ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کا تھوک مشکیزہ کے منھ سے نہ لگ جائے یا اس کا تھوک مشکیزہ میں موجود پانی سے مل جائے، یا مشکیزہ کے منھ میں اس کی سانس چلی جائے جسے لوگ برا جانیں، اور بسا اوقات یہ امراض بھی منتقل کرسکتا ہے، اور یہ علت ان لوگوں میں پائی جاتی ہے جو

شیشہ کے برتن سے پیتے ہیں اوراس میں منھ لگاتے ہیں، البتہ اگر اس شیشہ کے برتن سے انڈیلا جائے اوراس سے اپنا منھ نہ لگایا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

- اسی طرح اس ممانعت کی علت خاص کر اس وقت ہے جب اس شیشہ سے دوسرے لوگ پئیں، البتہ اگر شیشہ کا برتن صرف اسی کے لیے خاص ہو (یعنی اس سے کوئی دوسرا نہ پیتا ہو) تو ایسی صورت میں اس کے منھ سے پینے میں کوئی حرج نہیں۔
- موجودہ وقت میں بڑے برتن جو دیگر مواد سے بنائے جاتے ہیں جیسے پانی کا گیلن جو ایک یا اس سے زیادہ لیٹر کا ہوتا ہے اور جوس اور دودھ کے (بوتل) جو خاندانی سائز کے ہوتے ہیں اس کے منھ سے ڈائرکٹ پینا درست نہیں ہے، کیوں کہ وہ دوسروں کے لیے گندا ہو سکتا ہے۔

آج کی حدیث

٣١٨- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: ((لَا يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ.)) قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا الِاسْتِعْجَالُ؟ قَالَ: ((يَقُولُ: قَدْ دَعَوْتُ وَقَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ أَرَ يَسْتَجِيبُ لِي فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذَلِكَ وَيَدَعُ الدُّعَاءَ.))

رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو بندہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی بات نہ کرے تو اس کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی رہتی ہے جب تک کہ وہ اس میں جلد بازی سے کام نہ لے۔“ کہا گیا: اے اللہ کے رسول! جلد بازی کیا ہے؟ فرمایا: ”بندہ کہے کہ میں نے دعا کی، میں نے دعا کی، مگر اسے قبول نہیں کیا گیا۔ اور پھر وہ مایوس ہو کر دعا کرنا ترک کر دے۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (فیستحسر) کا معنی: تھک جانا، منقطع کر دینا اور دعا کو ترک کر دینا۔
- اس میں دعا کرنے کی ترغیب ہے کیوں کہ یہ عبادت کا مغز ہے۔[1]
- یہاں پر چند ایسے احوال وآداب اور احکام ہیں، جن کا دعا میں اور دعا کرنے والے میں پایا جانا ضروری ہے، اور کچھ موانع ہیں جو دعا کو پہنچنے اور اس کے قبول ہونے میں رکاوٹ بنتے ہیں، جن کا داعی اور دعا سے دور ہونا ضروری ہے۔ پس جب یہ چیزیں حاصل ہوں گی تو قبولیت ثابت ہوگی۔

---

[1] یہ بات فاضل مولف نے سنن ترمذی کی روایت ”الدعاء مخ العبادۃ“ یعنی ”دعا عبادت کا مغز ہے“ کی بنا پر کہی ہے مگر اس کی سند میں ابن لھیعہ راوی کی وجہ سے امام ترمذی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (سنن الترمذی، رقم ٣٣٧١) البتہ اس مفہوم کی دوسری روایت (الدعاء ھو العبادۃ) یعنی ”دعا عین عبادت ہے“ ثابت ہے، اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے (سنن الترمذی، رقم: ٣٠٤٢)۔ واللہ أعلم (مترجم)

- دعا کی عدمِ قبولیت میں سے جلد بازی کرنا، اکتاہٹ کا شکار ہو کر کبیدہ خاطر ہونا اور دعا کا ترک کرنا ہے۔
اسی طرح کسی گناہ یا قطع رحمی کی بات کی دعا کرنا بھی عدمِ قبولیت کے اسباب میں سے ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے مسلمان شخص کی دعا قبول کرنے کی ضمانت لی ہے۔
- جلد بازی کرنا سستی و کاہلی اور پست ہمتی کی طرف لے جاتی ہے اور دعا جیسی عبادت سے رکنے کا باعث بنتی ہے۔
- تمام امور اللہ کے ہاتھ میں ہیں، اور اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔
- سنت کے مطابق دعا کے قبول ہونے کی تین صورتیں ہیں: یا تو دعا سے (بندہ کی) مطلوبہ چیز حاصل ہو جاتی ہے، یا اس کی دعا کے بقدر اس سے کوئی برائی اور شر دور کر دی جاتی ہے، یا دعا کے بدلے میں اس کے لیے روزِ قیامت اجر و ثواب جمع کر دیا جاتا ہے، جہاں بندہ کو اس ثواب کی سب سے زیادہ ضرورت ہو گی۔

آج کی حدیث

٣١٩- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (بينا أيوب عليه السلام يغتسل عرياناً، فخَرّ عليه جرادٌ من ذهب، فجعل أيوب يحتثي في ثوبه، فناداه ربّه: يا أيوب! ألم أكن أغنيتك عما ترى؟ قال: بلى وعزّتك، ولكن لا غنى بي عن بركتك) راوه البخاري

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ایک دفعہ ایوب علیہ السلام ننگے حالت میں غسل فرما رہے تھے کہ ان پر (اچانک) سونے کی ایک ٹڈی گری۔ ایوب علیہ السلام اسے اپنے کپڑے میں بھرنے لگے۔ پس ان کے رب نے انھیں پکارا: اے ایوب! کیا میں نے تمھیں ان چیزوں سے بے نیاز نہیں کیا ہے؟ ایوب نے کہا: تیری عزت کی قسم! کیوں نہیں۔ لیکن میں تیری برکت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔“ (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- ”جراد من ذهب“ کا مطلب: سونے کا ٹکڑا جو شکل وشباہت اور کثرت کے اعتبار سے ٹدی کے مانند ہو۔
- اس چیز کے تلاش کی ترغیب جس سے انسان کی برکت اور روزی میں زیادتی ہو۔
- اللہ تعالیٰ کی برکت اور بندوں پر اس کے احسانات سے کسی کو بے نیازی نہیں ہے۔ اللہ کی برکتوں کا حصول تمام مخلوقات کے نزدیک یہاں تک کہ انبیا ورسل کے نزدیک بھی ایک مشروع حکم ہے۔
- جس شخص کو اپنی ذات سے متعلق اعتماد و بھروسہ ہو کہ وہ شکر گزاری سے کام لے گا تو اس کے لیے حلال چیز کی کثرت کا خواہش مند ہونا اور مقدار میں اس کے زیادہ ہونے کی حرص رکھنا جائز ہے۔
- دنیاوی متاع سے محبت رکھنا انسانی نفوس میں طے شدہ بات ہے، لیکن مسلمان شخص جو کچھ دنیا سے کماتا ہے اسے شرعی اور مباح امور میں استعمال کرتا ہے۔ اور یہ چیز اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت سے غافل نہیں کرتی۔
- اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی بھی صفت کے ذریعہ قسم کھانا جائز ہے بشرط کہ اس کی اضافت اللہ کی طرف ہو، جیسے (وعزۃ اللہ!) اللہ کے عزت کی قسم!
- خلوت و تنہائی کی حالت میں مکمل طور پر ننگے ہو کر غسل کرنا جائز ہے، لیکن پردہ کرنا زیادہ بہتر ہے۔

آج کی حدیث

٣٢٠- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : (الحلف منفقة للسلعة ممحقة للكسب) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قسم کھانا سامان فروخت کرنے کے لیے نفع بخش ہے۔ (لیکن) کمائی (کی برکت) کو مٹا دیتا ہے۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (منفقة للسلعة): قسم کھانا مارکیٹ میں سامان کے رواج پانے اور وقتی طور پر اس میں فائدہ ہونے کا سبب ہے۔ (ممحقة للكسب) الـمَحْقُ کے معنٰی: کمی کرنا، برباد کرنا، مٹا دینا اور تلف کر دینا ہے۔ اور یہ تلف کرنا سامان کو حسی طور پر تلف کرنے کو بھی شامل ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ قسم کھانے والے کے مال پر کسی چیز کو مسلط کر کے تلف کر دیتا ہے، مثلاً آگ زنی یا لوٹ و کھسوٹ کے ذریعہ مال کو تلف کر دیتا ہے اور کبھی صاحبِ مال کو کسی بیماری میں مبتلا کر کے علاج و معالجہ میں اس کے مال کو تلف کر دیتا ہے۔ اور معنوی طور پر تلف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے مال سے برکت کو اٹھالیتا ہے اور پھر ایسا شخص اس مال سے اپنے دین و دنیا میں کوئی فائدہ نہیں اٹھاپاتا ہے۔
- سامان کو رواج دینے کے لیے قسم کھانے کی ممانعت، کیوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کی اہانت ہے اور یہ توحید میں کمی کا سبب ہے۔
- تجارت میں بکثرت قسم کھانے سے خریدار دھوکے میں پڑ جاتا ہے اور دلوں سے اللہ کے نام کی عظمت کو نکال دیتا ہے۔
- جھوٹی قسم پر مرتب ہونے والے نقصان کا بیان۔
- بے شک حرام کمائی کی برکت ختم ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی خیر نہیں باقی بچتا ہے خواہ وہ کثیر مقدار میں ہو۔
- کثرت سے قسم کھانا حرام ہے۔

- حرام طریقہ سے سامان کی ترویج کرنا حرام ہے۔

آج کی حدیث

۳۲۱- عن انس رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم: (إن الله عز وجل قال: إذا ابتليت عبدي بحبيبتيه فصبر عوضته منهما الجنة) يريد عينيه. رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: "اللہ عزوجل فرماتا ہے: جب میں اپنے بندہ کو دو محبوب چیزوں سے آزماؤں اور وہ اس پر صبر کرے، تو میں اس کے بدلہ اسے جنت عطا کروں گا۔" دو محبوب چیزوں سے مراد اس کی دونوں آنکھیں ہیں۔ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- حبيبتيه: یہ حبيبة کی تثنیہ ہے، اور ان سے مراد اس کی دونوں آنکھیں ہیں۔ اور ان پر اس کا اطلاق اس لیے کیا گیا ہے کیوں کہ یہ دونوں اعضا انسان کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ اور سب سے زیادہ نفع بخش اعضا میں سے ہیں۔ اور اندھا پن کے ذریعہ آزمائش کسی ناراضگی کی وجہ سے نہیں ہوتی ہے، بلکہ اس کی وجہ سے ان مکروہات کو دور کرنا مقصود ہوتا ہے جنھیں نگاہ انجام دیتی ہے، نیز اس کی وجہ سے گناہوں کو مٹانا اور اُسے اس مقام و درجے تک پہنچانا مقصود ہوتا ہے، جہاں وہ اپنے عمل کے ذریعہ پہنچ نہیں سکتا تھا۔
- اپنی بصارت کو کھونے والے کے لیے عظیم بشارت اور جنت کا بدلہ ہے۔
- یہ بشارت سب سے بڑھ کر بدلہ ہے، کیوں کہ نگاہ کے ذریعہ لذت حاصل کرنا دنیا کے فنا ہونے کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے اور ہمیشگی کی جنت سے لذت حاصل کرنا دائمی ہوتا ہے جو فنا نہیں ہوتا۔
- بے شک آنکھ کی نعمت اور دیکھنے پر قدرت رکھنا یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمتوں میں سے ہے۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر اس طرح ادا کیا جائے کہ اسے ایسی صورتوں اور تصاویر کے مشاہدہ سے محفوظ رکھا جائے، جو آپ کے لیے حلال نہیں ہیں۔ خواہ وہ حرام مشاہدہ طبعی طور پر عورتوں کا پیچھا کر کے ہو یا ایسی فلموں اور گندی کلپس کا مشاہدہ کر کے ہو جو زنا اور لواطت کی فحاشی کے پھیلانے کا کام کرتی ہیں۔

- حبر امّت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جب آخری عمر میں نابینا ہو گئے تو فرمایا : ؎

إن يأخذِ الله من عينيَّ نورهما .... ففي فؤادي وقلبي منهما نورُ

قلبي ذكيٌّ وعقلي غيرُ ذي دَخلٍ .... وفي فمي صارمٌ كالسيف مشهورُ

اگر اللہ نے میری دونوں آنکھوں کی روشنی چھین لی تو میرے دل و جگر میں ان کی روشنی موجود ہے

میرا دل پاک ہے اور میرا عقل درست ہے اور میرے منھ میں تلوار کی طرح تیزی ہے

آج کی حدیث

٣٢٢- عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: كان قِرَام لعائشة سَترت به جانب بَيتها، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: أَمِيطِي عنَّا قِرَامَكِ هذا، فإنه لا تَزال تصاوِيُره تَعْرِض في صلاتي. رواه البخاري

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک پردہ تھا، جس سے وہ اپنے گھر کے گوشہ کا پردہ کرتی تھیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنے اس پردے کو مجھ سے ہٹالو، کیوں کہ اس کی تصویریں برابر میری نماز میں آتی رہتی ہیں۔" (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- القِرَام: اون کا رنگ دار اور منقّش و باریک کپڑا، جسے عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کھڑکی کا پردہ بنا رکھا تھا۔ أَمِيطِي: اسے مجھ سے دور کرلو۔ تَصاوِيُره: اس کی منقش تصویریں۔
- نمازی کو اس کی نماز سے بے توجہ اور غافل کردینے والی ہر اس چیز کا ازالہ کرنا مستحب ہے، جو اس کے سامنے ہو اور اس کی نماز کی جگہ میں پائی جائے، خواہ وہ رنگ ہوں یا نقش ونگار اور اس کے علاوہ دیگر مشغول کردینے والی چیزیں۔
- نمازی کے لیے افضل و بہتر یہ ہے کہ وہ ایسی جگہ کا قصد کرے جو اسے غافل نہ کرے، یا اسے اس کی نماز سے اور نماز میں دل کو حاضر رکھنے سے بے توجہ اور غافل نہ کرے۔
- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی مشروعیت کا بیان۔ شریعت کے منافی امور میں سے جس کے ازالہ پر قدرت ہو اس کا ازالہ کرنا اور ازالہ کرنے میں جلدی کرنا مشروع ہے۔
- نبی ﷺ کے بہترین اخلاق کا بیان کہ آپ ﷺ نے پردے کو بذات خود نہیں ہٹایا، کیوں کہ اگر آپ بذات خود ہٹادیتے تو اس سے عائشہ رضی اللہ عنہا کو دکھ پہنچتا۔

- دلوں میں اور پاکیزہ نفوس میں تصویریں اور دیگر ظاہری چیزیں یقیناً اثر انداز ہوتی ہیں، چہ جائے کہ اس سے کمتر چیزیں ہوں۔
- مساجد کو سجانا وران میں نقش و نگار بنانا مکروہ ہے کیوں کہ ان نقوش اور سجاوٹ کے پیچھے لگنے سے نمازی اپنی نماز میں تدبر کرنے سے غافل ہو جاتا ہے۔
- نبی ﷺ کو بھی عام آدمیوں کی طرح خیالات پیش آتے تھے، مگر یہ آپ پر قبضہ نہیں جما پاتے تھے۔
- نمازی کو پیش آنے والے وسوسے اور خیالات اس کی نماز کو باطل نہیں کرتے اگرچہ زیادہ ہی ہوں۔

آج کی حدیث

٣٢٣- عن أنس رضي الله عنه يَقولُ : خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الخَنْدَقِ، فَإِذَا المُهَاجِرُونَ وَالأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ فِي غَدَاةٍ بَارِدَةٍ، فَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَبِيدٌ يَعْمَلُونَ ذَلِكَ لَهُمْ، فَلَمَّا رَأَى مَا بِهِمْ مِنَ النَّصَبِ وَالجُوعِ قَالَ : (اللَّهُمَّ إِنَّ العَيْشَ عَيْشُ الآخِرَهْ ، فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالمُهَاجِرَهْ، فَقَالُوا مُجِيبِينَ لَهُ : نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدَا ... عَلَى الجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدَا) رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (غزوۂ خندق کے دن) خندق کی طرف نکلے تو دیکھا کہ مہاجرین وانصار سخت ٹھنڈک میں صبح کے وقت اس کی کھدائی کررہے ہیں اوران کے پاس کوئی نوکر چاکر نہیں جو ان کے اس کام کو انجام دیتے۔ جب آپ ﷺ نے ان کی تکان اور بھوک کو دیکھا تو فرمایا: "اے میرے اللہ! بے شک زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے، لہذا تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔" لوگوں نے اس پر بطور جواب کہا: ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ سے زندہ رہنے تک جہاد پر بیعت کی ہے۔" (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- عقلمند شخص دنیاوی مال ومتاع سے خوش نہیں ہوتا کیوں کہ یہ ختم ہوجانے والی ہیں، بلکہ وہ دنیا کو آخرت کے وسیلہ کے طور پر سمجھتاہے نہ کہ ہدف اور جائے قرار۔
- نبی ﷺ کی دنیا سے بے رغبتی اورآخرت کی چاہت وتوجہ۔
- نبی ﷺ کا اپنی امت کو دنیا کی زائل ہونے والی متاع کے بارے میں بے رغبتی دلانا۔
- اس میں ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے تسلی ہے، جو خندق کی کھدائی میں شریک ہوئے تھے۔
- دنیوی زندگی کی حقارت، کیوں کہ اس زندگی میں تنگی وتلخی درپیش ہوتی ہے اور یہ جلد فنا ہونے والی بھی ہے۔

- شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول ﷺ کو جب دنیا کی کوئی چیز بھاجاتی تو فرماتے: (میں حاضر ہوں! بے شک اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے) اسی لیے یہ مسنون ہے کہ انسان جب کسی دنیاوی چیز کو دیکھے اور وہ اسے اچھی لگے تو کہے: (لبيك ! إن العيشَ عيشُ الآخرة)
- ایک زاہد شاعر نے کہا ہے:

لا تركننّ إلى القصور الفاخرة ⁂ واذكر عظامك حين تمسي ناخِرة

وإذا رأيت زخارف الدنيا فقل ⁂ يا رب إنّ العيشَ عيشُ الآخرة

تم بلند و بالا اور پُر شکوہ محلوں کی طرف توجہ نہ دو تم اپنی ہڈیوں کو یاد کرو جب وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گی۔
اور جب تم دنیا کی بناؤ سنگار اور چمک دمک دیکھو تو کہو اے میرے رب! حقیقی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔

آج کی حدیث

٣٢٤- عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال : صَلَّيْتُ أنا ويَتِيمٌ، في بَيْتِنَا خَلْفَ النبي صلى الله عليه وسلم وَأُمِّي أُمُّ سُلَيم خَلْفَنَا. رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں نے اور ہمارے گھر میں رہنے والے ایک یتیم نے نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور میری ماں ام سلیم ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- نبی ﷺ کے تواضع اور بہتر اخلاق نیز ہر خورد و کلاں کے ساتھ لطف و مہربانی کرنے کا بیان۔
- جاہل کو تعلیم دینے یا دیگر مفید مقاصد کی وجہ سے نماز ادا کرنا جائز ہے۔
- نفل نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا جائز ہے، بشرطیکہ یہ دائمی نہ ہو۔
- امام کے پیچھے دو یا دو سے زیادہ لوگوں کا کھڑا ہونا۔
- نابالغ بچہ کی صف بندی کرنا درست ہے، کیوں کہ یتیم وہی ہوتا ہے جو بچہ ہو۔
- مردوں کی جماعت کے ساتھ عورت کے نماز پڑھنے کا جواز۔۔
- مردوں کا عورتوں پر مقدم کرنا۔
- عورت مرد کے ساتھ (ایک ہی) صف میں نہیں کھڑی ہو گی، اگرچہ وہ اس کے محارم میں سے ہو۔
- شارع نے عورت کو مردوں کے ساتھ مخلوط ہونے سے دوری اختیار کرنے پر ابھارا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسے صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اور مردوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی ہے۔

آج کی حدیث

۳۲۵- عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ليس الواصل بالمُكَافِئِ، ولكنَّ الواصل الذي إذا قَطعت رحِمه وصَلَها. رواه البخاري

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو بدلہ چکائے، بلکہ حقیقی صلی رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب تم اس سے رشتہ منقطع کرلو تو وہ اسے جوڑے رکھے۔“ (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد :

- (إِذَا قَطَعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا): یعنی جب دوسرا اس سے قطع تعلق کرے تو وہ اس کو جوڑ لے۔
- رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی ترغیب۔
- اللہ تعالیٰ کے لیے اعمال کو خالص کرنا واجب ہے، اگر اس سے دنیا میں کوئی جلد فائدہ حاصل نہ ہو تو آخرت میں اس کا دائمی فائدہ ملے گا۔
- کسی مسلمان کی بد سلوکی تمھیں برے شخص سے بھلائی کے ختم کرنے پر آمادہ نہ کرے۔
- شرعی صلہ رحمی یہ ہے کہ تم اس شخص کو جوڑو جو تم سے قطع تعلقی اختیار کر لے، اسے معاف کر دو جو تمھارے ساتھ ظلم کرے، اسے نوازو جو تم کو محروم کرے۔ اور یہ صلہ رحمی عوض و معاوضہ اور بدلے کے طور پر نہ ہو۔
- اس چیز کا بیان کہ صلہ رحمی جب دوسری طرف سے کسی بدلے کے عوض ہو تو یہ کامل صلہ رحمی نہیں ہے، کیوں کہ یہ منافع کے تبادلہ سے ہے اور اس میں اجنبی اور اقارب سب برابر ہیں۔
- اقارب کے ساتھ معاملہ کرنے میں برائی کا مقابلہ بھلائی سے کرنا مستحب ہے۔
- امام ابن بطال رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: لوگوں کی تین قسمیں ہیں: واصل، مکافی، قاطع۔ واصل: وہ ہے جو احسان سے ابتدا کرے۔ مکافی: وہ ہے جو بطور بدلہ احسان کرے۔ قاطع: وہ ہے جو کسی احسان اور بدلہ کی بات نہ کرے۔ پس کامل وہ ہے جو تعلق توڑنے والے کو جوڑے۔“

آج کی حدیث

٣٢٦- عن أبي قتادة الأنصاري رضي الله عنه قال قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُمْسِكَنَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَهُوَ يَبُولُ وَلَا يَتَمَسَّحْ مِنْ الْخَلَاءِ بِيَمِينِهِ وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ. رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرتے وقت اپنے ذکر (یعنی شرم گاہ) کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے۔ اور نہ دائیں ہاتھ سے پاخانہ صاف کرے اور نہ برتن میں سانس لے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- پیشاب کی حالت میں دائیں ہاتھ سے ذکر یعنی اگلی شرم گاہ کو چھونے کی ممانعت، اسی طرح دائیں ہاتھ سے اپنے دبر یعنی پچھلی شرم گاہ کا چھونا بھی منع ہے اور یہ ممانعت مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ہے۔
- دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا منع ہے، اور یہ دائیں ہاتھ کے احترام پر دلالت کرتی ہے، کیوں کہ دایاں ہاتھ ہی تکریم، تقدیم، تسلیم اور اخذ و عطا کا محل و مقام ہے۔
- برتن میں سانس لینا منع ہے۔ ذہنی کیفیت و نفسیاتی ناحیہ سے برتن میں سانس لینے کی ممانعت اس لیے ہے کہ جو شخص بھی اس کے بعد پیئے گا وہ اس برتن سے پینے کو ناپسند کرے گا۔ اور اگر برتن میں سانس لینے والا شخص بیمار ہو تو اس سے پانی کا ذائقہ بھی بدل سکتا ہے۔ نیز طبی اعتبار سے برتن میں سانس لینے کی ممانعت اس لیے ہے کہ بسا اوقات سانس لینے کے ذریعہ بیماریاں منتقل ہو جاتی ہیں۔ اور خود پینے والے کے لیے طبی اعتبار سے (برتن میں سانس نہ لینے کا یہ فائدہ ہے کہ) اگر وہ اپنے منھ سے برتن دور رکھے گا تو وہ نہایت آرام سے سانس لے سکے گا اور پھر دوبارہ پیے گا۔
- گندی چیزوں کے استعمال سے بچنا چاہیے، اگر مجبوری میں اسے استعمال کرنا پڑے تو بائیں سے کرنا چاہیے۔
- دائیں کے شرف اور بائیں پر اس کی فضیلت کا بیان۔

- عمومی طور پر نظافت کا خیال رکھنا چاہیے بالخصوص کھانے اور پینے والی چیزوں کی نظافت پر دھیان دینا چاہیے کیوں کہ ان کا گندگی سے آلودہ ہونا صحت کے لیے ضرر رساں ہے۔
- شریعت کی بلندی کا بیان اس طور سے کہ اس نے ہر نفع مند چیز کا حکم دیا ہے اور ہر نقصان دہ چیز سے منع فرمایا ہے۔
- اسلامی شریعت کا کمال اور اس کی تعلیمات کی شمولیت کا بیان۔

آج کی حدیث

٣٢٧- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ)) قَالُوا: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! أَرْبَعُونَ يَوْمًا. قَالَ: أَبَيْتُ قَالُوا : أَرْبَعُونَ شَهْرًا قَالَ: أَبَيْتُ قَالُوا: أَرْبَعُونَ سَنَةً قَالَ : أَبَيْتُ ثُمَّ يُنْزِلُ اللَّهُ مِنْ السَّمَاءِ مَاءً فَيَنْبُتُونَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ قَالَ وَلَيْسَ مِنْ الْإِنْسَانِ شَيْءٌ إِلَّا يَبْلَى إِلَّا عَظْمًا وَاحِدًا وَهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دو صور پھونکنے کے درمیان چالیس (کا وقفہ) ہو گا۔“ لوگوں نے کہا: اے ابوہریرہ! چالس دن؟ فرمایا: میں اس کا انکار کرتا ہوں۔ لوگوں نے کہا: چالیس ماہ۔ فرمایا: میں اس کا انکار کرتا ہوں۔ لوگوں نے کہا: چالیس سال؟ فرمایا: میں اس کا انکار کرتا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا تو لوگ اسی طرح اُگیں گے جس طرح سبزہ اگتا ہے۔ (انھوں نے) فرمایا: انسانی بدن کی ہر چیز فنا ہو جائے گی سوائے ایک ہڈی کے، اور وہ عجب الذنب (ریڑھ کی ہڈی کا آخری سرا) ہے۔ روزِ قیامت اسی سے مخلوق کی ترکیب ہو گی۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- النفختین: دو پھونکیں، ایک بے ہوشی کا پھونک ہے اور ایک دوبارہ اٹھائے جانے کا پھونک ہے۔ أبیت: میں اس کی تعیین کے بارے میں کچھ کہنے سے رکتا ہوں۔ عجب الذنب : وہ باریک ہڈی جو پیٹھ کے نچلے حصہ میں ہوتی ہے اور اسے ”رأس العصعص“ بھی کہتے ہیں۔
- بندہ کے لیے مناسب ہے کہ وہ جواب دینے سے رکا رہے جب اس سے ایسی چیز کے بارے میں پوچھا جائے جس کا اسے علم نہ ہو۔
- جسموں کو دوبارہ لوٹانے کی کیفیت کا بیان اور یہ امورِ غیب میں سے ہے۔

- تمام جسم بوسیدہ ہو جائیں گے سوائے اس ہڈی کے جس کا بیان حدیث میں ہے، کیوں کہ اسی سے دوبارہ انسان کی ترکیب ہوگی۔
- دوبارہ اٹھائے جانے پر اللہ سبحانہ کی قدرت کا بیان اور بعث وحشر اور نشور کے دن قبروں سے اٹھائے جانے کا بیان۔
- دونوں نفخوں (صوروں) کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہے، جیسا کہ دوسری حدیث میں ثابت ہے۔
- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا زہد و ورع اور جس طرح انھوں نے حدیث کو سنا اسی طرح کمالِ احتیاط سے بیان فرمایا اور اپنی جانب سے کچھ ملانے کا قصد وارادہ نہیں فرمایا۔
- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کا پیش آمدہ مشکلات کے بارے میں سوال کرنے کی حرص رکھنا۔
- چین کے متعدد علمانے اپنے کئی لیبارٹی تجربے میں عجب الذنب [Tailbone] (نہایۃ العصعص) کے فنا ہونے کو مستحیل سمجھا ہے۔ خواہ کیمیاوی اعتبار سے قوی ترین تیزاب میں پگھلا کر ہو، یا فیزیائی طور سے جلا کر یا پاؤڈر وراکھ بنا کر ہو یا مختلف شعائیں استعمال کر کے ہو یعنی کسی بھی طرح سے اسے تلف کرنا محال ہے۔ اور یہ ان چیزوں میں سے ہے جو نبی مصطفی ﷺ کی حدیث کی صداقت کو یقینی و مضبوط بناتی ہے اور اسے ایک علمی وسائنسی معجزہ مانا جاتا ہے، جو تمام طرح کی تجرباتی وسائنسی علوم سے پہلے ہی پیش کی جا چکی ہے۔

آج کی حدیث

٣٢٨- عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (الْبُصَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا) رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ”بے شک مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اوراس کا کفارہ اس کا دفن کرنا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- مساجد کا احترام کرنا اوراسے گندگیوں سے محفوظ رکھنا واجب ہے۔
- معصیت اگرچہ معمولی ہو گناہ ہے۔
- تھوک نجس نہیں ہے، لیکن بد منظر ہے۔ شریعت نے اسے ظاہری حالت میں برقرار رکھنے سے منع فرمایا ہے اور جب اسے ڈھک دیا جائے تو منع نہیں ہے۔ مثلاً کوئی کپڑے کے کنارے یارومال وغیرہ میں تھوکے تو یہ ممنوع نہیں ہے۔
- اس کے دفن کرنے سے مراد یہ ہے کہ جب مسجد مٹی یاریت والی ہو وغیرہ، تو اسے مٹی کے نیچے چھپا دیا جائے۔
- بے شک مسجد کے اندر تھوکنا گناہ ہے، لہذا جسے تھوکنا ہو وہ اپنے کپڑے میں یا مسجد کے باہر تھوکے۔ اگر وہ نماز میں ہو تو اپنے کپڑے میں تھوک لے۔
- انسان اگر مسجد میں کوئی تکلیف دہ چیز یا کسی طرح کی گندگی کو دیکھے تو اسے زائل کر دے۔
- تھوک پاک ہے، کیوں کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسے دفنانے کا حکم دیا ہے نہ کہ دھونے کا۔
- نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مسجد کنکریوں سے بچھی تھی، اسی لیے اس میں تھوک کو دفن کرنے کا حکم دیا۔ رہیں فرش والی مسجدیں تو آپ کے لیے ان کے فرش پر تھوکنا جائز نہیں ہے۔ جب ہمیں فرش والی مسجدوں میں اس طرح کی کوئی چیز نظر آئے تو معروف طریقے سے صفائی کرنے والی مشینوں کے ذریعہ ہم اسے صاف کر دیں۔

آج کی حدیث

٣٢٩- عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال : إنكم لتعملون أعمالا هي أَدَقُّ في أعينكم من الشَّعْرِ، كنا نَعُدُّهَا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم من المُوبِقَاتِ. رواه البخاري

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک تم ایسے اعمال کرتے ہو جو تمھاری نظروں میں بال سے زیادہ باریک ہیں، حالاں کہ ہم اسے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہلاک کرنے والی چیزوں میں سے شمار کرتے تھے۔" (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- گناہ کو ہلکا سمجھنا اس بات کی دلیل ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے بہت کم ڈرتا ہے، جب کہ اسے بڑا سمجھنا اس بات کی دلیل ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے لیے کمالِ خشیت اختیار کرنے والا ہے اور مراقبۂ الٰہی کی عظمت کو تسلیم کرنے والا ہے۔
- انبیاء کے بعد لوگوں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جاننے والے اور سب سے کامل پرہیز گار اور سب سے زیادہ خشیت رکھنے والے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم تھے، وہ ان امور کو جسے لوگ ہلکا سمجھتے تھے، ہلاک کرنے والی چیزوں میں سے شمار کرتے تھے، کیوں کہ وہ اللہ کی زیادہ معرفت رکھنے والے تھے اور مراقبہ الٰہی کا اعتقاد رکھتے تھے۔
- آدمی کا اپنے اعمال کی طرف مائل ہونے کی ممانعت ، وہ اس طرح سے کہ وہ اپنے عمل کو اچھا جانے اور معاصی کو ہلکا سمجھے۔ کیوں کہ گناہوں کو حقیر جاننا اسے گھیر لیں گی، اور وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا اور اس معصیت سے جدا نہیں ہو پائے گا، پس وہ اسے ہلاک و برباد کر دے گی۔ بعض سلف موت کے وقت گھبراہٹ میں ہو گئے، چناں چہ ان سے پوچھا گیا تو فرمایا: میں اس گناہ سے ڈرتا ہوں جس کی مجھے کوئی پرواہ نہیں، حالاں کہ وہ اللہ کے یہاں بڑا ہے۔
- کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے سلسلے میں صحابۂ کرام کا سمجھ ہی معتبر ہے، کیوں کہ یہی مومنوں کا راستہ ہے، لہذا جو شخص ان کے راہ پر چلے گا وہ نجات پائے گا اور جو ان کے منہج و طریقہ کار سے انحراف کرے گا وہ خود ہلاک ہو گا اور دوسروں کو ہلاک کرے گا۔

آج کی حدیث

۳۳۰- عَنْ جَابِرِ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الْبَقْلَةِ الثُّومِ وَقَالَ مَرَّةً مَنْ أَكَلَ الْبَصَلَ وَالثُّومَ وَالْكُرَّاثَ فَلاَ يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَإِنَّ الْمَلاَئِكَةَ تَتَأَذَّى مِمَّا يَتَأَذَّى مِنْهُ بَنُو آدَمَ رواه. البخاري ومسلم

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اس ترکاری لہسن سے کھایا۔“ اور ایک مرتبہ فرمایا: ”جس نے پیاز، لہسن اور کراث (گندنا) کھایا تو وہ ہماری مسجد کے قریب ہرگز نہ آئے، کیوں کہ فرشتے اس چیز سے تکلیف محسوس کرتے ہیں جس سے بنو آدم تکلیف محسوس کرتے ہیں۔“ [1] (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اس شخص کا مساجد میں آنا منع ہے جو لہسن، پیاز اور گندنا کو کھا کر آئے۔
- ان چیزوں کے ساتھ ہر بدبودار چیز شامل ہے، جس سے فرشتے یا نمازی تکلیف محسوس کریں، جیسے سگریٹ کی بو جسے سگریٹ پینے والے استعمال کرتے ہیں۔ لہذا جو شخص ان حرام اور گندی چیزوں میں مبتلا ہے وہ اسے اللہ کے لیے چھوڑ دے، اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو کم از کم مسجد جاتے وقت اسے نہ استعمال کرے اور اپنے منھ اور دانتوں کو صاف کرلے، یہاں تک کہ اس کی بو ختم ہو جائے یا اس میں کمی ہو جائے۔
- جس شخص کو مسجد میں جانا ہو اس کے لیے ان چیزوں کا استعمال مکروہ ہے، تاکہ مسجد میں جماعت فوت نہ ہو جاے۔ اور اگر وہ اسے بطور حیلہ کھاتا ہے تاکہ مسجد نہ جانا پڑے تو حرام ہو گا۔
- ہر وسیلہ کے ذریعہ تکلیف پہنچانا منع ہے اور ہر اس چیز کا کھانا جس میں بدبو پائی جاتی ہے اس حدیث کے مطابق واضح وسیلہ ہے، لہذا اس کے ساتھ ہر تکلیف دہ شامل ہو گی یعنی وہ ممنوع ہو گی۔

---

[1] مگر افسوس موجودہ زمانے میں کثرت سے لوگ تمباکو، گٹکھا اور بیڑی وسگریٹ پی کر مسجد میں آتے ہیں اور اپنے بغل میں پڑھنے والے نمازی کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ حالاں کہ ان چیزوں کو مسجد کے باہر بھی استعمال کرنا درست نہیں ہے، اس میں مال کا ضیاع ہے اور صحت کی تباہی ہے۔ اللہ ہم سب کو اس فتنہ سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ (مترجم)

- لہسن اوراس جیسی چیز کے کھانے کی ممانعت سے اس کو حرام کرنا نہیں ہے۔
- عمومی مصلحت کی رعایت کرنا مصالح خاصہ سے زیادہ بہتر ہے۔
- مساجد (میں بدبو دار چیز کھا کر) تشریف لانے کی ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ فرشتوں اور نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔
- نبی ﷺ کا بہتر تعلیم دینا، اس طور سے کہ آپ ﷺ نے حکم کے ساتھ اس کے سبب کو بھی بیان کیا ہے، تاکہ مخاطب اس کی حکمت کو جان کر مطمئن ہو جائے۔

آج کی حدیث

۳۳۱- عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: ذكر عند النبي صلى الله عليه وسلم رجل نام ليلة حتى أصبح فقال: (ذلك رجل بال الشيطان في أذنيه) رواه البخاري ومسلم

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو رات سے صبح تک سوتا رہا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ وہ شخص ہے جس کے دونوں کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- قیامِ لیل کو ترک کرنا مکروہ ہے اور یہ شیطان کے سبب ہوتا ہے۔
- قیامِ لیل کرنا شیطان سے تحفّظ کا ذریعہ ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی میں سستی و کاہلی کرنا اللہ تعالیٰ کے دشمن نفس، خواہشات اور شیطان کے انسان پر مسلط ہو جانے کی وجہ سے ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ (شیطان) انسان اور اس کی نیکیوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔
- شیطان بندے کو نیکیوں سے دور رکھنے اور اسے اللہ سے غافل کر دینے کے لیے اپنے تمام ترہتھکنڈوں کو اپناتا ہے۔
- ایک دوسری روایت سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو صلاۃ فجر سے سو یارہ جائے، نہ کہ اس سے مراد قیام لیل ہے۔ جیسا کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: "جو شخص کسی فریضہ سے سو یارہ جائے یہاں تک کہ صبح ہو جائے تو شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔" اور اس کی اسناد صحیح ہے۔ لہذا اس سے وہ شخص مراد لیا جائے گا جو فرض نماز سے سو یارہ جائے۔
- ابن عبد البر رحمہ اللہ کہتے ہیں: "جس شخص کی عادت صلاۃ مکتوبہ (یعنی فجر کی نماز) تک قیام کرنے کی ہو یا رات کی نافلہ تک ہو اور اس پر نیند کا غلبہ ہو جائے تو اس کے بارے میں آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ اس کے لیے نماز کا ثواب لکھا جاتا ہے اور اس کی نیند اس کے لیے صدقہ ہوتی ہے۔"

آج کی حدیث

۳۳۲- عن أبي ذر رضي الله عنه قال: قيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم : أرأيت الرجل الذي يعمل العمل من الخير ويحمده الناس عليه؟ قال: (تلك عاجل بشرى المؤمن) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا: ”آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو بھلائی کا کام کرتا ہے اور لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ مومن کے لیے فوری طور پر حاصل ہونے والی بشارت ہے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- فرمانِ نبوی **(عاجل بشرى المؤمن)** سے مراد یہ ہے کہ مومن شخص خالص اللہ کے لیے نیک عمل کرے، جس سے صرف اللہ کی رضا مقصود ہو، پھر لوگ اس سے آگاہ ہو جائیں اور اس پر اس کی تعریف کریں، تو یہ چیز اسے خوش کر دے اور وہ اس سے خیر کی بشارت رکھے، تو یہی مومن کو فوری طور پر حاصل ہونے والی بشارت ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص اختیار کرنے اور اس کے تقرب کا قصد کرنے سے لوگوں کی تعریف انسان کو مکدّر نہیں کرتی، بلکہ اللہ تعالیٰ کا لوگوں کی زبانوں کو اس کی ثنا کے لیے جاری کرنا اس کے قبول ہونے کی دلیل ہے نیز یہ سچی شہادت ہے اور فوری طور پر فوز و فلاح کی بشارت ہے۔
- جب بندہ اپنے عمل کو اللہ کے لیے خالص کر لے اور لوگ اس پر اس کی تعریف کریں تو یہ ریا میں داخل نہیں ہوتا۔
- اس بندہ سے اللہ کی رضا و محبت کا بیان اور وہ اپنے عمل میں اخلاص کی وجہ سے مخلوق کے نزدیک محبوب بنا دیا جاتا ہے اور اس کے لیے زمین میں قبولیت لکھ دی جاتی ہے۔
- لوگوں کی تعریف کے لیے پیش قدمی کرنا مذموم ہے۔
- علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”دنیاوی بشارت یہ ہے: (اس کی) اچھی تعریف ہونا، مومنوں کے دلوں میں مودت و محبت کا پایا جانا نیک خواب دیکھنا، بندہ کے ساتھ لطف الٰہی کا معاملہ ہونا اور اسے اچھے اعمال و اخلاق کی توفیق دینا اور برے اخلاق سے اس کو دور رکھنا۔“

آج کی حدیث

٣٣٣- عن أنس رضي الله عنه قَالَ: كُنْتُ أمشي مَعَ رسول الله صلى الله عليه وسلم وَعَلَيْهِ بُرْد نَجْرَانيٌّ غَلِيظُ الحَاشِيَةِ، فأدْرَكَهُ أعْرَابي فَجَبذَهُ بردَائِهِ جَبْذَة شَديدة، فَنَظَرْتُ إلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبيِّ صلى الله عليه وسلم وَقَدْ أثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةَ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِه، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، مُر لِي مِنْ مَالِ اللهِ الَّذِي عِنْدَكَ. فَالتَفَتَ إلَيْهِ، فَضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بعَطَاءٍ. رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ پر موٹے حاشیے والی دھاری دار نجرانی چادر تھی۔ آپ کو ایک دیہاتی ملا اور آپ ﷺ کی چادر سے آپ کو زور سے کھینچا حتیٰ کہ میں نے آپ ﷺ کے شانے پر زور سے (چادر) کھینچنے کی وجہ سے ایک نشان دیکھا، پھر اس نے کہا: اے محمد! (ﷺ) مجھے اللہ کے اس مال میں سے دینے کا حکم دیں جو آپ کے پاس ہے۔ آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے پھر ہنس پڑے، اس کے بعد اسے عطیہ دینے کا حکم دیا۔ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- بُرْد: دھاری دار کپڑا۔ غليظ الحاشية: کنارے اور جانبی حصے کا موٹا ہونا۔ جَبَذَہُ: اس نے کھینچا۔ صفحة العاتق سے مراد: کندھے اور گردن کا درمیانی حصہ۔
- معاملہ کرنے میں دیہاتی کی سختی اور اکھڑپن کا مظاہرہ۔
- اس دیہاتی کے برے سلوک پر نبی ﷺ کے اچھے اخلاق اور صبر کا مظاہرہ۔
- برائی کا مقابلہ احسان و بھلائی کے ساتھ کرنا اور اس کے برعکس نہ کرنا مستحب ہے۔
- دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دینے والے پر اپنے نفس کو اس طرح کی ناپسندیدہ حرکات پر برداشت کرنے کی عادت ڈالنا چاہیے۔

- دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دینے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ غلطی کرنے والے کے ساتھ طیب خاطر کرے اور اسے جھڑکنے سے باز رہے، کیوں کہ یہ اس کی نصیحت کے لیے زیادہ کارگر ہے اور اس کے حق کی طرف لوٹنے کی زیادہ امید ہے۔
- اس بات کا بیان کہ انبیا لوگوں میں سب سے زیادہ مصیبت وآزمائش سے دوچار ہوئے اور پھر اپنی بہتری کے اعتبار سے ان کے پیروکار آزمائش سے دوچار ہوئے۔
- اللہ کے راستہ میں صبر کرنا اور تکلیف برداشت کرنا واجب ہے۔
- برائی کے بدلہ میں احسان سے پیش آنا مستحب ہے۔
- نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے کمال اخلاق کا بیان۔

آج کی حدیث

٣٣٤- عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الجَعْدِ رضي الله عنه ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : (الخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الخَيْرُ إِلَى يَوْمِ القِيَامَةِ : الأَجْرُ وَالمَغْنَمُ.) رواه البخاري ومسلم

سیدنا عروہ بن جعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''گھوڑے کے پیشانی میں بھلائی قیامت تک بندھی ہوئی ہے، (یعنی) ثواب اور مال غنیمت۔'' (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (معقود في نواصيها الخير) یعنی بھلائی اس سے چمٹی ہوئی ہے اور اس سے متعلق ہے، گویا کہ اس میں باندھ دی گئی ہے، دین کے دشمنوں سے جہاد کرنے اور کافروں کی شرارتوں کا قلع قمع کرنے میں اعانت ومدد کرنے کی وجہ سے۔
- وہ گھوڑا جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے تیار کیا گیا ہے اس کے ساتھ قیامت تک خیر جڑی ہوئی ہے اور لازم ہو گئی ہے، وہ اپنی دوڑ میں اجر اور غنیمت سے خالی نہیں ہوتا۔ بسا اوقات وہ دونوں سے کامیاب ہوتا ہے۔ اجر یہ ہے کہ: وہ جب کھاتا ہے یا پیتا ہے یا چلتا ہے حتی کہ پیشاب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے مالک کے لیے اجر لکھتا ہے۔ اور غنیمت یہ ہے کہ: دشمنوں پر غلبہ اور ان کے مال کو حاصل کرتا ہے۔
- شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خیل سے مراد جہاد کے گھوڑے ہیں، کیوں کہ اس خیر کی تفسیر آپ کے قول (اجر اور غنیمت سے) کی گئی ہے اور یہ جہاد والے گھوڑے میں ہوتا ہے۔ جہاد کے گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک بھلائی باندھ دی جاتی ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہے کہ یہ حدیث عام ہو، یعنی اس سے مراد سبھی گھوڑے ہوں چاہے جہاد کرنے والے ہوں یا نہ ہوں یعنی یہ عموم کے لیے ہے۔''
- اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کی فضیلت کا بیان اور یہ قیامت تک باقی رہے گی۔
- گھوڑے کو دیگر حیوانات پر فضیلت حاصل ہے۔
- گھوڑے کا پالنا اور اسے تیار کرنا اور اس کا خیال رکھنا مستحب ہے۔

آج کی حدیث

٣٣٥- عَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ أَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَأْنِهِ حَتَّى يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهِ فَإِذَا سَقَطَتْ مِنْ أَحَدِكُمْ اللُّقْمَةُ فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَذًى ثُمَّ لِيَأْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ فَإِذَا فَرَغَ فَلْيَلْعَقْ أَصَابِعَهُ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي فِي أَيِّ طَعَامِهِ تَكُونُ الْبَرَكَةُ. رواه مسلم.

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”شیطان تمھارے ہر کام کے وقت حاضر رہتا ہے یہاں تک کہ کھانے کے وقت بھی، لہذا جب تم میں سے کسی کا کوئی لقمہ گر جائے تو اس سے گندگی کو صاف کرکے کھالے اور اسے شیطان کے لیے ہرگز نہ چھوڑے اور جب (کھانے سے) فارغ ہو تو اپنی انگلیوں کو چاٹ لے، کیوں کہ اسے نہیں معلوم کہ اس کے کھانے کے (کس حصہ) میں برکت ہے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- انسان جو کھانا کھاتا ہے اس میں برکت ہوتی اور اسے نہیں معلوم ہوتا کہ کھانے کے کس (حصہ) میں برکت موجود ہوتی ہے۔
- انسان کو اس برکت کے پانے کی حرص رکھنی چاہیے۔
- کھانے والے کو اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ انگلیوں کو چاٹ لے اور پیالوں کو انگلیوں سے صاف کرلے۔ اس میں نعمت کی محافظت ہے اور تواضع کا اپنانا ہے۔
- سائنسی طور پر ثابت ہے کہ کھانے کے بعد انگلیوں کا چاٹنا صحت کے لیے مفید ہے۔
- زمین پر جو گر جائے اس سے گندگی کو صاف کرکے کھالینا چاہیے۔
- شیطان کے موجود ہونے کا اثبات اور یہ کہ وہ (بھی) کھانا کھاتے ہیں۔
- شیطان بندہ کی تمام حرکات وسکنات کا مراقبہ کرتا رہتا ہے۔

- امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”جن کی عقلیں نعمت وآسائش کی وجہ سے بگڑ گئیں اوران کی طبیعتوں میں آسودگی اور بدہضمی نے تبدیلی پیدا کر دی ہے وہ لوگ عیب لگاتے ہیں اور یہ گمان کر بیٹھے ہیں کہ انگلیوں کا چاٹنا معیوب اور بری عادت ہے۔ گویا انھیں یہ نہیں معلوم کہ جو انگلی یا پیالہ کو چاٹتا ہے یہ اسی کھانے کا حصہ ہیں جسے اس نے کھایا ہے اور اسے حقیر سمجھا ہے۔ پس جب پورا کھانا جسے وہ کھا چکا ہے گندا نہیں ہے تو اسی طرح یہ (انگلی اور برتن) چاٹنا بھی معیوب نہیں ہو گا۔ اور جب یہ چیز ثابت ہو گئی تو اس کے بعد اس کے لیے اپنی انگلیوں کے ذریعہ اپنے ہونٹوں کے اندرونی حصہ کو چھونے سے زیادہ کچھ نہیں ہے اور یہ ایسی چیزوں میں سے ہے جس کے بارے میں کوئی عقلمند حرج نہیں سمجھتا، جب کہ چھونے والی انگلی اور چھوا جانے والا ہونٹ دنوں صاف اور پاک ہیں۔ بسا اوقات انسان کلی کرتا ہے اور اپنی انگلی کو اپنے منھ میں داخل کرتا ہے اور اس سے اپنی دانتوں اور منھ کے اندرونی حصہ کو صاف کرتا ہے، لیکن کسی کو یہ کہتے نہیں سنا گیا کہ اس میں گندگی اور بدتہذیبی پائی جاتی ہے، اسی طرح انگلی کے چاٹنے میں کوئی گندگی و بدتہذیبی (عیب) نہیں ہے۔“

آج کی حدیث

٣٣٦- عن إبراهيم بن عبد الرحمن بن عوف، أن عبد الرحمن بن عوف رضي الله عنه أُتي بطعام وكان صائمًا، فقال: قُتِل مُصعب بن عمير رضي الله عنه وهو خيرٌ مني، فلم يوجد له ما يُكفَّن فيه إلا بُردة إن غُطِّيَ بها رأسه بَدَت رِجْلاه؛ وإن غُطِّيَ بها رجلاه بدا رأسه، ثم بُسِط لنا مِنَ الدنيا ما بُسِط، أو قال: أُعْطِينا من الدنيا ما أُعطِينا، قد خَشِينَا أن تكون حَسَنَاتُنا عُجِّلَت لنا، ثم جعل يبكي حتى ترك الطعام. رواه البخاري

سیدنا ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا لایا گیا اور وہ روزہ سے تھے، انھوں نے فرمایا: مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (غزوۂ احد میں) شہید کر دیئے گئے، حالاں کہ وہ مجھ سے بہت بہتر تھے۔ آپ کی کفن کے لیے ایک چادر کے سوا کوئی اور کپڑا نہیں تھا۔ اگر ان کا سر ڈھاکا جاتا تو دونوں پاؤں کھلے رہ جاتے اور اگر دونوں پاؤں ڈھاکے جاتے تو آپ کا سر کھلا رہ جاتا۔ (راوی کہتے ہیں) پھر ہمارے لیے دنیا کشادہ کر دی گئی یا ہمیں دنیا میں سے بہت کچھ دیا گیا۔ ہمیں تو اندیشہ ہے کہ کہیں یہ ہماری نیکیوں کا بدلہ نہ ہو جو ہمیں جلد ہی (اسی دنیا میں) دے دیا گیا۔ پھر آپ رونے لگے یہاں تک کہ کھانا رکھا رہ گیا۔" (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- صحابہ رضی اللہ عنہم کا تواضع وعاجزی اور کمالِ فضل، اس طور سے کہ ان میں سے ایک شخص اپنے آپ کو لوگوں میں سب سے آخر وکمتر سمجھتا تھا، ورنہ عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ جنت کی بشارت پانے والوں میں سے تھے۔
- دنیا اور اس کی زینت میں سے کم سے کم حصول کی ترغیب نیز دنیوی امور میں مشغول ہو کر اس میں توسع ووسعت اختیار کرنے اور اس کی وجہ سے واجبات میں کوتاہی کرنے کی ممانعت۔

- سلفِ صالحین اور زاہدوں کی سیرت کا یاد رکھنا مستحب ہے تاکہ انسان کا دنیا سے تعلق ولگاؤ کم ہو سکے۔
- سابقین اولین کی فضیلت کا بیان، جیسے مصعب بن عمیر، حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما وغیرہما جو ابتدائے اسلام میں اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے۔
- آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے ساتھیوں اور بھائیوں کو ان کے بہترین افعال اور اچھے مناقب سے یاد کرے اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کرے اور ان کی برائی یا تنقیص کرنے سے باز رہے۔
- صحابہ رضی اللہ عنہم کا سخت خوف کھانا۔ عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ جنت کی بشارت پانے والوں میں سے ایک ہیں۔ ان کی حالت یہ تھی کہ وہ روزہ سے ہوتے ہیں اور اپنے سابقہ بھائیوں کو یاد کرتے ہیں اور اپنے نفس کے بارے میں خوف کھاتے ہیں کہ کہیں (ان کے اعمال) رد نہ کر دیئے جائیں اور ایسا تو نہیں کہ ان کی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی کے اندر دے دیا گیا ہے۔
- انسان کو چاہیے کہ نیکی کے کام میں اپنے سے اوپر اور دنیاوی امور میں اپنے سے کمتر لوگوں کی طرف دیکھے تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے عظیم احسانات کا شکر کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ نیکی کرنے کی حرص رکھ سکے۔
- بعض صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فقیری کا بیان۔

آج کی حدیث

۳۳۷- عَنْ نَافِعِ بْنِ عُتْبَةَ رضي الله عنه قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ قَالَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمٌ مِنْ قِبَلِ الْمَغْرِبِ عَلَيْهِمْ ثِيَابُ الصُّوفِ فَوَافَقُوهُ عِنْدَ أَكَمَةٍ فَإِنَّهُمْ لَقِيَامٌ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ قَالَ فَقَالَتْ لِي نَفْسِي ائْتِهِمْ فَقُمْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهُ لَا يَغْتَالُونَهُ قَالَ ثُمَّ قُلْتُ لَعَلَّهُ نَجِيٌّ مَعَهُمْ فَأَتَيْتُهُمْ فَقُمْتُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهُ قَالَ فَحَفِظْتُ مِنْهُ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ أَعُدُّهُنَّ فِي يَدِي قَالَ تَغْزُونَ جَزِيرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللَّهُ ثُمَّ فَارِسَ فَيَفْتَحُهَا اللَّهُ ثُمَّ تَغْزُونَ الرُّومَ فَيَفْتَحُهَا اللَّهُ ثُمَّ تَغْزُونَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهُ اللَّهُ قَالَ فَقَالَ نَافِعٌ يَا جَابِرُ لَا نَرَى الدَّجَّالَ يَخْرُجُ حَتَّى تُفْتَحَ الرُّومُ. رواه مسلم

سیدنا نافع بن عتبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے کہ آپ ﷺ کے پاس کچھ لوگ مغرب کی طرف سے آئے جو اون کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے ایک ٹیلے کے پاس آ کر ملے۔ وہ لوگ کھڑے تھے اور آپ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ (نافع بن عتبہ کہتے ہیں) میرے دل نے کہا کہ : تو چل اور ان لوگوں اور آپ ﷺ کے درمیان میں جا کر کھڑا ہو، ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ فریب و دھوکہ سے آپ ﷺ کو مار ڈالیں۔ (نافع بن عتبہ کہتے ہیں) پھر میرے دل نے کہا کہ شاید آپ ﷺ چپکے سے کچھ باتیں ان سے کر رہے ہوں (اور میرا جانا آپ ﷺ کو ناگوار گزرے۔) پھر میں گیا اور ان لوگوں کے اور آپ ﷺ کے درمیان میں کھڑا ہو گیا۔ پس میں نے اس وقت آپ ﷺ سے چار باتیں یاد کیں، جن کو میں اپنے ہاتھ پر گنتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ : ”تم پہلے تو جزیرۂ عرب میں (کافروں سے) جہاد کرو گے، اللہ تعالیٰ اس کو فتح کر دے گا۔ پھر فارس (یعنی ایران) سے جہاد کرو گے، اللہ تعالیٰ اس کو بھی فتح کر دے گا۔ پھر روم والوں (نصاریٰ) سے جہاد کرو گے، اللہ تعالیٰ روم کو بھی فتح کر دے گا۔ پھر دجال سے لڑو گے اور اللہ تعالیٰ اس کو بھی فتح کر دے گا۔“ نافع نے کہا کہ : اے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ! ہمارا خیال ہے کہ دجال روم فتح ہونے کے بعد ہی نکلے گا۔ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی ﷺ سے شدید محبت کرنا اور اس کا حریص ہونا۔
- رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام کا ادب۔
- راز و نیاز اور سرگوشی کے انداز میں بات کرنے کا جواز۔
- رسول اللہ ﷺ سے حاصل ہونے والے علم کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حریص ہونا۔
- قیامت کی نشانیوں میں سے: جزیرہ عرب، فارس اور روم کا فتح ہونا، دجال کا نکلنا۔ اور ان سب کا مذکورہ ترتیب کے مطابق ہونا۔
- قیامت کی علامتوں کا بیان۔
- یہ حدیث علاماتِ نبوت میں سے ہے۔ اس میں نبی ﷺ نے جزیرۂ عرب، فارس اور روم کے فتح ہونے کی جو خبر دی تھی وہ واقع ہوئیں۔ اور عنقریب (قربِ قیامت کے وقت) لازمی طور پر دجال کا خروج ہوگا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر دیا ہے۔

آج کی حدیث

٣٣٨- عن أَبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنْ رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: (وَاللَّهِ لَأَنْ يَلَجَّ أَحَدُكُمْ بِيَمِينِهِ فِي أَهْلِهِ آثَمُ لَهُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ أَنْ يُعْطِيَ كَفَّارَتَهُ الَّتِي فَرَضَ اللهُ.) رواه البخاري ومسلم.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی شخص اپنے اہل خانہ کے متعلق قسم کھانے کے سلسلے میں اصرار کرے یہ اللہ کے نزدیک زیادہ گناہ کا سبب ہے کہ وہ قسم توڑ کر اس چیز کا کفارہ ادا کر دے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرض کیا ہے یعنی قسم توڑ کر کفارہ ادا کر دے اور گھر والوں کو آرام دے، کیوں کہ ایسی قسم پر اصرار کرنا منع ہے، جس میں قسم کھانے والے کے اہلِ خانہ کو تکلیف ہو۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کے فرمان (لَأَنْ يَلَجَّ أَحَدُكُمْ بِيَمِينِهِ) کا مطلب: یعنی تم میں سے کوئی شخص اپنے قسم نافذ کرنے میں اور اس چیز کے حصول میں جس پر قسم کھائے اصرار کرے اور وٹال مٹول سے کام لے، جب کہ اس کے قسم کھانے میں دوسروں پر ضرر ہو۔
- قسم میں کفارہ ادا کرنے کو اختیار کرنا جائز ہے۔ نیز جس چیز کی قسم کھائی گئی ہے اگر اس سے بہتر کوئی سبیل ہو تو قسم کو نہ نافذ کرنا بہتر ہے۔
- قسم پر اصرار کرنا ایک طرح کا ٹال مٹول اور گناہ میں زیادتی کرنا ہے، جب کہ قسم کے علاوہ میں بہتری ہو۔
- شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مقصود یہ ہے کہ جب کسی چیز کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے، پھر اس کو پتہ چلے کہ زیادہ بہتری اس چیز کے نہ کرنے میں ہے جس پر قسم کھائی ہے، تو وہ اپنے قسم کا کفارہ دے گا یعنی دس مسکین کو (اوسط درجہ کا) کھانا کھلائے یا کپڑا دے یا ایک گردن آزاد کرے اور اگر ان سے عاجز ہو تو تین دن روزے رکھے گا اور اپنے قسم پر مصر نہ رہے، کیوں کہ اس کو پتہ چل چکا کہ قسم کھانے میں ضد کرنا درست نہیں ہے، بلکہ قسم پر اصرار کرنا غلط ہے۔ لہذا وہ درستی کو اپنائے گا اور غلط کو چھوڑ دے گا۔
- رسول اللہ ﷺ کی اقتدا و پیروی کرنے کی ترغیب۔

- اہل وعیال سے نقصان وضرر کو دور کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ منہجِ الٰہی کے مطابق ان کے ساتھ رعایت کی جائے اور اس سلسلے میں پریشان کن خواہشات سے بچا جائے۔
- غلطی سے رجوع کرنا، اس پر جمے رہنے سے زیادہ بہتر ہے۔
- بغیر قسم دلائے قسم کھانا جائز ہے۔
- اپنی بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے اور ان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی ترغیب۔

آج کی حدیث

٣٣٩- عن أبي مسعود الأنصاري رضي الله عنه قال: قال رجل يا رسول الله، لا أكاد أدرك الصلاة مما يطول بنا فلان، فما رأيت النبي صلى الله عليه وسلم في موعظة أشد غضبا من يومئذ، فقال: (أيها الناس، إنكم منفرون، فمن صلى بالناس فليخفف، فإن فيهم المريض، والضعيف، وذا الحاجة.) رواه البخاري

سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: فلاں شخص (جماعت کی) نماز کو لمبا کرتا ہے، جس کی وجہ سے میرے لیے اس کا ادا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ (راوی کہتے ہیں:) میں نے نبی ﷺ کو نصیحت کرتے وقت اس دن سے زیادہ کبھی ناراض ہوتے نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے لوگو! تم (دین سے) نفرت دلانے والے ہو، لہذا جو کوئی بھی لوگوں کو نماز پڑھائے، اسے چاہیے کہ وہ ہلکی کرے، کیوں کہ ان (مقتدیوں) میں بیمار، کمزور اور حاجت مند ہوتے ہیں۔“ (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (فليخفف): یعنی قراءت، رکوع اور سجدے وغیرہ اقوال وافعال میں ایسی تخفیف کرے، جو نماز میں خلل وخرابی کی حد تک نہ پہنچیں۔
- لوگوں کی امامت کرتے وقت نماز میں تخفیف کرنا مستحب ہے۔ اوراس میں یہ حکمت ہے کہ نماز کے اندر چھوٹے، بڑے، کمزور اور ضرورت مند لوگ موجود ہوتے ہیں جو لمبی نماز کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔
- اگر نمازیوں کی تعداد محدود ہو اور وہ لوگ طوالت کو ترجیح دیں تو لمبی نماز پڑھانا جائز ہے، کیوں کہ مقتدی ہی اس سلسلے میں اصحابِ حق ہیں اور یہ رغبت وچاہت اُنہی کی طرف سے کی گئی ہے، اس لیے اس وقت نماز کو طویل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

- جب آدمی تنہا پڑھے تو جس طرح چاہے لمبا پڑھے، کیوں کہ یہ اس کی رغبت ونشاط کی طرف لوٹتا ہے اوراس کا ایسی چیز سے مقید کرنا مناسب ہے، جس کے ذریعہ وہ واجبات سے غافل نہ ہو۔
- وہ تمام امور، خواہ دینی امور ہوں یا اجتماعی امور، جہاں طاقت ور شریک ہوتے ہیں، وہاں کمزوروں، بے بسوں اور خاص ظروف والوں کی مراعات ولحاظ رکھنا چاہیے۔
- تخفیفِ نماز کے بہت سارے فوائد اور مصلحتیں ہیں: امام کے پیچھے والے مقتدیوں کے ساتھ نرمی کرنا، لوگوں کی تالیف کرنا، نماز کو ان کے لیے پسندیدہ بنانا ہے اور انھیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے پر مواظبت و ہمیشگی اختیار کرنے کی دعوت دینا ہے۔

آج کی حدیث

٣٤٠- عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رضي الله عنه قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي أُبْدِعَ بِي فَاحْمِلْنِي. فَقَالَ: (مَا عِنْدِي) فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَنَا أَدُلُّهُ عَلَى مَنْ يَحْمِلُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ) رواه مسلم

سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میری سواری نہیں رہی (ضایع ہو گئی) لہذا آپ مجھے سوار کرلیں۔ آپ نے فرمایا: ”میرے پاس سواری نہیں ہے۔“ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اسے ایک ایسے شخص کی طرف رہنمائی کر دیتا ہوں جو اسے سوار کر سکتا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو کسی بھلائی کی طرف رہنمائی کرے، اسے اس کے کرنے والے کے مثل اجر ملتا ہے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (إِنِّي أُبْدِعَ بِي) یعنی میرا سفر میری سواری کے ہلاک ہو جانے اور اس کے بے کار ہو جانے کی وجہ سے کٹ گیا۔ (فاحملني) یعنی مجھے کوئی سواری فراہم کر دیں جس سے میں سفر کر سکوں۔
- خیر اور بھلائی کی طرف رہنمائی اور تنبیہ کرنے کی فضیلت۔ یہ حدیث قولی رہنمائی اور فعلی رہنمائی دونوں کو شامل ہے۔ قولی رہنمائی جیسے تعلیم دینا ہے اور فعلی رہنمائی جیسے اچھا قدوہ و نمونہ بن کر دکھانا ہے۔
- علم اور عبادات کے طریقے کی تعلیم دینے کی فضیلت کا بیان، بالخصوص ان لوگوں کی فضیلت جو عبادت گذاروں وغیرہ میں اسے انجام دیتے ہیں۔
- خیر کی طرف رہنمائی کرنے کی ترغیب۔ بھلائی کرنے والے کے اجر کے مثل اجر ملنے سے یہ مراد ہے کہ رہنمائی کرنے والے کو بھی اس فعل کا ثواب ملے گا جیسا کہ اس کے کرنے والے کو ثواب ملے گا اور یہ ضروری نہیں ہے کہ دونوں کے ثواب کی مقدار برابر ہو گی۔
- بے شک وسائل مقاصد کے احکام رکھتے ہیں۔

آج کی حدیث

٣٤١- عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّهَا قَالَتْ وَاعَدَ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فِي سَاعَةٍ يَأْتِيهِ فِيهَا، فَجَاءَتْ تِلْكَ السَّاعَةُ وَلَمْ يَأْتِهِ، وَفِي يَدِهِ عَصًا فَأَلْقَاهَا مِنْ يَدِهِ وَقَالَ: مَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَلاَ رُسُلُهُ ثُمَّ الْتَفَتَ فَإِذَا جِرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ سَرِيرِهِ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ! مَتَى دَخَلَ هَذَا الْكَلْبُ هَاهُنَا؟ فَقَالَتْ: وَاللَّهِ مَا دَرَيْتُ، فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ فَجَاءَ جِبْرِيلُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم : وَاعَدْتَنِي فَجَلَسْتُ لَكَ فَلَمْ تَأْتِ. فَقَالَ: مَنَعَنِي الْكَلْبُ الَّذِي كَانَ فِي بَيْتِكَ إِنَّا لاَ نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلاَ صُورَةٌ. رواه البخاري ومسلم

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے وعدہ کیا کہ وہ ایک خاص گھڑی میں ان کے پاس آئیں گے، چناں چہ وہ گھڑی آگئی لیکن جبرئیل علیہ السلام نہ آئے۔ (اس وقت) آپ کے دستِ مبارک میں ایک لاٹھی تھی، آپ نے اسے اپنے ہاتھ سے پھینکا اور فرمایا: "نہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی کرتا ہے نہ اس کے رسول (خلاف ورزی کرتے ہیں۔)" پھر آپ نے دھیان دیا تو آپ کی چارپائی کے نیچے کتے کا ایک پلا تھا۔ تو آپ نے فرمایا: "اے عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ کتا یہاں کب گھسا؟" انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے بالکل پتہ نہیں چلا۔ پھر آپ نے حکم دیا تو اس (پلے) کو نکال دیا گیا، پھر جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ فرمایا: "آپ نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا اور میں آپ کی خاطر بیٹھا رہا، لیکن آپ نہیں آئے۔" تو انھوں نے کہا: آپ کے گھر میں جو کتا تھا، مجھے اس کتے نے آنے سے روک رکھا تھا جو آپ کے گھر میں تھا۔ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ ایسے گھر میں داخل ہوتے ہیں جہاں تصویر ہو۔ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- شکاری کتے یا جانوروں کی دیکھ بھال کرنے والے کتے یا کھیتی وغیرہ کی حفاظت کرنے والے کتوں کے سوا کتا کا پالنا حرام ہے۔[۱]
- تصویروں کا بنانا ان خبیث امور میں سے ہے، جن سے فرشتے نفرت کرتے ہیں۔، نیز کسی بھی جگہ تصویروں اور کتے کی موجودگی رحمت سے محرومی کا سبب ہے۔
- چوں کہ فرشتے اللہ کے حکم کی مخالفت کو سخت ناپسند کرتے ہیں اس وجہ سے وہ ایسی جگہوں پر نہیں داخل ہوتے جہاں کتے موجود ہوتے ہیں اور اس وجہ سے بھی کیوں کہ کتوں میں نجاست اور کریہہ قسم کی بدبو پائی جاتی ہے۔
- وہ فرشتے جو گھر میں داخل ہونے سے رک جاتے ہیں اس سے رحمت کے فرشتے مراد ہیں، البتہ محافظ و نگرانی والے فرشتے ہمیشہ بندے کے ساتھ رہتے ہیں اور کبھی جدا نہیں ہوتے۔ اسی طرح عذاب کے فرشتے جب عذاب نازل ہوتا تو نہیں رکتے، اسی طرح موت کا فرشتہ جب مدّت پوری ہو جاتی تو نہیں رکتا۔
- دیواروں پر جاندار تصویروں کا لٹکانا حرام ہے، اور یہ ایسی چیز ہے جس میں موجودہ زمانہ کے لوگ مبتلا ہیں۔
- اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے پر فرشتوں کا انکار کرنا۔
- وعدہ کا پورا کرنا واجب ہے۔
- کسی شرعی عذر کی بنا پر وعدہ خلافی کرنا جائز ہے۔

---

[۱] لیکن افسوس کہ آج مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر بہت سارے مسلمان بلاضرورت شوقیہ طور پر کتے پالتے ہیں اور ان کے لیے کروڑوں روپیہ بھی صرف کرتے ہیں۔ بلکہ بعض تو اس سے جنسی تسکین حاصل کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ (مترجم)

آج کی حدیث

٣٤٢- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: «كل أُمتي مُعَافًى إلا المُجاهرين، وإنَّ من المُجَاهرة أن يعملَ الرجلُ بالليل عملًا، ثم يُصْبح وقد سَتره الله عليه، فيقول: يا فلان، عَمِلت البَارحة كذا وكذا، وقد بَات يَسْتُره ربه، ويُصبح يَكشف سِتْرَ الله عنه. رواه البخاري ومسلم.

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت کے ہر شخص کا گناہ معاف کر دیا جائے گا سوائے اعلانیہ گناہ کرنے والے کے۔ اعلانیہ گناہ یہ ہے کہ آدمی رات کو کوئی گناہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر پردہ ڈال دیتا ہے لیکن صبح ہوتے ہی وہ لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ: اے فلاں! میں نے رات فلاں فلاں گناہ کیا حالاں کہ رات کو اس کے رب نے پردہ ڈال دیا تھا، لیکن صبح ہوتے ہی وہ خود اللہ کی طرف سے ڈالے گئے پردہ کو کھولنے لگتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- آپ ﷺ کے قول (معافی) کا معنی: یہ عافیت سے ہے یعنی سالم و محفوظ ہیں۔ مُجاھرین سے مراد: گناہوں کا اعلان کرنے والے اور فخریہ طور پر ان کا چرچا کرنے والے ہیں۔
- اللہ تعالیٰ کے پردہ ڈالنے کے بعد اعلانیہ طور پر گناہ کا چرچا کرنے کی قباحت۔
- اعلانیہ معصیت کرنا اللہ، اس کے رسول اور نیک مومنین کے حق کی اہانت و تذلیل پر دلالت کرتا ہے۔
- اعلانیہ گناہ کا ارادہ رکھنے والوں کے گناہ کی سنگینی۔
- مومنوں کے درمیان فحاشی کو عام کرنا بھی اعلانیہ گناہ میں شامل ہے۔
- جس شخص (کے گناہوں پر) اللہ تعالیٰ دنیا میں پردہ کرتا ہے آخرت میں بھی اس پر پردہ کرے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ وسیع رحمت کی وجہ سے ہوگا۔

- اعلانیہ گناہ کرنے میں اللہ عزوجل کو غصہ دلانا اور اسے ناراض کرنا ہے، اور پردہ پوشی میں توبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی کا حاصل ہونا ہے۔
- کھلم کھلا معاصی کے ارتکاب میں عام حرمتوں کی پامالی اور دین کا مذاق اڑانا پایا جاتا ہے۔
- معصیت ونافرمانی کرنے کو رات کے ساتھ اغلبیت کی بنیاد پر مقید کیا گیا ہے، کیوں کہ لوگوں کی غفلت اور چین کی نیند لینے کی وجہ سے زیادہ تر گناہوں کا صدور رات میں ہوتا ہے اور پھر گناہ گار شخص بھی رات کی تاریکی کی وجہ سے لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے۔

آج کی حدیث

٣٤٣- عَنْ أَبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ عُمَرَ مَرَّ بِحَسَّانَ وَهُوَ يُنْشِدُ الشِّعْرَ فِي الْمَسْجِدِ فَلَحَظَ إِلَيْهِ فَقَالَ قَدْ كُنْتُ أُنْشِدُ وَفِيهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ أَنْشُدُكَ اللَّهَ أَسَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَجِبْ عَنِّي اللَّهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ. قَالَ: اللَّهُمَّ نَعَمْ.
رواه مسلم.

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کا گذر حسّان رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا جب کہ وہ مسجد میں شعر پڑھ رہے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف (غصہ سے) دیکھا تو حسان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو مسجد میں اس وقت بھی شعر پڑھتا تھا جب کہ آپ سے بہتر شخص (یعنی نبی کریم ﷺ) موجود ہوتے تھے۔ پھر وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں تمھیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ یہ سنا ہے؟ کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اے حسان! میری طرف سے جواب دو۔ اے اللہ! روح القدس (جبرئیل علیہ السلام) سے ان کی مدد فرما۔ انھوں (ابوہریرہؓ) نے کہا: اللہ کی قسم! ہاں۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- حسّان سے مراد: حسّان بن ثابت انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ ہیں جو شاعرِ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ (ينشد) : یعنی لوگوں کو مسجد میں شعر سنایا کرتے تھے۔ (لحظ إليه) :یعنی ان کی طرف انکار و عتاب کی نظر سے دیکھا۔
- مسجد میں (اسلام کی تعریف اور اس کے دفاع وغیرہ سے متعلق) شعر پڑھنا جائز ہے، بلکہ اگر اس سے شرعی مصالح کو متحقق اور یقینی بنانا ہو تو اجر سے نوازا جائے گا۔
- شعر سناتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ بیوت اللہ یعنی مساجد میں شرعی مقاصد فوت نہ ہونے پائے، جیسے نماز کا قیام، اللہ عزوجل کا ذکر۔
- شعر پر ہر کلام کو قیاس کیا جائے گا، پس جس بات میں کوئی بھلائی اور دینی مصلحت ہو تو مسجد میں اس کا کہنا مرغوب و پسندیدہ ہے، اور اگر وہ اس سے خالی ہو تو اللہ کے گھر کو ان لغویات سے پاک رکھنا ضروری ہے۔

- جن چیزوں سے شریعت میں روکا گیا ہے، ان موضوعات پر مبنی اشعار ممنوع ہیں خواہ وہ مسجد میں پڑھی جائیں یا مسجد کے علاوہ دوسری جگہوں میں پڑھی جائیں۔ مثلاً نیکوکاروں کی ہجو پر مشتمل اشعار یا فحشیات پر مشتمل غزل وغیرہ۔
- حق گوئی سے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کی قوت و بے باکی اور خیر و بھلائی کو اپنانے سے متعلق ان کی حرص، جیسا کہ ان کی یہ خوبی مسجد میں حسان رضی اللہ عنہ کے شعر پڑھنے پر انکار کے وقت یا شعر کے سلسلے میں رخصت کی دلیل سن کر اس انکار سے توقف اختیار کرنے سے متعلق یکساں طور پر ظاہر ہوئی۔
- حسان رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور حق کی وضاحت میں ان کی قوّت، حتی کہ عمر رضی اللہ عنہ کی قوت و پختگی اور ہیبت کے باوجود انھیں عمر رضی اللہ کو جواب دینے سے نہ روک سکی، کیوں کہ ان کا اعتماد دلیل پر تھا۔

آج کی حدیث

٣٤٤- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ فَإِذَا قُضِيَ التَّأْذِينُ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ حَتَّى إِذَا قُضِيَ التَّثْوِيبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ يَقُولُ لَهُ اذْكُرْ كَذَا وَاذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ مِنْ قَبْلُ حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ مَا يَدْرِي كَمْ صَلَّى. رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتے (ہوا خارج کرتے) ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے تا کہ اذان کو نہ سن سکے۔ اور جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو واپس آ جاتا ہے حتی کہ جب اقامت کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے، یہاں تک کہ جب اقامت ختم ہو جاتی تو آ جاتا ہے اور آدمی اور اس کے نفس کے درمیان حائل ہو تا ہے (یعنی وسوسہ دلاتا ہے) اور نمازی سے کہتا ہے: فلاں فلاں چیز یاد کرو، وہ چیزیں جو اسے پہلے یاد نہیں ہوتی ہیں، یہاں تک کہ آدمی کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ اس کو پتہ نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (لَهُ ضُرَاطٌ) اکثر علما کے نزدیک شیطان کا ہوا خارج کرنا اپنے ظاہر پر محمول ہے، اور وہ حقیقت میں ہوا خارج کرتا ہے۔ (ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ) یعنی نماز کے لیے اقامت کہی جاتی ہے۔ (يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ) یعنی وہ نمازی کو وسوسہ دلاتا ہے۔
- شیطان نمازی کے درمیان اور اس کی خشوع اور اس کی نماز کے درمیان ایسی چیزیں یاد دلا کر حائل ہوتا ہے جو اسے یاد نہیں ہوتیں اور جن کا کرنا اس کے لیے کبھی ممکن نہیں ہوتا ہے۔
- اذان کی فضیلت، اس کی قدر و منزلت کی رفعت و بلندی اور اس کے عظیم اثر و تاثیر کا بیان، حتی کہ شیطان کو اذان سے زبردست خطرہ اور بڑا خوف لاحق ہوتا ہے حتی کہ وہ ہوا نکالتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ مقامِ روحاء کی طرف بھاگ جاتا ہے جب کہ روحاء مدینہ سے ٣٦ میل کی دوری پر

واقع ہے۔ وہ اس لیے بھاگتا ہے کیوں کہ کلمۂ توحید اور اسلامی شعائر کا اظہار اس پر سخت دشواری و مشقت کا باعث بنتی ہیں، اسی لیے وہ دور بھاگ جاتا ہے۔

- قباحت و ناگواری کا باعث بننے والے معیوب الفاظ کو اگر زبان سے ادا کرنے اور ان کو بیان کرنے کی ضرورت ہے تو پھر ان کا بولنا اور بیان کرنا جائز ہے۔
- اذان آپ کے پاس سے جن وشیاطین کو دور بھگا دیتا ہے۔ امام مالکؒ سے منقول ہے کہ: زید بن اسلم کو بنو سلیم کے ایک کان (کی کھدائی) پر نگراں بنایا گیا، وہ کان ایسا تھا جس میں لوگ جنوں کی طرف سے تکلیف کا سامنا کرتے تھے، جب وہ اس کے والی بنائے گئے تو لوگوں نے ان سے اس کے بارے میں شکایت کی۔ چناں چہ آپ نے انھیں اذان کا حکم دیا، اور اذان دیتے ہوئے اپنی آوازوں بلند کرنے کا حکم دیا، لوگوں نے ویسے ہی کیا، چناں چہ وہ خوف و مصیبت ان سے ہٹ گئی، اور وہ آج تک اسی حالت پر امن سے رہ رہے ہیں۔
- اذان کے ذریعہ آواز کا بلند کرنا مستحب ہے کیوں کہ شیطان بھاگ کر ایسی جگہ چلا جاتا ہے جہاں اسے مؤذن کی آواز نہ پہنچے۔

آج کی حدیث

٣٤٥- عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (الملائكة يتعاقبون: ملائكة بالليل وملائكة بالنهار ويجتمعون في صلاة الفجر وفي صلاة العصر، ثم يعرج الذين كانوا فيكم فيسألهم وهو أعلم فيقول: كيف تركتم عبادي؟ فقالوا: تركناهم يصلون وأتيناهم يصلون) رواه البخاري.

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”رات اور دن کے فرشتے لگاتار آگے پیچھے باری باری (دنیا میں بندوں کے پاس) تشریف لاتے ہیں اور یہ سب فجر اور عصر کی نماز میں اکھٹا ہو جاتے ہیں۔ پھر جو فرشتے تمھارے پاس رات بھر رہتے ہیں وہ اللہ کے پاس جاتے ہیں تو وہ ان سے پوچھتا ہے، حالاں کہ وہ سب کچھ جانتا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حالت پر چھوڑا ہے؟ وہ کہتے ہیں: ہم نے انھیں (فجر کی) نماز پڑھتے چھوڑا ہے اور جب ہم ان کے پاس گئے تب بھی وہ نماز (عصر) پڑھ رہے تھے۔“ (بخاری)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- فرشتوں کا نماز کے لیے حاضر ہونا اور یہ انسانوں کی نگرانی کے لیے باری باری آتے ہیں۔ دن کے فرشتے فجر کی نماز میں اترتے ہیں اور بنو آدم کا شمار کرتے ہیں اور وہ فرشتے جو ان کے یہاں رات بھر رہتے ہیں اوپر (رب کے پاس) چلے جاتے ہیں۔ جب عصر کی نماز ہوتی ہے تو رات کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور بنو آدم کا شمار کرتے ہیں اور دن کے فرشتے (اپنے رب کے پاس) چلے جاتے ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ اسی بارے کے اعتبار سے آتے جاتے رہتے ہیں۔ واللہ اعلم
- فرشتے عصر اور فجر کی نماز میں اکھٹا ہوتے ہیں۔
- شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”یہ نمازیوں کے لیے تعریف ومنقبت کی بات ہے اور یہ کہ فرشتے اپنے رب کے پاس ان لوگوں کے بارے میں گواہی دیں گے کہ جب وہ ان کے پاس گئے تو انھیں حالتِ نماز میں پایا اور جب ان کو چھوڑا تو انھیں حالتِ نماز میں پایا۔ لہٰذا مومن کو جماعت کے ساتھ پنج وقتہ نمازوں کی پابندی کرنی چاہیے تاکہ اس کے لیے فرشتے اس عظیم شہادت کی گواہی دے سکیں۔“
- نماز سب سے بڑی عبادت ہے کیوں کہ اسی پر سوال وجواب ہو گا۔
- اس بات پر تنبیہ کہ فجر اور عصر عظیم ترین نمازوں میں سے ہیں۔
- بے شک اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے ہم کلام ہوتا ہے۔

آج کی حدیث

٣٤٦- عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم (أن رجلاً زار أخاً له في قرية أخرى، فأرصد الله له على مدرجته ملكاً فلما أتى عليه قال: أين تريد؟ قال : أريد أخاً لي في هذه القرية. قال : هل لك عليه من نعمة تربها؟ قال : لا، غير أني أحببته في الله عز وجل. قال : فإني رسول الله إليك، بأن الله قد أحبك كما أحببته فيه) رواه مسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ایک شخص اپنے بھائی کی زیارت کے لیے گیا جو دوسرے گاؤں میں تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے پر ایک فرشتہ کو اس کی (دیکھ بھال) کے لیے مقرر کر دیا۔ جب وہ شخص اس فرشتہ کے پاس سے گذرا تو اس نے کہا: تمھارا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: میں اس گاؤں میں اپنے ایک بھائی کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ فرشتہ نے کہا: کیا اس پر تمھارا کوئی احسان ہے جسے چکانا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، مگر میں اللہ عزوجل کی خاطر اس سے محبت کرتا ہوں؟ اس (فرشتہ) نے کہا: میں اللہ کی طرف سے تمھاری جانب بھیجا گیا قاصد ہوں جو اس بات کی خبر دینے کے لیے آیا ہے کہ اللہ بھی تم سے اسی طرح محبت کرتا ہے جس طرح تو نے (رب) کی خاطر اپنے بھائی سے محبت کی ہے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (فأرصد الله له على مدرجته) یعنی اللہ اسے اس کے راستہ میں بیٹھا دیا۔
- اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنے کی فضیلت اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے سے محبت کرتا ہے اور اس کی تکریم کرتا ہے۔
- نیک لوگوں اور ساتھیوں کی زیارت کرنے کی فضیلت۔
- اللہ واسطے برادرانہ تعلق، خون و نسب اور دیگر مفاد و مصالح پر مبنی تعلقات سے بڑھ کر ہے۔
- اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کی فضیلت۔
- اس بات کا اثبات کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیکوکار بندوں سے محبت کرتا ہے۔
- انسان کبھی کبھار فرشتوں کو خوب صورت انسانی شکل میں دیکھتے ہیں، جیسا کہ صحابہ کرام جبرئیل علیہ السلام کو دحیہ کلبی یا دیہاتی کی شکل میں دیکھتے تھے۔

آج کی حدیث

٣٤٧- عَنْ حَنْظَلَةَ بْن قَيْسٍ الْأَنْصَارِيُّ رضي الله عنه قَالَ سَأَلْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ إِنَّمَا كَانَ النَّاسُ يُؤَاجِرُونَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمَاذِيَانَاتِ وَأَقْبَالِ الْجَدَاوِلِ وَأَشْيَاءَ مِنْ الزَّرْعِ فَيَهْلِكُ هَذَا وَيَسْلَمُ هَذَا وَيَسْلَمُ هَذَا وَيَهْلِكُ هَذَا فَلَمْ يَكُنْ لِلنَّاسِ كِرَاءٌ إِلَّا هَذَا فَلِذَلِكَ زُجِرَ عَنْهُ فَأَمَّا شَيْءٌ مَعْلُومٌ مَضْمُونٌ فَلَا بَأْسَ بِهِ. رواه مسلم

سیدنا حنظلہ بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رافع بن خدیج سے زمین کو سونے اور چاندی کے بدلے میں کرائے پر دینے کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (دراصل بات یہ ہے کہ) عہدِ نبوی ﷺ میں لوگ نہروں کی زمین اور چھوٹے نالوں کے کنارے کی زمین کو فصل کی کچھ مخصوص چیزوں کے عوض اجرت پر دیتے تھے۔ بسا اوقات اس حصہ کی پیداوار ضائع ہو جاتی اور وہ محفوظ رہتا اور اسی طرح کبھی اس حصہ کی پیداوار محفوظ رہتی اور وہ تباہ ہو جاتا، لوگوں میں کرائے پر دینے کی صرف یہی صورت تھی۔ اسی لیے اس سے منع فرما دیا گیا۔ لیکن اگر کسی معلوم اور قابلِ ضمانت چیز کے بدلے میں زمین دی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- کراء الارض: کسی شخص کو غلہ پیدا کرنے کے عوض زمین کرایہ پر دینا۔ الورِق : چاندی۔ الماذیانات: عجمی کلمہ ہے لوگ اس کا اطلاق بڑی نہروں کے لیے کرتے تھے۔ أقبال الجداول : چھوٹی نہریں (نالے)۔
- کھیتی کے لیے زمین کو کرایہ پر دینے کا جواز۔
- اجرت کا معلوم ہونا ضروری ہے مجہول و نامعلوم مقدار صحیح نہیں ہے۔

- حدیث کے عموم سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ یہ اجرت سونا ہو یا چاندی اور اسی میں سے موجودہ زمانے میں نقدی سکے ہیں۔
- بٹائی میں فاسد شروط داخل کرنے کی ممانعت ہے۔ جیسے صاحبِ کھیت یا زمین کے مالک کا کرایہ میں زمین کے مخصوص حصہ یا نہر والی کا شرط لگانا وغیرہ۔ تو ایسی صورت میں یہ مزارعت یا اجارہ فاسد ہو گا، کیوں کہ طرفین میں سے ایک کے ساتھ دھوکہ، جہالت اور ظلم پایا جاتا ہے۔
- دھوکہ اور جہالت کی تمام اقسام باطل اور حرام ہیں، ایسی صورت میں طرفین میں سے ایک کے ساتھ ظلم کرنا ہے اور شریعت لوگوں کے درمیان عدل وانصاف اور مساوات وبرابری قائم کرنے کے لیے آئی ہے، تاکہ ان کے درمیان عداوتیں اور نفرتیں دور ہوں اور محبت ومودت قائم ہوں۔
- کھیتی کی پیداوار میں سے معروف ومتعین حصہ نصف (آدھا)، ربع (چوتھائی) اور سدس (چھٹا) وغیرہ پر بٹائی کا جائز ہونا اور مخصوص درخت یا مخصوص زمین کے مقابل کی کھیتی پر بٹائی کا حرام ہونا۔

آج کی حدیث

٣٤٨- عن ابن مسعود رضي الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما منكم من أحد إلا وقد وكل به قرينه من الجن، وقرينه من الملائكة. قالوا: وإياك يا رسول الله؟ قال: وإياي، ولكن الله أعانني عليه فأسلم، فلا يأمرني إلا بخير. رواه مسلم

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے ہر شخص کے ساتھ جنوں میں سے ایک ساتھی اور فرشتوں میں سے ایک ساتھی مقرر کر دیا گیا ہے۔“ صحابہ کرام نے عرض کیا: اور آپ کے ساتھ بھی اے اللہ کے رسول!؟ آپ نے فرمایا: ”میرے ساتھ بھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں میری مدد فرمائی ہے اور وہ میرے تابع ہو گیا ہے، لہٰذا (اب) وہ مجھے صرف خیر ہی کا حکم دیتا ہے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- بے شک شیطان کے کچھ لشکر اور مددگار ہیں اور یہ شیاطین جنوں میں سے ہیں۔ اُنھی شیطانوں میں سے کچھ ایسے قرین وساتھی ہیں، جو انسانوں سے جدا نہیں ہوتے اور ان کی طرف برائی کی وحی کرتے رہتے ہیں اور ان کے لیے (خلافِ شرع) منکر باتوں کو مزیّن کرتے ہیں اور معروف باتوں کو ناپسندیدہ بناتے ہیں۔
- (شیطان) ساتھی کے فتنہ، اس کے وسوسہ اور اس کے گمراہ کرنے سے ڈرانا۔
- اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے، جو شیطان کے گمراہ کرنے اور اس کے فتنہ کے مقابلے میں اس کی مدد کرتا ہے اور اچھی رہنمائی کرتا ہے۔
- نبی ﷺ کی شیطانی اثرات سے حفاظت، لہٰذا وہ آپ کے عقل کو کوئی تکلیف نہیں دے سکتا اور نہ آپ کے دل کو وساوس میں مبتلا کر سکتا۔
- رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی جنوں میں سے ایک قرین یعنی ساتھی مقرر تھا، لیکن وہ آپ ﷺ کو صرف خیر کا ہی حکم دیتا تھا۔
- آپ ﷺ کے فرمان (ولكن الله أعانني عليه فأسلم) میں ”أَسْلَمَ“ ماضی کا صیغہ ہے، جس کا مطلب ہے کہ شیطان اسلام لے آیا اور وہ مسلمان بن گیا۔ یا یہ کہ وہ ”أَسْلَمُ“ مضارع کا صیغہ ہے، جس کا مطلب ہے کہ مَیں شیطان سے اور اس کے مکر و وسوسے سے محفوظ رہتا ہوں اور مجھے صرف خیر کی باتوں کا حکم دیتا ہے۔

آج کی حدیث

۳۴۹– عَنْ عَدِيِّ بْنِ عَمِيرَةَ الْكِنْدِيِّ رضي الله عنه قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : مَنْ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلٍ فَكَتَمَنَا مِخْيَطًا فَمَا فَوْقَهُ كَانَ غُلُولًا يَأْتِي بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. قَالَ : فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ أَسْوَدُ مِنْ الْأَنْصَارِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ. فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ! اقْبَلْ عَنِّي عَمَلَكَ قَالَ وَمَا لَكَ قَالَ سَمِعْتُكَ تَقُولُ كَذَا وَكَذَا قَالَ وَأَنَا أَقُولُهُ الْآنَ مَنْ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلٍ فَلْيَجِئْ بِقَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ فَمَا أُوتِيَ مِنْهُ أَخَذَ وَمَا نُهِيَ عَنْهُ انْتَهَى. رواه مسلم

سیدنا عدی بن عمیرہ کندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”ہم تم میں سے جس شخص کو کسی کام کا عامل و نگراں بنائیں اور وہ ایک سوئی یا اس سے معمولی کوئی چیز ہم سے چھپالے تو یہ خیانت ہو گی اور وہ اسے روزِ قیامت لے کر حاضر ہو گا۔“ راوی (عدیؓ) کہتے ہیں کہ: (یہ سن کر) انصار میں سے ایک کالے رنگ کا شخص کھڑا ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھ سے اپنا کام قبول فرمالیجئے (یعنی میں اپنے اس کام سے استعفی دیتا ہوں۔) آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمھیں کیا ہو گیا؟“ اس نے کہا: میں نے آپ کو ایسا اور ایسا فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں، اور میں اب بھی کہتا ہوں کہ میں تم میں سے جس شخص کو کسی کام پر متعین کروں وہ ہر چھوٹی بڑی چیز کو لے کر آئے، پس اس میں سے جو چیز اسے دی جائے وہ لے لے اور جو چیز اس سے روک لی جائے اس سے باز رہے۔“ (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (فَكَتَمَنَا مِخْيَطًا فَمَا فَوْقَهُ) یعنی عام مال میں سے سوئی یا اس سے چھوٹی چیز کو چھپائے۔ الغلول کہتے ہیں: کسی چیز کو خفیہ اور خیانت کے طور پر لینا۔ (اقبل عني عملك) یعنی مجھے اجازت دیں کہ اس کام سے استعفا دوں جس کا آپ نے مجھے ذمہ دار بنایا ہے۔
- اس شخص کے لیے سخت وعید ہے جو اپنے کام یا پیشہ میں کم یا زیادہ مقدار میں خیانت کرے۔

- جو شخص لوگوں کے اموال کا ذمہ دار بنے اس پر اس کی حفاظت کرنا اور اسے اس کے مستحقین تک پہنچانا ضروری ہے، اور اس میں سے اپنے نفس کے لیے کچھ بھی مختص کرنا درست نہیں ہے۔ اور اگر دل میں خیانت کا خیال پیدا ہو اور اس میں سے کچھ لے لے تو اس کا لوٹانا واجب ہے، ورنہ وہ روزِ قیامت تمام مخلوقات کے سامنے رسوا ہو گا۔
- اس شخص کے لیے امارت و حکومت اور نوکری چاکری سے دور رہنا واجب ہے جسے ان کاموں کو امانت و اخلاص کے ساتھ انجام دینے میں اپنی ذات پر قدرت و بھروسہ نہ ہو۔
- حکمرانوں اور عہدہ داروں کو ان جہات کی معرفت رکھنی چاہیے جہاں سے مالِ عام آتا ہے، اس طرح وہ اس میں سے حلال مال کو لے لیں اور جس کا لینا جائز نہیں ہے وہ اسے ان کے مالک کے پاس واپس لوٹا دیں۔
- معرفت و پہچان کی خاطر کسی شخص کو اس میں موجود وصف سے متصف کرنا جائز ہے جب کہ وہ اس سے ناراض نہ ہو۔ اسی لیے حدیث میں کہا گیا ہے: ”آپ کی طرف انصار میں سے ایک کالا شخص کھڑا ہوا۔“

آج کی حدیث

٣٥٠- عن جابر رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: (إن في الليل لساعة لا يوافقها رجل مسلم يسأل الله خيرا من أمر الدنيا والآخرة إلا أعطاه إياه وذلك كل ليلة) رواه مسلم.

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "بے شک رات میں ایک ایسی گھڑی ہے، جسے کوئی بھی مسلمان شخص پالیتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی کی دعا کرتا ہے تو وہ اسے عطا کر دیتا ہے۔ اور یہ (گھڑی) ہر رات ہوتی ہے۔" (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- ابن منظور نے "لسان العرب" میں کہا ہے کہ: الساعة، دن ورات کے حصے میں سے ایک حصہ کو کہتے ہیں، اس کی جمع ساعات ہے۔ اور رات ودن میں چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں، اور جب یہ دونوں برابر (تقسیم) کیے جائیں تو ہر ایک کے بارہ گھنٹے بنتے ہیں۔
- قیام لیل کی ترغیب، خواہ یہ کسی بھی گھڑی میں ہو، البتہ اس کے لیے آخرِ رات کا درمیانی حصہ بہتر ہے۔
- ہر رات میں اجابت کی گھڑی ہونے کا اثبات، اور سب سے تاکیدی آخری رات کا تہائی وقت ہے۔
- اس وقت کی تحدید نہ کرنے کی وجہ یہ ہے، تاکہ بندہ اس کی تلاش میں محنت و کوشش سے کام لے۔ جیسا کہ شب قدر کی رات کو مخفی رکھا گیا ہے، تاکہ لوگ اس کی تلاش میں محنت و کوشش سے کام لیں۔
- دعا کی فضیلت اور بالخصوص فضیلت والے اوقات میں۔
- وقت کی پابندی کرنے کی اہمیت، اور اوقات کو ذکر الٰہی اور دعا میں مصروف رکھنا چاہیے۔
- مسلمان کو خیر کی دعا کرنی چاہیے، کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہیں کرنی چاہیے، اسی طرح اسے دعا میں اعتدا و زیادتی سے بچنا چاہیے۔

آج کی حدیث

٣٥١- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم (يعقد الشيطان على قافية رأس أحدكم ثلاث عقد إذا نام، بكل عقدة يضرب عليك ليلا طويلا فإذا استيقظ فذكر الله انحلت عقدة وإذا توضأ انحلت عنه عقدتان فإذا صلى انحلت العقد فأصبح نشيطا طيب النفس وإلا أصبح خبيث النفس كسلان). رواه البخاري ومسلم.

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص (رات میں) سوجاتا ہے تو شیطان اس کے سر کی گُدّی پر تین گرہیں لگاتا ہے اور ہر گرہ پر (پھونک یا تھپکی مار کر) کہتا ہے کہ: رات لمبی ہے (لہذا سوجا) پس جب وہ بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس سے ایک گرہ کھل جاتی ہے، پھر جب وضو کرلیتا ہے تو اس سے دوسری گرہ کھل جاتی ہے، پھر جب نماز پڑھتا ہے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ چناں چہ وہ صبح چاق وچوبند اور خوش باش ہوتا ہے، ورنہ وہ خبیث نفس اور سستی کی حالت میں صبح کرتا ہے[١]۔“ **(بخاری ومسلم)**

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- شیطان برابر اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ مومن کو فعل خیر سے باز رکھے۔
- رات میں ذکر، دعا اور نماز پڑھنے کی ترغیب۔
- اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی عبادت سے نفس میں نشاط پیدا ہوتی ہے اور شرح صدر حاصل ہوتا ہے، سستی وغفلت دور ہوجاتی ہے اور بے چینی وناراضگی ختم ہوجاتی ہے، کیوں کہ ذکر شیطانی وسوسے وخیالات کو دور بھگاتی ہے۔
- مومن کو طاعتِ الٰہی پر اللہ کی جانب سے توفیق ملنے پر خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اور فضل وکمال کے درجات ومراتب میں کمی کئے جانے پر وہ بے چین ہوجاتا ہے۔
- غفلت اور طاعات سے باز رہنا شیطان کے فعل اور اس کی تزئین سے ہے۔

---

[١] مگر افسوس بہت سارے مسلمان اپنی رات کو فضول وبے کار چیزوں میں مشغول رکھ کر بتاتے ہیں اور پھر سوتے وقت، طلوع آفتاب کے بعد سات یا نو بجے صبح کا الارم سیٹ کرکے سوتے ہیں اور فجر کی نماز کو ضایع کردیتے ہیں اور اللہ کی پناہ اور اس کے ذمے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ (مترجم)

- جو شخص رات میں نماز پڑھے، پھر سو جائے تو پھر دوبارہ شیطان اس پر مذکورہ گرہیں نہیں لگا سکتا ہے۔
- اس حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ یہ تینوں امور ذکر الٰہی، وضو اور نماز شیطان کو بھگانے کا ذریعہ ہیں۔

آج کی حدیث

۳۵۲- عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (من نام عن حزبه أو عن شيء منه فقرأه فيما بين صلاة الفجر وصلاة الظهر كُتب له كأنما قرأه من الليل)

رواه مسلم

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ایک حزب [قرآن کا (۱/۷) حصہ جو عموماً ایک رات میں تہجد کے دوران میں پڑھا جاتا تھا] یا اس کا کچھ حصہ پڑھے بغیر سو جائے اور پھر وہ اسے صلاۃ فجر اور ظہر کے مابین پڑھے تو اس کے لیے گویا پوری رات پڑھنا لکھا جاتا ہے۔'' (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (عن حزبه): حزب کہتے ہیں کہ انسان اپنے اوپر نماز اور قراءت وغیرہ میں سے جسے پڑھنے کو مقرر کر لے۔
- مسلمان کو چاہیے کہ اگر وہ کسی عبادت کا عادی بن جائے تو وہ اس کی حفاظت کرے، اگر چہ اس کا وقت ختم ہو جائے۔
- مشروع اوراد و وظائف کی محافظت کرنی چاہیے، اور جس شخص کا کوئی وِرد و وظیفہ چھوٹ جائے اور اس کے مقررہ وقت میں ادائیگی کے لیے جلدی کرے تو اس کا اسے پورا ثواب ملے گا جیسے اس نے اسے اپنے وقت میں ادا کیا ہو۔
- دن میں وتر نماز کی قضا جفت سے ہو گی۔
- یہ قضا سورج کے نکلنے اور ایک نیزہ تک اس کے بلند ہو جانے کے بعد ادا کی جائے گی تا کہ وہ اسے وقتِ نہی میں نہ ادا کرے۔
- سونے والا شرعی طور پر معذور سمجھا جاتا ہے اور اس کا شمار کوتاہی کرنے والوں میں سے نہیں ہوتا، کیوں کہ کوتاہی تو بیدار شخص سے ہوتی ہے۔
- بندے کے تمام اعمال مکتوب اور محفوظ کیے جاتے ہیں۔
- بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی مہربانیاں بڑی وسیع اور کشادہ ہیں۔

آج کی حدیث

۳۵۳- عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة والذي يقرأ القرآن ويتتعتع فيه وهو عليه شاق له أجران) رواه مسلم

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن میں مہارت رکھنے والا نیکوکار فرشتوں کے ساتھ ہو گا۔ اور جو قرآن پڑھتا ہے اوراس میں ہچکاہٹ محسوس کرتا ہے اوروہ اس پر شاق گذرتا ہے تواس کے لیے دوہرا اجر ہے۔'' (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (ماهر به) یعنی اچھی تلاوت کرتا ہے اوراحکامِ تجوید کی تطبیق کرتا ہے۔ السفرة سے مراد سفراء فرشتے ہیں، جووحی کورسولوں (ان پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں) تک پہنچاتے ہیں۔
- قرآن کا پڑھنا اوراسے حفظ کرنا مستحب ہے، اگرچہ یہ انسان پر شاق گذرے۔
- قرآن کریم کی تجوید کے ساتھ تلاوت کرنے والے اور پختگی کے ساتھ اس کی قراءت کرنے والے کی فضیلت، اوروہ فرشتوں کے ساتھ ہو گا۔
- جو شخص قرآن پڑھنے میں ہچکاہٹ محسوس کرتا ہے اوراسے صعوبت ومشقت کے ساتھ پڑھتا ہے، توایسا شخص بھی بھلائی وثواب دیا جاتا ہے، اس کے لیے دواجر ہے: ایک قراءت کا اجر اور دوسرا مشقت کا اجر۔
- حامل قرآن کے لیے مناسب ہے کہ اس کے اقوال وافعال درست اوررشد وبھلائی پر مبنی ہوں جیسے نیکوکار فرشتوں کے ہیں۔
- امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بندہ اس وقت تک قرآن کا ماہر نہ ہوگا جب تک کہ وہ فرقان کا علم نہ رکھنے والا ہو، اس طور سے کہ وہ اس کے احکام کو سیکھے اور اللہ کی مراد اوراپنے اوپر فرض کردہ چیزوں کی فہم حاصل کرے۔
- ''موطأ امام مالک'' میں ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تک یہ بات پہنچی کہ: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آٹھ برس میں سورہ بقرہ کو سیکھا، کیوں کہ وہ اس کے فرائض واحکام اوراس سے متعلقہ امور کو سیکھتے تھے۔
- بیہقی نے روایت کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سورۂ بقرہ کو بارہ سال میں سیکھا اور جب انھوں نے اسے سیکھ کر ختم کیا توایک اونٹ قربان کیا۔

آج کی حدیث

٣٥٤- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم جاءه أعرابي فقال: يا رسول الله، إن امرأتي ولدت غلاما أسود، فقال: «هل لك من إبل» قال: نعم، قال: «ما ألوانها» قال: حمر، قال: «هل فيها من أَوْرَقَ» قال: نعم، قال: «فأنى كان ذلك» قال: أراه عرق نزعه، قال: «فلعل ابنك هذا نَزَعَهُ عِرْقٌ». رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے پاس ایک دیہاتی آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری عورت نے ایک کالا بچہ جنم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تمھارے پاس اونٹ ہیں؟“ اس نے کہا: ہاں۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اس کے رنگ کیسے ہیں؟“ اس نے کہا: وہ سرخ ہیں۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: ”کیا اس میں کوئی خاکستری رنگ کا ہے؟“ اس نے کہا: ہاں، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: ”(سیاہ رنگ) کیسے ہو گیا؟“ اس نے کہا: میرا خیال ہے کوئی رگ ہے جو اسے کھینچ لایا۔ (اس پر) آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: ”ممکن ہے تمھارے اس بیٹے (کا رنگ بھی) کسی رگ نے کھینچ لایا ہو۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (نزعه عرق) کا معنی: یعنی اسے کھینچ لایا اور اس کا اصلی رنگ اس کے آباء واجداد سے مختلف ہے۔
- تہمت کے ذریعہ تعریض کرنا تہمت نہیں ہے، لہذا اس میں حد واجب نہیں ہوتا ہے، جس طرح کوئی کسی چیز کے بارے میں سوال کرتا ہے اور عیب و قدح کا ارادہ نہیں رکھتا تو وہ چیز غیبت نہیں سمجھی جاتی۔
- بے شک لڑکا اپنے والدین کے ساتھ ملحق ہوتا ہے، اگرچہ اس کا رنگ ان دونوں کے رنگ سے مختلف ہو۔ ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں: اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ باپ اور بیٹے کے درمیان سفید و کالے رنگ کا اختلاف پایا جانا ان دونوں کے درمیان دوری اور بے جوڑ ہونے کو جائز نہیں ٹھہراتا۔
- نسبوں کا تحفظ، نیز محض احتمال اور ظن و گمان سے بچہ اپنے باپ کی نسب سے دور نہیں ہوتا ہے، کیوں کہ بچہ فراش والے کے لیے، اور اسلام نسبوں کے جوڑنے اور اسے ملانے پر توجہ دیتا ہے۔

- بات کو اچھی طرح سمجھانے کے لیے مثالیں بیان کرنا اور مجہول کو معلوم سے تشبیہ دینا۔
- نبی ﷺ کی حسنِ تعلیم کا بیان کہ کس طرح آپ ﷺ لوگوں سے ان کی فہم و معرفت کے مطابق گفتگو کیا کرتے تھے۔ چناں چہ یہ ایک دیہاتی تھے جو اونٹ اور اس کی نسل و نسب کو پہنچانتے تھے، آپ ﷺ نے ان کے خیالات و وساوس کو اس مثال کے ذریعہ دور فرمایا، جس کا فہم و ادراک ان کی عقل کر سکتی تھی اور وہ اس سے مطمئن بھی ہوگئے۔ لہذا ہر شخص کو اس کے فہم و علم کے مطابق مخاطب کیا جائے گا۔
- یہ حدیث شرعی قیاس کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔ خطابیؒ فرماتے ہیں: ''یہ قیاسِ شبہ کے بارے میں اصل ہے۔'' اور ابن العربیؒ فرماتے ہیں: ''اس میں نظیر سے دلیل پکڑنے کی صحت پر دلیل موجود ہے۔''

آج کی حدیث

٣٥٥- عن عبد الله بن عَبَّاس رضي الله عنهما قال: أَقْبَلْتُ رَاكِبًا علَى حِمَارٍ أَتَانٍ وأَنَا يَومَئِذٍ قدْ نَاهَزْتُ الِاحْتِلَامَ ورَسولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ يُصَلِّي بالنَّاسِ بمِنًى إلى غيرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ، فَنَزَلْتُ وأَرْسَلْتُ الأتَانَ تَرْتَعُ، ودَخَلْتُ في الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذلكَ عَلَيَّ أحَدٌ. رواه البخاري ومسلم

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: میں ایک گدہی پر سوار ہو کر آیا جب کہ میں بلوغت کے قریب تھا اور رسول اللہ ﷺ منیٰ میں دیوار کے علاوہ (کسی چیز کی طرف منہ کر کے یا بغیر سترہ کے) لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ چناں چہ میں صف کے ایک حصہ کے سامنے سے گذرا اور اتر کر گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور صف میں شامل ہو گیا، لیکن کسی نے مجھے اس پر نہیں ٹوکا۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (نَاهَزْتُ الاحتلام): مَیں بلوغت کے قریب ہو گیا اور یہ پندرہ برس کے قریب ہونا ہے۔ نیز اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ: ابن عباس اس وقت غلطی کرنے کی صورت میں انکار کیے جانے کے مستحق تھے۔ (إلى غير جِدار) سترہ کے بغیر، اور کہا گیا ہے کہ دیوار کے علاوہ سترہ۔ (الأتان) گدھی۔
- نمازیوں کی صفوں کے سامنے گدھے پر سوار ہو کر گذرنا جائز ہے، کیوں کہ امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ ہے۔
- نبی ﷺ کی وفات کے وقت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بالغ ہو چکے تھے یا بلوغت کے قریب تھے، کیوں کہ یہ معاملہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی ﷺ کی وفات سے تقریباً اسّی (٨٠) دنوں پہلے پیش آیا۔
- نبی ﷺ کا اقرار کرنا بھی آپ کی سنت ہے، کیوں کہ آپ ﷺ باطل چیز پر کسی کا اقرار نہیں کرتے تھے۔ لہذا ابن عباس پر انکار نہ کرنا دو باتوں پر دلالت کرتا ہے: نماز کی درستی، اور ان کا کسی قابلِ منکر چیز کا نہ کرنا۔
- امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ ہے۔
- جب آدمی بلوغت کے قریب ہو جائے اور کوئی منکر کام کرے تو اس پر نکیر کی جائے گی، اگر چہ وہ اس کا مکلّف نہ ہو۔
- مسجد کی طرف سواری کے ذریعہ جانا جائز ہے۔

- کسی چوپایہ کا نمازیوں کے ارد گرد چرنے کے لیے چھوڑنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ کسی کو نقصان نہ پہنچائے اور اس سے نماز میں کوئی خلل نہ آئے۔

آج کی حدیث

٣٥٦- عن أبى موسى الأشعرى رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا، وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا، وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ. رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:”دو جنتیں ایسی ہیں جن کی برتنیں اور جو کچھ اس میں سازوسامان ہیں چاندی کی ہیں۔ اور دو جنتیں ایسی ہیں جس کی برتنیں اور جو کچھ اس میں سازوسامان ہیں سونے کی ہیں۔ اور جنت عدن میں اہلِ جنت اور دیدارِ الٰہی کے درمیان صرف کبریائی کی چادر حائل ہوگی جو ذات باری تعالیٰ کے چہرے پر ہوگی۔“ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- جنت کے منازل اوراس کے درجات میں تفاوت کا ہونا۔
- یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ولمن خاف مقام ربه جنتان﴾ [الرحمن: ٤٦] ”اور اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا دو جنتیں ہیں۔“ ﴿ومن دونهما جنتان﴾ [الرحمن: ٦٢] ”اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔“ سے متعلق صحابہ کے سوال کے جواب میں وارد ہوئی ہے۔ ابوموسی اشعریؓ نے کہا: مقرب لوگوں کے لیے دو جنتیں سونے کی ہوں گی، اور اصحاب یمین کے لیے ان دونوں کے علاوہ دوسری دو جنتیں چاندی کی ہوں گی۔
- جنتیوں کے نزدیک سب سے عظیم نعمت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اپنے اور لوگوں کے درمیاں حائل پردے کو کھول دے گا تاکہ جنتی لوگ اس کا اسی طرح مشاہدہ کرسکیں جس طرح چودھویں کے چاند کا کرتے ہیں۔ اور جب یہ سعادت انھیں حاصل ہوجائے گی تو وہ اپنی تمام نعمتوں کو بازو میں رکھ دیں گے۔ جنت کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ان کے نزدیک دیدارِ الٰہی سے پیاری کوئی نعمت نہیں ہوگی۔

- اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ کبریائی اس کی چادر ہے اور یہ صفت دیگر صفاتِ الٰہی کی طرح ثابت ہے، جو اس کے شایان شان ہے۔ اور جو صفات نص سے ثابت ہیں ہمارے لیے ان پر تحریف وتعطیل کے بغیر ایمان لانا ضروری ہے۔
- جنتِ عدن کی فضیلت اور اس کا بلند ہونا، اور اس سے اللہ تعالیٰ کا علو و بلند ہونا ثابت ہوتا ہے، کیوں کہ وہ لوگ اپنی نگاہیں اوپر اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔
- کسی تکییف وتمثیل اور تحریف وتعطیل کے بغیر اللہ تعالیٰ کے لیے چہرے کا اثبات [1]۔

---

[1] تکییف: یعنی کیفیت کی بابت سوال کرنا، مقصود یہ ہے کہ صفت الٰہی کی اس طرح تعیین وتحدید کی جائے کہ اس کی ایک خاص کیفیت ظاہر ہو، کیفیت کی نفی کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ صفات الٰہی کے معانی کو ٹالا جائے اور اُن کی نفی کی جائے، بلکہ صفات کا معنیٰ زبان عرب میں معلوم ہے، یہی سلف صالحین کا عقیدہ ہے، چناں چہ جب امام مالکؒ سے ''استواء'' کی کیفیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: (الاستواء معلوم، والکیف مجھول، والإیمان بہ واجب، والسؤال عنہ بدعۃ) (فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۵/۱۴۴) یعنی استواء معلوم ہے، اس کی کیفیت نامعلوم ہے، اُس پر ایمان لانا واجب ہے اور کیفیت کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت ایک حقیقی ثابت معنیٰ پر دلالت کرتی ہے، جس پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کے لیے ثابت کرتے ہیں، لیکن اس کی کیفیت، حالت اور صورت کا ہمیں علم نہیں۔ لہذا صفات الٰہی کی حقیقت اور ان کے معنیٰ کو ثابت کرنا اور صرف اُن کی کیفیت کو (اللہ کے سپرد کرنا) واجب ہے۔ بر خلاف فرقہ ''واقفہ'' کے جو صفات الٰہی کے معانی کو بھی ٹالتے ہیں اور اس کی نفی بھی کرتے ہیں۔

تمثیل: اس کے معنی تشبیہ کے ہیں، یعنی اللہ عزوجل کی ذاتی یا فعلی صفات میں کسی کو اُس کا مشابہ قرار دیا جائے، اس کی دو قسمیں ہیں: الف: مخلوق کو خالق سبحانہ وتعالیٰ سے تشبیہ دینا: جیسے نصاریٰ نے مسیح بن مریم علیہا الصلاۃ والسلام کو اللہ کے مشابہ قرار دیا، اسی طرح یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کو اللہ کے مشابہ قرار دیا۔ اللہ اس سے بہت بلند وبالا ہے۔ ب: خالق کو مخلوق سے تشبیہ دینا: جیسے فرقہ ''مشبہ'' نے تشبیہ دیتے ہوئے کہا کہ اللہ کا چہرہ مخلوق کے چہرہ کی طرح ہے، اللہ کا ہاتھ مخلوق کے ہاتھ کے مثل ہے اور اللہ کی سماعت مخلوق کی سماعت کی طرح ہے! اور اس طرح کی دیگر باطل تشبیہات۔ اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے بہت بلند وبرتر ہے۔ (الکواشف الجلیہ عن معانی الواسطیہ ۸۶)۔ شیخ عبد العزیز بن بازؒ فرماتے ہیں: تشبیہ کی ایک تیسری قسم بھی ہے، اور وہ ہے خالق (اللہ عزوجل) کو معدوم، مستحیل (محال) اور ناقص چیزوں یا اسی طرح جمادات سے تشبیہ دینا، اور جہمیہ ومعتزلہ تشبیہ کی اسی قسم میں واقع ہوئے ہیں۔

تحریف: تحریف کے لغوی معنی بدل دینے کے ہیں۔ اور شریعت کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور صفاتِ عالیہ کے الفاظ یا ان کے معانی کا بدلنا تحریف کہلاتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم: لفظی تحریف: یعنی لفظ میں کمی زیادتی کرنا یا اس کی شکل بدل دینا، جیسے فرقہ جہمیہ اور ان کے متبعین نے ''استوی'' کے لفظ میں ''لام'' کا اضافہ کرکے ''استولیٰ'' کہا، اسی طرح یہودیوں کو جب اللہ نے ''حطۃ'' کہنے کا حکم دیا تو انھوں نے (نون کا اضافہ کرکے) ''حنطۃ'' کہا، یا اسی طرح بعض بدعتیوں نے (اللہ کے صفت ''کلام'' کے انکار کی غرض سے) آیت کریمہ (وکلّم اللہُ موسیٰ تکلیما) ''اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ

- اس بات کا اثبات کہ مومن لوگ جنت میں اپنے رب کا دیدار کریں گے۔
- اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ کِبْر اور کِبْرِیَاء کا اثبات۔ اور یہ اللہ عزوجل کی ذاتی اور خبری صفت ہے، جو کتاب وسنت سے ثابت ہے۔

علیہ السلام سے گفتگو فرمائی۔" میں "اللہ" کے لفظ کو مرفوع (پیش) کے بجائے منصوب (زبر) پڑھا۔ (اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ عزوجل سے کلام کیا۔) دوسری قسم معنوی تحریف: یعنی اسماء وصفات کے الفاظ کو اپنی حالت پر رکھتے ہوئے اُن کے معانی کو بدل دینا، جیسے بعض بدعتیوں کا "غضب" کی تفسیر ارادۂ انتقام سے، "رحمت" کی تفسیر ارادۂ انعام سے اور "ید" (ہاتھ) کی تفسیر نعمت سے کرنا۔

تعطیل: اس کے لغوی معنی چھوڑ دینے کے ہیں اور اصطلاح میں اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ کی ذات سے صفات الٰہی کی نفی کی جائے، اور ان کے قائم بذات اللہ ہونے کا انکار کیا جائے یا اُن میں سے بعض صفات کا انکار کیا جائے۔ تحریف اور تعطیل کے درمیان فرق یہ ہے کہ تعطیل کتاب وسنت سے ثابت اسماء وصفات کے صحیح مفہوم کی نفی کو کہتے ہیں، جب کہ تحریف نصوصِ کتاب وسنت کی باطل تفسیر کا نام ہے۔ تعطیل کی کئی قسمیں ہیں: ا۔ اللہ کے کمال مقدس کی نفی: یعنی اللہ عزوجل کے تمام اسماء وصفات یا ان میں سے بعض کی نفی کرنا، جیسے جہمیہ اور معتزلہ نے کیا۔ ۲۔ اللہ سے قطع تعلق: مثلاً اللہ کی عبادت نہ کرنا، یا بعض عبادتیں ترک کر دینا، یا اللہ کی عبادت میں غیر کو شریک کرنا۔ ۳۔ مخلوق سے خالق کی نفی: جیسے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اشیاء کا وجود خود بخود ہو گیا ہے اور اُن میں خود بخود ہی تصرّف ہوتا ہے۔ (نعوذ باللہ)۔ ہر محرّف (تحریف کرنے والا) معطّل (نفی کرنے والا) ہے، لیکن ہر معطل محرف نہیں۔ چناں چہ جو باطل معنیٰ ثابت کرے اور حق معنیٰ کی نفی کرے وہ بیک وقت محرف ومعطل دونوں ہے، البتہ جو صرف صفاتِ الٰہی کی نفی کرے وہ محرف نہیں، بلکہ صرف معطل ہے۔ [بحوالہ: شرح عقیدہ واسطیہ از سعید بن وہف القحطانیؒ ص ۲۳۔۲۸ اردو ترجمہ: عنایت اللہ سنابلی مدنی] (مترجم)

آج کی حدیث

٣٥٧- عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ : (يَضْحَكُ اللَّهُ إِلَى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الآخَرَ كِلاَهُمَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَقَالُوا كَيْفَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ يُقَاتِلُ هَذَا فِى سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَيُسْتَشْهَدُ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَى الْقَاتِلِ فَيُسْلِمُ فَيُقَاتِلُ فِى سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَيُسْتَشْهَدُ) رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ دو ایسے آدمیوں سے ہنستا ہے، جن میں سے ایک دوسرے کا قاتل ہوگا اور وہ دونوں جنت میں داخل کیے جائیں گے۔“ صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ کیسے ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایک شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ قاتل کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہ اسلام لے آتا ہے اور پھر وہ (بھی) اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (يضحك الله لرجلين) اس میں اللہ عزوجل کے لیے صفتِ ضحک کا اثبات ہے، جو اللہ عزوجل کے کمال وعظمت کے لائق اور شایانِ شان ہے۔ اور اس صفت کے بارے میں گفتگو کرنا دیگر صفات میں گفتگو کرنے کی طرح ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے جو اپنے لیے یا اس کے رسول ﷺ نے جو کچھ اللہ کے لیے ثابت کیا ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور انھیں اس کے شایانِ شان اس طرح ثابت کیا جائے کہ اس کی صفات کو اس کے مخلوق سے تشبیہ نہ دی جائے، صفت کی کیفیت نہ بیان کی جائے اور اس میں تعطیل یا تاویل کی راہ نہ اپنائی جائے۔
- گناہ چاہے جتنا بڑا ہو جائے اس سے توبہ کرنا ضروری ہے اور اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا منع ہے۔
- اسلام سابقہ کفر کے جرم کو مٹا دیتا ہے اور توبہ پچھلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔
- اللہ کی راہ میں شہادت پانا موجباتِ جنت میں سے ہے۔
- وہ جہاد جس پر اللہ نے ثواب کا وعدہ کیا ہے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔
- بے شک اعمال کا دارومدار خاتمے پر ہے۔

آج کی حدیث

۳۵۸- عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَشُجَّ فِي رَأْسِهِ فَجَعَلَ يَسْلُتُ الدَّمَ عَنْهُ وَيَقُولُ كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوا نَبِيَّهُمْ وَكَسَرُوا رَبَاعِيَتَهُ وَهُوَ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللَّهِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَيْسَ لَكَ مِنْ الْأَمْرِ شَيْءٌ. رواه البخاري ومسلم

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ کے رباعی دانت ٹوٹ گئے اور آپ کا سر زخمی ہو گیا، چناں چہ آپ ﷺ اپنے سر سے خون کو صاف کرتے جاتے اور فرماتے: "وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جنھوں نے اپنے نبی کے سر کو زخمی کر ڈالا اور ان کے رباعی کے دانت کو توڑ دیا، حالاں کہ وہ انھیں اللہ کی طرف بلا رہا تھا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (لَيْسَ لَكَ مِنْ الْأَمْرِ شَيْءٌ) "اس معاملے میں آپ کا کوئی اختیار نہیں (یعنی ان کی اصلاح کرنے یا ان کو عذاب دینے میں آپ کو کوئی اختیار نہیں ہے)[آل عمران:۱۲۸]" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- (رَبَاعِيَتُه) رباعی سے مراد وہ دانت ہیں جو ثنایا اور انیاب کے درمیان ہیں۔ اُحد کے دن جو رباعی ٹوٹ گئی تھی، وہ دائیں جانب سے نیچے والی دانت تھیں۔ (شُجَّ) سر کا زخمی ہونا۔ (يَسْلِتُ) ہٹانا اور صاف کرنا۔ (الدَّم) خون۔
- اس حدیث میں سورہ آل عمران میں موجود اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ) کا سببِ نزول بیان ہوا ہے۔
- نبی ﷺ کا دعوت الی اللہ کی خاطر مشقت و تکلیف کا برداشت کرنا۔
- حدیث میں وارد سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۲۸ (لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ) کا مفہوم: یعنی ان کی اصلاح کرنے اور ان کو عذاب دینے کا آپ کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ اور کہا گیا ہے: فتح و شکست کے سلسلے میں آپ کو کوئی اختیار نہیں ہے، کیوں کہ یہ ہماری وجہ سے، ہماری طرف سے ہے اور ہم ہی اس پر بدلہ دینے والے ہیں۔
- نبی ﷺ پر صرف تبلیغ کی ذمہ داری ہے اور اللہ عزوجل ہی جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔
- اسلام کی طرف دعوت دینے والے داعیوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں حاصل ہونے والی مشقت و تکلیف اور آزمائش پر صبر کرنا چاہیے اور اللہ عزوجل کے پاس اجر کی امید رکھنی چاہیے۔

آج کی حدیث

٣٥٩- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : (الْعَيْنُ حَقٌّ وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ سَبَقَتْهُ الْعَيْنُ وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوا) رواه مسلم

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''نظرِ (بد) کا لگ جانا برحق ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کرنے والی ہوتی تو نظر ہوتی۔ اور (جب نظر بد کے علاج کے لیے) تم سے غسل کرنے کو کہا جائے تو تم غسل کرلو۔'' (مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- نظر کے اثر انداز ہونے کا اثبات، سرعتِ تاثیر اور اس کے قوی ہونے کو اسلوب مبالغہ کے ذریعہ تاکیدی بنانا۔
- آدمی کو وہی چیز لاحق ہوتی ہے جو اس کے مقدر میں ہوتی ہے اور نظر تقدر پر سبقت نہیں کر سکتی لیکن نظر بھی تقدیر میں سے ہے۔
- قرطبی رحمہ اللہ، آپ ﷺ کے فرمان: (ولو كان شيء سبق القدر لسبقته العين) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: اس میں نظر بد کے لگنے کا ثبوت ہے، اور اس میں مبالغہ بطور تمثیل کے ہے، نہ کہ یہ قدر کے کسی چیز کو پلٹ سکتی ہے، کیوں کہ قدر اللہ کے سابق علم اور اس کی مشئیت کے نفوذ و جاری ہونے کا نام ہے اور کوئی اس کے حکم کو رد نہیں کر سکتا اور نہ کوئی اس کے حکم پر نظر ثانی کرنے والا ہے۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان ان کے اس قول کی طرح ہے: ''میں تمھارا مٹی میں چلے جانے تک پیچھا کرتا رہوں گا'' یا ان کا یہ کہنا ''اگرچہ تم آسمان کی بلندی تک پہنچ جاؤ'' اور اس طرح کے اقوال جو مبالغہ کے واسطے اسی طرح کی چیزوں کے لیے جاری ہوتے ہیں۔
- نظر لگانے والے سے غسل کا مطالبہ کرنے سے یہ مراد ہے کہ وہ اپنے اس بھائی کے لیے غسل کرے جس پر اس نے نظر لگائی ہے۔ چناں چہ اس کے لیے پانی کا ایک برتن لایا جائے اور وہ اس میں اپنی

ہتھیلی ڈالے ، پھر کلی کرے ، پھر وہ ایک پیالہ میں اس کو تھوک دے، اوراس پیالہ میں اپنا چہرہ دھوئے، پھر اپنا بایاں ہاتھ داخل کرے اوراسے اپنے دائیں گھٹنے پر ڈالے، پھر اپنے دائیں ہاتھ کو داخل کرے اور اسے دائیں گھٹنے پر ڈالے، پھر اپنے ازار کو دھوئے ، پھر اس دھوون کو نظر لگنے والے کے سر پر پیچھے سے یکبار گی ڈالے۔ اس طرح وہ اللہ کے حکم سے شفا پا جائے گا۔

- ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں: نظر لگنا بر حق ہے اور یہ شرعی وحسی طور پر ثابت ہے۔ واقعات اس کی گواہی دیتے ہیں اور اس کا انکار کرنا ممکن نہیں ہے۔ نظر بد سے بچنے کے لیے پیشگی حفاظت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ توکل کے منافی بھی نہیں ہے، بلکہ یہی تو توکل ہے، اس لیے کہ توکل جائز اور مامور بہ اسباب کو اپنا کر اللہ سبحانہ وتعالٰی کی ذات پر اعتماد کرنے کا نام ہے۔

آج کی حدیث

٣٦٠- عن أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رضي الله عنه عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَدْعُو بِهَذَا الدُّعَاءِ : اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي وَجَهْلِي وَإِسْرَافِي فِي أَمْرِي وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي جِدِّي وَهَزْلِي وَخَطَئِي وَعَمْدِي وَكُلُّ ذَلِكَ عِنْدِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. رواه البخاري ومسلم

سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اس دعا کو کیا کرتے تھے: **"اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي وَجَهْلِي وَإِسْرَافِي فِي أَمْرِي وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي. اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي جِدِّي وَهَزْلِي وَخَطَئِي وَعَمْدِي، وَكُلُّ ذَلِكَ عِنْدِي- اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ"** "اے اللہ! میری خطا، میری نادانی، اپنے (کسی) معاملے میں میرا حد سے آگے گذر جانا اور وہ سب کچھ جو میری نسبت تو زیادہ علم رکھتا ہے، سب معاف فردے۔ اے اللہ! میرے وہ سب کام جو میں نے سنجیدگی سے کیے ہوں یا بطور مذاق کیے ہوں، بھول چوک کر کیے ہوں یا جان بوجھ کر کیے ہوں اور یہ سب مجھ سے ہوئے ہوں، ان کو بخش دے۔ اے اللہ! میری وہ باتیں جو میں نے پہلے کیں ہیں یا جو میں نے بعد میں کیں، اکیلے میں کیں یا جو میں نے سب کے سامنے کیں اور جنھیں تو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے، ان سب کو بخش دے، تو ہی آگے کرنے والا ہے اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔" (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے حاصل ہونے والے فوائد:

- اس دعا کی فضیلت اور نبی ﷺ کی اقتداو پیروی کرتے ہوئے اس پر مداومت اختیار کرنا۔
- دنیاوی امور میں نبی ﷺ سے بسا اوقات غلطی واقع ہو سکتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب فرمایا ہے، رہی بات اللہ کی شریعت کی تبلیغ کرنے میں تو وہ اس سلسلے میں معصوم عن الخطا ہیں۔
- فضول خرچی کی ممانعت اور یہ کہ فضول خرچی کرنے والا شخص عقوبت و سزا سے دوچار ہوتا ہے۔

- اللہ تعالیٰ انسان کے نفس کے بارے میں سب سے بہتر جاننے والا ہے، لہذا اسے اپنے معاملہ کو اللہ کے حوالہ کرنا چاہیے، کیوں کہ بسا اوقات وہ غلطی کرتا ہے، لیکن اسے اس کا علم نہیں ہوتا۔
- مومن کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ وہ اپنے عمل سے دھوکہ نہ کھائے اور اللہ کے مکر سے بے خوف نہ رہے۔
- انسان کبھی اپنے مذاقیہ عمل پر گرفت کیا جاتا ہے، جس طرح سنجیدہ باتوں پر اس کا مواخذہ ہوتا ہے۔ لہذا انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنے مزاحیہ امور سے دور رہے۔
- اللہ تعالیٰ کا مقدم و موئخر کے وصف سے موصوف ہونے کا اثبات، اور اللہ سبحانہ تعالیٰ ہی چیزوں کو اس کی جگہ اتارنے والا ہے، اس میں سے جسے چاہتا ہے مقدم کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے موئخر کرتا ہے۔ اسی نے تقدیروں کو مخلوق کی پیدائش سے پہلے مقدم کیا ہے۔ وہ اپنے اولیا میں سے جسے چاہتا ہے دیگر بندوں پر مقدم کرتا ہے اور مخلوق میں سے بعض کو بعض پر درجات کے ذریعہ فوقیت دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے اپنی توفیق سے سابقین کے مقام تک پہنچاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ان کے مراتب سے پیچھے کر دیتا ہے۔ وہ چیزوں کو ان کے وقت پر واقع ہونے سے موئخر کر دیتا ہے، کیوں کہ وہ اس کے عواقب وانجام کی حکمت کا علم رکھتا ہے۔ پس جس چیز کو وہ مقدم کر دے اسے کوئی موئخر نہیں کر سکتا، اور جس چیز کو وہ موئخر کر دے اسے کوئی مقدم نہیں کر سکتا۔

تمّ بحمد للہ

★قال ابن المبارك-رحمه الله-(لا أعلم بعد النّبوّة درجة أفضل من بثّ العلم)[تهذيب الكمال١٦/٢٠]

"نبوّت کے بعد علم کی نشر واشاعت سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں۔"

★قال الشيخ ابن عثيمين-رحمه الله-:((كلما سمحت الفرصة لنشر السنة فانشرها،، يكن لك أجرها وأجر من عمل بها إلى يوم القيامة))[شرح رياض الصالحين٤/٢١٥]

شیخ ابن عثیمینؒ فرماتے ہیں:"جب بھی تمھیں سنت رسول ﷺ کی نشر واشاعت کا موقع ملے تو تم اسے نشر کرو۔۔۔ تمھیں اس کا اجر ملے گا اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والے کا بھی اجر وثواب ملتا رہے گا۔"

★وقال ابن المبارك-رحمه الله-:((رُبَّ عَمَلٍ صغيرٍ تُعظّمهُ النيّةُ، ورُبَّ عملٍ كبيرٍ تُصغّرهُ النيّةُ))

[أورده ابن أبي الدنيا في الاخلاص والنيّة،ص٧٣]

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں:"بہت سے ایسے چھوٹے اعمال ہیں، جنھیں نیّت بڑا بنا دیتی ہے اور کتنے ہی ایسے بڑے اعمال جنھیں نیّت چھوٹا بنا دیتی ہے۔"

★ وروی أنه لما ألّف مالك موطئه قيل له: ما الفائدة في تصنيفك؟ فقال: (ما كان لله بقي).

ذكر ذلك السيوطي في تدريب الراوي،ص١٢٦).

وحال مالك:كما قال ابن المبارك-رحمه الله-:

إني وزنت الذي يبقى ليعدله　　ما ليس يبقى فلا والله ما أتزنا

بیان کیا جاتا ہے کہ جب امام مالکؒ اپنی حدیث کی کتاب "مؤطا" لکھ رہے تھے تو ان سے پوچھا گیا کہ تمہارے "مؤطا" لکھنے کا کیا فائدہ ہے (جبکہ اس کے مثل بہت ساری کتابیں موطا کے نام سے تالیف کی جا چکی ہیں)؟ تو انھوں نے فرمایا:"جو اللہ کے لیے (خالص) ہوتی ہے وہ باقی رہ جاتی ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ دیگر لوگوں کی مؤطّات گمنامی کی نذر ہو گئیں، اور اخلاص نیّت کی وجہ سے امام مالکؒ کے "مؤطا" کو دوام وبقا حاصل ہوا۔

رب کریم فاضل مؤلّف کی اس کتاب (حدیث الیوم) کو لوگوں کے لیے فائدہ مند بنائے اور اسے دوام وبقا حاصل ہو۔ آمین!

دعائے خیر کا طالب:

(ابو فیصل ضیاء اللہ مدنیؔ)